موضع قلعہ دار کے بوریا نشینوں کا تذکرہ جنہوں نے
کفر والحاد کی تند و تیز آندھیوں کے سامنے اسلام کا دیا روشن رکھا

روشنی کا سفر

صفہ سے قلعہ دار تک

(تاریخ قلعہ دار و تذکرۃ الابرار)

کرنل مظہر حسین قریشی

Marfat.com

Marfat.com

روشنی کا سفر

صفہ سے موضع قلعہ دار تک

(تاریخ موضع قلعہ دار و تذکرۃ الابرار)

مرتب:

کرنل مظہر حسین قریشی

زیرنگرانی:

ڈاکٹر احمد حسین قریشی

ایم اے اردو۔ ایم اے فارسی۔ ایم اے عربی

پی ایچ ڈی اردو۔ پی ایچ ڈی عربی

ملنے کا پتہ

ذاکٹر قلعہ داری لائبریری

نور پور پڑھے ریلوے روڈ گجرات

روشنی کا سفر

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہے۔

☆ نام کتاب ---------- روشنی کا سفر صفہ سے قلعہ دار تک

(تاریخ قلعہ دار و تذکرۃ الابرار)

☆ مصنف ------------ کرنل مظہر حسین قریشی

☆ زیر نگرانی ------------ ڈاکٹر احمد حسین قریشی

☆ ناشر ------------- ڈاکٹر طاہر محمود قریشی

☆ کمپوزنگ ------------ ڈاکٹر محمد سجاد مسعودؒ

☆ اشاعت ------------ جنوری 2010ء

☆ طباعت ------------ بار اول

☆ تعداد ------------------- 500

☆ ہدیہ ------------------- 500/-

نوٹ: تنبیہ؛ کتاب کا کوئی بھی حصہ، فقرہ، کسی بھی کتاب میں شامل کرنے، کسی بھی جگہ پر لکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

Marfat.com

انتساب

موضع قلعدار

کے

بوریا نشینوں کے نام

جنہوں نے کفروالحاد کی تندوتیز آندھیوں کے سامنے

اسلام کا دیا روشن رکھا

کرنل مظہر حسین قریشی

Marfat.com

فہرست

پیش لفظ
انتساب
قلعہ دار
مغل سلطنت کا زوال
سکھی عہد حکومت
سکھی عہد حکومت میں گجرات اور اس کے مضافات کی کہانی
مرزا اعظم بیگ کی زبانی
قلعہ دار میں آتشکدہ کی بنیاد
سکھ حکومت کا زوال
قلعہ دار کا قدیم علمی ماحول
پاکستان دور
قلعہ دار کی معاشرت و معیشت
قلعہ دار میں ادبی۔ علمی سرگرمیاں
قلعہ دار میں تصنیف اور تالیف
روشنی کا سفر صفہ سے قلعہ دار تک
حضرت عبداللہ بن مسعود
حضرت علقمہ رضی بن قیس بن عبداللہ النخعی الکوفی
ابراہیم بن یزید بن قیس بن ابن الاسود النخعی
حماد بن ابی سلمان سلم الشعری الکوفی
امام ابوحنیفہ النعمان بن ثابت
الامام محمد بن الحسن الشیبانی
ابی حفص الکبیر بن حفص بخاری
شاگرد امام محمد مہاجر بخاری
عبداللہ بن احمد بن ابی حفص الصغیر البخاری
الامام ابی عبداللہ بن یعقوب پسند معرفی
ابوبکر محمد بن الفضل البخاری
قاضی حسین ابی علی نفسی
شمس الائمہ الحلوائی
السرخسی شمس الائمہ محمد سرخی محمد بن ابی سہیل سرخسی
فخر السلام علی بن محمد بن حسین یزدوی سمرقندی
برہان الدین علی بن بکر غنیانی صاحب الھدئیہ
عبدالستار الکردری عمادی شمس الائمہ
محقق نام وزمین تاریخ ہے۔ (حدائق)
ابوبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی صاحب
ابی الفضل عبدالعزیز بن محمد نصر البخاری صاحب الکشف
جلال الدین کرلانی صاحب کفایہ
علاؤالدین علی سرانی علاقہ کرمان
سراج الدین عمر المشہور قاری الھدایہ
الشیخ کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر
محمد بن محمد تشخنہ سر
الشیخ البر محمد بن محب الدین بن محمد بن محمود البرکات الحلبی
ثم القاہری خطیب بیت المقدس
الشیخ احمد یونس الشہیر باستی
شیخ علی بن تمائم مقدسی
الشیخ عبدالحی
شیخ سلمان المنصوری
الشیخ اشر نیاتی حسن بن عمار
شیخ المقدسی ابوبکر احمد بن اصلاح الدین باب علی مقدس
الشیخ محمد عبدالرحمان جامی
ابوبرکات عبداللہ

Marfat.com

حضرت مولوی محمد صالح گجرات
خان محمد قریشی
محمد یار قریشی
عبدالنبی
غلام نبی قریشی
سید احمد قریشی
مولوی نجم الدین
عربی خطبہ
مولوی فضل احمد صاحب
مولوی محمد عبدالکریم
مولوی عبدالکریم کے استاد
مولوی کلیم اللہ مچھیانوی
پروفیسر ایم اے سٹائن
قاضی ظفرالدین احمد
شمس العلماء مفتی محمد عبداللہ ٹونکی
شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد سے ملاقات
محمد رمضان تبسم قریشی
مولوی محمد حیات قریشی
احمد حسین قریشی
پروفیسر سید سجاد حسین شیرازی۔
بندہ ایمدسین
فضل حسین قریشی
مظہر حسین قریشی
مولوی محمد عالم قریشی
محمد فقیر قریشی
مولوی قل احمد قریشی
مولوی محمد حسن قریشی

قاضی نظیر اسلام قریشی
بشیر احمد قریشی
مولوی محمد حسین قریشی
دوستیاں۔ تعلق داریاں
سید غلام حیدر شاہ صاحب۔ جلال پور شریف
حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب
مولوی ثناء اللہ امرت سری
ڈاکٹر میر ہدایت اللہ
غلام قادر حیدر
غلام قادر
محمد دین تسکین
محمد حسین مسکین
قاضی عطا محمد گجراتی
مولوی اصغر علی روحی
عمر چک کے علماء
قلعہ دار اور چک عمر
شیخ عبداللہ بن صدرالدین
مولوی محمد بقا فرزند مولوی شیخ عبداللہ
سلام اللہ شائق خلف مولوی امان اللہ مرحوم
مولوی عبدالمالک صادقی ابوالبرکات
کنجاہ کے سلیمانی
شیخ محمد عبداللہ سلیمانی
محمد احسان الحق سلیمانی
گجرات کا تھامس ھارڈی رشید ٹھیکدار
قلعہ داریوں کی رشتہ داریاں

Marfat.com

حافظ خان محمد کے رشتہ دار

حافظ خیر اللہ قریشی

موضع ترکھا اور حافظ محمد رمضان قریشی

وزیرآباد سے تعلق

مولوی فضل الدین

مولوی غلام حسین وعطا محمد

میاں کرم الٰہی

راجپوتوں سے رشتہ داریاں

میاں عبدالحمید

میاں عنائت اللہ

گجرات کا راجپوت خاندان

گوجرانوالہ کے کھوکھر راجپوت

سوک کلاں کے کھوکھر راجپوت

وزیرآباد کے راجپوت کے ساتھ رشتہ داریاں

مولوی عابد کی خطاطی

مولوی غلام علی کی اولاد

مولوی قادر بخش وزیرآبادی

مولوی محمد حسن وزیرآبادی

Marfat.com

پیش لفظ

یہ تذکرہ ہے تاریخ کی گمشدہ کڑیوں کا
گجرات شہر کے جنوب میں ایک گاؤں قلعہ دار کے نام سے آباد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ گاؤں شاہ جہاں کے ایک منصب دار نواب نصرت یار جنگ عثمان بیگ الملقب قلعہ دار خان نے بسایا تھا۔ مغلیہ دور کی تاریخ بڑی تفصیل سے ملتی ہے۔ مگر نصرت یار جنگ کے ذکر سے خالی ہے۔ نواب موصوف تاریخ کی نظر سے اوجھل رہا۔ جہاں ثبوت مہیا نہ ہوں وہاں قیاس کے گھوڑے خیال کی وادیوں میں سفر کرتے ہیں۔ اور روائتیں جنم لیتی ہیں۔ نواب نصرت یار جنگ کی شخصیت کی اساس روایتوں پر قائم ہے۔

ایک روایت کے مطابق یہ مغل بادشاہ شاہ جہاں کا منصب دار تھا۔ ایرانی الاصل تھا۔ تاریخ اس کی گواہی نہیں دیتی۔

دوسری روایت کے مطابق یہ شہریار ناشُدنی ہوسکتا ہے۔ بغاوت کی ناکامی کے بعد نام تبدیل کر کے بھیس بدل کر قلعہ دار خان بن گیا۔ تاریخی حقائق کا تجزیہ اس روائت کی تائید نہیں کرتا۔

تیسری روائت کے مطابق یہ شخص محنت کش تھا۔ ولی اللہ کے مرتبہ پر فائز تھا۔ عنایات خسروانہ کا سزاوار ٹھہرا۔ شاہی عنائت گاؤں آباد کرنے میں مددگار ٹھہری۔

نواب قلعہ دار خان اور اس کے بسائے ہوئے گاؤں کی تاریخ اپنے متلاشی کی منتظر ہے۔

قلعہ دار میں دوسری حقیقت جو روائتوں کے بطن سے جنم لیتی ہے۔ وہ آتش کدہ کی تعمیر ہے۔ آتش پرستوں کی رہائش گاہ۔ مختلف معبدوں کی وسیع و عریض رقبہ پر بلند بالا عمارات جو اپنی شان و شوکت میں منفرد ہونے کا وجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آتش کدہ رنجیت سنگھ نے تعمیر کروانے کا حکم دیا۔ مقامی اہل علم کی دستیاب یادداشتوں میں اسکی تعمیر انگریزی عہد حکومت کے اوئل کا زمانہ بنتا ہے۔ آتش کدہ کے والی کون تھے۔ اور انکے عقائد کیا تھے۔ یہ داستان بتانے والے بھی نایاب ہو چکے ہیں۔

یہ تذکرہ ہے ان بوریہ نشینوں کا جو دانش وراں صفہ کے فیض یافتہ تھے۔ یہ لوگ رشد و ہدایت کی روشنی بانٹتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگرد تھے۔ صفہ کے مفتی اعظم حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں کی تعداد چار ہزار بتائی جاتی ہے۔

یہ وہ لوگ تھے جن کے پیٹ خوراک سے خالی۔ جسم لباس سے عاری مگر سینہ ایمان سے بھرپور۔ عزم پہاڑوں سے بلند اور حوصلے سنگ و آہن سے قوی تر تھے۔ ہزار سال سے شمع کی مانند جلتے

Marfat.com

چلے آرہے ہیں۔اور ماحول کو روشنی عطا کررہے ہیں۔

ان کے دامن سے فیض یاب ہونے والے لوگ مفسر قرآن تھے۔محدث تھے۔فقیہ تھے۔ زبان وکلام پر مکمل عبور رکھتے تھے۔شاعر تھے۔انکی شاعری گل وبلبل کی شاعری نہ تھی۔اسلامی روایات اور حقائق نظم کے قالب میں ڈھالتے۔ان کا آپس میں نامہ و پیام منظوم ہوتا۔تاریخ ہائے تعمیر۔وفات اور پیدائش حروف ابجد کی ترتیب سے نکالتے۔نظم میں بے نقط اور پر نقط الفاظ استعمال کرنے میں دقت محسوس نہ کرتے۔

یہ صاحب فضلت لوگ وسائل سے محروم رہے اسلئے وہ منصۂ شہود وہ مقام حاصل نہ کرسکے جوان کا حق تھا۔ ورنہ

کون طاقوں میں جلا کون سرِ راہ گزر
شہر کے سارے چراغوں کو ہوا جانتی ہے

کرنل مظہر حسین قریشی

Marfat.com

قلعہ دار

دریائے چناب کی گزرگاہ گجرات اور وزیر آباد کے درمیاں قدرتی حد فاصل کا کام دیتی ہے۔ اس کے جنوب مغربی کنارے پر ایک سرسبز وشاداب خطہ زمین میں ایک قدیم بستی آباد ہے۔ جو قلعہ دار کے نام سے معروف ہے۔ یہ بستی کب بی کس نے بسائی تاریخ کے بسوں پر مہر سکوت ثبت ہے۔

تاریخ بادشاہوں کی خلوت جلوت کی کاروائیوں کی داستان کے سوا کچھ بھی نہیں۔ تاریخ کی آنکھ تخت شاہی اور اس کے گردنواح تک ہی دیکھ سکتی ہے۔ تاریخ کے دامن میں تاج اور تخت کے فنا اور بقا کی کہانی بھی ملے گی اور محلاتی سازشوں اور ریشہ دیوانیوں کی تفصیل بھی۔ تاریخ کے اوراق میں دربا شاہی کے مصاحبیوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اور اس میں جلال شاہی کے معتوب کردار بھی رقم ہیں۔ اس فہرست میں عالم بے بدل بھی درج ہیں اور شاعر شریں مقال بھی موجود ہیں۔ تاریخ میں زاہدانِ شب زندہ دار کا ذکر بھی کرتی ہے۔ اور اس میں پیران طریقت کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ بشرطیکہ وہ تاج شاہی سے تعلق رکھتے ہوں تاریخ شاہی مسخروں کا حال بھی سناتی ہے اور دروغہ اسطبل سے لے کر شاہی مطبخ کے باورچی کے کوائف بھی محفوظ رکھتی ہے۔ تاریخ میں مقام اور دوام حاصل کرنے کیلئے قرب شاہی شرط اول ہے۔

تخت شاہی سے دور گمنامی کا گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے۔ جہاں تاریخ کی بینائی سلب ہو جاتی ہے۔ یہی حال قلعہ دار کا ہے۔ تاریخ اس کا حال سنانے سے قاصر ہے قلعہ دار کی سرزمین نے نہ تو کبھی بادشاہوں کے قدم چومے اور نہ ہی کبھی حملہ آوروں کی گزرگاہ رہی۔ یہ بستی گوشہ عافیت میں وقوع پذیر میں ہے جہاں فطرت اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوئی ہے۔ اور انسان کے ذوق عبودیت کو جلا بخشتی ہے۔ عبودیت کے جذبوں سے سرشار لوگ اپنے ذوق کی تسکین کے لیے ایسے ہی گوشے منتخب کرتے ہیں۔ قلعہ دار میں ماضی کے نقش مختلف مذاہب کے معبدوں کی صورت میں ملتے ہیں۔ جنکی شوخی انکی عظمت کا پتہ دیتی ہے۔ یہاں پر ابھی تک شوالہ اور آتشکدہ کی شاندار عمارتیں موجود ہیں۔ سکھوں کا گردوارہ بھی ہے اور ہندوؤں کا مندر بھی تھا۔ شاہ جہاں کے دور کی تعمیر کردہ جامع مسجد شاہی اپنی شان و شوکت کے ساتھ قائم ہے۔ ماضی کے یہ شواہد پتہ دیتے ہیں کہ قلعہ دار ریشیوں کا مسکن۔ ولیوں کا دیس اور بھگتوں کا وطن رہا ہوگا۔

قلعہ دار کے در و دیوار۔ کوچہ و بازار بے زبانی کی زبان میں داستان ماضی بیان کرتے ہیں۔ کنہ عمارات کی ساخت پرداخت شان وشوکت میں شاہانہ ذوق کی عمارتیں اور ان میں مغلیہ طرز تعمیر کی

Marfat.com

جھلک ملتی ہے۔اس بستی کا آبادکار شاہی ذوق کا حامل ہونے کے علاوہ شاہی حیثیت کا مالک بھی ہوگا۔یہ کوئی ایسا حکمران ہوسکتا ہے جسے تاریخ نے نظرانداز کردیا ہو یا خود اس نے تاریخ سے منہ موڑ لیا ہو۔

قلعہ کی کہنہ عمارات چشم بینا کو ذوق تجسس بخشتی ہے۔اور آہوئے خیال کو دشت ماضی میں بھٹکنے پر مجبور کرتی ہے۔سوچ کی کرن جب ماضی کی دھند میں سفر کرتی ہے تو اس کو روایات کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

ان روایات کی ثقاہت کے متعلق تو کچھ نہیں کہا جاسکتا مگر ان کو رد کرنے کا کوئی بھی جواز نہیں ملتا۔

ماضی کی وراثت میں سرکاری ریکارڈ کے علاوہ علمی کتب خانوں میں موجود دستاویز شاہی۔اور پرانے فاضل لوگوں کی ذاتی یادداشتیں ہیں۔مجموعی طور پر علاقے کی تاریخ میں قلعہ دار کا ذکر تو ضرور ملتا ہے مگر تفاصیل ندارد

باوے دا کوٹلہ:

ماضی کے سرمائے میں ایک روائت یہ بھی ملتی ہے کہ اس بستی کا پہلا آبادکار ایک ہندو باوا تھا۔اس نے یہاں پر ایک کنواں بنوایا جسکے آثار جامع شاہی جنوب مغربی کونے پر ملتے ہیں اب یہ کنواں ماضی کی گرد سے اٹ چکا ہے۔1857ء کے ریکارڈ میں قلعہ دار کا نشان ان الفاظ میں ملتا ہے۔

عندالتحقیقات زبانی مالکان دیہ سے ایسا دریافت ہوا ہے کہ عرصہ دوسوسال کا گزرا کہ یہ عہد اکبر بادشاہ کے مسمی قلعہ دار خان نے مورث اعلیٰ دیہہ ہذا نے اس ٹھہ کو آباد کیا۔اور وجہ آبادی اس گاؤں کی یہ ہے کہ مورث اعلیٰ برادرم بادشاہ تھا۔اور حق الخدمت کے موازی پانصد بیگھہ اراضی بادشاہ ممدوح نے بطور انعام من جملہ رقبہ شادیوال وتارگڑھ کلاں سے عطا فرمائی اس واسطے مورث اعلیٰ نے دیہہ ہذا کو آباد کیا۔مورث اعلیٰ لاولد مرگیا۔اور مسمی بہٹرن بیگ برادر حقیقی مورث اعلیٰ تسمیہ دیہہ کی یہ ہے کہ مورث اعلیٰ کا نام قلعہ دار خان تھا۔اس واسطے دیہہ ہذا کو قلعہ دار کہا جاتا ہے۔یوم اول سے آباد چلا آتا ہے کبھی ویران نہیں ہوا۔

1868ء کے سرکاری ریکارڈ پر نظرثانی کی گئی اور یہی روائت کچھ افراط وتفریط کے ساتھ یوں درج کی گئی۔

عرصہ تین پشت کا ہوا ہے کہ مسمی بہٹرن بیگ المعروف قلعہ دار خان قوم مغل برسال مورث اعلیٰ ہم مالکان جانب دہلی سے بہ ذریعہ نوکری شاہی اس ملک میں آیا تو رقبہ ہذا جو جنگل ویران پڑا تھا بہ اجازت حاکمان وقت بہ ادائے نذرانہ گاؤں آباد کیا۔اس روز سے آج تک برابر آباد ہے۔کبھی ویران نہیں ہوا۔کوئی کہنہ ٹھہ واقع نہیں ہے۔باقی ماندہ اقوام گجرات متفرق کی صراحت اس کے لحاظ نام پراک

Marfat.com

درج شجرہ نسب ہے۔ نام گاؤں مورث اعلیٰ نے اپنے عرف موضع قلعہ دار مشہور کیا کہ آج تک مشہور ہے۔

منشی گنیش داس ویڑہ:

منشی گنیش داس وڈیرہ چہار باغ پنجاب میں قلعہ دار کا ذکر کرتے ہوئے لکھے ہیں کہ:

کوٹلہ قلعہ دار موضع است کلاں متصل شادیوال کے در عہدِ سلاطین چغتائی یہون بیگ مغل زر خرید از زمینداروں کردہ بنام خود تعمیر ساختہ تا حال مغلاں از اولاد او برزمینداری آں جا تقابض اندکژ مردم ہر پیشہ آنجا سکونت دارند در عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر منسارام پنڈت کہ در عبادت و ریاضت و در علوم نجوم یکتائی داشت از کشمیر بدر آمدہ دریں موضع جائے پسند کردہ بہ یاد الٰہی پرداخت بہ تاریخ سمت 883 در ہمیں جا آتش کدہ اہل منزل فرمود تا حال دھونی یعنی آتش کدہ در آن تعمیر روز آں است موضع کالے کی است در وجہ دھونی از سرکار معارف است

مفتی غلام سرور لاہوری اپنی کتاب مخزن تاریخ پنجاب میں قلعہ دار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یہ شہر گجرات سے جانب جنوب 4 کوس واقعہ ہے۔ عہد شاہ جہاں بادشاہ مرزا نصرن بیگ المعروف نواب قلعہ دار خان قوم مغل ملازم شاہی نے یہ جگہ جہاں اب یہ قصبہ آباد ہے پسند کر کے قوم وڑائچ سے کہ اصل مالک زمین ہے۔ زرخرید کر کے مکانات سکن اور طویلہ رہنے کے باغات اپنے واسطے بنوائے صورت زمینداری نہیں تھی۔ بعد فوت نواب صاحب کے بہ سبب کم استطاعت ان کی اولاد نے جملہ مکانات ویران ہو گئے ان کی اولاد نے زمین ویرانہ کو آباد کر کے زمینداری اختیار کر لی۔ اس کا نام قلعہ دار بنام نواب صاحب مشہور کیا۔ اب اس میں انکی اولاد مالک ہے۔ اور بعد فوت نواب صاحب یہ قصبہ ایک دیہہ زمینداری بن گیا۔

گجرات سے شائع شدہ ایک ہفت روزہ میں شیخ کرامت اللہ کا ایک مضمون ملتا ہے جس میں قلعہ دار کے حالات تفصیل سے ملتے ہیں۔

شیخ صاحب رقم طراز ہیں

قصبہ قلعہ دار شہر گجرات کی جنوب کی جانب بہ فاصلہ چار کوس واقعہ ہے اس کا سنگ بنیاد بادشاہ شاہ جہاں کے عہد میں نواب نصرت قلعہ دار نے رکھا۔ نواب صاحب موصوف کی شجاعت اور امارت کے بہت سے تذکرے اور روایات اب تک لوگوں میں نسلاً بعد نسلاً رائج ہیں۔ ہم انکے مختصر حالات درج

Marfat.com

کرتے ہیں۔

نواب صاحب کا اصل وطن ایران تھا۔ انکے بزرگ اپنے ہم وطنوں میں خاص عزت سے دیکھے جاتے ہیں۔ خاندانی شرافت اور فضیلت کے باعث ان کا خاندان حکومت وقت کے نزدیک بھی بہت قابل احترام تھا۔ آپ دربارشاہی میں ایک ممتاز عہدے پر فائز تھے۔ مگر فلک ناہنجار کو آپ کی خوش حالی ایک آنکھ نہ بھائی۔ ناگہاں ملک ایران میں شور فساد ایک ہنگامہ برپا ہوا جس میں باغیوں نے شریف اور رذیل کا امتیاز بالائے طاق رکھ دیا اس کس مپرسی کی حالت میں شاہی خاندان کے اکثر افراد رسوا ہوئے جب حکمران اتنی مصیبت میں مبتلا ہوں تو ان کے اہل کاروں کا اللہ ہی حافظ ہوتا ہے۔ چنانچہ مرزا موصوف کی دوربین نگاہ میں اپنی عزت اور شہرت کو خطرہ میں پایا اور وہ اس بات پر آمادہ ہوئے کہ وہ دیار غیر میں ہجرت کر جائیں۔ اس خیال کو انہوں نے اپنی والدہ اور دو بھائیوں کے سامنے پیش کیا انکے بھائیوں کے نام قاسم اور افراسیاب تھے۔ دونوں بھائیوں نے اس تجویز کا خیر مقدم کیا اور تینوں بھائی بمعہ والدہ ملک ہندوستان میں آئے اور قصبہ کنجاہ کے قریب اقامت گزیں ہوئے۔ کچھ عرصہ یہاں رہ کر جب اچھی طرح سفر کی محنت دور ہوگئی تو ہر سہ کس برادران نے اپنی والدہ کو وہیں چھوڑا اور خود دربارشاہی میں رسائی حاصل کرنے کی غرض سے دہلی چلے گئے۔ بادشاہ نے انکی شرافت اور نجابت کا خیال کر کے از راہ خسروانہ مناسب مناصبہ پر تعین فرمایا اور بہرن بیگ کو محافظ خاص مقرر کیا۔

ایک مدت حسب دستور بہرن بیگ جب بادشاہ کی حفاظت کر رہے تھے۔ اچانک ایک الو نے شور مچایا اور بادشاہ کے خواب میں خلل اندازی کی۔ شاہ جہاں بیدار ہوا اور برہم ہو کر اُلو کو مار ڈالنے کا حکم دیا اور انعام مقرر کیا۔ بہرن بیگ نے اُلو کی آواز کا اندازہ/ جائزہ لے کر اپنے ترکش سے ایک تیر چھوڑا جو عین نشانے پر بیٹھا شاہ موصوف نے حسب وعدہ بہرن بیگ کو انعام واکرام سے نوازا اور نواب کا لقب عطا فرمایا۔

انہیں ایام میں ایک نواب بادشاہ سے باغی ہو گیا جسکی سرکوبی کے لئے بہرن بیگ کو حکم دیا گیا۔ نواب موصوف نواب کے علاقے میں بغیر کسی کو خبر کئے تن تنہا چلے گئے۔ اور شاہی دشمن کو اپنے قبضہ قدرت میں لانے کی تدبیریں سوچنے لگے۔

آخر کار وہ ایک روز باغی نواب کے محل میں داخل ہو گئے اور عین اسی وقت جب باغی نواب بستر استراحت پر نیند کے مزے لے رہا تھا اسکی چھاتی پر سوار ہو گئے۔ غدار نواب نے جب گھبراہٹ میں آنکھیں کھولیں تو ایک عدد آدمی کو اپنی چھاتی پر بیٹھے ہوئے پایا۔ اس نے سراسیمگی کی حالت میں بہت تلخی سے دریافت کیا کہ او گستاخ تو کون ہے۔ بہرن بیگ نے کہا کہ میں شاہ جہاں کی طرف سے تجھے گرفتار

Marfat.com

کرنے کے لئے مامور کیا گیا ہوں۔ اب خیر اس میں ہے کہ تم بلا چوں و چرا میرے ہمراہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ ورنہ تم جانتے ہو کہ اس وقت تمہاری موت بحکم خدا میرے ہاتھوں میں ہے۔ میں ایک پل میں تمہیں موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں۔ مزید بڑی بات یہ بھی ہے کہ دیکھو کہ اگر تم نے اپنی اولاد کو مدد کے لیے کسی کو بلایا تو میں تمہیں اپنے خنجر سے کھیت کر دوں گا۔ باغی نواب نے مصلحت اس میں دیکھی کہ وہ اپنے آپ کو دربار میں پیش کردے چنانچہ اس نے ہیٹرن بیگ کو بہ صدمنت عرض کیا کہ میں اپنے کیئے پر نادم ہوں۔ اب برائے اللہ مجھے معاف کر دیا جائے اور میں اس اقرار پر ساتھ دینے کو تیار ہوں کہ آپ میری جاں بخشی کا وعدہ فرمائیں نواب ہیٹرن بیگ نے جواب دیا کہ میں تمہارے ساتھ سچے دل سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہاری جان کا انشاء اللہ ضامن ہوں اور تم کو کسی قسم کی آنچ نہ آنے دونگا۔ اس قول وقرار کے بعد اس شان سے کہ نواب چارپائی پر لیٹا ہوا اور ہیٹرن بیگ اس کی چھاتی پر سوار دربار شاہی میں پہنچائے گئے۔ بادشاہ کو جب ہیٹرن بیگ کی جرائت اور بہادری کا علم ہوا تو اس نے علاوہ انعام کے نصرت قلعہ دار کے لقب سے مقلب کیا۔

آخر کار جب نواب ہیٹرن بیگ بوڑھے ہو گئے تو یہ اپنے وطن ثانی کنجاہ کے قریب آ کر فروکش ہو گئے۔ جہاں ان کی بقایا عمر بسر کرنے کے لئے شاہ والدجاہ نے بڑی جاگیر مرحمت فرمائی چنانچہ اس نے وہیں ایک قصبہ کی داغ بیل ڈالی جو اسکے لقب سے قلعہ دار مشہور ہوا۔

نواب نے اس قصبہ کو اپنا وطن قرار دیا اور بہت سی شاندار عمارات سے اسکی رونق کو دوبالا کیا۔ من جملہ ان عمارات کے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس مسجد کا سنگ بنیاد ایسے پاکیزہ انسانوں کے ہاتھ رکھا جائے جس نے تاحیات کوئی نماز قضا نہ کی ہو۔ اس مقصد کو حضرت شاہ دولہ علی الرحمت کے دست اقدس نے پورا کیا۔ جو اپنے وقت کے مسلمہ پابند شرح بزرگ تھے۔ نواب صاحب نے اس قصبہ میں مکانات تعمیر کرائے۔ باغات لگوائے کنویں کھدوائے رفاع عامہ کے کاموں میں فراغ دلی سے کام لیا اور اپنے ملازموں پر بہت سی نوازشات فرمائیں۔

اس تحقیق نے آخر میں بسمل ہاشمی مصنف چشمہ رحمت عرف نور اسلام کے حوالے سے ایک روایت درج کرتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز جو کہ شاہ جہاں کے عہد میں خدا دوست بزرگ تھے نواب موصوف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قصبہ گولیکی اکبر اعظم کے زمانے میں بادشاہ کے ''گولے'' نے آباد کیا۔ اور یہ سادہ سا گاؤں سلطنت مغلیہ شاہ موصوف کی زندگی میں قلعہ دار ہیٹرن بیگ کا باجگوار تھا۔ جو سلطنت مغلیہ کا عظیم سردار

Marfat.com

تھا۔اس عبارت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عثمان بیگ جاگیردار ہونے کے علاوہ اس علاقے کا حاکم تھا۔ اس کتاب کے صفحہ 40 میں یہ عبارت لکھی ہے۔

حضور عبدالعزیز مرحوم ومغفور نے اپنے پوتے کی شادی وزیرآباد کے قاضی خاندان میں کی جو قلعہ دار میں میرمنشی کے عہدے پر فائز تھے۔انہوں نے ایک کنواں بمعہ اراضی کے اپنی بیٹی کے جہیز میں دیا جو آج بھی آباد اور زمین زیرکاشت ہے یہ بیلے والا کنواں مشہور ہے۔

تاریخ قلعہ دار کے متعلق روایتوں کا تجزیہ:

قلعہ دار اور نواب نصرت یار جنگ قلعدار کی تاریخ کی اساس روایتوں پر قائم ہے۔روایت اس وقت جنم لیتی ہے جب حقائق معدوم ہوجائیں۔

سرکاری ریکارڈ میں بھی ''زبانی مالکان دیہہ'' سے قلعہ دار کی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔ 1857ء میں بندوبست اراضی کا اہتمام ہوا۔مرزا اعظم بیگ ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بندوبست اراضی تھے۔تاریخ گجرات کے مصنف بھی ہیں۔ان کے نزدیک سوائے زبانی روائت کے اور کوئی تاریخی حقیقت نہ مل سکی۔

مغلیہ دورحکومت کی تاریخ مبسوط اور جامع ہے۔اس میں ہر قسم کی تفصیل ملتی ہے۔یہ تاریخ کسی نواب نصرت یار جنگ عثمان بیگ قلعہ دار خان کا حال بتانے سے قاصر ہے۔قلعہ دار شہنشاہ اکبر کے زمانے میں آباد نہیں ہوا۔بلکہ شاہ جہاں کے دورحکومت کا آخری زمانہ 1062ء میں آباد ہوا۔

یہ تاریخ جامع شاہی میں لکھی ہے باغ بزن مادہ تاریخ ہے۔ 1857ء سے دوسو سال قبل 1675ء شہنشاہ اکبر کا نہیں شاہ جہاں کے زمانے کا تعین ہوتا ہے۔

اکبر بادشاہ کا کوئی بھائی مقلب بہ قلعدار نہیں تھا۔تاراگڑھ کی آبادی قلعہ دار کے بعد معرض وجود میں آئی۔تاراگڑھ کا رقبہ عطا ہونا درست نہیں۔

ایک جگہ نام عثمان بیگ اور دوسری جگہ قلعدار خان لکھنا درست نہیں۔مورث اعلیٰ کا نام عثمان بیگ اور لقب قلعہ دار خان تھا۔اس کا نام کوٹلہ قلعدار خان مشہور ہوا یہی قرین قیاس ہے۔ 1868ء کے بندوبست میں قلعہ دار کی آبادی کی عمر تین پشت بتائی گئی جو درست نہیں ایک صدی میں چار پشتیں گزر جاتی ہیں تین پشتیں 75 سال پر محیط ہوتی ہے۔قلعدار اس سے قبل 200 سال قبل آباد ہوا تھا۔

1868ء کے بندوبست میں لکھا ہے کہ بُرج موجود نہیں بُرج موجود ہے جب کہ نواب قلعدار کی

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

قوم برسال تحریر کیا گیا نواب صاحب کی قوم برلاس ہے۔تاریخ گجرات مصنفہ اعظم بیگ میں ہی تفصیل درج ہے۔

مولوی محمد عبدالکریم قریشی کی روائت کے مطابق مرزا ہشرن بیگ ایرانی النسل جرنیل تھا۔جو ایران کے مشہور قصبہ ممینہ سے نقل مکانی کر کے شہنشاہ شاہ جہاں کے دربار میں حاضر ہوا اور صیغہ فوج میں نوکری کرلی۔اس نے متعدد فتوحات حاصل کیں۔اس بنا پر شہنشاہ شاہ جہاں نے ہشرن بیگ نواب نصرت یار جنگ قلعہ دار خان کا خطاب عطا کیا۔اور پانچ صد بیگھہ زمین بطور انعام عطا فرمائی۔جہاں گاؤں آباد ہے۔نواب موصوف نے یہاں پر اپنے محل۔بنگلے تعمیر کرائے۔شاہی مسجد بنوائی مسجد کے گنبد میں تاریخ تعمیر باغ ’’بزن‘‘ لکھی ملتی ہے جو کہ مادہ ہے اور درست ہے۔شیخ کرامت اللہ باغی نواب کا ذکر کرتے ہیں۔نواب کا نام اور تاریخ بغاوت نہیں بتاتے۔

کنجاہ کے قریب موضع رسول پور مفتیاں کا گاؤں قیاس کہا جاسکتا ہے کہ پرانا نام شاہ جہاں پور ہوگا بسمل ہاشمی کی روائت درست نہیں۔قلعہ دار شاہ جہاں کے عہد میں آباد ہوا تھا نہ کہ اکبر بادشاہ کے زمانے میں۔

قلعہ دار کے متعلق سید حامد حسن صاحب کا ایک مقالہ ملتا ہے۔جس میں قلعدار کی قدیم عمارات کی نشان دہی کی گئی ہے۔پروفیسر صاحب کے تخیل کی پرواز ماضی کی دیز تہوں کو کھنگالتی ہوئی نواب صاحب کے قدیم شہر کے گلی کوچوں میں جا پہنچتی ہے۔پروفیسر صاحب بیان کرتے ہیں کہ

’’کوٹلہ نواب قلعہ دار خاں کی قدیم عمارات نواب مرزا ہشرن بیگ نے قلعہ دار کے چاروں طرف فصیل تعمیر کروائی قلعہ دار کی سرزمین پر موجود آثار کی مدد سے اس فصیل کا تعین کیا جاسکتا ہے۔یہ فصیل اس قدر چوڑی تھی کہ دو سوار پہلو بہ پہلو آسانی سے چل سکتے تھے۔‘‘

شمال کی جانب یہ فصیل شاہ چھانگلی کی قبر سے شروع ہوتی ہے اور مغرب کی طرف اسکی حد خانقاہ میاں میراں بخش تک پہنچتی ہے۔جنوب میں یہ باغ پنڈتاں تک پھیلتی ہے۔اور مشرق میں شوالہ تک کا علاقہ اس کی حدود کے اندر ہے۔

یہ فصیل اب پیوند زمین ہو چکی ہے۔کچھ گزرے زمانے کے اثرات اور کچھ دریائے چناب میں طغیانی کا پانی مدتوں اس پر اثر انداز ہوتا رہا۔اس کی وجہ سے یہ معدوم ہوگئی۔

نواب قلعہ دار خان کی بساط الٹی تو سکھوں کی قہر سامانیاں اس فصیل پر اپنا اثر چھوڑے بغیر نہ رہ سکیں۔اسکی اینٹوں سے دھرم سالہ گئو شالہ اور شوالہ کی بلند و بانگ عمارات تعمیر کی گئیں مغلوں کے ہاں قدیم رسم تھی کہ قلعہ کے گرد برج تعمیر کراتے اور ہر برج کے نیچے کسی ولی اللہ کی قبر ہوتی۔مغلوں کے ہاں

Marfat.com

یہ عقیدہ پایا جاتا تھا کہ ان بزرگوں کی وجہ سے قلعہ بندی مضبوط ہوتی ہے۔کوٹلہ نواب قلعہ دار کی چاروں سمت اولیاء کرام کی مزاران برجوں کی نشان دہی کرتے ہیں۔

فصیل کے صدر دروازے کے قریب شاہ چھانگی کا مزار ہے۔ دیگر اولیائے کرام جن کے مزار ملتے ہیں ان میں شاہ عباس۔شاہ طالب۔شاہ سلطان اور بھائی خان شامل ہیں۔اور یہ مزار گاؤں کو چاروں طرف سے محیط کئے ہوئے ہیں۔1 انکے حالات زندگی ماضی کی دھند میں غائب ہو گئے ہیں حالات کی تفصیل تو کجا کی انکی داستان بھی داستانوں میں نہیں ملتی شاہ سلطان کی اولاد کا تذکرہ کا ملان رام پور میں ملتا ہے۔ان کی اولاد میں سے شاہ جمال رام پور چلے گئے تھے۔

مربع فصیل کے اندر نواب قلعہ دار خان کے محلات کی نشاندہی کی جاسکتی ہے۔نواب صاحب کے محل جنوب کی طرف شروع ہو کر شمال کی جانب مسجد تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہ علاقہ ابھی تک محل محلہ کے نام سے معروف ہے۔

جنوب مشرقی حصہ میں نواب صاحب کے مصاحبین کے بنگلہ جات تھے۔ یہ حصہ بنگلہ محلہ کے نام سے مشہور ہے۔درمیان میں ڈل تھی اس سے پیوستہ محل اور مہمان خانہ کو مسجد کے ساتھ بنایا گیا۔محل کا صدر دروازہ ایک رستہ میں کھلتا تھا۔جو سیدھا مسجد تک آتا اور مسجد سے راستہ ملازمان سرکار کے مکانات تک پہنچتا۔یہ راستہ کھوری اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔اس کے آثار ابھی تک قلعہ دار میں موجود ہیں۔

نواب صاحب کا مہمان خانہ اور کچہری ایک عظیم الشان بارہ دری کی شکل میں تھا جہاں نواب صاحب کا دربار لگتا اس عمارت کے دروازے نیچے اور کواڑ اندر کی طرف کھلتے تھے۔قلعہ دار میں ایسے معمر لوگ موجود ہیں جنہوں نے یہ عمارت دیکھی ہے۔اب صرف چبوترہ رہ گیا ہے۔نواب قلعہ دار کے زمانے کے کنویں کے نشان ملتے ہیں۔ایک کنواں مسجد شاہی کی پشت پر ہے۔جو زمانے کی گرد سے اٹ چکا ہے۔قلعہ دار کے جنوب میں ایک اندھے کنویں کے نشان ملتے ہیں جو بڈھے والا کنویں کے نام سے مشہور ہے۔محلہ بنگلہ میں ایک قدیم کنواں موجود ہے۔ان کنوؤں سے ڈل میں پانی ڈالا جاتا تھا۔نئے قلعہ دار کی تعمیر کے دوران معماروں کو بنیادوں کی کھدائی کے دوران پانی کی پائپ لائن ملی تھیں جو کہ ڈل کے اندر کھلتی تھیں۔نواب صاحب نے قلعہ دار میں باغات لگوائے۔مگر ان کے اب نشان باقی نہیں رہے۔

ڈل بیگمات نواب صاحب کی تفریح کے لئے بنایا گیا تھا اس میں کشتی ڈالی جاتی۔ڈل کی میں غرقے لگے ہوئے تھے۔جن سے پانی باہر نکالا جاتا تھا۔تالاب پختہ اور چونا گچ ہوتے۔کھدائی سے ان کے نشان ملتے ہیں مگر اب ان پر مکان بن چکے ہیں۔

Marfat.com

موجودہ قلعدار میں داخل ہوتے ہی سڑک کے کنارے ایک قدیم عمارت استقبال کرتی ہے۔ یہ عمارت مغلیہ طرز تعمیر کی عکاسی ہے۔ مربع چبوترہ پر یہ عمارت کھڑی ہے۔ مشرق کی طرف یہ چبوترہ سڑک میں شامل ہو چکا ہے۔ شمال۔ مغرب اور جنوب میں اس کی حدود قائم ہیں۔ چبوترہ 35 فٹ چوڑا ہے اور اس کی اونچائی بھی 35 فٹ ہے۔ مقبرہ کی چاروں دیواروں میں در کھلتے ہیں۔ دیواریں چھ فٹ چوڑی ہیں۔ مقبرہ کا گنبد روایتی طور پر مغلیہ طرز کا ہے۔ چھجہ ایک طرف باقی رہ گیا ہے۔ تین طرف کے گردش زمانہ کی نذر ہو چکے ہیں۔ مقبرہ کے چاروں کونوں پر ادھ کٹی پیاز کی مانند برجیاں تھیں جواب گر چکی ہیں۔ یہ مقبرہ نواب صاحب نے اپنی والدہ کے لئے بنوایا تھا۔ مگر نواب صاحب نے آخرت کا سفر اپنی والدہ سے پہلے طے کر لیا اور اس مقبرہ میں آئے نواب صاحب کی والدہ بھی بیٹے کی تلاش میں نواب صاحب کے مغرب کی جانب فروکش ہو گئیں۔

قلعہ دار کے لوگ شاہد ہیں کہ مقبرہ کے نیچے بھونرہ ہے اور اس بھونرے تک جاتی سرنگ کے نشان بھی ملتے ہیں۔ مغل شریعت کے پابند تھے وہ اصل قبر کچی بنا کے اور وہ تہہ خانے میں ہوتی۔ مقبرہ میں صرف تعویز لحد بندھا ہوتا۔ یہ تعویز اصل میں بھونرا ہوتا جو اصل قبر کی نشان دہی کرتا۔ مقبرہ کا پلستر گر چکا ہے۔ علامہ محمد عبدالکریم قریشی فرماتے ہیں کہ مقبرہ کے اندر پلستر کے مصالحہ سے اس کی دیواروں پر قصیدہ بردہ کے اشعار لکھے ہوئے تھے اور وہ اس اشعار کے شاہد ہیں۔ مقبرہ کے اندر ایک بھاری زنجیر کا وجود بھی ملتا ہے۔ جو ایک کونے سے لحد تک جاتی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر مثلث کے وتر کی طرح مقبرہ کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ عین ممکن ہے کہ نواب قلعدار کا تعویز ان زنجیروں سے آویزاں کیا گیا ہو۔

قبرستان مغل بچگان۔ نواب صاحب کے مقبرہ کے مشرق کی جانب ایک قبرستان ہے جو قبرستان مغل بچگان کے نام سے سرکاری ریکارڈ میں درج ہے۔ اس میں مدفون مغل کہلاتے ہیں۔

قلعہ دار کی مقامی آبادی اپنے آپ کو نواب قلعہ دار خان کی اولاد بتاتی ہے۔ ان کے پاس دو شجرے ہیں جو دو مختلف روایتوں کی بنیاد پر قائم ہیں۔

ایک روائت کے مطابق نواب صاحب کا نصب نامہ یوں ہے۔

نواب میرزا اعظرن بیگ۔ ولد امیر علی دانشمند ولد جمشید خان ولد امیر لوکس خان ولد امیر بوقاخاں ولد مغل اعظم امیر سعی برلاس

دوسری روائت۔ اس پہلی روائت سے مختلف ہے۔ نواب صاحب کا نصب نامہ یوں متعین ہوتا ہے۔

عاقل مرزا وزیر حکومت ایران ولد علی دانش مند مرزا وزیر جنگ شاہ ایران ولد سلامت مرزا

Marfat.com

ولد ظفر اخاں۔ ولد بابر خان ولد ہلاکو خان ولد چنگیز خاں ولد بوقا خاں ولد امیر سعی برلاس خاں۔

ان دونوں روائتوں کی ثقاہت محل نظر ہے۔ مان لیا جائے کہ انسان لاکھ نسیان کا مریض ہو مگر اپنے باپ کا نام ضرور یاد رکھتا ہے۔

نواب موصوف کے تین بیٹے تھے۔ نجم بیگ۔ لوراس بیگ۔ عبدالرحمان بیگ المعراف مرزا خان۔ یہ شجرہ بھی کسی بزرگ کی یاداشت کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ 1857ء میں یقینا نواب کی اولاد پوتے۔ پوتیوں اور دوتیوں تک پہنچ چکی ہوگی۔

نواب قلعہ دار خاں روایتوں کی روشنی میں مغلیہ عہد کا منصب دار بتایا جاتا ہے۔ تاریخ نویسی کا فن مغلیہ عہد میں اپنے کمال تک پہنچ چکا تھا اس دور میں چھوٹی چھوٹی اشیاء کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاتا تھا۔ تاریخ تاج اور تخت کے دامن میں رہنے والوں کو نمایاں جگہ دیتی ہے۔ مغل بادشاہوں کی زندگی کا کوئی گوشہ تاریخ سے اوجھل نہیں رہا۔ مغلیہ دور کا کوئی مورخ نواب قلعہ دار کا ذکر نہیں کرتا۔ اس عہد کی علمی ادبی۔ عمرانی تحریر اور دستاویز بھی نواب کے ذکر سے خالی ہے۔

انگریزی ریکارڈ کا قلعہ دار خان۔ منشی گنیش داس اور عبداللہ لاہوری کا ہٹرن بیگ۔ شیخ کرامت اللہ کا نصرت یار کسی لوک کہانی کا خیالی کردار معلوم ہوتا ہے۔ جس کی بنیاد مقامی روائتوں پر قائم ہے۔ نواب قلعہ دار خان کون ہے۔ یہ تاریخ کی وہ گم شدہ کڑی ہے جو اپنے متلاشی کی منتظر ہے۔

مقامی عالم دین علامہ محمد عالم قریشی کے کتب خانہ میں نواب کا عطا کردہ ہبہ نامہ ملا ہے۔ جو نواب صاحب نے اپنے نکاح کے سلسلے میں اپنی بیوی کو قلعدار اور اس کے مضافات بطور حق مہر ہبہ کر دیئے تھے۔ علامہ کا کتب خانہ خان محمد قریشی سے لے کر محمد عالم قریشی تک نسلوں کی جمع کردہ پونجی ہے۔ جس میں نادر و نایاب نسخے ملتے ہیں۔ ایسی دستاویزیں جس طرح کہ یہ ہبہ نامہ کی دستاویز ہے لاعلمی کے اندھیروں کو دور کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ عین ممکن ہے کہ علامہ کے کتب خانہ میں اس قسم کی کوئی اور دستاویز بھی ہو جو نواب صاحب کی شخصیت پر روشنی ڈال سکے۔ مگر افسوس کے علامہ کے نبیرگان کی نالائقی اور بے علمی کے باعث یہ کتب خانہ کرم کتابی اور چوہوں کے پیٹ میں چلا گیا ہے۔

پروفیسر سید حامد حسن اس ہبہ نامہ کی روشنی میں تاریخ کے گوشوں میں جھانکنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہبہ نامہ کا متن

بادشاہ عالمگیر خلد اللہ تعالیٰ ملکہ وسلطانہ الوہاب

Marfat.com

اقرار معتبر شرعی کرد طالب بخیر باسم ونسب خواناں والا شان قلعہ دار خان بریں وجہ کہ من فقیر مذکور ہبہ کردم وبخشیدم بہ زوجہ خود مسماۃ لاڈلی بیگم بنت عبدالجبار بن عبدالستار بیگ در آنچہ حق وملک من مذکور بودہ در قبضہ تصرف شرعیہ خود داشتم تا زمان ایں ہبہ شرعیہ خالیا عن حق الغیر یمنع جواز الھبہ ونفاز ہمگی ایں من یک قطعہ زمین ممنوہ الخراج مقدار پانصد بیگہ بجریب شصت گزی بہ موجب فرمان عالیشان سعادت نشان حضرت مرقوم بماہی الربیع الثانی ۳ از جلوس والا در وجہ انعام مشتمل بر پنج دیہہ چاہ ہر یک پختہ آبدار شیریں است معلومتہ الدور والعمق کاہنہ در موضع شادیوال ٹبہ ابو وڑائچ معمولہ پرگنہ ھرات مضاف صوبہ پنجاب محمدہ بریمہ درحد مشرقی آں متصل زیں موضع رسول پور شہزادہ وزمین درویش گوندل مقدم موضع صادق پور فرید وغیرہ وحد مغربی آں متصل زمحر موضع مملوک وغیرہ مزارعان موضع شاہ حسین پور محدود واز محر موضع رسول پور شہزادہ واز محر موضع شاہ جہاں پور برکسان زمین وزیر وڑائچ مقدم موضع شاہ جہان پور وزیر حد جنوبی آں متصل زمحر موضع رسول پور شہزادہ وموضع سندھارو شارع عام حد شمالی نالہ وراہ ازمحر نشیب ازاں جملہ شاہ حسین پور محمود وفرید مزارع رسول پور خان وغیرہ بلندی ------ الحدود علامات ظاہرات علیہ صحیہ شرعیہ جائزہ ماخذہ مقبولہ خالیا الشرط المندہ والمعان المطلبہ مسمی ------ بن حاجی احمد وکیل است می نمود ودر وکالت بہ مذکور قبول نمود وہبہ مذکورہ مراز واھب مذکور معہ یک قطعہ فرمان عالیشان سعادت نشان مرقوم بتاریخ السید مسطور فی الصدور از جلوس والا تخمین موازی پانصد بیگہ باسم واھب مذکور وکیل موصوفہ نہاند مذکور فرمان وزمین مذکورہ در قبض تصرف خود را آورد فی محلہا تاریخ عن کل مفازع بعد ازیں مقر مذکور در زمین فرمان مذکور ہیچ حق ودعوئ موہب باقی ناماند بوجہ ہبہ من الوجود وسبب بن الباب

فقط تاریخ ماہ شوال ۱۰۷۲ھ

گواہ شد مرزا بیگ نجم بیگ

نواب قلعہ دار خان سے روائت ہے کہ وہ ایرانی النسل میمنہ کے شہر کے رہنے والے تھے۔ ان کے ایک چھوٹے بھائی تھے۔ باپ کے مرنے کے بعد سرداری کسی دوسرے پر مقرر ہوئی تو آپ چپ چاپ شاہ جہانی دور میں اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ ہندوستان میں چلے آئے انہیں شاہی دربار میں بطور داروغہ مطبخ جگہ مل گئی۔ تعلیم و تربیت سرکاری تھی۔ جب نواب صاحب منصب دار مقرر ہوئے تو بہادری کے سبب انہیں رستم کہتے تھے۔

ان کی شادی شاہ جہاں کی بہن سے ہوئی انہیں مروانے کیلئے وزیر باتدبیر کے مشورے سے شیر کے ساتھ لڑایا گیا۔ جسے انہوں نے بلا ہتھیار مار دیا۔ پھر وہ قلعہ دار بسانے آ گئے ان کا انتقال والدہ

Marfat.com

محترمہ سے پہلے ہوا 63 مقبرہ نواب صاحب میں دفن کر دیے گئے۔ مشرقی قبر نواب صاحب کی اور دوسری ان کی والدہ صاحبہ کی۔

اس روائت کی قدامت میں شک نہیں 1857ء کے بندوبست کے وقت نواب صاحب کی تیسری پشت بوڑھے بوڑھیاں میں شمار ہوگی اوران سے یہ روائت سنی سنائی جاتی ہوگی۔

نواب صاحب کے ایرانی النسل ہونے میں احتمال ہے یہ درست ہے کہ انہیں بیٹرن بیگ کہتے ہیں ان کا خطاب نصرت یار جنگ تھا۔ ایرانیوں کے لئے ہندوستان امید وعہدہ کی زمین تھی جہاں انہوں نے بلند مرتبہ پایا۔ مگر نواب صاحب کی اولاد مغل ہے اور مغل کہلاتی ہے۔ مغلیہ عہد بہادروں کو ایسے ہی خطاب دیے جاتے تھے۔ نواب صاحب کو شیر سے مقابلہ کرنا پڑا ہوگا اور انہوں نے اسے بلا ہتھیار مار بھی لیا ہوگا۔ یہ تمام واقعات شیر افگن کے واقعات کا اترا ہوا چربہ معلوم ہوتے ہیں۔ منصبداروں میں نواب کا ذکر نہیں علامہ محمد عالم قریشی کے کتب خانہ میں نواب صاحب کا فرمان موجود ہے۔ اس میں نواب صاحب سے لاڈلی بیگم سے نکاح کا ذکر ہے۔ جسے حق مہر میں یہ سارا علاقہ دیا جاتا ہے۔ لاڈلی بیگم کے نام سے فوراً خیال شہریار ناشدنی کی طرف جاتا ہے جسے نور جہاں نے تخت دلانے کی کوشش کی تھی جو بازآور نہ ہو سکی کیا نواب صاحب شہریار ناشدنی ہیں۔

روائت کے مطابق نواب صاحب کی شادی شاہ جہاں کی بہن سے ہوئی۔ لاڈلی بیگم شاہ جہاں کی بہن ہوتی ہیں۔

شاہ جہاں کی کامیابی کے بعد نواب صاحب کو روپوش ہو جانا چاہیے تھا۔ اور وہ اس زمانے میں قلعہ دار بسانے چلے آئے۔ نواب صاحب کی گم شدگی پر گہرے پردے ڈالنے کی خاطر نام بدل کو مشہور کر دیا ہوگا۔ کہ یہ کوئی ایرانی نسل نواب ہے شہریار نہیں۔ شہریار کوئی معمولی حیثیت کا آدمی نہ تھا کہ اس طرح چھپ کر کامیاب ہو جائے۔ روائت کے مطابق ان کا انتقال والدہ محترمہ کے سامنے ہوا۔ جس سے کم از کم یہ گمان ہوتا ہے کہ نواب صاحب تخت کے حقداروں کے ساتھ سازشوں کی بھینٹ چڑھ گئے ہونگے۔ مقبرہ نواب صاحب کے گنبد کا ڈرم پر تحریر اگر پڑھی جاسکے تو اس ضمن میں قطعی فیصلہ ہو سکتا ہے۔

اس نظریہ کی مشکلات واضع ہیں۔ شہریار جہانگیر کی داشتہ کے بطن سے تھا۔ شہریار قتل کے بعد مورخین کا خیال ہے کہ اسے لاہور کے پاس کسی نامعلوم جگہ پر دفن کر دیا گیا۔ اب لاہور کے باہر گجرات شہر کا نواحی گاؤں قلعہ دار شاید نہیں ہو سکتا۔ شہریار معمولی حیثیت کا آدمی نہ تھا۔ کہ اس طرح روپوش ہونے میں کامیاب ہو جاتا نواب صاحب قلعہ دار 1062ء میں آئے باغ بزن تاریخ ہے۔ لاڈلی بیگم سے نکاح 1072ء میں ہوا۔

Marfat.com

ہبہ نامہ میں چند باتیں واضح ہیں۔ نواب قلعہ دار خان اورنگ زیب کے عہد کے منصب در ہیں ان کا اصل نام درج نہیں۔

لاڈلی بیگم بنت جبار خان ہے شیر افگن خان علی قلی کی بیٹی نہیں۔ شاہ جہاں کی بہن سے نواب قلعدار کی شادی کی کوئی سند نہیں نواب قلعدار شہریار نا شدنی نہیں ہو سکتے۔

یہ ممکن ہے کہ ان کی موت ملکی اور سیاسی وجوہات کی بناء پر ہوئی ہو۔ نواب قلعدار کی پہلی پشتوں کو مغل اور بیگ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

شجرہ اس طرح ہے

برلاس بیگ امیر سعی بوکا خان۔ زعفران خان۔ چنگیز خان۔ ہلاکو خان۔ جابر کان۔ طغرا خان۔ سلامت مرزا۔ علی دانشمند وزیر جنگ ایران۔ عاقل مرزا۔ نواب بہشرن بیگ۔

نواب صاحب کا ایران سے آنا اس شجرہ سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر ان کا ایرانی النسل ہونا ثابت نہیں مغلوں نے ایران فتح کر لیا تھا۔ مگر قوم کے اعتبار سے مرزا اور برلاس تھے۔

گجرات گزٹ ایر میں برلاس کو عباسی قریشی کہا گیا ہے۔ مورث اعلیٰ برلاس عرب سے ایران آئے اور وہاں سے ہندوستان بہ عہد شاہ جہاں برائے ملازمت شاہی آئے۔ انکی اولاد و قلعہ دار اور ''گورالی'' میں موجود ہے۔ (گزٹ ایر ۳۲۹ء)

مولف کے ماخذ کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا اس ضمن میں رائے نہیں دی جا سکتی۔

نسب نالہ برلاس بیگ کی اولاد بوکا خاں۔ زعفراں خان۔ چنگیز خان۔ ہلاکو خان۔ جابر خان۔ طغرا خان نہ عرب سے تعلق رکھتا ہے اور نہ ہی ایرانی مزاج کا حامل ہے۔ یہ لوگ تاتاری النسل تھے۔

سلامت مرزا۔ دانش مند۔ دو نام اس نسب نامہ میں متوجہ کرتے ہیں۔ گزٹ ایر کے مطابق دانش مند ایک قبیلہ ہے جو کہ ایرانی ہے۔ شاہ جہانی عہد حکومت میں شاہ دوست بیگ مہم غزنی میں مارے گئے۔ بہشرن بیگ۔ افراسیاب۔ اور قاسم بیگ اپنی والدہ کے ہمراہ ہندوستان میں وارد ہوئے۔ عہد عالمگیری میں انکو رتبہ ملا۔ نوابی کا رتبہ۔ موضع شادیوال سے رقبہ خرید کر۔ باغ محل۔ بنگلہ اور مسجد۔ مقبرہ تعمیر کرائے۔

Marfat.com

نواب قلعدار کی تعمیر کردہ مسجد جامع شاہی قلعہ دار

اسلامی شعار میں مسجد کو مرکزی حیثیت رہی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو سب سے پہلا کام کیا وہ مسجد کی تعمیر تھی۔ مسجد نبوی بنی۔ اس مسجد کی تعمیر میں رسالت مآب ﷺ نے بذات خود حصہ لیا۔ مسجد مسلمانوں کی اجتماعی عبادت کا وسیلہ ہونے کے علاوہ اسلامی شعار کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ حضور کے زمانے میں مسلمانوں کے کاروبار زندگی کا ہر پہلو پر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہدایات مسجد سے جاری ہوئیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے بقول حضور سرور کائنات نے مسجد میں ایک سیکٹریرایٹ کا اہتمام کیا تھا۔ وہ مسعودی اور دیگر مولفوں کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ چند کاتبوں پر مشتمل ایک طائفہ ایسا تھا جن میں کچھ لوگ نازل ہونے والی وحی لکھتے تھے۔ اور کچھ زکوۃ کی مد آنے والی آمدنی اور اسکی تقسیم کا حساب رکھتے تھے۔ مال غنیمت کا حساب بھی لکھا جاتا تھا۔ اس طرح دس بارہ مدوں میں الگ الگ کاتب رکھے گئے تھے۔ مسجد میں ہی محکمہ کا درجہ بھی تھا۔ اس کے ذمے بیرونی حاکموں اور سرداروں کو خط لکھے جاتے تھے۔

امام محمد ﷺ کی کتاب الیسر کے حوالے ڈاکٹر صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک کاتب کے ذمہ تھا کہ وہ ایسے بالغ لوگوں کی فہرست تیار کرے جو کہ لڑنے کے اہل ہوں اور جہاد کرنے کے متمنی ہوں۔ ان کے نام اور پتے درج ہونے اور موقع اور محل کی مناسبت سے انکو فرائض سپرد کر دیے جاتے۔

حضور سرور کائنات ﷺ صحابہ کو ورزش کی ترغیب دیتے۔ نشانہ بازی کی مشق کراتے۔ گھوڑوں اور اونٹوں کی دوڑ کراتے۔ کشتی کے مقابلے ہوتے۔ مدینہ کے شمالی دروازہ پر ایک مسجد سبق کے نام سے مشہور تھی۔ اسی مقام پر پہاڑی کے دامن میں رسول ذرا بلندی پر کھڑے ہو جاتے اور مختلف ٹیموں میں مقابلہ کراتے اور اول۔ دوم کا فیصلہ خود فرماتے اور انعام عطا کرتے۔

فوجی سامان کا ذخیرہ جمع کرنے کا انتظام بھی موجود تھا۔

حضرت بلال کے ذمہ حکومت کی آمدنی نگہداشت تھی وہ موذن کے علاوہ وزیر خزانہ بھی تھے۔ مسجد نبوی میں ایک حجرہ اس مقصد کے لئے وقف تھا۔

صفہ کے ذمہ تعلیم و تعلم تھا اور یہ اقامتی یونیورسٹی تھی۔

مسجد میں مجلس مشاورت کا انعقاد ہوتا۔ یہ مشاورت سرایا بھیجنے کے لئے دستوں کا انتخاب اور جہاد کی حکمت عملی طے کرنے کے لئے ہوتا۔ مسجد میں محراب مجاہدوں کے ہتھیار لٹکانے کی جگہ تھی۔ مسجد ہر

Marfat.com

لحاظ سے اسلام کا جی ایچ کیو تھی۔

مسجد میں حضور کی خدمت میں محفل جمتی۔ پند و نصاح کا دفتر واہ ہوتا۔ مسلمانوں کو کامیاب زندگی گزارنے کے اسرار و اموز سے مطلع کیا جاتا۔ مسجد میں معاشرتی، معاشی اور سوشل قدروں کو جنم دیا جاتا۔ اس لحاظ سے مسجد اخلاقی قدروں کی درس گاہ تھی۔

مسجد میں خانگی جھگڑوں۔ مقدمات۔ مجرموں کے فیصلے مظلوموں کی دادرسی کے قصے کئے جاتے اس لحاظ سے ہائی کورٹ بھی تھی۔

محکمہ خارجہ کے لوازمات بھی مسجد میں ہی سرانجام دیئے جاتے۔ بادشاہوں کے وفود سے مکالمہ اور خطوط ارسال کئے جاتے۔ حضرت عمر کے ذمہ خارجہ کا محکمہ تھا۔

جب خلافت ملوکیت میں بدل گئی تو یہ سب کام بادشاہوں کے دربار میں چلے گئے۔

مغل حکمرانوں کو دین اسلام سے وابستگی اِس اَمر سے عیاں ہوتی ہے کہ دین کا لفظ انکے نام کا لازمی حصہ رکھتے تھے۔ ظہیر الدین بابر۔ نصیرالدین ہمایوں۔ جلال الدین اکبر۔ نورالدین جہانگیر۔ شہاب الدین شاہ جہاں۔ محی الدین اورنگزیب۔ میرے اس دعویٰ کی دلیل ہیں۔

مغل حکمرانوں نے صرف دین کا لفظ اپنے نام کا حصہ ہی نہیں بنایا ان میں ہر ایک نے ایک ایک مسجد اپنے دور میں تعمیر کرائی۔ دلی کی جامع مسجد۔ لاہور کی شاہی مسجد۔ اجودھیا کی بابری مسجد اس امر کی شاہد ہیں۔

اس کے علاوہ مغل حکمرانوں نے ہندوستان کی تہذیب و تمدن کو نئی جہت عطا کی۔ باغات لگوائے۔ قلعہ تعمیر کرائے۔ مقبرے اور مسجدوں سے ہندوستان کے چہرے کو سجایا۔

نواب نصرت یار جنگ عثمان بیگ نے مغلیہ طرز تعمیر کی شکل میں جامع شاہی مسجد قلعہ دار مین تعمیر کروائی۔ تین گنبد جو نصف قطر دائرے کی شکل میں مسجد کی چھت کو دلکشی بخش رہے تھے۔ وسیع و عریض صحن اور اس میں پانی کا حوض اور حوض میں عزتے۔ غرض کہ مغلیہ فن تعمیر کی جھلک اس مسجد میں موجود تھی۔

مسجد کی بنیاد حضرت شاہ دولا صاحب کے ہاتھوں رکھی گئی۔ مسجد کی تعمیر کا مادہ باغ بزن سے 1062ء جو برآمد ہوتا ہے۔ اور یہ شاہ جہاں کا دور بنتا ہے۔ یہ تاریخ مسجد کی دیوار پر مصالحہ سے لکھی ہوئی ہے۔

1929ء کے سیلاب میں یہ مسجد شہید ہوگئی۔ اور اس کی تعمیر کا بیڑہ محمد عالم قریشی جو اس وقت اس کے متولی تھے اٹھایا۔ یہ کوئی معمولی کام نہ تھا۔ یہ کام عموماً بادشاہ سرانجام دیتے ہیں۔ مگر علامہ محمد عالم

Marfat.com

قریشی کا عزم بالجزم ہر رکاوٹ کو دور کرنے میں کامیاب رہا اور موجودہ صورت میں یہ مسجد قائم اور دائم ہے۔

اس مسجد میں تعلیم و تعلم کا کام علامہ حضرت خان محمد قریشی نے شروع کیا۔ مدرسہ محمدیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ مدرسہ دیوبند کے مدرسے سے بہت پہلے جاری ہو چکا تھا۔ دیوبند 1867ء میں قائم ہوا۔ مدرسہ محمدیہ 1800ء کے اوائل میں قائم ہوا۔ حضرت خان محمد 1852ء میں فوت ہو چکے تھے۔

اس مدرسے میں عربی۔ فارسی کے علاوہ قرآن۔ حدیث۔ سنت کی تعلیم دی جاتی رہی۔ حافظ خان محمد کے بعد ان کے نبیرگان نے یہ سلسلہ جاری رکھا۔

اس مسجد میں دینی علوم کی تعلیم کے علاوہ سیرت سازی کا کام بھی جاری رکھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ پچھلے سو سال میں قلعہ دار میں کوئی قتل نہ ہوا۔ ڈاکہ نہ پڑا۔ زنا بالجبر کا کوئی بھی مرتکب نہ ہوا۔ سیرت سازی کا یہ کام ملک کے جید علماء کے ہاتھ رہا۔ اس مسجد کے متولی مختلف دور میں محراب اور ممبر کی زینت رہے ہیں مندرجہ ذیل

قاضی رضی الدین کنجاہی	۱۰۶۲ھ۔ ۱۶۵۱ء تا ۱۱۱۳ھ۔ ۱۷۰۱ء
مفتی مولوی گل محمد وزیرآبادی	۱۱۱۳ھ۔ ۱۷۰۱ء تا ۱۱۶۳ھ۔ ۱۷۵۲ء
مولوی صدرالدین ذربی	۱۱۶۳ھ۔ ۱۷۶۲ء تا ۱۲۰۰ھ۔ ۱۷۹۵ء
حافظ خان محمد قریشی	۱۲۱۰ھ۔ ۱۷۹۵ء تا ۱۲۷۴ھ۔ ۱۸۵۷ء
مولوی فضل احمد قریشی	۱۲۷۴ھ۔ ۱۵۱۸ء تا ۱۳۳۶ھ۔ ۱۹۱۸ء
مولوی محمد عالم قریشی	۱۳۳۱ھ۔ ۱۹۱۸ء تا ۱۳۷۴ھ۔ ۱۹۵۵ء
مولوی محمد حیات قریشی	۱۳۷۴ھ۔ ۱۹۵۵ء تا ۱۳۹۵ھ۔ ۱۹۷۵ء
مولوی احمد حسین قریشی	۱۳۹۵ھ۔ ۱۹۷۵ء تا حال

Marfat.com

مغل سلطنت کا زوال

مغل ہندوستان پر دو سو سال تک حکمران رہے۔ کابل سے حیدر آباد دکن تک بلوچستان سے لے کر بنگال تک کے وسیع و عریض علاقہ پر انکی حکمرانی کا سکہ جاری تھا۔

بابر سے لے کر اورنگ زیب تک مغل حکمران میدان جنگ کے شاہ سوار تھے۔ تلوار کے دھنی۔ بہادر۔ نڈر۔ انداز حکمرانی کے اسرور موز سے واقف معاملہ فہم اور دور اندیش اور مدبر تھے۔

اورنگ زیب کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت کا چراغ ٹمٹمانے لگا۔ اورنگ زیب کے جانشیں اس وسیع و عریض سلطنت کا استحکام برقرار رکھنے میں ناکامیاب رہے۔ 1707ء سے 1747ء تک چھ مغل حکمران یکے بعد دیگرایک دوسرے کا گلہ کاٹنے میں مصروف رہے۔ تاج اور تخت کی اس لڑائی میں اپنے جاہ و جلال سے محروم ہوتے چلے گئے۔

اورنگ زیب کے جانشین معاملہ فہمی میں کورے۔ سیاسی لحاظ سے دیوالیہ پن کا شکار۔ ہمت و جرائت سے تہی دامن۔ عیش و عشرت کے دلدادہ اور عقل سے محروم تھے۔ ان کی بزم پر وقت سحر آ چکا تھا۔ اور ان کی بساط الٹنے کو تھی۔ مغل جہاں گیری کا درس بھول چکے تھے۔ تیمور کے گھر سے حمیت رخصت ہو چکی تھی۔ حکومت ناتوانی کی حالت میں تھی۔ باغی قوتیں توانا تر ہو چکی تھیں۔ مغل مرہٹوں کو ایک طاقت تسلیم کر چکے تھے۔ نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کے حملوں نے مغلوں کی رہی سہی طاقت اور ہمت کا دم نکال دیا تھا۔

سکھوں سے مغل حکمرانوں کے تعلقات، جہانگیر کے عہد سے ہی کشیدہ تھے۔ مغلوں کی کمزوری سے ان کو فائدہ پہنچا اور ان کو پھولنے پھیلنے کا موقع ملا۔ سکھوں نے جتھوں کو ترتیب دیا اور مغل سلطنت کے خلاف گوریلہ جنگ کا آغاز کر دیا۔ آخر کار وہ پنجاب پر حکومت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

سکھ دور حکومت کے معاشرتی اور معیشی حالات کا اندازہ لگانے کے لئے سکھ قوم کے مذہبی منشور کا مطالعہ حالات کی واضع تصور کرنے کا اور اس دور کے حالات سمجھنے میں مدد ملے گی۔

Marfat.com

سکھ عہد حکومت

سکھ قوم پنجاب پر تقریباً پچاس برس تک حکمران رہی ان کے انداز حکمرانی نے پنجاب پر معاشرتی معیشی دوررس اثرات مرتب کئے ان اثرات کا احاطہ سکھ قوم کے مذہبی منشور کے مطالعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

بہلول لودھی کے زمانے میں پنجاب کے قصبہ تلونڈی (فیصل آباد) کے کالو کھتری کا بیٹا طبع روشن لے کر پیدا ہوا۔ مسلمانوں صوفیوں اور درویشوں کی صحبت میں پل کر جوان ہوا۔ یہ ہم نشینوں کے جمال کا اثر تھا کہ جب تاجر باپ نے صوفی منش بیٹے کو تجارت کے لئے رقم فراہم کی وہ فقیروں میں بانٹ کر گھر لوٹ آیا اور باپ کو بتایا کہ وہ آخرت کی منڈی میں سرمایہ کاری کر آیا ہے۔ یہ سچا سودا ہے جس کا بہت نفع ہوگا۔ آخرت کی منڈی کا یہ سرمایہ کار گرونانک کے لقب سے مشہور ہوا۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی برصغیر میں اجالے بکھیر رہی تھی اسلام کا نظریہ توحید اُس قدر جاندار تھا کہ برصغیر کے دانش وار اس سے صرف نظر نہ کر سکے۔ ہندو ذات پات کا نظریہ۔ استحصالی مذہبی رویے اسلامی مساوات کے نظریے کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ نانک نے توحید کا نظریہ تو اپنا لیا۔ ذات پات کی تفریق بھی نفی کردی۔ ستی کی رسم کو بھی چھوڑ دیا۔ مگر استحصالی رویے اور رسوم باقی رہے۔

ہندو گھرانے میں جنم لینے والی یہ شخصیت۔ ہندو مذہب سے بیزار ہو چکی تھی۔ ہندو مذہب میں عقیدہ کا فقدان ہے۔ مگر رسم ورواج بے انتہا ہیں۔ یہ مذہب ذات پات کی بنیاد پر انسانوں کو طبقوں میں تقسیم کرتا ہے اور نفرت کی بنیاد کو مضبوط کرتا ہے۔ نانک ہندو فرد ہونے کی وجہ سے عقیدہ کی ضرورت اور اہمیت سے نا آشنا رہا۔ صوفیوں کی صحبت نے اسے قلبی بصیرت ضرور بخشی اور اسلامی تصوف نے اس کے اندر کے انسان کو بیدار ضرور کیا مگر وہ اپنے آبائی مذہب کی رسوم سے کلی طور پر پیچھا نہ چھڑا سکا۔ اسلامی تصوف کی روشنی میں ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی۔ اس کے پیروکار کو سکھ کا لقب عطا فرمایا۔

ہندو مذہب کی منافرت سے بے زار انسان جوق در جوق نانک کے نئے مذہب میں شامل ہونے لگے۔ اس کی وجہ عیاں تھی کوئی نیا عقیدہ بنانے کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ ہندو استحصالی رسوم اور پنڈتوں کی چیرہ دستوں سے نجات ضرور مل رہی تھی۔ نفرت کا جذبہ ختم ہو رہا تھا۔ انسانوں کی ذات پات کی بنیاد پر تقسیم مٹ رہی تھی۔ اس مذہب کے روح رواں اسلامی تصوف کے پرکشش اصول تھے۔

آپ کی فکری دولت کے وارث دس گروہ تھے جنہوں نے آپ کی تعلیمات کا پرچار کیا۔ گرنتھ صاحب آپ کی کتاب تھی۔ جس کو آپ کے گردوں نے مدون کیا۔ آپ کا پہلا جانشین گرو انگد تھا۔ اس

Marfat.com

نے گورمکھی رسم الخط ایجاد کیا۔اپنے تجربات گرنتھ میں داخل کیے۔گرونانک کی جنم پتری کا شاستری زبان میں ترجمہ کیا۔گرو انگد کے بعد گرو امرداس نے مسندارشاد سنبھالی۔طبع موزوں کی مالک شخصیت تھی۔اپنا کلام گرنتھ صاحب میں شامل کیا۔گروگوبند کا کلام بھی گرنتھ صاحب میں شامل ہے۔گروگوبند صاحب نے گرنتھ صاحب کو باقاعدہ کتاب کی شکل میں مدون کیا۔اوراس کتاب کے بعض حصوں کو موسیقی سے خوش الحانی سے پڑھنے کا رواج دیا۔ایک روائت کے مطابق گرنتھ صاحب کو گروارجن دیو نے مرتب کیا۔

جہانگیر تخت نشین ہوا تو شہزادہ خسرو نے بغاوت کردی۔آگرہ سے بھاگ کر گروہ ارجن دیو کی خدمت میں حاضر ہوا۔گوروصاحب نے شہزادہ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔بادشاہ کو پتہ چلا تو اس نے گروہ ارجن دیو کو دولاکھ روپیہ جرمانہ کردیا۔اور جرمانہ نہ ادا کرنے کی وجہ سے قتل کرادیا۔

گوروارجن دیو کے بعد اس کا بیٹا گروہرگوبند گدی نشین ہو۔اس نے سکھ فوج کو مرتب کیا۔ اور ہر سکھ پر لازم قرار دیا کہ وہ فوجی تربیت حاصل کرے اور شمشیر زنی کے تمام فنون پر حاوی ہو۔

گوروہرگوبند کے بعد ان کا چھوٹا بیٹا گروہررائے گدی پر بیٹھا مگر جلدی ہی انتقال کرگیا۔سکھ قوم کا نواں گروتیغ بہادر اپنی مشرکانہ حرکتوں سے ایک راسخ العقیدہ مسلمان بادشاہ اورنگ زیب کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔گوروتیغ بہادر کا بیٹا گوبندرائے (گوبندسنگھ) گدی پر جلوہ افروز ہوا۔

گوروبندسنگھ نے مغل بادشاہوں سے باغیانہ تعلقات کے پیش نظر ضلع انبالہ کے نزدیک سرمور پہاڑوں میں چلے گئے۔اور وہاں بیس سال کے عرصہ تک فوجی تربیت حاصل کرتے رہے اور سکھ پنتھ کے کئی نئے قاعدے جاری کئے گئے اور اپنے مریدوں کو سکھ (سیکھا ہوا) سے سنگھ کا نام دیا۔سکھ پنتھ کا خالصہ کا خطاب دیا۔

سکھ پنتھ کا نظریہ :-

J.S. Grewal

The doctrine of Gru-Panth which provided the basis for concerted action, also ensured the right of every Singh to fight, to conquer and to rule. The theoretical derivation of power from God through the grace of the Gurus, which is implied in the inscription on the coin struck at Lahore in 1765, enabled the

Marfat.com

Singhs collectively to assert their sovereignty against outsiders; it also gave equal legitimacy to every indivisual Sikh Chief. (Page No. 92 The Sikhs of Punjab by J.S Grewal)

گوارو گوبند نے سکھ مذہب کو نئی جہت عطا کی۔ اس نے سکھ مذہب کے پیروکاروں کو شیر کی شباہت اپنانا لازم قرار دیا۔ شیر کی ایال۔ سکھوں کے لمبے بال۔ شیر کے منہ پر بال۔ سکھوں کے لئے داڑھی۔ اور مونچھیں اور شیر کے پنجہ کی جگہ ٹیڑھی کرپان۔ سنگھ کے لوازمات میں شامل ہیں۔ اس طرح گورونانک کا سکھ سیکھا ہوا گروگوبند کا سنگھ (شیر) بن گیا۔ سکھوں نے نہ صرف اپنی ہیبت کذائی بدلی بلکہ درندہ صفات بھی اپنالیں۔

اس مذہب میں نظریے کا فقدان ہے۔ عقیدہ واضع نہیں ہے۔ ضابطہ اخلاق سے یہ مذہب تہی دامن ہے۔ ہندو رسم و رواج ترک کر چکے ہیں۔ بابا نانک کے اقوال اور گرنتھ صاحب میں گروصاحبان کے اقوال۔ تجربے اور شاعری کو پڑھ لینے میں اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ درندہ صورت قوم درندگی میں طاق ہوگئی۔ لوٹ کھسوٹ زندگی کا نصب العین ٹھہرا۔ یہی تقاضا گروپنتھ کا ہے اور مثلوں اور جتھوں کی بنیاد بھی اسی عقیدہ گروہ پنتھ پر ہے۔

1739ء نادر شاہ نے ہندوستان پر حملہ کیا اور شہنشاہ دہلی کو شکست فاش دے کر شہر کو خوب لوٹا۔ اس موقع پر سکھ پہاڑ علاقوں سے نکل کر لوٹ کھسوٹ میں شامل ہوگئے۔ اور بعض نے نادر شاہ کے کیمپ پر بھی حملہ کیا اور بہت سا مال اور اسباب لوٹ کر روپوش ہوگئے۔

یہ موقع سکھوں کے لئے چھاپہ مار جنگ کا باعث بنا۔ یہ لوگ بیس بیس اور پچاس پچاس کے جتھے بنا کر اِدھر اُدھر گھومتے تھے۔ اور جہاں موقعہ ملتا تھا: روپیہ۔ زیور۔ مال۔ مویشی لے کر غائب ہو جاتے۔ یہ سیدھی سادھی سی زندگی بسر کرتے تھے۔ ہر سکھ کے پاس ایک تیز رفتار گھوڑا۔ ایک تلوار۔ ایک برچھی اور دو اوڑھنے کے لیے کمبل ہوتے۔ لوٹ مار کا روپیہ ضائع نہ کرتے بلکہ گھوڑے اور سامان خریدنے میں صرف کیا کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے من چلے نوجوان سکھوں کے جتھے میں شامل ہونا شروع ہوگئے۔ ہر نئے رنگروٹ کو ایک گھوڑا۔ ایک تلوار اور دو کمبل مل جاتے اس طرح سکھ جتھوں کی تعداد بڑھنی شروع ہوگئی۔ (مہاراجہ رنجیت سنگھ۔ پروفیسر سیتارام کوہلی صفحہ 17)

ہر جتھے کا ایک جتھہ دار ہوتا۔ ہر جتھہ دار لوٹ کا سامان اپنے سپاہیوں میں برابر تقسیم کرتا۔ اور اس وجہ سے جتھہ میں کوئی نااتفاقی پیدا نہ ہوتی تھی۔ اور سب سپاہی جتھہ میں پیوستہ رہتے تھے۔ نیز ان

Marfat.com

جتھوں کے رکن ایک ہی مذہب کے پیروکار تھے۔اور پنتھ کی حفاظت ہر شخص اپنا مقدم فرض جانتا تھا۔اس لئے ہر جتھہ دار دوسرے کی مدد کرنا اپنا دھرم خیال کرتا اور اس کے لئے ہر دم تیار رہتا۔یہ تمام جتھے ایک ہی مقصد کے متلاشی تھے۔جو پنتھ کی طاقت کو بڑھانا اور مضبوط کرنا تھا۔سارے پنجاب کو 12 جتھے داروں میں تقسیم کر دیا گیا۔اور جتھہ دار مِثل کے نام سے مشہور تھے۔

سکھوں کی متحدہ طاقت 70,000 سوار تھی۔ملک میں کوئی مرکزی حکومت نہ تھی۔جو مختلف جتھہ داروں کو قابو میں رکھتی۔ہر سردار اپنے دائرے اختیار میں خود مختار تھا۔البتہ بیرونی حملے کی صورت میں مل جاتے اور دل خالصہ کے جھنڈے کے تلے جمع ہو کر پنتھ کی حفاظت کرتے۔ان مثلوں کی حدود مقرر نہ تھیں۔موقع ملنے پر ایک دوسرے کی حدود پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے۔مستقبل کے اندر بھی سردار بننے کی خواہش ہوتی تھی۔جو لڑنے پر ابھارتی۔ایک مثل کا سردار دوسرے مثل کے سردار کے ساتھ مل کر تیسری مسل پر حملہ آور ہو جاتے۔اور کبھی کبھی دو تین متحدہ مثلیں کسی اور کے مقبوضات پر تسلط جما لیتے۔

اورنگ زیب کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت کا چراغ گل ہونے کو تھا۔اورنگ زیب کے جانشین اس وسیع وعریض سلطنت کا استحکام رکھنے میں ناکام رہے 1707ء سے 1747ء تک حکمران یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کا گلہ کاٹ کر تاج اور تخت کی طرف لپکتے رہے اور جاہ وجلال سے محروم ہو گئے۔مغل جہانگیری کا سبق بھول چکے تھے۔حمیت تیمور کے گھر سے رخصت ہو چکی تھی۔حکومت ناتوانی کی حالت میں تھی۔اور باغی قوتیں تواں تر ہو چکی تھیں۔1719ء میں مغل مرہٹوں کو شاہی فرمان کے ذریعے خود مختار حکمران تسلیم کر چکے تھے۔

اس کے بعد مرہٹے دلیر ہو چکے تھے۔ 20 سال کے عرصہ میں انہوں نے مالوہ، بندیل کھنڈر اور گجرات پر قبضہ کر لیا 1737ء میں انہوں نے دہلی کے قرب وجوار کو لوٹا۔1739ء میں نادر شاہ حملہ آور ہوا۔مغلیہ سلطنت کی رہی سہی طاقت کا خاتمہ ہو گیا۔

احمد شاہ ابدالی کے حملے 1748ء سے 1761ء تک پے در پے ہو رہے تھے۔احمد شاہ نادر شاہ کی فوج کا آفیسر تھا۔نادر شاہ جب ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو یہ نادر شاہ کے ہمراہ تھا۔اس لئے وہ مغلیہ سلطنت کی کمزوریوں سے واقف تھا۔پہلی دفعہ حملہ آور ہوا تو میر منو سے شکست کھائی۔دوسری دفعہ میر منو نے شکست کھائی۔گجرات سیالکوٹ اور پسرور کے اضلاع کی آمدنی بطور خراج دینی منظور کی۔احمد شاہ تیسری دفعہ حملہ آور ہوا۔تو ایک کروڑ روپیہ خراج لے کر واپس چلا گیا۔چوتھی دفعہ حملہ آور ہوا اس دفعہ اپنے بیٹے شہزاد تیمور کو لاہور کا صوبے دار بنا کر واپس چلا گیا۔

Marfat.com

احمد شاہ عبدالی کے پے در پے حملوں کی وجہ سے پنجاب میں سخت بدنظمی پھیل چکی تھی۔ کوئی ایسی حکومت نہ تھی جو ابتری دور کر سکے۔ سکھ اپنی طاقت میں کئی گنا اضافہ کر چکے تھے۔ خالصہ دل بن چکی تھی اور شہزادہ تیمور کو شکست دینا ان کے لئے کوئی مشکل کام نہ رہا۔ سکھ گوریلہ جنگ کے ماہر تھے۔ موقع پا کر دشمن پر چھاپہ مارتے مال و اسباب لوٹ کر غائب ہو جاتے۔ شہزادہ تیمور اس مشکل پر قابو نہ پا سکا اس نے لاہور خالی کر دیا۔ جسا کلال لاہور پر قابض ہو گیا۔ اپنے نام کا چاندی کا سکہ جاری کیا اور مفصلہ ذیل شعر لکھا۔

سکہ زد درجہاں فضل اکال
ملک احمد گرفت جسا کلال

سکھ لاہور پر قبضہ زیادہ دیر تک جاری نہ رکھ سکے۔ کمک آنے پر شہزادہ تیمور نے دوبارہ لاہور پر قبضہ کر لیا۔

مرہٹے جنوبی ہند میں زبردست طاقت بن چکے تھے۔ انہوں نے شہزادہ تیمور کو لاہور سے نکال کر قبضہ کر لیا۔ احمد شاہ 1761ء میں پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کی سے لڑائی لڑی۔ لاہور میں خواجہ اوبید کو گورنر مقرر کر کے واپس چلا گیا۔

احمد شاہ کے واپس جاتے ہی سکھوں نے لاہور پر قبضہ کر لیا۔ دل خالصہ کے تین سپہ سالاروں نے گوجر سنگھ۔ سوبا سنگھ اور نہال سنگھ نے لاہور پر قبضہ کر لیا۔ لاہور پر قبضہ کی خبر سن کر احمد شاہ چوتھی دفعہ 1767ء میں حملہ آور ہوا۔ احمد شاہ نے لاہور خالی کرا لیا مگر اس کی فوج میں بغاوت پھیل چکی تھی۔ اسے مجبوراً واپس جانا پڑا۔

سکھوں کے قبضہ میں دریائے جہلم سے سہارن پور تک کا علاقہ تھا۔ ملتان، سندھ، کشمیر پر مسلمان حکمران تھے۔ جموں اور کانگرہ پر ہندو راجپوت حکمران تھے۔

سکر چکیہ مثل کے سردار چڑت سنگھ نے احمد شاہ ابدالی کی شورش کے زمانے میں ایک اس مثل کی بنیاد رکھی یہ قوی ہیکل جوان تھا اپنے جیسے لوگوں کو اکٹھا کر کے لوٹ مار شروع کر دی۔ اور اس کی تمام عمر مار دھاڑ میں گزری اس مثل کا پہلا شکار ایمن آباد کا مسلمان گورنر تھا۔ اس کے مال و جواہر اسلحہ اور گھوڑے لوٹ لیے اور گوجرانوالہ میں قلعہ بنا لیا۔ وزیر آباد کے حاکم جو مسلمان تھا نکال کر اپنے سالے گوربخش کو اس جگہ کا تھانیدار بنا دیا۔ دریائے جہلم کے پار پنڈ دادن خان اور اس کے گرد نواح کے علاقہ پر تسلط قائم کر لیا۔ کھیوڑے کی نمک کی کان پر قبضہ کر لیا۔ پٹھورا کے علاقے پر دھنی پر قبضہ کر لیا۔ چڑت سنگھ جہلم کے قریب احمد آباد میں تھا کہ اسے خبر ملی کہ احمد شاہ ابدالی اٹک پہنچ گیا ہے۔ چڑت سنگھ نے روہتاس کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

اس کی ریاست گوجرانوالہ وزیرآباد۔رام نگر۔سیالکوٹ۔روہتاس۔پنڈ دادن خاں اور دھنی شامل ہے جس کی آمدن تین لاکھ روپیہ تھی۔

سردار چڑت سنگھ کے دو بیٹے مہان سنگھ پور۔سیج سنگھ تھے۔ایک لڑکی جسکی شادی صاحب سنگھ بھنگی کے بیٹے سے ہوئی۔دونوں مثلوں کی دشمنی دوستی میں بدل گئی۔

جوان ہونے پر مہان سنگھ نے مثل کی بھاگ ڈور سنبھالی 1779ء میں رسول نگر کے مسلمان حاکم پر حملہ کر کے اس کو مغلوب کرلیا اور رسول پور کا نام رام نگر رکھ دیا گیا۔تین سال بعد علی پور اور منچر پر قبضہ کرلیا۔علی پور کا نام اکال گڑھ رکھ دیا۔مہان سنگھ نے پنڈی بھٹیاں۔ساہیوال۔عیسیٰ خیل۔پر شورش کر کے مال ومتاع کمایا۔

1783ء میں جموں کے راجہ رنجیت دیو نے مرنے کے بعد جموں پر چڑھائی کردی۔اور مہاں سنگھ کی فوج نے دل کھول کر جموں کو لوٹا۔

1790ء میں صاحب سنگھ کا والد فوت ہوگیا۔صاحب سنگھ حاکم گجرات بنا۔مہان سنگھ نے حق حاکمانہ مانگا۔اس نے نذرانہ دینے سے انکار کردیا۔صاحب سنگھ مہان سنگھ کا بہنوئی تھا۔صاحب سنگھ شکست کھا کر سوہدرہ چلا گیا۔

1847ء میں رنجیت سنگھ مہان سنگھ کا بیٹا بنا۔اس کی وفات کے بعد سکر چکیہ مثل کا سردار تسلیم کرلیا گیا۔

اس وقت لاہور کے تین حاکم تھے۔اور تینوں آپس میں لڑتے رہتے تھے۔لاہور کے شرفا نے جن میں بھائی گوربخش۔حکیم حاکم رائے۔مہر محکم الدین اور میاں عاشق محمد شامل تھے۔رنجیت سنگھ سے درخواست کی کہ وہ لاہور پر قبضہ کرلے۔6 جولائی 1799ء کو رنجیت سنگھ نے لاہور پر قبضہ کرلیا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ

1801ء میں بیساکھی کے روز ایک عظیم الشان جلسہ میں رنجیت سنگھ کو صاحب سنگھ بیدی نے مہاراجہ کا خطاب دیا۔اس روز نانک شاہی سکہ جاری ہوا۔

دیگ و تیغ و فتح نصرت بیدرنگ
یافت از نانک گرو گوبند سنگھ

گروہ پنتھ کے عقیدے پر قائم ہونے والی منفرد شکل وشباہت کی مالک قوم اپنے عقیدے کے مطابق (جسکو وہ الٰہی پیغام سمجھتے ہیں اور گرو صاحبان کی مہربانی گردانتی ہے)۔اس قوم کو دوسروں پر

Marfat.com

حکمرانی کا حق حاصل ہے۔ وہ یہ حق بھی رکھتی ہے کہ دوسروں پر فتح حاصل کرنے کے لئے لڑائی لڑنے اور اس زمین پر باہر سے آمدہ لوگوں کو نکال باہر کرے۔

اس عقیدے کی اساس پر جتھے بنے اور جتھوں نے مثل اور مثل سے دل خالصہ۔ یہ مسلح افراد کا گروہ تھا جس کا کام لوٹ مار۔ اور غارت گری کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ سارے پنجاب کو 12 مثلوں نے 12 حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ مثلوں کی ابتدا نادر شاہ کے حملہ کے وقت ہوئی اور احمد شاہ ابدالی کے حملوں نے اسے جوانی بخشی۔

نادر شاہ اور احمد شاہی خزانے خالی کر کے اپنے وطن چلے گئے۔ اور برصغیر میں مفلسی نے ڈیرے ڈال دیئے۔ نادر شاہ اور احمد شاہ کی غارت گری کیا کم تھی کہ رہی سہی کسر سکھ مثلوں نے پوری کردی۔ ان کا نشانہ مسلمان قوتیں تو تھیں ہی مگر غیر مسلم بھی ان کے شر سے محفوظ نہ تھے۔ اس کا ایک ہی مقصد تھا روپیہ پیسہ اکٹھا کرنا۔ جس کو قوت بازو سے لوٹ لیتے سکر چکیہ مثل کے سپوت رنجیت سنگھ نے پنجاب میں اپنی سلطنت کا آغاز کیا مگر اس میں وہ اوصاف عنقا تھے جو کہ ایک حکمران میں ہونا چاہئیں۔ اس کا انداز حکمران مثلوں کے مزاج سے مختلف نہ تھا۔

رنجیت سنگھ کا وطیرہ تھا کہ اپنے ہمسایہ ریاست پر حملہ کرتا اور خراج لینے کے بعد انہیں واپس کر دیتا۔ ریاست کے حکمران سمجھتے تھے کہ بلا ٹلی مگر دوسرے سال پھر یہی عمل دہرایا جاتا۔

رنجیت سنگھ اپنے دور حکومت میں وہ ہر وقت پابہ رکاب رہا اور پنجاب میں انسانی سروں کی فصل کاٹتا رہا۔ اور انسان کا صبر اور خون زمین کا رزق بنتے رہے۔ معاشرتی تنگی۔ معیشی بدحالی۔ پنجاب کے باسیوں کی تقدیر بن چکی تھی اور پنجاب کے بہت سے خاندان صوبے کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ میں نقل مکانی کرنے پر مجبور ہو گئے۔

رنجیت سنگھ چیرہ دستوں کی داستان پروفیسر سیتا رام کوہلی بیان کرتے ہیں۔

1801ء میں رنجیت سنگھ نے گجرات پر قبضہ کیا۔ صاحب سنگھ بھنگی نے اطاعت قبول کر لی۔ رنجیت سنگھ نے اکال گڑھ کے حاکم دل کو اپنے ساتھ ملالیا۔ گانگڑہ کے سردار سنسار چند کے ساتھ تھوڑی سی چھڑپ کے بعد کامیابی حاصل کر لی۔ نور پور سمیت یہ علاقہ رنجیت سنگھ کے زیر تسلط آئے۔ 1802ء میں ڈسکہ اور چنیوٹ پر قبضہ کر لیا۔ قصور کے حاکم نظام الدین کے ساتھ سکھ فوج کا مقابلہ ہوا جو اس کی اطاعت پر مجبور ہو گیا۔ اس کے بعد مہاراجہ نے جالندھر کی طرف پیش قدمی کی اور بھگوڑا کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ہوشیار پور کی طرف پیش قدمی کی اور کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ اس کے بعد ملتان کا رخ کیا۔ نواب مظفر خان نے رنجیت سنگھ کو خاطر خواہ نذرانہ پیش کر کے واپس کر دیا۔ اسی سال امرتسر کے

Marfat.com

بھنگی سردار بغاوت پر آمادہ ہوئے ان کی کہ سرکوبی کر کے ان کو بغاوت سے روکا۔

1813ء جھنگ کے حاکم احمد خان کو اطاعت قبول کرنے اور خراج ادا کرنے کے لئے کہا گیا احمد خان نے پروانہ کی اور لڑائی پر آمادہ ہوا۔ احمد خاں لڑائی ہار گیا۔ 60,000 روپیہ خراج ادا کرنا منظور کیا۔ جو بعد میں دوگنا کر دیا گیا۔

1805ء میں رنجیت سنگھ نے چناب اور جہلم کے علاقوں میں مسلمان سرداروں سے خیر سگالی کے دورے کئے۔ رنجیت سنگھ نے دوبارہ ملتان کا رخ کیا اور نواب نے -/70,000 روپیہ خراج ادا کر کے وعدہ مہراماں طلب کی۔

1812ء میں رنجیت سنگھ نے قصور۔ جھنگ۔ ملتان۔ بہاولپور بٹالہ۔ مالیر کوٹلہ پٹھان کوٹ۔ شیخو پورہ۔ سیالکوٹ۔ فرید کوٹ کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ 1815ء میں راجہ اگر خان والیے راجوڑی پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ 1816ء میں راجہ میر سنگھ نور پوریہ کو طلب کیا جو کہ خراج دینے سے پس وپیش کر رہا تھا۔ وہ اپنی سلطنت سے دست بردار ہو گیا۔ نواب بہاول پور اپنا سالانہ خراج دینے سے پس وپیش کر رہا تھا ایک لشکر دیوان چند کی سرکردگی میں بھیجا گیا۔ نواب نے -/70,000 خراج دینا منظور کر لیا۔ نواب شہر محمد منیکرہ سے ایک لاکھ بیس ہزار روپے خراج طلب کیا گیا۔ نواب نے بیس ہزار روپے دینے کا وعدہ کیا۔ نواب کے علاقے میں خان گڑھ۔ محمد پور لیہ اور بھکر کے قلعے تھے۔ رنجیت سنگھ نے بھرپور حملہ کر کے محمود کوٹ کا قلعہ تباہ کر دیا۔ نواب نے -/50,000 روپے دے کر جان چھڑائی۔

1814ء میں رنجیت سنگھ نے فتح سنگھ آہلووالیا کے ہمراہ ملتان اور بہاولپور کا عزم کیا۔ راستے میں مختلف حاکموں سے نذرانے وصول کئے۔ پاکپتن میں سے حضرت خواجہ فرید شکر گنج کے سجادہ نشین دیوان شیخ یار محمد سے ایک گھوڑا۔ جواہرات بطور تحفہ وصول کیے۔ نواب بہاول پور 80 ہزار روپے نذرانہ 70,000 روپے سالانہ خراج پر فیصلہ ہوا۔

مہاراجہ تلمبہ پہنچا اور نواب مظفر خان کے وکیلوں نے سید محسن شاہ نے مہاراجہ کی خدمت میں گھوڑے۔ شال۔ اور قالین کا تحفہ پیش کیا۔ مہاراجہ نے ایک لاکھ روپے نذرانہ مانگا۔ محسن شاہ نے عرض کی فی الحال 40,000 روپے قبول کر جائیں باقی دو ماہ تک ادا کر دیں گے۔ رنجیت سنگھ نہ مانا اور حکم دیا کہ احمد آباد کا محاصرہ کر لیا جائے۔ مہاراجہ سالار والہ میں خیمہ زن ہوا۔ ایک دستہ پھول سنگھ کی نگرانی میں ملتان نواب کے پاس بھیجا۔ پھولا سنگھ بھنگ کس نشہ کرتا تھا۔ نشہ میں ملتان پہنچا اصل حکم بھول گیا اور ملتان پر حملہ آور ہوا۔

Marfat.com

نواب 80,000 روپیہ دیوان بھونی درس کو دے کر بھیجا اور باقی 40,000 آئندہ ادا کر دیا جائے ا۔ رنجیت سنگھ نے قبول فرمایا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے رام گڑھیا مثل کی تمام جائیداد ضبط کرنے کا حکم دیا یہ جائیداد ملتان میں تھی۔ مہاراجہ کا خیال تھا کہ مظفر خان رام گڑھیا مثل کی حمائت کرتا ہے۔

1817ء میں مہاراجہ نے ایک فوجی دستہ دیوان موتی رام۔ بھونی داس پشیاوریہ۔ ہری سنگھ نلوہ کے علاوہ دوسرے سرداروں کی سرکردگی میں نواب مظفر خان پر حملہ کی غرض سے بھیجا۔ نواب نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور سکھ فوج کو واپس آنا پڑا۔

1818ء رنجیت سنگھ نے مظفر گڑھ اور خان گڑھ کو تاراج کر کے تازہ دم فوج ملتان بھیجی۔ دیوان موتی رام کی کمان میں ملتان کا محاصرہ کرلیا۔ نواب نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ دو ماہ تک محاصرہ جاری رہا۔ بھنگیوں کی توپ سے شہر کی دیوار میں سوراخ کیے گئے اور خضری دروازے سے فوج شہر میں داخل ہوگئی۔ اور غارت گری شروع کردی۔ نواب مظفر خان اپنے پانچوں بیٹوں کے ساتھ شہید ہوگئے۔

قلعہ دار سکھی عہد حکومت میں

سکھی عہد حکومت میں گجرات اور اس کے مضافات کی کہانی

مرزا اعظم بیگ کی زبانی

انگریزی عہد میں مرزا اعظم بیگ ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوئے۔ آپ محکمہ مال کے اہل کار تھے۔ انہوں نے گجرات کی تاریخ لکھی اور سکھی عہد میں اس علاقے پر جو بیتی اس کا احاطہ اپنی کتاب تواریخ گجرات میں کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کا طرز بیان قدیم اردو میں محکمہ مال کے طرز میں عدالتی لہجہ رکھتا ہے۔

نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کے حملے اور سکھوں کی چیرہ دستیاں بعد انتقال عالمگیر اورنگزیب بادشاہ روشن اختر محمد بادشاہ کے آپس میں فساد زیادہ رہا مگر ملک میں بغاوت زیادہ نہیں رہتی تھی۔ پھر محمد شاہ کے اخیر وقت 1151/1734ء میں نادر شاہ ایرانی نے یورش ہند پر کردی اور بعد قتل عام دہلی کے پھر ولایت کو واپس ہوا۔ بعد واپسی اس کے روز بروز زیادہ تر ضعف سلطنت چغتائی میں آنا شروع ہوگیا۔ اور ملک میں خودسری اور بدانتظامی واقع ہوئی۔ اسی عہد میں رعایا اس ضلع کی سخت پامال ہوئی کہ آمد و رفت کے وقت افواج شاہاں ولایت اس ضلع میں بہ سبب سر راہ ہونے کے لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ اور یہاں کے لوگ اطمینان میں آباد ہونے نہیں پاتے۔ کیونکہ بعد نادر شاہ کے احمد شاہ ابدالی نے سلطنت دہلی پر

Marfat.com

چڑھائی کی اور روز بروز حال اس سلطنت کا ابتر ہوگیا۔ اور ناظمان ملک نے بے دل ہو کر حفاظت ممالک چھوڑ دی۔ اس گردش میں قریب 1173ھ مطابق 1812ء بکرمی 1704ء شامل ملک تعلقہ لاہور روتاس کے یہ ضلع تحت حکومت احمد شاہ درانی کے آگیا۔ اور اس نے لاہور میں شہزادہ تیمور شاہ پسر اپنے کو بہ مختاری سردار جہان خاں مصاحب کے اور روتاس میں نواب سربلند خان ماموں اپنے کو گجرات میں سلطان مکرم خاں معروف مقرب خان اپنے ایک امیر کو حاکم مقرر کیا۔ پہلے فرقہ سکھاں صرف درپے تخریب سلطنت اسلام تھے۔ اور مار دھاڑ کیا کرتے تھے۔ انہوں نے بھی سلطنت کر کے گروہ ہائے گروہ اپنے فرقہ کے جمع ہو کر زیادہ تر مار دھاڑ ملک پنجاب میں شروع کر دی۔ اور شاہان دہلی پر بر کنارہ کر باہم ہر دو فریق مدعیان حکومت ملک یعنی احمد شاہ درانی اور سکھوں کی آویزش ہونے لگی۔ چنانچہ نواح لاہور۔ امرتسر۔ گوجرانوالہ میں قوم سکھ نے کسی قدر ملک میں تسلط پا کر اور طاقت بہم پہنچا کر من جملہ انکے 1810ھ بکرمی مطابق 1181ھ، 1717ء سردار گوجر سنگھ بھنگی نے امرتسر اور چڑت سنگھ نے گوجرانوالہ سے اٹھ کر باتفاق اس ضلع پر حملہ کیا۔ سلطان مقرب خان حاکم گجرات کو قلعہ گجرات میں محصور کر کے اس سے لڑائی کی وہ قلعہ سے نکل کر بھاگا تمام لشکر سکھوں نے اس پر تاخت کر کے موضع گھو وال کے متصل کہ وہ اب آباد نہیں ہے۔ مگر کنجاہ کے قریب تھا بندوق سے مار دیا۔ اور شہر گجرات کو لوٹ کر آگ لگا دی اور ملک تعلقہ گجرات کو نصف تقسیم کر کے قبضہ کر لیا۔

خالصہ عہد کا نظام حکومت

انتظام شاہان چغتائی کو تغیر و تبدیل کر کے ایک نئے صورت انتظام کی اسطرح پیدا ہوئی کہ جو دیہات کلاں مشہور ہے۔ انکے متعلق دیہات گرد و نواح اکھٹے کر کے تعلقہ نام رکھا اور تعلقہ جات سپرد کار داراں اور جاگیرداروں کے کر دیے۔ اور بابت چوہدریاں دی عزت کے یہ حال ہے کہ وقت انتظام سکھاں کے چوہدری کرم داد گجر کھٹانہ ساکن ڈنگہ تیہ بالا میں اور چوہدری مبارک جٹ وڑائچ ساکن منگوال ٹبہ جیو وڑائچ میں موجود تھے۔ جو آبائی۔ اجدادی چوہدری صاحب عزت اور واختیار چلے آتے تھے۔ دیہات متعلقہ اپنے اپنے چوہدراہٹ پر گرچہ وہ بھی براہ خودسری قابض ہو گئے۔ مگر پھر بہ مصلحت وقت چوہدری کرم داد ڈنگہ والا ماتحت سردار چڑت سنگھ ہو گیا۔ اس طرح یہ کہ جو کل مشخصہ اسکے دیہات مقبوضہ کا قریب -/40,000 روپے کا تھا۔ اس میں -/1,50,000 مزار داخل کرتا تھا اور صرف بطور نذرانہ ایشان اطاعت حکم کے یہ معاملہ تھا۔ لیکن چوہدری مبارک خود حاکم مستقل رہا۔ اس عہد میں غلام محمد چھٹہ ملک نواح رسول نگر ضلع گوجرانوالہ میں ایک ہزار تعلقہ دار خود سر موجود تھا۔ اس نے فراغت پا کر

Marfat.com

اس پار دریائے چناب کے دیہات ملحقہ جوکالیاں واقع ضلع ہذا پر قبضہ کر کے اپنا تعلقہ قرار دیا اوران دیہات پر حاکم خودسر بن گیا۔ چڑت سنگھ نے بصلاح باہمی تعلقہ شادیوال جس میں قلعہ دار بھی شامل تھا سردار جوہد سنگھ چٹھہ کو اس وقت حاکم وزیر آباد تھا دے دی۔ تعلقہ شادیوال کے حکومت سے دست بردار ہوگیا۔ اس وقت ملک میں حکومت ہائے ذیل قائم ہوئیں۔

سردار گوجر سنگھ بھنگی۔ سردار چڑت سنگھ۔ مہردور جوہد سنگھ۔ غلام محمد چٹھہ۔ چوہدری مبارک منگووال والا۔

ضلع گجرات کی تقسیم

ان تعلقات میں دیہات کی تقسیم یوں تھی۔

تعلقہ سردار گوجر سنگھ بھنگی۔ گجرات۔ منادر۔ کڑیانوالہ۔ برنالہ۔ بھمبر گلیانہ کھڑی کریالی۔ قلع حاصلاں والا۔

تعلقہ سرور چڑت سنگھ

ڈنگہ۔ سوہاہ۔ پھالیہ قادر آباد۔ پاہڑیاں والی۔ چکریاں کنجاہ۔ ماجرہ۔

تعلقہ سردار چوہدسنگھ۔ شادیوال قلعہ دار

تعلقہ چوہدری مبارک منگووال دیہات۔ تعلقہ چوہدری غلام محمد چٹھہ۔ جوکالیاں اور کچھ دیہات۔

گجرات کی ازسرنو آبادی

گجرات کا حصہ گوجر سنگھ بھنگی میں آیا۔ اس نے ازسرنو گجرات کو آباد کیا۔ لیکن اس وقت بہ سبب جلاوطن ہونے کے انہیں رہن سردار گوجر سنگھ اور چڑت سنگھ کے وقت لڑائی سلطان مقرب خان کے کیا تھا۔ شہر کے باشندے۔ دیہات کے گردونواح میں چلے گئے۔ اور مکرر آبادی کے وقت عام لوگ جو واسطے آبادی شہر کے کافی ہوتے دستیاب نہ ہوویں جس قدر رہے آباد کیا۔

اور چونکہ کھتری لوگ مالدار تھے۔ اس وقت ابھی معاملہ ریاست یکسو نہیں ہوا تھا کہ اطمینان ہوتا اور قلعہ کے خالی رہے کے بس کچھ ضرورت زیادہ گوجر سنگھ نہ تھی۔ اور نہ ملک گیری کا رکھا اور نہ محصورین قلعہ کا اس لئے اس نے کھتری لوگوں کو بنظرِ حفاظت اندر قلعہ کے آباد کیا۔ اس وقت من جملہ حاکمان اس ضلع کے سردار گوجر سنگھ بھنگی اور چڑت سنگھ کو غالب شمار ہوتے ہیں۔

Marfat.com

سردار جوہد سنگھ وزیر آباد۔ غلام محمد چھٹہ اور چوہدری مبارک تو بدستور اس مقبوضہ اپنے پر قائم رہے۔ انہوں نے زیادہ ملک لینے کی خواہش نہ کی۔ اور ہنوز صورت تسکین رعایا اس ملک کے نہ ہوئی تھی۔ اور نہ ہی سامان حکومت حق سکھاں قوت انتظام بہم پہنچا تھا۔ کہ سمت 1833ء بکرمی 1183ء، 1244ء کو احمد شاہ درانی لے پھر اس ملک پر چڑھائی کردی۔ اس وقت سردار گوجر سنگھ اور سردار چڑت سنگھ اس واسطے ان کی حکومت نواح لاہور اور امرت سر میں بھی تھی۔

بلا جنگ وجدل احمد شاہ نے اس ضلع گجرات پر قبضہ کر کے سپرد نواب سربلند خان حاکم روتاس اپنے ماموں کے کردیا۔ اور بعد انتظام روتاس اپنے دار الریاست کو واپس چلا گیا۔ 5 برس تک اس کا دخل اس ملک پر جو یہ قبضہ سردار چڑت سنگھ اور گوجر سنگھ تھا رہا۔

باقی حاکمان مسل غلام محمد چٹھہ۔ و مبارک منگووالیہ اور سردار جوہد سنگھ وزیر آباد کے پرخاش نہ کی اور وہ بدستور اس علاقہ پر حاکم رہے۔ قلعہ دار اس وقت سردار جوہد سنگھ کے زیر نگیں تھا۔

سردار چڑت سنگھ اور گوجر خان

1847ء ہر دو سرداروں مذکور نے ہم صلاح ہو کر روتاس میں لڑائی سربلند خان سے کی اور وہاں سے نکال دیا۔ اور بشمول ملک تعلقہ روتاس کے مکرر اس ضلع پر دخل نہ دیا۔ اس وقت یہ تھا تو ہر ایک سردار پر ملک ہر ایک معاملہ ملک گیری وانتظام میں شامل رہے۔ اس کے بعد علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ اور بعد علیحدگی سردار چڑت سنگھ سے کوئی لڑائی شاہان کابل سے نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس کا دار الحکومت گوجرانوالہ میں تھا۔ اور وہ وہاں رہتا تھا۔ 1829ء بکرمی میں بمقام گوجرانوالہ مرگیا۔ مہاں سنگھ اس کا بیٹا مقبوضہ اپنے باپ پر حاکم ہوا۔ اس نے 1842ء بکرمی 1203ء بمقام رسول نگر غلام محمد چٹھہ سے لڑائی کر کے اس کو ماردیا بشمول ملک تعلقہ رسول نگر۔ تعلقہ جو کالیاں واقع ہذا ضلع پر اپنا قبضہ کرلیا۔ مہان سنگھ 1847ء بکرمی بمطابق 1208ء، 1791ء فوت ہوا اور اس کا بیٹا رنجیت سنگھ اس علاقہ پر قابض ہوا۔

سردار گوجر سنگھ بھنگی نے گجرات پر دوبارہ قبضہ کرنے کے بعد علاقہ کڑی کریالی اور بھمبر پر بھی قبضہ کرلیا۔ پھر یہ مقام لاہور 1845ء بکرمی 1204ھ اور 1789ء میں فوت ہوا۔

صاحب سنگھ

گوجر سنگھ کی وفات کے بعد صاحب بھنگی اس کا لڑکا گجرات کا حاکم بنا۔ 1802ء بکرمی 1212ء ھ 1294ء کو شاہ زمان پسر تیمور شاہ پسر احمد شاہ درانی نے صاحب سنگھ پر چڑھائی کردی۔ اور

Marfat.com

سرکردگی نواب بہادر خان جانب مغرب شہر لڑائی کی جس میں نواب بہادر خان کو شکست ہوئی اور مفرور ہو گیا اس لڑائی میں تلوار اور بندوق استعمال ہوئی۔

1857ء بکرمی 1214ھ 1799ء کو حیات خان پسر رحمت چوہدری جلالپور یہ سردار صاحب سنگھ سے باغی ہو گیا۔ اور قلعہ اسلام گڑھ واقعہ جلال پور پر قبضہ کر لیا صاحب سنگھ سرکوبی کے لئے تیار ہو رہا تھا کہ شاہ زمان والی کابل نے بہ ایمائے چوہدری حیات خان احمد خان شیخی کو لشکر دے کر گجرت پر حملہ کے لئے بھیج دیا۔ اور موضع سوک احمد خان پرگنہ گجرات کے مقام پر شیخی کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا صاحب سنگھ نے فتح یابی کی۔

اس لڑائی میں فتح پانے کے باوجود سکھوں کی طاقت کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ اور علاقہ کے چوہدریوں کی معرفت معاملہ وصول کیا جاتا تھا۔ انتظام سلطنت مضبوط نہ تھا۔ زمیندار لوگوں کو اطمینان نہ تھا۔ اس لئے زراعت کی حالت بھی ابھی تسلی بخش نہ تھی۔ اسلئے حکومت کے کارندے زمینداروں پر تشدد کرتے اور لوٹ کھسوٹ سے جو کچھ ہاتھ آتا لے جاتے اس علاقہ میں یہ نہایت ہی ابتری کا دور تھا۔

رنجیت سنگھ کا انتظام سلطنت

ادھر دریا پار مہاراجہ رنجیت سنگھ اپنے باپ دادا کی ریاست پر حاکم بن بیٹھا 1849ء بکرمی 1227ھ 1810ء میں صاحب سنگھ کی ریاست کی زبوں حالی دیکھ کر گجرات پر حملہ کیا۔ اور صاحب سنگھ بغیر جنگ کے علاقہ کوہستان دیوا وٹالہ کی طرف بھاگ گیا۔ مہاراجہ رنجیت نے گجرات پر قبضہ کر لیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سردار صاحب سنگھ کو طلب کر کے اس کا علاقہ جاگیر میں دے دیا۔ اور وہ اسی جگہ پر ہی اپنی جاگیر میں فوت ہوا۔

مہاراجہ نے تعلقہ بندی کا انتظام بدستور رکھا اور برائے انتظام خلیفہ نورالدین فقیر عزیز الدین کو اس علاقے کا حاکم مقرر کیا۔ اور باقی تعلقہ جات جاگیرداروں اور اپنے ملازموں کو تفوض کر دی۔ خالصہ سلطنت فقیر صاحبان نے معاملہ کی وصولی کی سہولت کے لیے 20 ضلعوں میں تقسیم کر دیا۔ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت میں علاقہ گجرات کے تعلقوں کی فہرست حسب ذیل ہے۔

کنکوال۔ کڑیانوالہ۔ گجرات۔ برنالہ۔ کالرہ۔ شادیواں قلعہ دار ماجرہ کنجاہ۔ کولانوالہ۔ مہنگو وال۔ چکریال۔ سعد اللہ پور۔ جوکالیاں۔ پاہڑیاں والی۔ قلعہ حاصلاں والا۔ پھالیہ۔ قادر آباد۔ سوہادہ۔ ڈسکہ کڑی کریالی۔

Marfat.com

گجرات کے تعلقاجات

گلیانہ۔ بہا گودھوریہ۔ چک سکندر بھیج۔ کوٹلہ گکرالی۔ ہانڈو۔ دولتانگر۔ خواص پور۔ چکری۔ قصبہ گجرات شیخ پورسوک چچی چوہاں۔ بہا گوال ماڑی وصول تانوال شہباز پور۔ راکے۔ لکھن والا۔ جلال پور۔ ٹھٹھہ موسیٰ۔ میانی پنڈی

ان علاقوں پر چوہدری زمیندار تھے۔ زمینداروں نے معاملہ وصول کرنے کے لئے نمبردار مقرر کئے۔ اور معاملہ کی وصولی کے لئے انکوانعام اور مدد معاش سرکاری طور پر دی جانے لگی۔ جن سے رعایا کو اطمینان ہوا۔ اور سکون کا دم لینے لگی۔ معاملہ کی وصولی میں تشدد نہیں کیا جاتا تھا۔ پیداوار جس قدر ہوتی معاملہ اس قدر وصول کیا جاتا۔

رنجیت سنگھ کے دور میں قبضہ جو ہدسنگھ مشمولہ قلعہ دار کے جو حاکم وقتاً فوقتاً مقرر کئے گئے۔ ان کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

حکیم نورالدین لاہور	2 برس
بساکھا سنگھ کہرقلی	3 برس
دیوان بشن داس	4 برس
گنڈامل چوپڑہ	1 برس
صوبارائے بٹالوی	1 برس
ہری رام	2 برس
دیوان دیوی سہائے	1 برس
دیوان بشن داس	2 برس
موہن لال وسیب چرن	2 برس
باباھری ویروالا	2 برس
ابوطولیہ صاحب	3 برس
راجہ سوجیت سنگھ	3 برس

قلعہ دار شادیوال کی ذیل میں تھا۔ زمیندار چوہدری بوٹا خان تھا۔ نمبردار قلعہ دار نواب قلعہ دار خان کی اولاد سے تھا۔ حالات محفوظ نہ رہ سکے۔

Marfat.com

قلعہ دار میں آتشکدہ کی بنیاد

رنجیت سنگھ سکھ مذہب کا پکا متقعد تھا۔ ہر روز گرنتھ صاحب کا پاٹھ سنتا اور گوربانی سنکر اسے بہت تسکین ہوتی۔ مہاراجہ کے زمانے میں قصبوں۔ شہروں دھرم شالاؤں کی تعداد بڑھتی گئی۔ مذہبی قدروں پر عمل کرنے والا تھا۔ اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے مذہبوں کا بھی احترام کرتا تھا۔ گرونانک کے تتبع میں اسلام کے صوفیائے کرام سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ تاریخ خوارزمی سادات (مصنفہ محمد عالم شاہ ساکن منگوال) کے مطابق مہاراجہ رنجیت سنگھ خوارزمی سادات کا عقیدت مند تھا۔ جب گجرات کے علاقہ پر اس کا تسلط قائم ہوا تو وہ ہر سال منگووال سادات کی خدمت میں حاضری دیتا۔ خواجہ عبدالرحیم شاہ صاحب خوارزمی سادات خوارزم کے بزرگ شخصیت تھے۔ جن کے زمانے میں گائے ذبح کی گئی۔ اس کی اطلاع مہاراجہ کو ملی تو اس نے حکم دیا کہ سارے گاؤں والوں کو جلا دیا جائے۔ اس حکم پر عمل درآمد کرانے کے لئے مہاراجہ نے منگوال میں وارد ہوا۔ راستے میں اس کی ملاقات حضرت سید عبدالرحیم شاہ صاحب سے ہوئی۔ شاہ صاحب کی شخصیت کا جلال تھا کہ رنجیت سنگھ زانو بوس ہوا اور درخواست کی کہ رنجیت سنگھ کے لئے کوئی خدمت درکار ہو تو وہ اسے اپنی سعادت سمجھے گا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا میرے پاس درویش ہیں جو کہ دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، ان کے نان ونفقہ کا خاطر خواہ بندوبست نہیں۔ ان کے لئے چند گائیں درکار ہیں جو کہ ذبح کر کے انکو کھلائی جائیں۔ خواجہ صاحب کی شخصیت کا کمال تھا۔ اور کلام پر اثر تھا۔ رنجیت سنگھ گاؤں جلانے کے ارادے سے باز آ گیا اور گائیں بھی مہیا کر دیں۔

اس واقعہ کے بعد ہر سال وہ منگووال میں شاہ صاحب کی خدمت میں حاضری دیتا۔ ایک سال حسب دستور منگووال جا رہا تھا کہ دریائے چناب کے کنارے اس کی ملاقات ایک براہمن سے ہوئی۔ براہمن کا نام منسارام تھا۔ وہ دھونی رمائے بیٹھا تھا۔ مہاراجہ پیروں فقیروں کا متقعد تھا۔ پنڈت منسارام کی ہیبت کدائی دیکھ کر بڑا متاثر ہوا۔ ایک ہزار روپیہ کی جاگیر کا پروانہ لکھ کر پیش کیا۔ سادھو منسارام نے یہ پروانہ دھونی میں جھونک دیا۔ اور یہ تاثر دیا کہ جس کا وہ پجاری ہے اس کی برتری زمین۔ جائیداد کی خواہش اور بخشش پر ثابت ہو جائے۔

دوسرے سال مہاراجہ اسی راستے سے عازم منگوال ہوا۔ اس دفعہ راجہ کے ہمراہ اس کا دیوان راجہ دنیا ناتھ تھا۔ خالصہ عہد میں قلعہ دار راجہ دینا ناتھ کی جاگیر تھا۔ اس دفعہ مہاراجہ نے پنڈت منسارام کو پھر نذرانہ پیش کیا۔ جو قلعہ دار کے بہ شمول گیارہ گاؤں۔ چوہال۔ تارہ گڑھ۔ گوبند پورہ۔ کھٹالہ۔ کالے کی۔ کا ہبہ نامہ تھا۔ منسارام کو جاگیر لکھ کر دے دی۔ اس کے علاوہ بہت سی نقدی بھی پیش کی۔

Marfat.com

دیوان دینا ناتھ نے اس رقم سے موضع قلعہ دار میں آتشکدہ کی بلند و بالا عمارات کی تعمیر شروع کرادی۔

آتشکدے کی عمارت 18 ایکڑ رقبے پر محیط تھی۔ عمارت کے باہر شمال کی جانب باغ لگوایا گیا۔ اوراسی طرح جنوب میں بھی باغ لگوایا گیا۔ مشرق کی طرف آتشکدہ کے لئے زرعی زمین تھی۔

آتشکدہ کی بلند و بالا۔ عمارت دو منزلوں پر مشتمل تھی۔ نچلی منزل پر پنڈت۔ ٹھہرتے اور اس کی چھت پر ایک بڑے ہال میں ایک بہت بڑی انگیٹھی تھی جس میں آگ سلگتی رہتی۔ ہال چھت پر گنبد تھا اور گنبد پر سنہری کلس تھا۔ یہ قلعہ دار کی سب سے بلند عمارت تھی۔ ہال کے طاقچوں میں بت رکھے تھے۔ ہال کی دیواروں پر اور سیڑھیوں کے در و دیوار پر ھنومان کی تصویر بنائی ہوئی تھی۔

انگیٹھی میں آگ ہر وقت سلگتی رہتی۔ پجاری اس کو سجدہ کرتے اور آگ کو کبھی بجھنے نہ دیتے۔ یہ آگ کشمیر سے لائی گئی تھی۔ تقریباً دو صدیوں سے سلگ رہی تھی۔ کشمیر اور بنارس کے علاوہ برصغیر میں یہ تیسرا آتشکدہ تھا۔

پنڈت دینا ناتھ نے یہ ساری عمارت سنگ مرمر اور سنگ سرخ سے تعمیر کرائی۔ اس عمارت کی چار دیواری پر ھنومان کی تصویریں بنوائی جو اس دور کی اعلیٰ مصوری کی نشان دہی کرتی تھی۔

عمارت کے جنوب کی طرف پجاریوں کے مکانات تھے۔ اور شمال کی طرف پنڈت منسارام کا ذاتی مکان تھا۔ جس میں اس کی اولاد رہتی تھی۔ یہ حویلی نما عمارت اندر کی طرف جنوب میں معبد کی طرف کھلتی اور شمال میں شاہ نشین تھے اور شاہ نشین کے سامنے ایک خوبصورت تالاب تھا۔ مردانہ زنانہ اشنان کی جگہ الگ الگ تھیں۔

تالاب کے مشرقی کنارے پر شوالہ تھا۔ شوالہ میں بت اور اس کے ارد گرد گھڑے تھے جس میں گنگا کا جل تھا جو قطرہ قطرہ ٹپکتا رہتا اور دیوتا اس میں اشنان کرتے رہتے۔

آتشکدہ کی عمارت کی مغرب کی جانب ایک صدر دروازہ تھا۔ جو کہ ایک ڈیوڑھی میں کھلتا تھا۔ ڈیوڑھی میں دربان رہتے تھے۔

پنڈت منسارام کے ذاتی ملازموں کی تعداد 20 سے زیادہ تھی۔ دو ہاتھی اور چند گھوڑے تھے جس پر اس کی اولاد معبد کے صحن میں گھوڑ سواری کرتے پنڈت کی اولاد دو افراد پر تھی لڑکا رنھا کہلاتا اور لڑکی ننھی کے نام سے پکاری جاتی۔

اس زمانے میں کاروں کا رواج نہ تھا۔ آنے جانے کے لئے ٹانگہ کا استعمال ہوتا تھا۔ روساء اپنے ٹانگے رکھتے تھے۔ پنڈت منسارام کا اپنا ٹانگہ تھا اور کوچوان بھی ذاتی ملازم تھا۔

Marfat.com

معبد کے احاطے کے اندر خوبصورت باغیچہ تھا جس میں طرح طرح کے خوشبودار رنگا رنگ کے پودے اپنی بہار کھلاتے تھے۔

معبد اور اس کے ارد گرد کی عمارتیں اس کے باسیوں کے ذوق آشیاں بندی کا مظہر تھیں۔ یہ قلعہ دار میں خوبصورت اور نفیس ترین عمارت تھی۔

آتشکدہ کی تعمیر کے سلسلے میں ایک دوسری روائت بھی ملتی ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانے میں ایک براہمن منسارام قوم کشمیری پنڈت کا ک موضع قلعہ دار میں مشرق کی جانب دریائے چناب کے کنارے عبادت میں مصروف تھا۔ مہاراجہ کا معمول تھا کہ کشمیر براستہ وزیر آباد جایا کرتا تھا۔ راستے میں دریائے چناب تھا۔ مہاراجہ نے دریا عبور کیا تو کشتی دریا کے شمالی کنارے پر لگی تو مہاراجہ کی نظر براہمن منسارام پر پڑی۔ مہاراجہ نے براہمن کو طلب کیا اور اس کے ذوق عبودیت سے متاثر ہو کر آٹھ ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر عطا کی۔ یہ پتن جس پر مہاراجہ اترا قلعدار کا پتن تھا اور منسارام سرینگر کا باشندہ تھا۔ اس نے قلعہ دار میں رہائش کر لی تھی۔

اس عمارت کی تکمیل میں کتنا عرصہ لگا۔ اس کے متعلق کچھ کہنا مشکل ہے۔ رنجیت نے سنگھ اپنے دور حکومت کے کس سال میں کشمیری پنڈت پر مہربان ہو کر یہ جاگیر عطا کی۔ تاریخ کچھ نہیں بتاتی۔ البتہ عمارت کی ساخت اور اس کا حجم اور شان و شوکت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ رنجیت سنگھ کے دور حکومت میں فن تعمیر ابھی سرعت پذیر نہ تھی۔ اس معیار کی عمارت دنوں یا مہینوں یا سالوں میں تعمیر ہوتی تھی مقامی علماء کی یاداشتوں میں اس عمارت کا سن تعمیر 1867ء درج ہے جو کہ انگریزی عہد حکومت اوئل زمانہ ہے۔ یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ دھونی صاحب کی تعمیر رنجیت سنگھ نے شروع کرائی ہو اور یہ مکمل انگریزی عہد میں ہوئی ہو۔

Marfat.com

سکھ حکومت کا زوال

دریائے ستلج کے اس پار کے حکمرانوں نے برطانوی ریزیڈنٹ سے تحفظ کی درخواست کی۔ اس کی اطلاع انگریز حاکموں نے رنجیت سنگھ کو دے دی۔ اور رنجیت سنگھ کو کہا کہ ان ریاستوں پر قبضہ کرنے سے باز رہا جائے۔ رنجیت سنگھ نے اس حکم کی کوئی پروانہ کی اور 1809ء میں لدھیانہ کے قریب اپنی فوج جمع کرنا شروع کردی۔ اس کے خلاف جب انگریزی فوج نے پیش قدمی کی تو رنجیت سنگھ نے گھبراہٹ کے عالم میں عہدنامہ ''امرت سر'' پر دستخط کردیے۔ اس عہدنامے کی رو سے رنجیت سنگھ یا اس کا کوئی جانشین ستلج کے بائیں کنارے پر فوج کشی نہ کرے گا۔

1839ء میں رنجیت سنگھ کا انتقال ہوگیا۔

رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد اس کے جانشینوں میں خانہ جنگی شروع ہوگئی ان کے دور حکومت کے 10 سال تاج اور تخت کی لڑائی میں صرف ہوئے رنجیت سنگھ کا آخری جانشین دلیپ سنگھ تھا۔ جو کم سن تھا۔ حکومت کا کاروبار اس کی ماں رانی جنداں اور وزیراعظم ہیرا سنگھ چلا رہے تھے۔ انہوں نے معاہدہ امرت سر کو پس پشت ڈال کر دریائے ستلج کو عبور کیا اور مدوکی کے مقام پر حملہ کردیا۔ لارڈ گف انگریزی فوج کا کمانڈر تھا۔ سکھ بڑی بے جگری سے لڑے۔ مگر انگریزی فوج کی مہارت کے سامنے مات کھائی۔ اور سبراؤں کے مقام پر ہنری سمتھ کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔

دوآبہ بست جالندھر انگریزوں کے حوالے کردیا گیا۔ اور دلیپ سنگھ کے دربار میں سر ہنری انگریز ریزیڈنٹ بٹھا دیا گیا۔ اور ایک ایجنسی کونسل بنائی گئی۔ رانی جنداں اور اس کا وزیراعظم فارغ کردیے گئے۔

1848ء 1849ء میں دیوان مول راج سکھ حکومت کی طرف سے ملتان کا حکمران تھا۔ اس سے انگریزوں نے خزانے کا حساب مانگا تو اس نے بغاوت کردی۔ 1848ء میں دریائے چناب کے کنارے رام نگر کے مقام پر انگریز اور سکھ ایک ماہ تک برسرپیکار رہے اور دونوں کو لاشوں کے سوا کچھ نہ ملا۔ 1848ء دسمبر میں سعد اللہ پر لڑائی ہوئی۔

دسمبر 1848ء میں چلیاں والا کے مقام انگریز اور سکھوں میں لڑائی کا بازار گرم ہوا۔ انگریز لارڈ گف کی کمان میں لڑ رہے تھے۔ مگر لڑائی کسی فیصلہ کن مرحلے پر نہ پہنچ سکی۔ اس کے بعد مان لارڈ نیپئر کو دی گئی۔ توپ خانے کا استعمال کیا گیا اور اس کی فوج جدید اسلحہ سے لیس تھی۔ نتائج انگریزوں کے حق میں رہے۔ سکھ دور حکومت کا خاتمہ ہوگیا اور برصغیر پر نئے حکمران انگریز کی صورت میں مسلط ہوگئے۔

روشنی کا سفر

Marfat.com

قلعہ دار کا قدیم علمی ماحول

برصغیر میں لارڈ میکالے کے طریقہ تعلیم سے پہلے علم کے چراغ مسجدوں میں جلتے تھے۔ اس کا منبع علم وحکمت کی وہ شمع تھی۔ جو چالیس برس تک عرب کے غاروں میں جلتی رہی۔ غاروں سے باہر نکلی تو اس کی روشنی نے کائنات کے کونے کونے کو منور کیا۔ اس شمع کے پروانے برصغیر میں پہنچے تو جہالت کے اندھیروں میں کتاب اور حکمت کی روشنی بھی ساتھ لیتے آئے۔ وہ جہالت کے کالے آسمان پر روشن ستارے بن کر چمکتے رہے۔ جن کی روشنی میں انسان زندگی کی شاہراہ پر صراط مستقیم پر چلتا رہا۔ اسی روشنی نے انسان کو جہانبانی کا درس دیا۔ اعلیٰ معاشرتی قدروں کو جنم دیا اور ارفع معیشت کی بنیاد رکھی۔

برصغیر میں اس وقت نہ ہی تو موجودہ طرز کے سکول تھے اور نہ ہی کالج یونیورسٹی کا کوئی تصور تھا۔ سند دینے کا کوئی طریقہ نہ تھا۔ مسجد کا بوریہ نشین مستند ہوتا تھا۔ اور اسکے شاگرد ہی چلتی پھرتی سند ہوتے۔ علم کے متوالے جو حوصلہ فرہاد بھی رکھتے تھے اور ذوق کوہ کنی کی دولت سے بھی مالا مال تھے۔ جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنے کے لئے انہیں نان جویں حاصل کرنے کا مرحلہ بھی طے کرنا پڑتا تھا۔ اور علم کی پیاس بجھانے کے لئے ہمت کے چراغ بھی جلانے پڑتے تھے۔ وہ اپنی محنت کا ثمر کھانے کے عادی تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب تعلیم حاصل کرنے کے وسائل نایاب تھے اور اس کے لوازمات کمیاب۔ کتاب ملتی نہیں تھی قلم حاصل کرنے کے لئے ہاتھ قلم کرانے پڑتے تھے۔ علم ذہن کے گوشوں میں محفوظ کیا جاتا اور دل کی کتاب پر لکھا جاتا ان کی شخصیت علمی سانچوں میں ڈھل جاتی۔ نصاب تعلیم [illegible] ذریعہ اظہار عربی یا فارسی تھا جس کا سیکھنا بھی کم آسان نہ تھا۔

جب دیوانے میر کارواں ہوں تو منزلیں سمٹ جاتی ہیں اور یہ دیوانگی کا کرشمہ تھا کہ مسجد کا طالب علم فارسی میں گلستان۔ بوستان۔ سکندر نامہ۔ زلیخا۔ صرف، نحو، منطق، فلسفہ، قرآن حدیث [illegible] پر تقریباً 8 سال میں حاوی ہو جاتا تھا۔ اس نصاب کا احاطہ کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ لارڈ میکالے کا نظام تعلیم اس کے لئے کوئی سند تجویز نہیں کر سکا۔

گجرات کی سرزمین علم کے لئے نم بھی رکھتی تھی اور اس کے بیج کے لئے زرخیز بھی تھی۔ قلعہ دار گجرات کے ایک کونے میں وقوع پذیر ہونے کے باوجود اس دولت سے محروم نہ تھا۔ ذرائع آمد و رفت سست رفتار بھی تھے اور کم یاب بھی اگر ملتے تو ان تک رسائی ہر ایک کی نہیں ہو سکتی تھی۔ علم کے دیوانے ان تمام دشواریوں کو خاطر میں نہ لاتے اور یہ حقیقتیں ان کی ارادہ میں سنگ راہ نہ بن سکیں۔

قلعہ دار کے علمی معیار کا احاطہ کرنے کے لئے اس کے ارد گرد اس خطہ میں مشہور علمی درس

Marfat.com

گاہوں کا احاطہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اردگرد علم کی روشن چراغوں کی شعاعیں قلعہ دار کو برابر منور کر رہی تھیں۔

گجرات کے گردونواع میں علم کے چراغ روشن تھے۔ ان کی ضیا پاش کرنیں برابر قلعہ کے خطہ زمین کو بھی روشن کر رہی تھیں۔

سیالکوٹ عرصہ قدیم سے علم وفضل کا منبع رہا ہے۔ قلعہ دار سے کچھ فاصلے پر ہے۔ مغلیہ دور کے دو صاحب علم ملا کمال الدین اور ملا جمال الدین عرصہ دراز تک اس شہر میں علم کی جوت جگاتے رہے۔ اور انکے نامور شاگرد ملا عبدالحکیم سیالکوٹ کے علم مرتبہ کا اعتراف نہ صرف اہل ہند کو تھا بلکہ عراق میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ملا عبدالحکیم کو فلسفہ اور منطق میں تخصص حاصل تھا۔ انکے علمی میکدے سے ہزاروں لوگوں نے اپنی آتش شوق کا سامان حاصل کیا گجرات میں بھی انبوہ عالماں موجود تھا۔ حضرت شاہ دولہ کا روحانی فیض جاری تھا۔ نامور عالم دین میراں فاضل فاضل گجراتی۔ قاضی محمد شفیع۔ قاضی عبدالوہاب صدر الصدور قاضی محمد عابد۔ قاضی محمد رفیع۔ قاضی ارشد۔ قاضی محمد اسلم۔ جمیل۔ قاضی محمد حسین قاضی محمد عاقل اور قاضی محمد سعید علم وحکمت کے وہ درخشدہ ستارے تھے۔ جن سے جہالت کے اندھیروں میں روشنی کی شفق پھوٹتی اور انسان اپنے لئے منزل کا تعین کرتا۔

اورنگزیب عالمگیر کے عہدوں میں عبدالجلیل حسنی واسطی بلگرامی بلگرام سے میرزا ایاز علی کی وساطت سے گجرات میں وقائع نگاری کے منصب پر فائز تھے۔ ماثر الکرام میں ان کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے۔

''مرزا ایاز علی بیگ سوانح نگار حضور بادشاہی لوازم قدر شناسی بجا آوردہ بہ ملازمت سلطان رسانید بادشاہ بہ منصبی شائستہ وجاگیر از محال مسائی پور قریب بلگرام وخدمت بخشگری وقائع نگاری گجرات شاہ دولہ قرین عنائت ساخت او آں جناب دو تاریخ کدمت افشانی کند''

مرا از جناب خلافت عطا شد	ز روئے کرم خدمت عیش افزا
فرد گفت تاریخ تفویض خدمت	وقائع نگاری گجرات زیبا 1112ء

بعد حصول خدمت از دکن محل سفر بے خطہ بلگرام بریست واز آنجا متوجہ گجرات حد ربیع الاول سنہ ۱۱۱۲ء عشرہ بائید الف ۱۱۱۲ء گجرات را مورد برکات ساخت وقریب چہار سال ہر دو خدمت را بہ دیانت و استقلال تمام سرانجام در سنہ ست عشرہ مائۃ الف ۱۱۱۴ء درمیان آمدہ آں جمادی الاول سال مذکور بالگرام تشریف آورد جب بادشاہ نے ۱۱۱۱ء میں ستارہ کا قلعہ فتح کیا جلیل نے ایک رات میں چار زبانوں میں گیارہ قطعہ تاریخ یکطرفہ بادشاہ کی خدمت پیش میں کیے۔

Marfat.com

عربی کا قطعہ:

لما توجہ سلطان الانام الیٰ
رب السمٰوت فی تائید اسلام

اقرا بھائی اصل متنصرہ
لوردیا قادراً الفتاح اکمام

فصار حین الفتاح الاسم مفتحاً
حصن عن عبدوامجاز اصنام

نظرت فی العات یعنی اربعہ
من فوق البھا من غیر ابھام

وجنھن لعام الفتح جنید
رقما علی سنہ من قد ابھام

بعد تلک یدٌ بیضاء قد نزلت
لنظاھرین فیامِن معجز سام

ھذا البدلع من التاریخ الفشاء
عبدالجیل بتائدات ابھام

سوک احمد خان

گجرات کے شمال مشرق میں قصبہ سوک کلاں روشنی کا مینار ملاں عبدالنبی بن عبدالرحمان جامی کی صورت میں اپنی کرنوں سے اس علاقہ کو روشن کر رہا تھا۔ آپ جامع الخیرات۔ دارالفرائض۔ محبوب الفقہ کے مصنف تھے۔ انکی کتاب دارالفرائصن میں آپ کے حالات زندگی کا سراغ ملتا ہے۔ آپ اپنی کہانی اپنی زبان میں بیان کرتے ہیں۔

”می گوئید بندہ نحیف۔ خاکسار بے مقدار۔ خاک پائے عالماں دین وتراب قدم فقراء اہل الیقین فقیر عبدالنبی ولد عبدالرحمان جامی ابن جلال الدین شیخ موسیٰ ساکن موضع سوک احمد وڑائچ غفراللہ ولوالدیہ کہ چوں ترتیب ابواب جامع الخیرات کہ محتوی بر مسائل مبادا ن است فارغ شدم عمر مستعار بغیر از اشغال دیں محض ناداں وتضیع بنا بر می خواستم کہ بقیہ زندگی را صرف دین امر جلیل القدر صرف کنم مجموعہ دیگر در علم فقہ کہ بعلم عوام الناس نزدیک تر باشد۔ مرتب کنم تا ز بعد مرگ من آثار خیر و برکت و درمخ نفد

Marfat.com

روزگار یادگار پائداد برواند وبحکم الحال علی الغیر لفاعلہ امیداوار وارثواب باشم۔ ہم چنیں در تمہید مقدمہ ضروری نمائد کہ در شرح سراجی مطالعہ افتاد از سرور کائنات علیہ فضل الصلوات اکمل الحقیات کہ فرمود تعلمو الرائض وعلموھا الناس فانہا نصف العلم یعنی بیاموز علم الفرائض وبیاموزائد آں راکہ عمرم بدرستی کہ فرائض نصف علم است درخواستہ عذ نصف علم اُست درخواستہ عزمت معطوف بریں ساختم کہ دریں علم شریف نیز رسالہ مختصر بزباں فارسی تحریر کردم تا کہ طائفہ انام مطالعہ آں را آسان داشتہ وخواندن وآموختن آن راں غنیمت بماند۔ واز برکات فضل وثواب آن بہر سعادت جادوانی گردید۔

اندیشہ بودم کہ فرزند عزیز محمد صالح اسلم اللہ تعالیٰ امالۃ وفضلہ امالہ وقفہ بالغیر درخواست نمود کہ ایں رسالہ بہ عبارت نظم مرتب و____ ساز۔ وہ ہر چند ایں حاجہ از قد فقیر دار زتر بوداماں چوں رعایت آں خاطر نور چشم طال عمر۔ از جملہ ضروریات داشت بالفرر بہ استمعد دادتوفیقات الٰہی چند ورقہ شیری در آوردم اگرچی معنی ومطلب مشکل ودشوار بود آں متقیاس وزن وقافیہ می نمود لہٰذا السعی منی ولد نام علی اللہ آنچہ در طبع ناقص در گجینہ آں راز یور علم معقلی ساختہ بصد انعفال در نظر ارباب کمال جلوہ گر کردا۔

گل آور سعدی سوئے بوستاں
بہ شوخی جو قلقل بہ ہندوستاں

امیدور کہ شایاں قبول اصحاب فروع واصول شود نیز از لطف وکرم استاداں عالی مرتبت۔ معانی منزلت آں است کہ اگر در وے سہوے یا خطائے سہونے یا فطانے وقوع آمدہ باشد اللہ آں در تعلیم عنائت وکرمت با اصلاح آرند کہ الںسیان مرکب من السہو والتھان ودرایں رسالہ درالفرائض نام نہادہ شد

کچھ حقائق کتاب کے آخر میں نظم میں بیان کرتے ہیں۔

ہست امید کہ از خیال کنوں
از عنائت حضرت ہم چوں

وز قبول شود ملک وز جائے
بہر بہتر ہرفرد گاہے

ہر طرف در جہاں شوی نامی
نظم عبدالنبی بن جامی

ساکن سوق موضع ہرات
در جوار مدینہ و گجرات

گر بہ خواہی شما رقم کلام

Marfat.com

گیراز سال نظم تمام

۱۲۰۴ھ

نجات المومنین مولوی عبدالنبی کی فارسی نظم میں علم فقہ پر ایک اعلیٰ پائے کی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں مولوی عبدالنبی کی قادر الکلامی کا پتہ اس بات سے ملتا ہے کہ ساری کتب میں ردیف ت اول سے آخر تک استعمال کی گئی ہے۔

اورنگ زیب عالمگیر ایک متدین حاکم بادشاہ ہی نہ تھا بلکہ ایک دین پرور اور علم دوست حاکم تھا۔ اس دور میں عوام دین فطرت کی تعلیمات پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ اور اپنے روزمرہ کے مسائل کا حل دین کی روشنی میں تلاش کرتے تھے۔

گجرات میں دینی علوم پنجابی زبان میں منتقل کرنے کی کوشش کی گئی مولوی حبیب اللہ چوہدوال نے فقہ اکبر اور احوال الآخرت کا ترجمہ پنجابی نظم میں کیا۔ ۱۱۲۰ء میں سراج القاری در رسالہ شریں جس میں تجوید۔ فقہ۔ قرائت کے مسائل پنجابی زبان میں بیان کئے گئے۔ یہ سہرا حافظ محمد اکرم بن امان اور بن عبدالباری بن ابوالفضل بن فتح اللہ بن عثمان بن مخدوم نصیرالدین ملتانی کے سر رہا۔ جو موضع کھٹمن ضلع گجرات میں آباد ہو چکے تھے۔

1187ء میں حافظ محمد فقیر نے رسالہ راعت گفتار تحریر کیا۔

جبکہ حافظ محمد رمضان ساکن چک سکندر نے 1197ء معرفت الآخرت اور کسب نامہ بافندگان تصنیف کئے۔ 1197ء میں واصل گجراتی نے مباشرت نامہ لکھا۔ خواجہ فرد فقیر نے روشن دل لکھی۔

کنجاہ قلعہ دار کے قریب ایک علم پرور اور علم دوست لوگوں کی بستی ہے۔ اس سرزمین سے نامور فضلاء نے جنم لیا جن میں لطف اللہ مرہب۔ خوشی محمد اور ملا غنیمت کنجاہی شامل ہیں۔

حاجی محمد نوشہ گنج بخش موضع ساہنپال میں علم کی جوت جگا رہے تھے۔ خیالی کا حاشیہ نوشہ گنج بخش کے پوتے کی تصنیف ہے جو کہ کیرانوالہ کے کسی کتب خانے کی زینت ہے۔

قاضی رضی الدین کنجاہی

اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کے مشہور عالم دین تھے۔ اس عہد میں وہ دو سال تک گجرات کے حاکم رہے اور قضا کے عہدے پر فائز تھے۔ حضرت شادولہ سے خصوصی مراسم تھے۔ کرامت نامہ شاہ دولہ مصنفہ مشتاق رام میں آپ کی شاہ دولہ سے متعدد ملاقاتوں کا ذکر ملتا ہے۔ تصوف میں نوشاہیہ فرقہ

Marfat.com

سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت حاجی محمد نوشہ بخش ساکن ساہنپال کے دست حق پر بہت پر بیعت تھے۔ محمد اشرف منچری اپنی کتاب کنز الرحمت میں آپ کے متعلق لکھتے ہیں کہ

زہے زہدہ خاص قاضی رضی — کہ او بود محکم بہ شرع نبی
فروع و اصولش ہمہ یاد بود — براہ فدا داشت درجہ دنی
نمودے بہ ہر گمراہ راہ حق — براہ آوریدے ہزاراں غوی
ہمہ وقت مدہوش مانند عشق — بر د بود جذب ولایت قوی
مرو اشرف وز جادہ پیر خولش — کہ زیں رہ بہ کعبہ مصا صدری
شریعت شنا و طریقت وقار — نہ بود ثانی او دراں روزگار
از آباد و اجداد قضا داشتند — ہمہ ارت برخوردر و اداشتند
ز اہل دول بود دز احتراز — ہمہ وقت مشغول زہد و نماز
بہ خواہش نہ رفتے بہ پیش ملوک — رواں بود ہر دمہ برراہ سلوک
بہ ذوق بہ شوق انچاں بود ہست — جز از نام نوشہ نہ رفتے ز دست
دلے حوصلہ داشتے با کمال — کہ می کردوادا چنیں ضبط حال

قاضی رضی الدین علاقہ کنجاہ کے قاضی مقرر ہوئے تھے۔ اس نسبت سے کنجاہی مشور ہو گئے۔ آپ نے ایک تذکرہ حالات تصنیف کیا جو کہ اب ناپید ہے۔ اس کا حوالہ پیر محمد شیر قریشی ساکن میانی پنڈی ضلع گجرات نے اپنی کتاب حدیقہ الارباب فی مناقب اقطاب تصنیف 1297ء میں درج کیا ہے۔

درمیان خبر ولادت حضرت قطب الاقطاب قبل از پیدائش بہ عرصہ دوصد سال در کتاب مولفہ جناب قاضی القصاہ قاضی رضی الدین قلعہ داری کے یکے از منقبت فیوض دین بود درج است

اس حوالہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ قاضی رضی الدین قلعہ دار کے تھے۔ نوشاہی کی کتاب میں درج ہے کہ آپ ایرانی النسل تھے اور مرزا ہشرن بیگ کے ہمراہ پنجاب میں آئے اور قلعہ دار بسایا۔ جامع شاہی قلعہ دار کے اولین استحاد اور قاضی۔ خطیب۔ قاضی رضی الدین ہو سکتے ہیں۔

غنیمت کنجاہی

اس فارسی گو شاد کے کلام کو اس کے نام سے زیادہ شہرت ملی۔ اس کے فنی شاہکار اس کے ذاتی کوائف سے زیادہ معروف ہوئے مثنوی نیرنگِ عشق ان کی قادر کلامی کا وہ ثبوت ہے جس کا اعتراف اہل

Marfat.com

ایران کو بھی ہے۔اس کے علاوہ ایک فارسی دیوان اور ایک مثنوی گلزار محبت بھی اس کی طبع موزوں کا نتیجہ ہے۔مثنوی نیرنگِ عشق کی شہرت ملا غنیمت کی ذاتی عرفیت پر سبقت لے گئی۔اہل تحقیق کو ملا کے اصل نام پر بھی اختلاف ہے۔عطا محمد گجراتی غنیمت کا نام محمد اکرم اور والد کا نام محمد افضل بتاتے ہیں۔اور انہیں مفتیان شادیوال سے منسوب کرتے ہیں۔مفتیان شادیوال کے مورث اعلیٰ مفتی علاؤالدین اکبر کے زمانہ میں شادیوال آئے تو ان کی دو شاخیں معرض وجود میں آئیں۔ایک شاخ مفتی کہلائی اور دوسری نرخی۔تذکروں میں ملا غنیمت کے نام کے ساتھ نرخی کا اضافہ بھی ملتا ہے۔سید شریف احمد شرافت انہیں ایرانی النسل ٹھہراتے ہیں۔عطا محمد گجراتی کی تحقیق قیاس کے قریب تر ہے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ چغتائی مثنوی نیرنگ عشق کے ایک نسخہ جو کہ بیجاپور سے دریافت ہوا کے حوالے غنیمت کا وطن شاہ جہاں پور پایا ہے۔شاہ جہاں پور کو دہلی قرار دیتے ہیں۔

نواب بہٹرن بیگ نے اپنی بیوی لاڈلی بیگم کو قلعہ دار اور اس کے مصافات بطور حق مہر ہبہ کر دیئے اس ہبہ نامہ میں شاہ جہاں پور کا ذکر ملتا ہے۔جو کہ نواب قلعہ دار کی عملداری میں تھا۔شاہ جہاں پور کے آثار اب زمانے کی گردش کے نذر ہو چکے ہیں۔شائد وہ علاقہ جو شاہ جہاں پور تھا راجہ گنج کی بسائی ہوئی بستی میں شامل ہو گیا ہے۔

اس کا اس بات سے بھی ثبوت ملتا ہے کہ ملا غنیمت ایرانی النسل تھے۔قیاس میں کہا جاتا ہے کہ ایران سے ایک قافلہ نواب بہٹرن بیگ کے ہمراہ اس علاقہ میں وارد ہوا۔نواب صاحب نے قلعہ دار آباد کیا۔اور ان لوگوں کا پہلا مسکن قلعہ دار تھا بعد میں یہ لوگ شاہ جہاں پور میں آباد ہو گئے جو کنجاہ اور قلعہ دار کے درمیان واقعہ ہے۔کنجاہ صدر مقام تھا۔یہ لوگ صدر مقام کی نسبت سے مشہور ہوئے۔

ملا غنیمت کی مثنوی گلزار محبت کے ایک قلمی نسخہ پر غنیمت کے نام کے ساتھ نرخی کا اضافہ ملتا ہے۔نرخی مفتیان شادیوال کی شاخ ہے۔شادیوال۔شاہ جہاں پور قلعہ دار کے حصے قیاس کئے جاسکتے ہیں۔

خالصہ عہد میں بھی دیں اسلام کی شمع فروزاں رہی۔اس عہد میں دین اسلام کے پیروکاروں نے اسے اپنے خون سے روشن رکھا۔

وزیر آباد کو خالصہ عہد میں مرکزی حیثیت حاصل تھی اور قلعہ داران دنوں پرگنہ وزیر آباد میں شامل تھا۔سردار جوہد سنگھ پرگنہ وزیر آباد کا حاکم تھا۔وزیر آباد میں مولوی محمد عابد ابن حافظ غلام رسول جید عالم تھے ان کا فتویٰ چلتا تھا۔سرکاری فرامین اور فتووں پر انکی مہریں ثبت دیکھی گئی ہیں۔مولوی محمد عابد صاحب تصنیف عالم تھے۔شرح ایسا غوجی مجموعہ وظائف اور شرح قصیدہ غوثیہ کے قلمی نسخے کتب خانہ

Marfat.com

قریشیہ میں موجود ہیں۔ فقہی مسائل پر مشتمل رسالہ عقیقہ پنجابی نظم میں انکی یادگار ہے ان کی چھ سات پشت تک علم وحکمت روائت بدستور جاری رہی۔

گجرات میں مولوی محمد صالح گجرات کی درس گاہ مرجع خواص و عام تھی۔ صاحب سنگھ کے زمانے میں یہ درسگاہ علوم دین اسلامیہ کی واحد علامت تھی۔ دور دور سے لوگ آکر اس درس گاہ میں دین سیکھتے اور عالم دین بن کر نکلتے۔

شادیوال قلعہ دار کے متصل ایک گاؤں ہے۔ اس میں دین کے روشن چراغ مفتی علاؤالدین تھے اور ان کی اولاد مفتی محمد یونس کے علم وفضل روشنی دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ مولوی احمد جی صاحب مفتی صاحب کے ہونہار شاگردوں میں سے تھے۔ ان کے روحانی تصرف کا معترف ایک زمانہ تھا۔

قلعہ دار میں مولوی صدرالدین ابن حافظ ابوتراب جامع شاہی قلعہ دار میں درس دیتے تھے۔ اور ان کی علمی فضیلت کا کمال تھا کہ قلعہ دار علمی حلقوں میں نمایاں حیثیت کا مالک تھا۔ مولوی صدرالدین کے تفصیلی حالات گردش زمانہ کی نذر ہوگئے۔ مولوی صدرالدین مولوی محمد صالح گجرات کے عزیز شاگردوں میں سے ایک تھے۔ بعد میں بوریاں والی چک سکندر میں ضلع گجرات میں تشریف لے گئے۔ پھر وہاں سے جہلم چلے گئے۔ اور وہاں درس وتدریس کا سلسلہ دراز کیا۔ وہیں وفات پائی اور مسجد کے صحن میں دفن ہوئے۔ ان کی اولاد سے بلند پایاں عالم دین پیدا ہوئے۔ جن میں مولوی برہان الدین جہلمی۔ مولوی یٰسین۔ مولوی عاصم سرتاج علمائے پنجاب ٹھہرے۔

مولوی صدرالدین کے قلم سے نوشتہ متعدد کتابیں قلعہ داریوں کے کتب خانہ میں موجود ہیں جن سے ان کی علمی فضیلت عیاں ہوتی ہے۔ نغرک شرح زرادی کا ترجمہ لکھتے ہیں۔

تمت بعنہ کرمہ وکرکتاب شرح زرادی مسمی بر نغرک فی یوم الثلثہ وقت الضحیٰ شھر ذیقعد من ہجرۃ النبی اثناعشرہ تسع سنین ۱۲۹۹ھ حقر العباد اراجی الی اللہ رحمۃ الرحیم صدرالدین ابن ابی تراب متوطن متوعن قلعہ دار ضلع گجرات شاگرد قدوۃ الانام بجمہ علماالزمان وصی اللہ ورق حضرت میاں محمد صالح بطول حیاتہ التلامذہ رفع درجاتہ احسن اللہ علیہ الدنیا والعقبیٰ وصل اللہ اخرہ وخیر من اول

شافیہ ابن حاجب کے آخر میں لکھتے ہیں۔

قدتمت الشافیہ من ید الملتجی الی اللہ الغفور صدرالدین ابن ابی تراب غفر اللہ ولوالد بالفضل والجود

حاشیہ عبدالغفور کے آخر میں سند تحریر 1270ھ صحن مسجد شاہ دولہ آپ نے 1278ھ میں وفات پائی حافظ غلام محی الدین کنجاہی نے قطعہ تاریخ وفات لکھا۔ سال فوت جناب صدرالدین۔ بادمرحوم رحمت رحمان 1248ھ

Marfat.com

گل محمد وزیرآبادی

قلعہ دار کی جامع شاہی میں خطیب تھے۔ان کے حالات زندگی طاق نسیاں کی زینت بن گئے۔اور ماضی کی میراث بنے اِن کا نام اور کام زندہ ہے۔قلعہ دار میں انکی قبر موجود ہے۔مقامی کتب خانوں میں انکی تصانیف ملتی ہیں۔جن سے انکے علمی مرتبے کا تعین ہوتا ہے۔ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے چشمہ فیض سے تعلیم یافتہ تھے۔علم منطق میں تخصیص رکھتے تھے۔علم منطق کی مشہور کتاب خیالی پر آپ کا تکمیلی حاشیہ ملتا ہے۔جو علم وادب کی دنیا کا ایک اعلیٰ شاہکار ہے۔اس کے متعلق کسی شاعر نے یوں کہا ہے۔

خیالات خیالی بس بلنداست　　نہ انجا حل قل احمد نہ جنداست
و لے عبدالحکیم از راہ حالی　　بحل کردہ خیالات خیالی

ان کی تصانیف میں شرح درود مستغاث بھی ملتی ہے جو کہ انہوں نے اپنے بیٹے ابوالحسن کے لئے لکھی

زاد مسافران کی تیسری تصنیف ہے جو کہ تصوف کے مسائل حل کرتی ہے۔چوتھی تصنیف تفسیر مختصر ہے جو فن تفسیر کی کی گتھیاں سلجھاتی ہے اور قرآن حکیم کی بعض اجزاء کی تفسیر ہے۔

ان کتابوں سے انکی اولاد کی نشان دہی ہوتی ہے۔ان کے دو بیٹے تھے۔ابوالحسن۔سلیم مگران کے حالات پر بھی زمانے کی گرد چھا چکی ہے۔ان کی تصنیف شرح درود مستغاث کا ایک نسخہ مولوی محمد عابد وزیرآبادی کے ہاتھ کا نوشتہ ملتا ہے۔مولوی محمد عابد کا زمانہ 1192ء اس سے مولوی گل محمد کے زمانے حیات کا تعین ہوتا ہے۔

مولوی گل محمد نے اپنی تصانیف میں اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے لئے فارسی اور عربی زبانوں کا انتخاب کیا ہے۔وہ ان زبانوں پر مکمل عبور رکھتے تھے۔

انگریزی عہدِ حکومت

1849ء میں پنجاب پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا مکمل قبضہ ہوگیا اور وہ کمپنی بہادر کے نام سے ہندوستان اور پنجاب پر حکمرانی کرنے لگی۔1858ء میں گورنمنٹ برطانیہ نے گورنمنٹ آف انڈیا کونسل ایکٹ نافذ کر دیا جس کی رو سے ہندوستان اور پنجاب کی حکومت کو براہ راست تاج برطانیہ کے ماتحت کر دیا گیا۔

Marfat.com

حکومت برطانیہ کو ہندوستان کے مکینوں کو قابو میں لانے کے لئے بے پناہ مشکلات کا سامنا تھا۔ اس لئے انہوں نے نیم فوجی آمرانہ طرز حکومت کی بنیاد رکھی۔ تین افراد پر مشتمل ایک انتظامی بورڈ بنایا گیا۔ جس کی معاونت کے لئے فوجی اور سول افسران کی خدمات حاصل کی گئیں جنگی انتظامی اور عدالتی اختیار حاصل۔ اس کے علاوہ 8000 نفوس پر مشتمل ملٹری پولیس فورس قائم کی گئی۔

پنجاب کو 15 انتظامی ڈویژنوں میں تقسیم کیا گیا۔ ڈویژن کا سربراہ کمشنر ہوتا تھا۔ اور ہر ڈویژن کو 21 اضلاع میں تقسیم کیا گیا۔ اور ہر ضلع 1000 دیہات پر مشتمل ہوتا۔ ضلع کا انتظامی سربراہ ڈپٹی کمشنر ہوتا۔ جس کی معاونت پانچ ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کرتے۔ ضلع تحصیلوں میں منقسم ہوتا۔ تحصیل میں 150 دیہات ہوتے۔ تحصیل کا سربراہ تحصیل دار ہوتا۔ نائب تحصیل صدر اس کی معاونت میں ہوتا۔ اس کے بعد ذیل کا نمبر آتا ہے۔ جو دس سے تیس دیہات پر مشتمل ہوتی۔ ذیل پر عملداری ذیل دار کی ہوتی۔ جو زمیندار غیر سرکاری فرد ہوتا اور بااثر زمینداروں میں سے لیا جاتا۔ ذیل دار نمبرداروں کی نگرانی کرتا۔ ذیل دار اعزازی پولیس افسر کا بھی کام کرتا۔ گاؤں کی سطح پر نمبردار حکومتی نمائندہ ہوتا۔ چوکیدار اس کی مدد کرتا۔ گاؤں میں چوکیدارہ نظام رائج ہوتا۔ چوکیدار کے فرائض میں رات کے وقت پہرہ دینے کے علاوہ۔ گاؤں میں موت۔ پیدائش۔ چوری۔ لڑائی جیسے واقعات کا ریکارڈ رکھتا اور متعلقہ محکموں میں اس کی رپورٹ کرتا۔ زمیندار ایسے مقامی زمینداروں سے لیا جاتا جس کی حکومت سے وفاداری شک و شبہ سے بالاتر ہوتی تحصیل گجرات میں قلعہ دار اور شادیوال کا زمیندار چوہدری بوٹا خان مقرر رہا۔

شہر گجرات کو ضلع کا درجہ حاصل تھا۔ اس کی تین تحصیلیں تھیں کھاریاں پھالیہ اور گجرات۔

1860ء میں صوبوں میں امن عامہ قائم کرنے کے لئے پولیس کا محکمہ بنایا گیا اس کے علاوہ محکمہ تعلیم کی بنیاد رکھی گئی اور ہر ضلعی صدر مقام پر ایک سکول کھول دیا گیا۔ بعد میں یہ سہولت گاؤں کی سطح پر آ گئی قلعہ دار میں مولوی قل احمد قریشی گورنمنٹ کے قائم کردہ سکول کے پہلے معلم تھے۔

ذرائع آمدورفت کے لئے ریل کا نظام رائج کیا گیا۔ گاؤں کی سطح پر نمبرداری نظام قائم کیا گیا۔ قلعہ دار میں برطانوی عہد حکومت کے مختلف ادوار میں مرزا ہاشم بیگ۔ فوجدار بیگ۔ اسلم بیگ۔ اللہ دتہ بیگ۔ عنائت بیگ۔ اور لالہ حاکم رائے نمبردار مقرر رہوئے۔ 1849ء سے 1856ء تک لارڈ ڈلہوزی گورنر جنرل تھا۔ جو بعد میں ہندوستان کا پہلا وائسرائے بنا۔ اس کے عہد حکومت میں محکمہ ٹیلی گراف۔ تعمیرات عامہ کا قیام عمل میں آیا۔ محکمہ تعلیم میں اصلاحات نافذ کی گئی۔

1857ء میں دیہات کا بندوبست اراضی کا نظام عمل میں آ رہا ہے۔ زمین۔ اسکے مالکان۔ دیہات کے کوائف بنائے گئے۔ اور ریکارڈ رکھے گئے۔ قلعہ دار کے کوائف کتاب کی صورت میں سنٹرل

Marfat.com

ریکارڈ آفس میں موجود ہیں۔

1867ء میں دوسرا بندوبست اراضی بنایا گیا جس میں کوائف کی تفصیل درج تھی۔ گاؤں کی حد بندی۔ مالکوں کے سوانحی کوائف۔ ضلع کی سطح پر ریکارڈ شدہ کوائف ضلعی گزیٹر کے نام پر بنائے گئے۔

انگریزی حکومت کے خدوخال واضح ہونے لگے۔ انگریز نے زندگی کے مختلف مسائل حل کرنے کے لئے ادارے قائم کیے یہ ادارے بہت مضبوط ہوتے۔ کسی کو ان اداروں کی کارکردگی میں دخل اندازی کی اجازت نہ تھی۔ ان اداروں کے کام میں مداخلت کارسرکار میں مداخلت سمجھی جارتی تھی۔ جسکی کڑی سزا تھی۔ ان اداروں کی مضبوطی اور کارکردگی انگریزی حکومت کے استحکام کی ضامن تھی۔

1852ء میں قلعہ دار کے شاہی مسجد کے متولی حضرت خان محمد قریشی فوت ہوئے۔ انکی جگہ پر مسند ارشاد پر انکے صاحب زادے مولوی فضل احمد قریشی رونق افروز ہوئے۔ آپ 1917ء تک درس محمد یہ جو کہ خان محمد قریشی کا قائم کردہ دینی مدرسہ میں تھا کے انتظام وانصرام میں مشغول رہے۔ 1917ء کے بعد اس درس کی رونق کو برقرار رکھتے ہیں انکے صاجبزادے مولوی محمد عالم قریشی کی مساعی جمیلہ کارفرما رہی 1867ء میں قلعہ دار میں آتش کدہ کی عمارت کی تعمیر مکمل ہوئی۔ پنڈت منسارام کے لیے ست رام کے زمانے میں تحصیل دار سورج کور کے زیر اہتمام یہ کام مکمل ہوا۔ روائت یہ ہے کہ اس آتش کدہ کی تعمیر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے شروع کرائی تھی۔ آتش کدہ کی تعمیر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے شروع کرائی۔ آتش کدہ کی تعمیر کے متعلق حقائق ماضی کے دھند میں غائب ہو چکے ہیں۔ البتہ روائتیں عام ملتی ہیں۔ دریائے چناب کے کنارے واقعہ موضع موہلہ کے ایک عالم دین میاں محمد بخش نے آتش کدہ کی عمارت کی تعمیر مکمل ہونے پر تاریخ تعمیر نکالی۔

بکرمی ۱۹۲۳ء

حکیم تالاب شدز . صاحب ہات
درقلعہ دار بہر پوجا ہاتھ

سال ست رام چوں بہ تاریخ ایں
پختہ سروے زوان دنیا ناتھ

۱۲۸۳ھ 1867ء

وقت تحصیل دار سورج کور
جملہ اہتمام اوشد باتھ

حکم حوض آمدہ زصاحب جاہ

Marfat.com

در قلعہ دار داغ ساز نگاہ

بکرمی ۱۹۲۳ء

عدوست رام چوں بہ تاریخش
گنج بخش بہ شرف بنہ

۱۳۸۳ھ 1867ء

شد از حکم صاحب بہ پنڈت ندا
نشان در قلعہ دار ساز از تلا

یہ تاریخ ست رام جو ازحساب
شفا بخش آبش مکرے فنا

۱۳۸۳ھ ۱۸۶۷ء

در قلعہ دار حاکم داغ بدور
شد بہ تحصیلدار سورج کور

سال تاریخ مومن پنڈت آں
شد نوازش مدائے بہ بشرف بداں

سکھ حکومت نے پنڈت منسارام جی کو جاگیر عطا کی تھی۔ منسارام کشمیری پنڈت تھے۔ شاتری کی تعلیم دیتے تھے۔ یہ تعلیم ہندوستان میں تین جگہ پر دی جاتی تھی کشمیر۔ بنارس۔ قلعہ دار۔ اسی زمانہ میں قلعہ دار میں پاٹ شالا۔ گاؤ شالا۔ دھرم شالا۔ وجود میں آئے۔ سکھ حکومت کی مدد سے دھونی صاحب کی خوبصورت عمارت کی تعمیر شروع ہوئی۔ اور انگریزی عہدوں کے شروع زمانہ میں یہ مکمل ہوئی۔ دھونی صاحب 18 ایکڑ قطعہ زمین پر تعمیر ہوئی۔ وسط میں دھرم شالا تھا۔ اس کی چھت پر ایک وسیع وعریض تالاب کی شکل میں انگیٹھی تھی جس میں آگ سلگتی رہتی تھی۔ اگر یہ بجھ جاتی تو ایک آدمی پاپیادہ کشمیر جاتا اور وہاں سے آگ کی چنگاریاں لاتا۔ تو یہاں پر آگ بھڑک اٹھتی۔ اس انگیٹھی کی چھت نصف قطر دائرہ کی شکل کا گنبد تھا۔ انگیٹھی کی چاروں طرف دیواریں تھی جسن کے دروازے ہر طرف کھلتے تھے۔

دھرم شالہ کے اردگرد رہائشی مکانات تھے۔ شمال کی طرف پنڈت اور انکی اہل خانہ رہتے تھے۔ انکے یہ رہائشی مکانات ذوق آشیاں بندی کے غماز تھے۔ ان کے سامنے پانی کا تالاب جو ہر وقت لبالب تازہ پانی سے بھرا رہتا تھا۔ تالاب کے شمالی حد پر غسل خانے تھے۔ مردانہ اور زنانہ الگ الگ بندوبست تھا۔ تالاب کی مشرقی سرحد پر شوالہ تھا جس میں بت رکھے تھے۔ دھرم شالہ کے جنوب میں

Marfat.com

خادموں کے رہائشی مکان تھے اور جانوروں کے لئے چھپر تھے۔ گھوڑے۔ ہاتھی۔ اور گائیں وہاں رکھی جاتی تھیں۔ دھرم شالا کے مغربی سرحد میں قلعہ نما دروازہ تھا جو ایک ڈیوڑھی میں کھلتا جہاں دھرم شالا کی حفاظت کے لئے خادم پہرہ دیتے تھے۔ دھرم شالا کے شمال اور جنوب کے علاقے میں پنڈتوں کے باغات تھے جن میں ہر قسم کے پھل دار درخت موجود تھے۔

مرزا اعظم بیگ ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر گجرات اپنی کتاب تواریخ گجرات میں لکھتے ہیں کہ "گروست رام پنڈت کشمیری۔ کشمیر سے اس قصبہ قلعدار میں سکونت پذیر ہوئے۔ وہ گورو راجہ دینا ناتھ صاحب دیوان مہاراجہ رنجیت سنگھ کے تھے۔ انکے چیلہ گوروست رام آتش پرست تھے۔ آگ بجھنے نہیں دیتے تھے۔ مندر پختہ ہے۔"

پنڈت حضرات بڑے مخیر تھے۔ ہر روز ایک آدمی کو کھانا کھلاتے تھے۔ سال میں دو دفعہ یگیہ مناتے۔ اس دن غریبوں میں حلوہ پور تقسیم کی جاتی۔ یگیہ کے زمانے میں چراغاں ہوتا۔ دور دراز علاقے سے پنڈت جمع ہوتے۔ راستوں اور سڑک پر دو رویہ کھڑے ہوتے۔ تلسی اور گیندے کے پھول کی پتیاں نچھاور کی جاتیں۔ صبح صادق کے وقت گھنٹیاں بجائی جاتیں۔ پنڈتوں کے عقیدے کے مطابق گھنٹیوں کی آواز سے رشی بیدار ہوتے۔

دھرم شالہ کے دیواروں پر ہندو دیوتاؤں کی تصویریں کی مصور کشی ملتی تھی۔ یہ تصویریں ہنومان جی کی تھیں۔

1885ء میں انڈین نیشنل کانگریس کا قیام عمل میں آیا۔ اس جماعت کا مقصد ایک ایسی سیاسی جماعت کو وجود میں لانا تھا جو ہندوستان کے باشندوں بلا لحاظ مذہب و ملت انگریز کی حکومت میں مناسب نمائندگی دلا سکے۔ اور مجلس قانون ساز میں نمائندگی کر سکے۔ اعلیٰ سرکاری ملازمتوں میں ہندوستانیوں کو شامل ہونے کا موقع مل سکے۔

اس جماعت کا بہ ظاہر مقصد ہندوستان کے تمام مکاتیب فکر کے افراد کی بلا لحاظ مذہب و ملت۔ بہبود اور حقوق کی نگہبانی تھا۔ مگر یہ بات جلد ہی واضح ہو گئی کہ یہ تنظیم صرف ہندوؤں اور سکھوں کے مفادات کی نگہبانی کرتی ہے۔ چنانچہ 1906ء میں مسلم مفادات کی نگہبانی کے لیے مسلم لیگ کا اعلان کر دیا گیا۔

1903ء میں قلعہ دار میں خزانہ عامرہ دریافت ہوا۔ اڑھائی من سونے اور چاندی کے سکے ایک مٹی کے برتن سے ملے۔ یہ پہلے شاہ جہاں کے عہد کے تھے۔

قلعہ دار کے راجپوت کھوکھر خاندان کے ایک فرد غلام حیدر کے بیٹے نظیر حسین نے اپنے

Marfat.com

مکان کی تعمیر شروع کی۔ اس کی بنیادیں کھودی جا رہی تھیں۔ کہ اچانک کدال کی ضرب سے سونے چاندی کے سکے ابل پڑے۔ سونے چاندی کے سکوں پر لوگ ٹوٹ پڑے اور لوٹ کر لے گئے۔ باقی جو رہ گئے تھے وہ سرکار کے خزانے کی زینت بنے۔ نذیر حسین کے حصہ میں صدمہ اور غم آیا جو اسے لے ڈوبا۔ نذیر حسین چند دن کے بعد فوت ہو گیا۔

1915ء میں جنگ عظیم اول چھڑ گئی۔ برطانیہ اس میں فریق تھا۔ اس جنگ میں ہندوستانی باشندوں نے اس شرط پر حملہ کیا کہ جنگ کے اختتام پر ان کے آئینی حقوق اور آزادی کے لئے راہ ہموار کر دی جائے گی۔ جنگ جیتنے کے بعد انگریزی حکومت لیت ولعل سے کام لینے لگی۔ ہندوستانی باشندوں میں سیاسی شعور بیدار ہو چکا تھا۔ اور وہ اپنے حقوق کے لئے احتجاج کا راستہ اپنانے کا ارادہ کر رہے تھے۔ انگریز اس صورت حال کو اپنی بقا کا خطرہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ 1919ء میں بدنام زمانہ رولٹ ایکٹ نافذ کر دیا گیا۔ اس ایکٹ کی رو سے ہندوستان کے باشندوں کو بنیادی انسانی حقوق سے بھی محروم کر دیا گیا۔

اس ایکٹ کے منظور ہوتے ہی ہندوستان کی تمام سیاسی جماعتوں نے احتجاج کرنے کے لئے کرم چند گاندھی کی ستیہ گرہ تحریک میں شرکت کا اعلان کر دیا۔ اپریل ۱۹۱۹ء میں ہندو مسلم۔ سکھ اور تمام سیاسی جماعتوں کے کارکن اُمرتسر میں جمع ہونا شروع ہو گئے۔ اس اجتماع سے خوف زدہ ہو کر حکومت نے فوج کی مدد طلب کر لی۔ فوج کے کمانڈر جنرل اڈوائر نے ہجوم کو منتشر ہونے کا حکم دیا اور دو منٹ منتشر ہونے کے لئے دیئے اس کے بعد اس نے گولی چلا دی۔ 400 کے قریب لوگ مارے گئے اور 1300 زخمی ہو گئے۔ اس کے بعد مارشل لاء لگا دیا گیا۔

۱۹۱۹ء میں ایک ایکٹ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۱۹ء نافذ ہوا جسکی رُو سے ہندوستان کے عوام کو حکومت کی کاروائی دیکھنے کی اجازت مل گئی۔

۱۹۱۹ء کی اصلاحات کے تحت پنجاب کی پہلی لیجسلیٹو کونسل ۱۹۲۱ء میں وجود میں آئی۔ گورنر پنجاب نے اس کونسل میں پنجاب کے دو نمائندوں کا انتخاب کیا۔ میاں فضل حسین۔ اور لالہ ہرکش لال سکھوں کی نمائندگی سندر سنگھ مجیٹھہ کر رہے تھے۔

میاں فضل حسین کی کوشش سے پنجاب کے مسلمانوں میں تعلیم عام ہوئی۔

مسلمانوں کے لئے سرکاری محکموں میں ملازمت حاصل کرنے کے لئے راہ ہموار ہوئی۔ اور انگریز کو قائل کیا گیا کہ مسلمانوں کو حکومت میں مناسب نمائندگی ملنی چاہیے۔ پنجاب کے مختلف پروفیشنل کالجوں مثلاً میڈیکل کالج۔ انجینئرنگ کالج اور لاء کالج میں مسلمانوں کے لئے نشستیں مخصوص کرائیں۔ میونسپل کمیٹیوں میں فرقہ دارانہ نمائندگی کے لحاظ سے دھاندلیوں کا ارتکاب ہو رہا تھا۔ جن کمیٹیوں میں فرقہ

Marfat.com

دارانہ انتخاب کا اصول رائج تھا۔ وہاں مسلمانوں کی نشستیں ان کے حقوق سے کم تھی جہاں مخلوط انتخابات کا طریقہ رائج تھا وہاں بھی مسلمانوں کی نشستیں کم تھی۔ میاں صاحب نے اس کا فی الفور نوٹس لیا اور ایک تفصیلی فارمولا تیار کیا جس کے نتیجہ میں مسلمان جہاں اقلیت میں تھے۔ وہاں اکثریت میں تبدیل ہو گئے۔

1925ء میں پنجاب میں ایک نئی جماعت وجود میں آئی۔ یونینسٹ پارٹی اس پارٹی کو حکومت کی حمایت حاصل تھی۔ اس زمانے میں سرگرم عمل سیاسی پارٹیاں جو قابل ذکر ہیں۔ مسلم لیگ۔ کانگریس اور یونینسٹ پارٹی تھیں۔

1929ء میں دریائے چناب میں سیلاب عظیم آیا۔ قلعہ دار کی شاہی مسجد شہید ہو گئی۔ اس دور کے اس مسجد کے متولی محمد عالم قریشی نے اس مسجد کی تعمیر نو کا بیڑا اٹھایا۔ مسجد کی بنیاد مولوی قل احمد قریشی کے ہاتھوں رکھی گئی۔ مسجد کی بنیاد میں رائج الوقت سکے بکھرے گئے اور دعائے خیر کے ساتھ تعمیر کا آغاز کر دیا گیا۔

قاضی عطاء محمد نائب تحصیلدار گجرات نے تاریخ تعمیر نکالی جس کے ہر دو مصرعہ اور عنوان سے تاریخ تعمیر ۱۳۳۸ھ برآمد ہوتی ہے۔

﴿تاریخ مسجد زیبا ۱۳۳۸ء﴾

کردعالم مسجد زیبا جو سعی خوذ بلند
چاہ اعلیٰ حوض اصفیٰ لب لب ازتالیں
مہدی حنفی محمد عالم آں مرد خدا
محمد بنیانُ بیت اللہ رب العالمین
از حریم وطاق محرابش ہمی آید بگوش
جاہدو والعلم قوم الظالمین
بشنو از ہر مصرعہ سازد عیاں سال بنا
با عطا با نوع دیگر گفت ہم روح الامین

فی تاریخ 1338

اے خوشا زیبا چو کعبہ آنکہ عالم زد بلند
حوض اسویٰ مسجد عالی زبنیاد قدیم
مسجد اعلیٰ و اقویٰ ہمسر بیت الحرم

Marfat.com

بانیش علامہ کوداں ثانی عبدالحکیم
ہر کہ باجاہ بہ سبزہ مثل نہرِ سُلبیلیل
مسجد اکواب کو زیبا رشک جنات النعیم
اہل اسلام اند باعجز اخلاص و نیاز
رب الھادی اھدنا الصراط المستقیم
مسجد گاہ چہ گنج زیبائے کہ جناب الخلود
صادق ازدل شودان اللہ تواب الرحیم
راہ نما گردید ہر یک مصرعہ از سال بنا
بہ یاقوت از عطا وازلطف رحمٰن الرحیم

مسجد میں گچ کا کام ایک سال تک جاری رہا۔ یہ کام 1334ء میں مکمل ہوا۔ مسجد کی دیواروں پر قرآنی آیات علامہ محمد عالم قریشی نے اپنے قلم سے تحریر کیں۔ آپ اعلیٰ پائے کے خوشنویس تھے۔ اور فن خطاطی میں سے یدطولیٰ رکھتے تھے۔ آپ نے مسجد کی پیشانی پر خط کوفی میں اسماء الحسنیٰ تحریر کیے۔

ملک محمد جہلمی جوفن تعمیر سے تعلق رکھتے تھے۔ ٹھیکیداری کرتے تھے۔ شاعر قادر الکلام تھے۔ ذریعہ اظہار فارسی تھا۔ انہوں نے قطعہ تاریخ گچ شدن مسجد تحریر کیا۔ مسجد کی مشرقی دیوار پر کچھ شعر باقی رہ گئے ہیں۔

فاضلے از فاضلاں محترم — مقتدائے سنیان پاک دم
واعظ شریں بیاں قادر کلام — پاسباں امت خیر الامم
اسم پاک آں محمد عالم است — درخیال مدح اولرزد قلم
از قریشیان عرب اوردارونسب — درصف اسلامیاں ثابت قدم
کرد تعمیر ایں مبارک مسجدے — مسجدے یا خطہ بیت الحرم
بانش اول نواب قلعہ دار — بانش ثانی کہ ثانی اوست کم
من بہ فرمان سر پیغمبراں — بانش را مژدہ جنت دہم
برمنار آں ملائک پر کند — صحن مسجد ساخت گلزار ارم
من بہ ابجد زد رقم — لیک نائم درحساب پیش دم

اے ملک تاریخ تعمیرش بگو

Marfat.com

یکم مئی ۱۹۲۷ء میں سَر محمد شفیع کی صدارت میں مسلم لیگ کا جلسہ ہوا۔ سَر شفیع کو مسلم لیگ کا صدر۔ علامہ اقبال کو جنرل سیکریٹری چنا گیا اور یہ مطالبہ کیا گیا کہ نہ صرف پنجاب بلکہ پورے ہندوستان میں مسلمانوں کو بلا کم و کاست آئینی حقوق دے دیئے جائیں۔

۳۳-۳۲-۱۹۳۱ء میں انگریز نے ہندوستان کی عوام کو آئینی حقوق عطا کرنے کے لئے شملہ کے مقام پر یکے بعد دیگر تین کانفرنسوں کا اہتمام کیا۔ پہلی کانفرنس میں کانگریس نے شمولیت نہ کی۔ مسلم لیگ کو اس کانفرنس میں اہمیت دی گئی۔ باقی کانفرنسوں کا یہ دعویٰ رہا کہ ہندوستانی قوم کی نمائندگی کا حق صرف کانگریس کو ہے۔ اس نے کسی دوسری جماعت کو قومی جماعت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

1930ء میں الہ آباد کے مقام پر مسلم لیگ کے سالانہ جلسے میں علامہ اقبال نے ایک خطبہ دیا۔ جس میں مطالبہ کیا گیا کہ ہندوستان کے مسلم اکثریت علاقوں میں مسلمانوں کی ایک علیحدہ مملکت بنادی جائے۔

بیسویں صدی کی پہلی چوتھائی تک ہندو اور مسلمانوں میں کوئی بات قابل ذکر اختلاف نہ تھا۔ اور یہ تاثر قائم تھا کہ ہندوستان کے تمام باشندے مشترکہ طور پر انگریز کی غلامی سے رہائی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ 1906ء میں مسلم لیگ کے قیام سے بھی منافرت کا کوئی جذبہ بیدار نہ ہوا۔ 1919ء میں رولٹ ایکٹ کے خلاف جدوجہد مشترکہ تھی۔

دوقومی نظریہ کے تقویت پکڑنے سے ہندو مسلم میں اختلاف پیدا ہوئے۔ اور یہ اختلافات دشمنی کی سمت بڑھنے لگے مگر سیاست میں مذہب کا دخل انداز ہونا جذبات کو مشتعل کرنے کا باعث بنے۔ سیاسی اختلاف مذہب کی منافرت میں تبدیل ہو گئے۔ سیاسی اختلاف رائے مذہبی دشمنی میں تبدیل ہو گیا۔ مسلم لیگ کے خلاف کئی نئی تحریکوں نے جنم لیا۔ ہندو مہا سبھا سب سے زیادہ متحرک تھا۔ سندھی تحریک سے ہندو مسلم فسادات ہوئے اور بیسویں صدی تک یہ ثابت ہو گیا کہ ہندو مسلمان دو مختلف قومیں ہیں۔ جس کے تصورات۔ خیالات۔ احساسات۔ جذبات اور نصب العین بود و باش اور معاشرت۔ مذہب ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

1937ء میں پنجاب کی سیاسی صورت حال یونیسٹ پارٹی کے موافق تھی۔ وہ کانگریس اور مسلم لیگ کے مقابلہ میں جیت گئی۔ مگر اس کے سارے ارکان مسلمان تھے۔ سر سکندر حیات پنجاب کے وزیر اعلیٰ بنے۔

اپریل 1937ء میں سَر سکندر کی خواہش پر سر سکندر اور قائداعظم کے درمیان ایک سمجھوتہ ہوا جو جناح سکندر پیکٹ کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ سمجھوتہ آئندہ انتخابات میں مسلم لیگ کے لئے کامیابی کا

Marfat.com

زینہ بنا۔

1939ء میں جنگ عظیم دوم چھڑ گئی اور برطانیہ اس میں حصہ لے رہا تھا۔ 1940ء میں مسلم لیگ نے لاہور کے مقام پر ایک قرارداد منظور کی جو قرارداد پاکستان کے نام سے مشہور ہوئی اس میں مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا گیا۔

جنگ عظیم دوم میں انگریز جرمن اور جاپان کے خلاف لڑ رہا تھا۔ ہندوستانی فوج جس میں 80 فیصد نفری کا تعلق پنجاب سے تھا۔ جرمن اور جاپان کے خلاف مختلف محاذوں پر اپنی خدمت سرانجام دے رہے تھے۔ پنجاب کا ایسا کوئی گھر نہ تھا جس کا کوئی نہ کوئی فرد فوج میں اپنی خدمات سرانجام نہ دے رہا ہو۔ قلعہ دار سے مرزا ولایت بیگ اور بشیر بیگ۔ مرزا اسلم بیگ فوج میں ملازم تھے۔ مرزا عنائت بیگ اکاؤنٹس کے محکمہ میں فوج سے منسلک تھے۔ مولوی محمد عبدالکریم کے صاحبزادے تبسم قریشی کیپٹن کی حیثیت سے کومیلا اور ڈھاکہ میں تعینات تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی محمد حیات قریشی۔ بریلی اور لکھنو کی چھاؤنیوں میں اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ فوج کا ایک سپاہی جس کا تعلق قلعہ دار سے تھا محمد حسین جاپان میں جنگی قیدی بنا۔

جاپان فتح پر فتح حاصل کر رہا تھا۔ وہ برما اور رنگون میں کامیابیاں حاصل کر رہا تھا۔ برطانوی حکومت بوکھلاہٹ کا شکار ہو چکی تھی۔ ڈیفنس آف انڈیا رولز نافذ کر دیے گئے۔ یہ مارشل لا سے زیادہ سخت تھے۔

قلعہ دار میں مورچے کھودنے اور رات کو بلیک آؤٹ کی مشقیں جاری تھیں۔

مولا بخش چغتائی کے چاروں بیٹے فوج کی وردیاں سینے میں مصروف تھے۔ مٹی کے تیل۔ چینی۔ اور کپڑے پر راشن بندی ہو چکی تھی۔ گاؤں گاؤں قریہ قریہ راشن تقسیم کرنے کی کمیٹیاں بن چکی تھیں۔

اگست 1945ء میں جاپان کے دو شہروں پر ایٹم بم گرایا گیا تو جنگ ختم ہو چکی تھی۔

قلعہ دار میں حکومتی اداروں کی تعداد دو تھی۔ پرائمری سکول اور ڈاک خانہ۔ ڈاک کی ترسیل کا بندوبست بھی سکول کا ہیڈ ماسٹر کرتا تھا۔ پولیس کا تھانہ کنجاہ میں تھا۔ کچہری اور عدالتیں گجرات میں تھیں۔ امن وامان کی صورت حال تسلی بخش تھی۔

1945ء جنگ عظیم دوم میں فتح کی خوشحالی میں پرائمری سکول میں مٹھائی بانٹی گئی اور سکول کے بچوں نے جلوس نکالا۔

1945ء میں 1935ء انڈیا ایکٹ کے تحت ہونے والے انتخابات میں مسلم لیگ ایک موثر

Marfat.com

جماعت بن کر ابھری۔ یہ انتخابات 1937ء میں ہوئے لارڈ ویول لارڈ لنلتھگو کی جگہ وائسرائے بن کر آیا تو اس نے کوشش کی کہ مسلم لیگ اور کانگرس میں کسی مفاہمت میں پہنچ سکیں مگر یہ کانفرنس ناکام ہوگئی۔

اگست 1945ء لارڈ ویول نے اعلان کی اکہ مرکزی اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات موسم سرما میں کرائیں جائیں گے۔ اور یہ انتخابات دسمبر 1945ء میں ہوئے مرکزی اسمبلی میں مسلم لیگ نے 152 میں 30 نشستیں حاصل کیں جو تناسب کے لحاظ سے بڑی کامیابی تھی۔ 1946ء صوبائی اسمبلی کے انتخابات ہوئے تو مسلم لیگ نے 86 مسلم نشستوں سے 75 نشستیں جیتی۔ یونیسٹ پارٹی کو 10 نشستیں ملی۔ خضرت حیات ٹوانہ کو جو کہ یونیسٹ پارٹی سے تعلق رکھتا تھا۔ سکھ اور کانگرس کے تعاون سے مخلوت حکومت بنانے میں کامیاب ہوگیا۔

1946ء میں لارڈ اٹیلے وزیر اعظم برطانیہ نے یک مشن ترتیب دیا کابینہ مشن کے نام پر۔ اس مشن کا کام تھا کہ مسلم لیگ اور کانگریس میں سمجھوتہ کی کوئی صورت بن جائے اور ملک تقسیم ہونے سے بچ جائے۔

قائداعظم نے فرمایا کہ ہندوستان ایک وحدت کی شکل میں صرف انگریزی عہد حکومت میں ہی رہا ہے۔ نہ کبھی پہلے یہ ایک اکائی تھی۔ صرف ایک مخصوص علاقہ میں ہندوستانی حکومت قائم تھی۔ باقی ہندوستان مختلف ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ اس لئے اب یہ وحدت ناممکن ہے۔ اس کی صرف دو ہی صورتیں ہیں۔

ہندوستان کے ایک مخصوص حصے کو الگ کر کے ایک علیحدہ مملکت بنادی جائے جس کا نام پاکستان ہو۔

دوسری صورت میں مسلم اکثریتی صوبوں اور باقی صوبوں میں الگ الگ فیڈریشن بنائی جائیں اور یہ دونوں ایک مرکز کے ماتحت رکھا جائے۔ مرکز کے پاس دفاع امور خارجہ۔ اور مواصلات کا نظام ہو۔

اِن تجاویز کو دونوں جماعتوں نے تسلیم نہ کیا۔

۱۹۴۷ء میں لارڈ ویول کی جگہ لارڈ مونٹ بیٹن وائسرائے بن کر آیا اسی وقت لارڈ اٹیلی ہندوستان تقسیم کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اپریل ۱۹۴۷ء میں ملک کی تقسیم کا منصوبہ بن چکا تھا۔

خضر حکومت نے مسلم لیگ۔ مسلم نیشنل گارڈ اور راشٹریہ سیوک پر پابندی عائد کردی۔ مسلم لیگ نے پنجاب کے طول وعرض میں جلوس نکالے۔ خضر کو یہ پابندی ختم کرنی پڑی۔

3 مارچ ۱۹۴۷ء کو خضر حیات مستعفی ہوگیا۔

Marfat.com

پنجاب کا گورنر جنرل نواب ممدوٹ سے مسلم لیگ کی حکومت بنانے کے امکانات پر غور کر رہا تھا اسمبلی کے باہر ماسٹر تارا سنگھ تلوار لہراتے ہوئے پاکستان مردہ باد کے نعرے لگانے لگا۔

پنجاب کا ہر شہر اور گاؤں فسادات کی لپیٹ میں آ گیا اور پنجاب جلنے لگا۔ ۱۵۔۱۴ اگست کی درمیانی رات کو ملک کی تقسیم کا اعلان کر دیا گیا۔

پاکستان دور

14-15 اگست کی درمیانی رات کے 12 بجے کے بعد ہندوستان دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ پاکستان معرض وجود میں آ چکا تھا۔ 15 اگست کی صبح۔ صبح آزادی تھی۔

برسات کا موسم تھا۔ گھنگور گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ مسجد کے سامنے پاکستان کا پرچم لہرا رہا تھا۔ گاؤں کے 12-10 سال کے بچے ہری وردیاں پہنے پریڈ کر رہے تھے جس کی قیادت مولا بخش بندوقیا کر رہا تھا۔

جھنڈا لہرانے کے بعد قلعہ دار کے خطیب اور شاہی مسجد کے امام علامہ محمد عالم نے پاکستان بننے پر اللہ تعالیٰ کے حضور تشکر کا اظہار کیا۔ اور اسے امت مسلمہ کے لئے نیک شگون اور معجزہ قرار دیا کہ یہ اسلامی سلطنت 27 رمضان کو معرض وجود میں آئی ہے۔ مرزا اللہ دتہ نمبر دار نے پاکستان کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد قلعہ دار کے ہندو آبادی کی نمائندگی پنڈت رکھی کیش جو کہ کسی محکمہ کا سرکاری ملازم تھا نے کی اور کہا آزادی قائد اعظم اور مہاتما گاندھی کی کوشش سے ملی ہے اور پاکستان انکی جدوجہد سے معرض وجود میں آیا ہے۔ انہوں نے پاکستانی پرچم کو سلام کیا مرزا اللہ دتہ نے پنڈت رکھی کیش زندہ باد کے نعرے لگوائے۔

آزادی کی یہ تقریب اختتام کو پہنچی

2 دن کے بعد عید الفطر تھی۔ 29 ماہ رمضان کو لوگوں کا جوش و خروش دیدنی ہوتا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب قلعہ دار کے لوگ ریڈیو ٹیلی فون کی سہولت سے محروم تھے۔ برسات میں بادل چھا جانے کی وجہ سے عید کا دن متنازعہ ہو جاتا تھا۔ اور عموماً اس کا فیصلہ گجرات سے خبر منگوا کر کر لیا جاتا تھا۔ اس سال 30 رمضان کے دن گجرات صبح کے وقت خبر آئی کہ عید 29 رمضان کے بعد کے دن ہے۔ لوگ نماز کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ اس دور کا دستور تھا کہ عید کی آمد کا اعلان گولے چلا کر کیا جاتا تھا۔ حسب دستور گولے چلائے گئے۔

قلعہ دار کے مغرب کی طرف ایک قصبہ چوہا ہے۔ قلعہ دار اور اس کے درمیان نہر اپر جہلم

Marfat.com

بہتی ہے۔ چوہا مل ہندو مسلمان کے اشتراک سے بسایا گیا تھا۔ چوہا چوہدری کی نمائندگی کرتا ہے اور مل ہندو کا نمائندہ تھا۔ اس گاؤں میں سکھوں کی بہتات تھی۔ گاؤں چوہا مل میں جب گولے چلائے گئے سکھوں نے شاید یہ سمجھا کہ مسلمان ہند اور سکھوں پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ سکھوں کے لباس کا حصہ کرپان ہوتی تھی۔ یہ لوگ کھیتوں میں کام کرتے تھے۔ عید کے انقاد پر یہ لوگ گاؤں کی طرف آئے تو مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ سکھ حملہ آور ہونے کی نیت سے آرہے ہیں۔ قلعہ دار میں یہ خبر آئی کہ عید کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں جانے والے مسلمان کو سکھوں نے شہید کر دیا ہے۔ یہ خبر سن کر مسلمان اکٹھے ہو گئے اور فیصلہ یہ کیا گیا کہ عید کی نماز کل پڑھ لی جائے گی آج چوہا مل کے مسلمانوں کی مدد کے لئے چوہا مل پہنچا جائے۔

مسلمانوں کی اس بستی میں لوگ لڑائی کے ہتھیاروں سے نا آشنا تھے۔ گھر میں صرف چھڑی ہوتی تھی جس سے بھینس یا کتے کو مارا جاتا تھا۔ مسلمانوں کو جو کچھ بھی دستیاب ہو سکا وہ لے کر چوہا مل کی طرف لپکے اس طرح چوہا مل کے گردونواح کے دوسرے گاؤں والے بھی مسلمانوں کا ابھرا غصہ دیکھ کر کھیتوں سے واپس آمدہ سکھ گھبرا گئے۔ لڑائی کے فن سے دونوں فریق نا آشنا تھے۔ سکھ تلوار کے کرتب کھیل کی حد تک کرتے تھے۔ لڑائی کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ یہ انگریز کی 100 سالہ غلامی نے مسلمانوں اور ہندوؤں کو قلعہ دار کے گردونواح کی آبادی سے یہ صلاحیت سلب کر لی تھی۔ کون کس سے خوف زدہ ہوا اور پہل کس نے کی۔ یہ بات زبان زد عام تھی کہ سکھ حملہ آور ہوئے اور تلوار کے کرتب دکھاتا ایک سکھ قلعہ دار کے مسلمانوں حاجی مصلی پر تلوار سونت کر آیا تو مرزا اسلم بیگ نمبردار کی ایما پر مولا بخش نے بندوق سے اس کو مار دیا ایک سکھ کے مرنے سے سکھ تتر بتر ہو گئے۔

قلعہ دار کے قریب موضع سندھار کا گھوڑی سوار فضل دین عرف پھلا سوار گھوڑی پر سوار ہو کر قلعہ دار اور سندھار کے گردونواح کے گاؤں میں یہ خبر پھیلاتا رہا کہ سکھ حملہ آور ہو چکے ہیں۔

قلعہ دار اور اس کے گردنواح میں یہ خبر پھیلانے والا فضل دین تھا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد یہ معلوم ہوا کہ فساد کی آگ سارے پنجاب میں عید کے دن ہی پھیلی۔ قلعہ دار سے گجرات۔ شادیوال۔ کنجاہ۔ اور مشرق کے سارے گاؤں سے آگ کے شعلے بھڑکتے نظر آرہے تھے۔ دھواں کے بادل سارے علاقے میں چھا گئے۔

صدیوں سے اکٹھے رہنے والے لوگ ایک دوسرے سے خوف زدہ ہو گئے۔ اور ایک دوسرے کو دشمن سمجھنے لگے۔ صدیوں سے باہمی اعتماد اور اعتبار کے رشتے میں منسلک لوگ کیوں دشمن ہو گئے۔ سیاسی پارٹیوں نے ملک پر قبضہ کر لیا۔ سیاسی فیصلوں پر مذہب اور جذبات کیوں غالب آگئے

Marfat.com

اس کا جواب نہیں ملتا۔

رات کے سائے پھیلے تو خوف اور بھی زیادہ ہو گیا۔ مسلمان اور ہندو دونوں خوف زدہ تھے۔ زندگی کا کاروبار معطل ہو چکا تھا۔ روزمرہ استعمال کی چیزیں بازار سے ملتی تھی۔ بازار کی رونق ہندوؤں کے دم قدم سے تھی۔ ہندوؤں کو دوکانیں کھولنے کے لئے کہا گیا اور بازار میں پہرہ بٹھا دیا گیا کہ کوئی ان کو حراساں نہ کرے۔

بازار میں دوکانیں کھل گئیں۔ مگر خوف کی فضا اور گہری ہوگئی۔ پہرے کے باوجود گاؤں کے دوا و باش لڑکے آئے اور لابھ سنگھ کریانہ فروش کی دن کی بکری لے کر چلتے بنے کوئی ان کو پوچھنے والا نہ تھا اور کوئی حکومتی ادارہ موجود نہ تھا۔ وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔

قلعہ دار کے گرد نواح کے گاؤں کے وہ لوگ جن کو پہلا کلمہ نہیں آتا تھا۔ جنہوں نے کبھی مسجد کا منہ نہیں دیکھا تھا۔ قلعہ دار کے ہندوؤں کی دولت پر انکی نظر تھی۔ ان میں جذبہ جہاد ابل رہا تھا۔ جہاد کم اور لوٹ مار کا جذبہ زیادہ تھا۔ ایک دن انہوں نے قلعہ دار پر حملہ بول دیا۔ قلعہ دار کے باسی بے بس تھے۔ مطالبہ یہ تھا کہ ہندو یا تو اسلام قبول کر لیں۔ ورنہ ہم ان کو قتل کر دیں گے۔ قتل کرنے کی ہمت کسی میں بھی نہ تھی۔ محض دھمکی تھی مجبوراً ہندو مسلمان ہو گئے۔ وہاں کے ایک شخص کے وہ فقیر چند کا بیٹا کلیان سنگھ تھا۔ اس نے با آواز بلند کہا کہ میں مسلمان نہیں ہوتا۔ یہ سننے کے باوجود کسی کی جرائت نہ ہوئی کہ اس پر وار کرتا۔

1947ء ستمبر کی ایک سہ پہر کو گاؤں میں فوجی ٹرک پر آئے جنکے ڈرائیور سکھ تھے۔ کچھ ہندوستانی فوج کے اہلکار جو کہ عموماً ہندو سکھ آبادی کی طرف داری کرتے۔ مشرقی پنجاب کی قتل و غارت میں ملوث تھے۔ اس لئے کچھ خوف کی فضا پیدا ہوئی۔ مگر جلد ہی یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ ہندو آبادی کو گاؤں سے نکال کر محفوظ جگہ پر پہنچانے کیلئے آئے ہیں۔

اس سے قبل کچھ ہندو خطرے کے پیش نظر گاؤں سے نکلنے کی کوشش میں تھے مگر انکی کوشش بار آور نہ ہوئی۔ ان میں پنڈت رکھی کیش اپنی بہن کو برقعہ پہنا کر بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا کہ گاؤں کے سربراہوں نے آدمی بھیج کر اسے واپس بلا لیا۔

مذہب تبدیل کرنے کے چرچے ابھی تازہ تھے کہ وطن چھوڑنے کا عذاب ان پر مسلط کر دیا گیا۔ رخصتی پر بڑے دردناک منظر دیکھنے کو ملے۔

لابھ سنگھ ہمارا پڑوسی تھا۔ اور اچھا پڑوسی تھا۔ عرصہ دراز سے وہ ہمارے جوار میں تھا۔ ہمیں اس سے کوئی شکائت نہ تھی۔ میرے والد کے پاؤں پکڑ کر روتا جا رہا تھا اور معافی کا طلب گار تھا کہ اگر پڑوس

Marfat.com

کے عرصہ میں کوئی غلطی ہوگئی ہو تو معاف فرمادیں۔

پنڈت لکھمی داس کے بڑے بیٹے کرشن لال نے گاؤں چھوڑنے سے انکار کر دیا۔اس کی بیوہ ماں۔چھوٹی بہن اور ایک بھائی کدار ناتھ کے ساتھ روتی ہوئی روانہ ہوگئی۔

لابھ سنگھ کے بیٹے۔بلونت سنگھ نے اپنے خاندان کے زیورات اور نقدی ایک چھوٹے سے اٹیچی کیس میں اکٹھے کر کے تالہ لگا دیا۔اور ہاتھ میں لے لیا گاؤں کے سربراہ دیکھ رہا تھا۔اچانک اس کے ہاتھ سے یہ اٹیچی کیس اچک لیا اور وہ منہ دیکھتا رہ گیا۔ایسی بے مروتی کا اسکو خیال تک نہ تھا۔

ہندو کو یہ باور کرایا گیا کہ یہ حالت عارضی ہے امن قائم ہونے پر لوگ واپس گھروں میں آجائیں گے مگر یہ طفل تسلی ہی رہی۔

ہندو گئے تو گاؤں کے سربراہوں نے ہندو کا مال و متاع اکٹھا کر کے دارہ میں رکھا اور نیلام کرنا شروع کر دیا۔

قلعہ دار کے ہندو معاشی لحاظ سے آسودہ حال تھے۔تعلیم یافتہ تھے اور ہندوؤں کے محلہ پختہ اور انکے مکان اور دوکان پر بھی پختہ اور صاف ستھرے تھے۔دو منزلہ حویلیاں تھیں۔ان کے محلے دیکھ کر شہر کا گمان ہوتا تھا۔

قلعہ دار میں مہاجروں کی کھیپ آئی وہ مشرقی پنجاب کے خانہ بدوش تھے۔گاؤں کے نام کی رعایت سے ان لوگوں کو قلعہ دار بھیجا گیا وہ کچھ عرصہ یہاں ٹھہرے۔نان ونفقہ کے بندوبست کے سلسلے میں لاہور میں چھوٹی چھوٹی نوکریوں اور محنت مزدور کے مواقع کی تلاش میں لاہور چلے گئے۔

اس کے بعد دوسری کھیپ آئی تو وہ پٹیالہ کے تھے۔گدھے ان کے پاس تھے۔انہوں نے ہندوؤں کے پختہ دوکانات کی چھتیں دروازے کھڑکیاں اکھیڑ کر بیچنی شروع کر دیں۔اور تھوڑے ہی عرصہ میں قلعہ دار کھنڈرات میں تبدیل ہوگیا۔

گورنمنٹ کے ادارے مرتب ہوئے تو انہوں نے ہندوؤں کی جائیداد کی لوٹ مار کا نوٹس لیا۔اس سے قبل گاؤں کے سربراہوں گاؤں کے محنت کشوں پر لوٹ مار کا الزام لگا کر ان کو برسر عام مارنا شروع کر دیا۔ان لوگوں نے رشتہ داروں جو کہ دوسرے گاؤں میں مقیم تھے اپنے گاؤں کے سربراہوں سے فریاد کی اور داد چاہی چنانچہ ایک دن ایک جم غفیر لاٹھیوں سے مسلح گاؤں کے سربراہوں کی تلاش میں آنکلا اور عزم تھا کہ ان سب کو قرار واقعی سزا دی جائے گی۔یہ لوگ بھاگ گئے۔

مولوی محمد عالم نے دوسرے گاؤں سے آمدہ بھرے ہوئے لوگوں کو واعظ نصیحت کر کے واپس بھیج دیا۔اس طرح یہ گاؤں تباہی سے بچ گیا۔

Marfat.com

پچاس کی دہائی کے وسط میں گاؤں میں کشمیری مہاجر آ گئے یہ لوگ دین دار محنتی۔ اور موہڑہ شریف کے پیر خانے کے مرید ہیں۔ وہ زیادہ تر فوج میں ملازم ہیں۔ یا ولایت سعودی عرب میں محنت مزدوری کر رہے ہیں۔ آج کل گاؤں میں ان کی بہتاب ہے۔ اور فیصلہ کن حیثیت کے مالک ہیں۔

انہوں نے دھونی صاحب میں ڈیرے جمالئے ہیں۔ شوالہ گرادیا۔ دھونی صاحب کے گنبد کو بھی گرادیا گیا اور پنڈت بشیشر ناتھ کی حویلی کا حلیہ بگاڑ دیا۔

اپنی علیحدہ جامع مسجد قائم کرلی۔ گاؤں کی سرزمین کو ہندو جائیداد قرار دے کر اس پر قبضہ کر لیا۔

قلعہ دار دریائے چناب کے کنارے جنوب مغربی کنارے پر واقعہ ہے قلعہ دار کی زمین کی مقدار اس قدر نہیں کہ اس کی بڑھتی ہوئی آبادی کے نان ونفقہ کا بندوبست ہو سکے۔ صنعت وحرفت کا یہاں پر کوئی سلسلہ دراز نہ ہو سکا۔ یہ نہ ہی کسی شاہرہ کے کنارے پر بھی آباد ہیں۔ کہ کسی کاروبار میں حصہ لے سکے۔ اکثر لوگ محنت کش ہیں۔ کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں یا درجہ چہارم کی نوکریوں کی تلاش میں شہروں کی طرف نکل گئے۔

کچھ خاندان رزق کی تلاش میں یہاں سے مستقل طور پر ہجرت کر گئے ہیں۔

1- شیخ فضل دین اور اسکی اولاد۔ کچھ کوہ مری میں فروٹ کے تاجر ہیں اور کچھ سانگلہ ہل میں کریانہ کی تجارت کرتے ہیں۔

2- مولا بخش چغتائی کی اولاد کپڑے سینے کا کام کرتے ہیں محمد حسن۔ فضل حسین۔ نواب علی۔ اور برکت علی سیالکوٹ چلے گئے۔

3- صدرالدین چغتائی کی اولاد کپڑے کے تاجر اور کپڑا سینے کا کاروبار لائل پور چلے گئے۔

4- غلام حسین انصاری۔ اور دوسرا شخص بھی غلام حسین انصاری کپڑا بننے کا کام کرتے تھے۔ ٹیکسٹائل ملز کے کاروبار میں گوجرانوالہ چلے گئے۔

5- ماچھیوں کے تین خاندان۔ کچھ ڈیری فارم میں ملازم تھے جانی ماچھی اور اس کے بھائی نواب حسین۔ لال حسین۔ صالح لاہور میں مقیم ہیں۔

6- محمد دین موچی۔ کفش درزی کا کام کرتے تھے۔ اولاد بڑی لائق نکلی سرکاری عہدوں پر گوجرانوالہ میں مقیم ہیں۔

7- لوہاروں اور ترکھانوں کا خاندان۔ مستری حسن محمد اور اسکی اولاد کو کچھ غربت ہڑپ کر لی۔ اللہ دتہ اور محمد حسین بھی غربت کا شکار ہو گئے ترکھانوں کے لڑکے لاہور میں تعمیر کے کاموں میں

Marfat.com

منتقل ہو گئے اور قلعہ دار چھوڑ گئے۔

8- مولوی محمد عالم اور محمد عبدالکریم۔ مولوی محمد حسن قریشی کی اولاد بھی قلعہ دار کو خیر باد کہہ چکی ہے۔

پچاس کی دہائی میں قلعہ کے پڑوسی گاؤں کا زمیندار قلعہ دار میں اپنا اثر رسوخ رکھتا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد آرائیوں کے چند خاندان فاقہ مستی سے نکل آئے تو اس زمیندار کے حلقہ اثر میں آگئے۔ قلعہ دار کے مغل اپنے آپ کو گاؤں کا مالک سمجھتے تھے۔ ان دونوں میں نہ جانے کس چیز کا جھگڑا تھا۔ مگر یہ دونوں کنبے آپس میں پرخاش رکھتے تھے اس کو ہوا دینے میں پیش پیش سندھار کا زمیندار تھا۔ ایک دن دونوں فریق لاٹھیاں لے کر آمنے سامنے لڑنے مارنے پر مشغول۔ آرائیوں نے چند لاٹھیاں کھالیں۔ مقدمہ چلا۔ بعد نہ از خرابی بسیار دونوں فریق آپس میں شیر وشکر ہو گئے۔

قلعہ دار کے راستے پکے گلیاں پختہ ہو چکے ہیں مگر آپس میں تعلقات بڑے کچے ہو چکے ہیں۔

پچاس کی دہائی کے وسط میں قلعہ دار یں رشد و ہدایت دو روشن چراغ بجھ گئے۔

1955ء میں مولوی محمد عالم فوت ہو گئے۔ قلعہ دار کی پچھلی پہر کی راتیں اللہ کے ہاں پیش کردہ مناجاتوں سے محروم ہو گئیں اور خدا کے ہاں وہ مترنم آواز جو اس بستی سے بلند ہوتی تھی ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی۔

1957ء میں مولوی محمد عبدالکریم بھی اپنے چھوٹے بھائی کے پاس چلے گئے۔ اس خلا کو پر کرنے کے لئے کچھ موزوں شخصیت نہ تھی۔

مولوی محمد حیات قریشی نے مسند ارشاد سنبھالی۔ محراب و ممبر کی رونق بنے اور 25 سال تک بےلوث یہ خدمت سرانجام دیتے رہے 1975ء میں ایک حادثہ کا شکار ہو کر اللہ کے ہاں چلے گئے۔

1958ء میں مولوی عبدالغنی جنہوں نے قلعہ دار کی کئی پشتوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔ ایک حادثہ کا شکار ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کسی بستی پر ناراض ہوتے ہیں تو پہلے وہاں سے نیک آدمی اٹھا لیتے ہیں۔ پھر اس بستی کو آزمائش میں ڈالتے ہیں جسے صالح علیہ سلام کی اونٹنی کے متعلق حکم تھا کہ یہ جہاں چاہے پھرے کھائے پیے اس سے کوئی اعراض نہ کرتا۔ قوم نے اللہ کے حکم کی پرواہ نہ کی اور اس کی ٹانگیں کاٹ دیں۔

اہل قلعہ دار بھی کچھ اس قسم کی آزمائش سے دوچار رہے ہیں قلعہ دار میں صالح علیہ اسلام کی اونٹنی کی مماثلت ایک فاتر العقل خاتون رابعہ جھلی کے نام سے ملتی ہے۔

اس خاتون کے حالات کچھ یوں ہیں

Marfat.com

قلعہ دار میں ایک محنت کش خاندان زمینداری کرتا تھا۔ اس خاندان کی سربراہ ایک بیوہ خاتون جس کی دولڑکیاں تھیں۔ ایک کی شادی کردی دوسرے فاتر العقل تھی۔ بیوہ کی شادی شدہ لڑکی فوت ہوگئی۔ اس کا خاوند وفا کا پتلا تھا۔ اس نے بیوہ ساس اور فاتر العقل سالی کو تنہا نہ چھوڑنے کا ارادہ کرلیا اور انکی خدمت میں مصروف رہا۔ ایک دن وہ بھی فوت ہوگیا اور کچھ عرصہ بعد وہ بیوہ عورت بھی فوت ہوگئی۔ یہ فاتر العقل لڑکی تنہا رہ گئی جوانی کے عالم میں داخل ہو رہی تھی۔

گاؤں کے لوگ اس کی عزت بھی کرتے۔ بڑے بوڑھے۔ بچے اس سے پیار بھی کرتے اور اس کا خیال بھی رکھتے۔ جب اس کی ماں زندہ تھی وہ ماں سے بھرپور لڑتی اور ماں ہی اس کے ناز اٹھاتی تھی۔

ماں مَر گئی تو اس کی شوخی جاتی رہی اور اس کی ماں کے دُور دَراز کے رشتہ دار اس لڑکی کی زمین کے وارث بھی بن گئے اور اس لڑکی کے بھی۔ اگر لڑکی سے کوئی غلطی ہوتی تو اسے ایسا مارتے جیسا کہ جانوروں کو مارا جاتا۔ نہ جانے اس لڑکی کے ہاں صبر کہاں آ گیا نہ تو اس کی آنکھ سے آنسو اترتا اور نہ ہی یہ اف کرتی۔ مگر ظالم وارث کے ہاں رحم کا فقدان تھا۔ خلوص و وفا اور بے مہری کی اس داستان کو کوئی وارث شاہ نہ ملا۔ جو اس کے منہصہ شہود پر آنے کا باعث ہوتا۔

یہ علاقہ جب عالموں سے خالی ہوا۔ یمن و برکت رخصت ہوئی ہدایت سے تہی دامن معاشرہ میں ابلیس صفت لوگ جنم لیتے ہیں۔ نہ جانے کس نے اس لڑکی کے ساتھ زیادتی کر ڈالی حالانکہ لڑکی کی اس عمل سے لاعلم تھی۔ اس کے بعد قلعہ دار میں پیار محبت۔ رواداری۔ خلوص اور احترام رخصت ہو گئے۔

قلعہ دار کی معاشرت و معیشت

قلعہ دار کی 500 بیگھہ زمین تھی۔ جو نواب نصرت یار جنگ عثمٰن بیگ نے شادیوال کے وڑائچ خاندان کے جاٹوں سے خرید کر کے یہ گاؤں آباد کیا۔ اس گاؤں کے 120 کے قریب مکان تھے۔ اور اتنے ہی خاندان آباد تھے۔ ان خاندانوں میں ایک تہائی ہندو مذہب سے تعلق رکھتے تھے اور باقی مسلمان تھے۔ جن میں بیشتر نواب صاحب کے خاندان کے تعلقدار ہونے کا دعویٰ دار تھے۔ ہندو آباد کار خوشحال تھے اور متمول لوگ تھے۔ دھونی صاحب کے مہتمم جاگیردار تھے۔ جبکہ لالہ فقیر چند مدان بڑے زمیندار تھے۔ دوسرا بڑا زمیندار لالہ حاکم رائے تھا۔ باقی ہندو خاندان تجارت پیشہ تھے۔ کریانہ کی دوکانداری کرتے تھے۔ چار خاندان سنار تھے اور زیور بنانے کا کام کرتے تھے۔ تین خاندان کپڑے کے تاجر تھے اور ایک خاندان میں باپ حلوائی کی دوکان کرتا تھا اور بیٹا ٹانگہ چلاتا تھا۔

Marfat.com

مسلمان زیادہ تر محنت کش تھے۔ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ زمین زرخیز تھی مگر اس کی فصل زمیندار کی ضروریات پوری نہ کرتی تھی۔ اجارہ داری ہندو کی ہو چکی تھی۔ محنت کسان کرتا۔ اور محنت کا پھل اُدھار وصول کرنے میں ہندو کھا جاتا اور زمیندار کو نیا اُدھار دے دیتا۔ اس طرح یہ شیطانی چکر چلتا رہا۔

قلعہ دار کی مسلمان آبادی کو صرف ایک وقت کی روٹی میسر ہوتی اور سال میں ایک دفعہ لباس تبدیل کرنے کو ملتا۔ مسلمانوں کا ایک طبقہ درجہ چہارم کی نوکریاں کرتا۔ کسی دفتر میں نائب قاصد۔ یا کسی گھر میں خانساماں کی خدمات کرتا۔

قلعہ دار میں دو صنعت کار تھے۔ کالو کمہار جو کہ مٹی کے برتن بناتا اور دوسرا خاندان انصاری جو کہ کپڑا بنتے۔

سرکاری ملازمتوں میں مولوی محمد عبدالکریم محکمہ تعلیم میں گورنمنٹ ہائی سکول جہلم میں عربی کے معلم تھے۔ مرزا شیر بیگ پولیس میں تھانے دار کے عہدہ پر تعینات تھے۔ پروفیسر ضیاء محمد کالج میں فارسی کے پروفیسر تھے۔ اس کے علاوہ مرزا عنائت بیگ ملٹری اکونٹس میں ملازم تھے۔ مرزا جلال بیگ کے لڑکے فوج میں ملازم تھے۔ ولایت بیگ نائب صوبیدار کلرک اور بشیر بیگ سپاہی تھے۔ مولوی عبدالکریم کے صاحب زادے کیپٹن۔ محمد رمضان تبسم فوج میں کیپٹن تھے۔ دوسرے صاحب زادے محمد حیات فوج میں کلرک تھے۔ مولوی محمد حسن قریشی کے صاحبزادے نظر اسلام ریلوے اکونٹس میں تھے اور دوسرے بشیر احمد قریشی ریلوے میں گارڈ تھے۔

ہندو آبادی میں سردار حویلا سنگھ کے بیٹے بی اے بی ٹی تھے اور محکمہ تعلیم میں ملازم تھے۔ یوں انگریزی راج کی برکتیں بہت تھیں۔ مگر قلعہ داران سے محروم رہا۔ قلعہ دار اور گجرات کے درمیان چار میل لمبی سڑک کچی تھی بارش کے دنوں میں اس میں آمد و رفت تقریباً ناممکن ہو جاتی۔ بجلی مہیا نہ تھی لوگ مٹی کے دیوں سے گھر روشن کرتے۔ مٹی کے دیوں میں سرسوں کا تیل ملتا۔ اور بتی روئی سے بنائی جاتی۔ ٹیلی فون اور اخبار کے نام سے لوگ نہ آشنا تھے۔ شہروں کی خبر گاؤں میں مہینوں کے بعد ملتی۔

معاشرہ میں امن اور سکون تھا۔ قلعہ دار کی تاریخ میں قتل نام کی کوئی چیز نہ ملتی۔ ڈاکے نام کی کوئی شے کا ذکر نہیں ملتا۔ چوری چکاری نہ ہونے کے برابر تھی۔ لوگ صابر اور شاکر تھے۔ بے چینی نام کی کوئی چیز نہ ملتی۔ آپس میں ہندو مسلم کا کوئی جھگڑا نہ تھا۔

راقم الحروف کا تعلق قلعہ دار سے ہے۔ 1940ء کے حالات اس کے چشم دید ہیں۔ قرب و جوار اور رونق بازار کا اگر جائزہ لیا جائے تو اس گاؤں کی معیشت اور معاشرت زیادہ اجاگر ہوتی ہے۔

Marfat.com

ہمارا گھر ہندوؤں کے محلہ میں تھا۔ مشرق کی طرف سردار لابھ سنگھ کا مکان تھا۔ اس کے دو بیٹے بلونت سنگھ اور نرنجن سنگھ تھے۔ کریانے کی دوکان کرتے شگفتہ مزاج کے مالک اور معاشرتی رواداری کے حامل لوگ تھے۔ ان کا گھر ہمارے گھر سے اونچا تھا۔ گرمیوں میں چھت پر سونے کا رواج تھا۔ یہ لوگ رات گئے تک اپنی چھت پر نہ آتے کیونکہ ہم مسلمان پردہ دار لوگ تھے۔ نہ جانے کتنے عرصہ سے ہمارے پڑوس میں تھے انہوں نے کبھی شکایت کا موقعہ نہ دیا۔

ہمارے جنوب میں سندرداس زرگر تھا۔ باپ بیٹا زرگری کا کام کرتے۔ حقوق ہمسائیگی میں رواداری اور شائستگی کا دامن نہ چھوڑتے۔ لابھ سنگھ کی گلی کے جنوب میں سیٹھی ہندو کے دو خاندان رہتے تھے ان ایک بیوہ اور اس کا بیٹا کرشن لال رہتے تھے۔ یہ عورت کپڑے سینے اور سویٹر بُننے کا کام کر کے اپنا پیٹ پالتی۔ اس کے سسرال کا ایک فرد ساون سنگھ سیٹھی کریانے کی دوکان کرتا تھا۔

اسی گلی میں ایک عورت اور اس کا بیٹا جگیت سنگھ عرف جگا رہتے تھے جگت سنگھ سال میں ایک دفعہ آتا ماں کو اس کی ضروریات اور راشن کا سامان دے کر چلا جاتا۔ کیا کام کرتا تھا کہاں نوکر تھا کسی کو معلوم نہ تھا۔

اس عورت کے مکان کے متصل زرگروں کا خاندان رہتا تھا۔ اور ان کے ساتھ والے مکان میں ہری چند سیٹھی اور اس کی بہن کرتار کور رہتی تھی ہری چند سیٹھی کریانے کی دوکان کرتا اور اس کا بھائی درباری دہلی میں کہیں کلرک تھا۔ اس کے بعد دو تین خالی مقفل مکان تھے۔ جس کی دیکھ بھال ہندو برادری کرتی تھی۔

ہمارے مکان کے شمال میں مسلمانوں کے گھر تھے۔ حجام تھے۔ اور بافندے ایک مغل خاندان تھا۔ یہ سب لوگ محنت کش تھے۔ ان کی محنت کا پھل ان کے پیٹ کے تقاضے پورے نہ کرتے۔ بھوک کی وجہ سے انکے چہرے سوج جاتے حجام خاندان کے کچھ لوگ راولپنڈی چلے گئے۔ اور وہاں انہوں نے اپنی دوکان سجالی۔ بافندے کاریگر لوگ تھے۔ کھیس بنتے اور اس میں مختلف ڈیزائن بناتے ایسے کاریگر آج کل عنقا ہو گئے ہیں۔ اس مکان سے آگے ماچھیوں کا خاندان تھا ان کا ذریعہ آمدنی تنور تھا۔ لوگوں کی روٹیاں پکاتے اور ایک روٹی روٹیاں پکانے کا عوضانہ لیتے۔

ہمارے گھر کے مغرب میں علامہ محمد عالم قریشی کا گھر تھا۔ دن کے وقت گاؤں کی لڑکیاں قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتیں تو یہ گھر اللہ اور اللہ کے رسول کے ذکر سے منور ہوتا اور رات کے پچھلے پہر میں اس گھر سے اللہ کے حضور میں مناجات کی صدا اٹھتی اور ماحول مولوی محمد عالم کی ترنم آواز سے منور ہو جاتا۔

Marfat.com

مولوی محمد عالم کے گھر کے پیچھے مولوی عبدالحق قریشی کا مکان تھا۔ یہ ریلوے میں ڈرائیور تھا۔ خان محمد قریشی کی اولاد میں سے تھا۔

اس کے ساتھ محمد نامی شخص کا مکان تھا۔ یہ دریائے جہلم میں کشتی رانی کرتا تھا۔ اور قلعہ دار اور اس کے مغرب میں نہر اپر جہلم کے مغرب کنارے پر واقعہ گاؤں کے درمیان لوگوں کی آمدورفت کا ذریعہ اس کی کشتی تھی۔ یہ گورنمنٹ کا ملازم تھا۔

ان کے گھر کے ساتھ مرزا جلال بیگ کے بیٹوں۔ ولایت بیگ اور بشیر بیگ کا مکان تھا۔

انکے پڑوس میں مصلیوں کا خاندان تھا جو چھ نوجوانوں پر مشتمل تھا۔ محنت کش لوگ تھے جہاں مزدوری ملتی کر لیتے۔

انکے گھر کے آگے دارہ تھا۔ جہاں لوگ جمع ہوتے۔ دارہ کے مشرق کی گلی میں جما قصاب کا گھر تھا اور دو تین ماچھیوں کے گھر جو کہ لاہور میں ڈیری فارم میں ملازم تھے۔ غلام حسین بافندہ اسی گلی میں تھا اس لئے چھوٹا غلام حسین کہتے تھے۔ بڑا غلام حسین ہمارا پڑوسی تھا۔ مولابخش چغتائی بھی اسی گلی میں رہتے تھے۔ اس محلہ کے مکانوں کے پیچھے۔ چغتائی خاندان کے مکان تھے۔ جو نقل مکانی کر کے لائل پور چلے گئے۔ خاندان کے سربراہ کا نام صدرالدین تھا۔

اس کے اگلا علاقہ میں بنگلہ محلہ اور محل محلہ کے مکانات تھے۔ جن کا قابل ذکر خاندان شیخ فضل دین کا تھا جو کوہ مری اور سانگلہ چلے گئے۔ محل محلہ میں مرزا شیر بیگ اور فوجدار بیگ کی اولاد رہتی تھی۔ ان میں اب وہاں کوئی آباد نہیں۔

رونق بازار:

مسجد کے سامنے مشرق کی طرف یہ بازار شروع ہوتا ہے۔ بازار کا فرش پختہ اور دوکانیں بھی پختہ اینٹوں سے بنی ہوئی تھیں۔ شروع میں چونی لال کا طویلہ تھا۔ چونی لال حاکم رائے کا بیٹا تھا۔ یہ بڑے زمیندار تھے۔ چونی لال اس طویلے میں نوکروں ور مصلیوں کے ساتھ تاش کھیلتا رہتا تھا۔ اس کے نوکر مصلی تھے اس کے جانوروں کی دیکھ بھال کرتے تھے۔

طویلے آگے مشرق کی طرف لابھ سنگھ اور اس کے بیٹوں کی کریانے کی دوکانیں تھیں۔ اور اس کے آگے لکھمی داس مدان کی آٹا پیسنے کی مشین تھی۔

لکھمی داس کے خاندان کے لوگ فقر چند اور اس کے تین بیٹے۔ کلیان سنگھ۔ منوہر لال۔ اور سنتوک سنگھ بڑے زمیندار تھے اور کریانے کی دوکان کرتے۔

Marfat.com

ان کی دوکان کے آگے موہن لال زرگر اپنے بیٹے کے ساتھ زیور بنانے میں مصروف رہتے۔

ان کی دوکان کے انہی قبیل کے لوگ جو کہ چھ سات نوجوانوں پر مشتمل تھا وہ بھی زرگری کے شغل میں مصروف رہتے۔ انہوں نے ایک دفعہ سوڈا واٹر کی مشین بھی لگائی۔

اس دوکان کے آگے سندر داس جو ہمارا پڑوسی تھا اس کی دوکان تھی۔ یہاں بھی زرگری کا شغل جاری رہتا۔

اس کے اگلے گیان چند کپڑے کا تاجر تھا۔ اس کے علاوہ کچہری کے اشٹام بھی بیچتا تھا۔

گیان چند کی دوکان کے آگے کندن لال کپڑے کا تاجر اور اس کے سامنے گیانی نانک سنگھ بڑا نفیس آدمی تھا۔

بازار کے کونے پر کریانے کی دوکان تھی۔ دوکان کے مالک کا بیٹا چمن لال راقم الحروف کا کلاس فیلو تھا۔

بازار شمال کی طرف مڑتا تھا۔ یہاں پر سجان سنگھ ٹانگے والا کا باپ مٹھائی کی دوکان سجائے بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے ایک معذور ہندو اچھوت قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ ہندوؤں کے گھر کام کرتا صفائی وغیرہ بھی کرتا تھا۔ اور معذور بھی تھا۔ یہ ماں کے ساتھ رہتا تھا۔ بازار کے سرے پر مندر تھا۔ جہاں سے موسیقی پھوٹتی سردار حویلہ سنگھ مندر کے پڑوس میں رہتا تھا اور گبان چند کی دومنزلہ حویلی بھی بازار کے شمالی سرے پر تھی۔

گیان چند کی حویلی کے متصل پنجو سنگھ کی حویلی بھی موجود تھی۔ پنجو سنگھ بھی بڑے زمینداروں میں شمار ہوتا تھا۔

تقسیم کے وقت یہ لوگ نقل مکانی پر مجبور کر دیئے گئے اور یہ رونق وہ اپنے ساتھ لے گئے۔

قلعہ دار میں سکول:

ڈسٹرکٹ بورڈ گجرات نے قلعہ دار میں پرائمری سکول کا اجرا کیا۔ یہ سکول سے پہلے جامع شاہی قلعہ دار میں قائم ہوا۔ مولوی قل احمد قریشی اس کے پہلے معلم مقرر ہوئے۔ اس کے بعد یہ سکول دھونی صاحب کی ڈیوڈھی میں منتقل ہوگیا۔ ڈسٹرکٹ بورڈ گجرات نے قلعہ دار کی طرف جاتی ہوئی پکی سڑک کے مشرقی کنارے پر زمین لے کر وہاں دو کمروں پر مشتمل عمارت بنا دی اور سکول اس میں منتقل ہوگیا۔

اس سکول کے قابل ذکر اساتذہ میں ماسٹر تارا سنگھ سید مظفر شاہ مولوی عبدالغنی تھے۔

Marfat.com

لڑکیوں کے لئے سکول:

ایک پرائمری سکول لڑکیوں کے لئے بھی قائم کیا گیا۔ اس کی ہیڈ مسٹرس مس صادقہ کا تعلق کنجاہ سے تھا اور نائب مدرس شانتی ہندو مذہب سے تعلق رکھتی تھی سکول کی کوئی عمارت نہ تھی۔ کرائے کے مکان میں یہ سکول ملک غلام حسین کے مکان میں کھولا گیا تھا۔ اس سکول کی اساتذہ میں ملک عطا محمد کی بیٹیاں نے عرصہ دراز تک تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ قابل ذکر ظفر بیگم۔ فاطمہ ملک۔ بلقیس ملک اور شگفتہ ملک قابلِ ذکر ہیں۔

قلعہ دار میں ان دونوں سکولوں کے سوا اور کوئی سہولت نہ تھی۔ گجرات میں ہائی سکول تھا۔ اور کالج بھی۔ ان میں تعلیم حاصل کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہ تھی۔

ان حالات کے باوجود قلعہ دار کے باسیوں نے نامساعد حالات کا مقابلہ کیا۔ اور سرکاری محکموں میں نوکری حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

قلعہ دار کے سرکاری ملازم

مولوی محمد عبدالکریم	گورنمنٹ ہائی سکول جہلم
پروفیسر ضیا محمد	گورنمنٹ کالج لائل پور
مرزا شیر بیگ	تھانیدار پولیس
مرزا عنائت بیگ	ملٹری اکونٹس
مرزا ولایت بیگ ولد فوجدار بیگ	ریلوے
ملک عطا محمد	ریلوے
قاضی نذیر اسلام	ریلوے
بشیر احمد قریشی	ریلوے
ملک غلام حسین	سب انجینئر۔ پی ڈبلیو ڈی
ملک رشید احمد	ایس پی پولیس
فضل حسین قریشی	سب انجینئر پی ڈبلیو ڈی
احمد حسین قریشی	پروفیسر زمیندار کالج گجرات
محمد فقیر قریشی	ریلوے

فوج میں ملازم۔ کیپٹن محمد رمضان تبسم قریشی۔ برٹش آرمی اور بعد میں پاک آرمی

مرزا ولایت بیگ ولد جلال بیگ

Marfat.com

بشیر بیگ ولد جلال بیگ	
محمد حسین ارائیں	
محمد حیات قریشی	
رحمت علی کھکھڑ	
کرنل مظہر حسین قریشی	پاک آرمی
لیفٹیننٹ کرنل اظہر وقاص	پاک آرمی
مرزا ارشد بیگ	پولیس انسپکٹر
بشیر احمد گوجرا	پولیس انسپکٹر
مرزا افضل بیگ	ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر
ڈاکٹر ثوبیہ مظہر	گائنا کالوجسٹ

ایم بی بی ایس۔ایم سی پی ایس۔ایف سی پی ایس

قلعہ دار کا راجپوت کھوکھر خاندان

قلعہ دار کے جنوب مغربی کونے میں ایک اور شمع ہدایت روشن ہوئی اس دھرتی کے سینے پر ایک اور مسجد ابھری جس کے خطیب و متولی میاں محمد بخش بنے۔میاں محمد کے نام سے معروف ہوئے۔

میاں محمد بخش۔محمد حنیف ساکن قلعہ دار کے بیٹے تھے۔محمد حنیف اپنے آپ کو راجپوت کھوکھر گردانتے تھے۔محمد حنیف کے میاں محمد کے علاوہ ایک اور بیٹے تھے جن کا نام علم الدین تھا علم الدین کی اولاد میں جان عالم۔عنائت اللہ۔فیض اللہ لڑکے تھے۔

جان عالم کی اولاد میاں اللہ لوک۔غلام محی الدین۔فقیر اللہ تھے۔فقیر اللہ کی اولاد محمد اصغر اور محمد اکبر تھے۔

غلام محی الدین کی اولاد میں بابو عطا محمد ریلوے میں بکنگ کلرک تھے اور پروفیسر ضیا محمد (مصنف یادگار وارث) تھے۔اللہ لوک کا بیٹا سعادت علی تھا۔

عنائت اللہ کی اولاد میں پانچ بیٹے ہیں غلام احمد۔غلام قادر۔غلام حیدر۔میراں بخش۔غلام حیدر کے دو بیٹے غلام حسین اور سیر تھے اور تدیر حسین تھے۔غلام حسین کا بیٹا رشید ملک سی ایس پی کر کے ایس پی بن گیا دوسرا بیٹا سکندر تھا۔

غلام قادر کی اولاد میں محمد حسن اور محمد عالم تھے اور ایک بیٹی مقبول بی بی جس کی شادی رکن

Marfat.com

الدین سے ہوئی اوران کا ایک بیٹا مولوی عبدالغنی جس نے قلعہ دار کی کسی نسلوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔

میاں محمد کے تفصیلی حالات ماضی کی میراث ہے۔ البتہ آپ کی تصانیف اور تیار شدہ قلمی تجدیدی نسخے انکے علمی مرتبہ کی گواہی دیتے ہیں خوس نویس تھے۔ انہوں نے ایک مثنوی مولانا روم کا خوبصورت نسخہ تیار کیا تھا۔ یہ نسخہ ان کے خوش ذیلی اور فن زیبائش کا شاہکار تھا۔ اس دور میں فن کا مقابلہ ایک صحت مند علامت تھا۔ یہ اس زمانہ کی علمی استعداد کا معیار سمجھا جاتا تھا۔

سادہ چک کے ایک عالم اللہ جوایا شوق نے اس مثنوی کا ایک خوش خط۔ زیبائش سے آراستہ اوران پر حاشیہ نویسی کا ایک ایسا ہی شاہکار تیار کیا۔ جو حلقہ علماء اور فضلا میں خاصی شہرت کا حامل تھا۔ میاں اللہ جوایا شوق نے یہ مثنوی ایک جلد ساز کو دی جس نے اس کے کچھ حاشیے کاٹ دیئے۔ میاں اللہ جوایا مشوق نے اس کی ہجو لکھی وہ ہجو بھی علمائے عصر میں بڑی شہرت کی حامل بنی۔

میاں محمد کے تیار کردہ مثنوی کا نسخہ پروفیسر ضیا محمد کے کتب خانے کی زینت ہے۔ پروفیسر موصوف میاں محمد کے بھائی علم الدین کی اولاد میں سے ہیں۔

حسن کارکردگی اور حسن سیرت کے صلے میں میاں محمد کو ایک بیگھہ زمین ملی۔ یہ انکے خلوص۔ عمل۔ علم اور سیرت کا اعتراف تھا۔ دین کے بے لوث خدمت گار تھے۔ علم کی آبیاری کرتے ... کے قلمی شاہکار پروفیسر ضیا محمد کے پاس ہیں۔

میاں محمد کا ایک بیٹا تھا۔ جو مفقود الخبر ہوگیا۔ باپ اس کی جدائی کی آگ میں جلتا رہا ... جدائی میں اشعار اور سے سہ حرفیاں لکھیں جو شائد پروفیسر ضیا محمد کے پاس محفوظ ہوں۔

میاں محمد 123ء۔ 02 رمضان جمعہ کے دن فوت ہوئے۔ ... قطعہ تاریخ لکھا۔

فرید شیخ زمان حضرت محمد بخش
کہ کس نہ دید بہ دیوان خلق ... او ...
فقیہہ وعارف کامل تقی و شب بیدار
رخش ہمیشہ زخوف خدا چون عاشق ...
بہ سبیل دیدہ آب قناعت از دل خویش
نمود آتش آزر ... دنیا ...
برروز جمعہ گزشتہ دو عشر از رمضان

Marfat.com

بوقت عصر روی زمانہ رحلت کرد

بفکر سال و صلش بخاطرم شد جمع

افسوس حسرت و سوزوگذار نالہ درد

1237ھ

ایضاًزبان اردو

محمد چل گیا دنیا سے ہیات

پیا گھونٹ اس نے جام فنا سے

نہیں میں بھول کر کہتا ہوں یہ بات

ہوا گلچیں بستان بقا سے

مہ رمضان تھا اورجمعہ کا دن

کیا جب کوچ اس نے اس سرا سے

مجھے تھا فکر دل میں

مدد جو تھا میں اس بابت خدا سے

چانک گوش دل میں پہنچی آواز

کہ خالی ہوگیا جگ اتقا سے

۱۲۷۳ھ

میاں محمد بخش کا زمانہ مغلیہ عہد کے زوال کے دور میں تعین ہوتا ہے۔ اس پرآشوب دور میں دین کا دیا جلائے رکھنا بڑی ہمت اور عظمت کی بات ہے۔

میاں محمد کی اولاد کا سلسلہ نہ جاری رہ سکا البتہ س خاندان کی اولاد میں سے میاں جانِ عالم کی اولاد اور میاں عنائت اللہ کی اولاد میں قابل ذکر لوگ ملتے ہیں۔

میاں جان عالم کی اولاد میں غلام محی الدین کے دو بیٹے عطا محمد، ضیا محمد تھے۔

پروفیسر ضیا محمد قلعہ دار کے وہ گل سرسید تھے جن کی مہک سے یہ ویران برسوں معطر رہا۔ اس سرزمین میں کسی قلعہ دار کے باشندے کا ایم اے پاس کر لینا ایسا ہی تھا جیسے کولمبس نے امریکہ دریافت کیا۔ یاواس کوڈے گامانے راس امید کا راستہ تلاش کیا۔

قلعہ دار میں تعلیم کی سہولت پرائمری درجہ تک تھی ایک میل کے فاصلے پر مڈل سکول تھا۔ ہائی سکول گجرات میں 4 میل کے فاصلے پر۔ سارے پنجاب میں تین کالج تھے۔ لاہور۔ سیالکوٹ۔

Marfat.com

راولپنڈی جو تقریباً 80 میل اور 113 میل کے فاصلے پر ہے۔ راستے دشوار گزار اور سواری کا بندوبست نہ تھا۔

ایک امام مسجد کے بیٹے کو علم حاصل کرنے کے لئے جن مراحل کا سامنا تھا وہ حوصلہ شکن تھے اور ہمت دم توڑ دیتی تھی راستہ کے سنگلاخ حقائق کوئے علم کے اس راہی کے عزم کو متزلزل نہ کر سکے اور اس کے عزم نے ہر مشکل مقام کا خندہ پیشانی سے سامنا کیا۔

قلعہ دار کے ویرانے میں ایم اے پاس کرنے کا اعزاز اس کا مقصوم ٹھہرا۔ اس نے وہی کام جاری رکھا جو اس کے اجداد کر رہے تھے۔ تعلیم و تعلیم۔ سرکاری اداروں میں پروفیسر ہو گئے۔ لائل پور کالج کے وائس پرنسپل ریٹائر ہوئے۔ علمائے دین کے لڑکے روشن طبع اور شگفتہ مزاج لے کر پیدا ہوئے ہیں۔ فارسی کی تعلیم ان کی شخصیت پر خوشگوار اثر ڈالتی ہے۔ اور کردار کی تعمیر میں اپنا اثر رکھتی ہے۔ پروفیسر ضیا۔ ذہین۔ فطین۔ متین۔ شگفتہ مزاج کی شخصیت تھی۔

پنجابی زبان کی ادبی حیثیت اسکی شاعری کی لطافت اور نازک خیالی کا تعارف سب سے پہلے انہوں نے ہی کرایا۔ یادگار وارث اس زمانے کی تصنیف ہے جب پنجابی زبان لاوارث تھی۔ یا اس کے وارث ابھی تک عدم کتم سے منصۂ شہود پر نہیں آئے تھے۔ وارث شاہ کی ہیر کا اجمالی جائزہ اور مضامین ہیر سب سے پہلے توجہ انہوں نے دی۔ آج بھی پنجابی تحقیق میں یادگار وارث کو کونے کے پتھر کی حیثیت حاصل ہے۔

آپ کے بیٹے ملک ظفر علی محکمہ تعلیم سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ تبلیغی جماعت سے منسلک ہیں۔ انکے بیٹے جاوید ملک اجداد کے کارناموں کے وارث ہیں۔ بابو عطاء محمد۔ پروفیسر ضیا محمد کے بڑے بھائی ہیں۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد ریلوے میں بکنگ کلرک بھرتی ہوئے اور چیف بکنگ کلرک ریٹائر ہوئے۔ شرافت انکی شخصیت کی خاصیت ہے۔

انکی چھ بیٹیاں تھیں جنکی صلاحیتیں بیٹوں سے بڑھ کر تھیں۔ ان کی ہمت اور ان کا عزم۔ انکے راستے میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے مشکلات پر حاوی تھا۔

قلعہ دار میں سفری سہولتوں کا فقدان۔ درس گاہوں کی کمی۔ اس پر خاتون پردے کی پابند۔ یہ مشکلات تھیں جنکے باوجود انکے خواتین نے بی اے۔ بی ٹی تک تعلیم حاصل کی اور محکمہ تعلیم سے منسلک ہوگئیں۔ اور انکی تعلیم و تعلم میں خدمات قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے قلعہ دار کی کئی نسلوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔

ان میں محترمہ فاطمہ ملک ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر ریٹائر ہوئیں

Marfat.com

اس خاندان کی ایک خاتون مقبول بی بی نے برسوں قلعہ دار کی بڑی بوڑھیوں اور ہر عمر کی لڑکیوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتی رہیں۔

مولوی عبدالغنی:

مقبول بی بی کے صاحبزادے۔ قلعہ دار میں مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ اس کے علاوہ محکمہ تار اور ڈاک کی ترسیل بھی کرتے تھے۔ ملک عطا محمد کی بڑی بیٹی آپا ظفر سے ان کی شادی ہوئی۔ قلعہ دار کی چھوٹی مسجد کے متولی اور امام بھی تھے۔ آپ مسجد و مکتب دونو پلیٹ فارموں سے قلعہ دار کی نئی نسلوں کی تربیت کی آپ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ منشی فاضل کا امتحان پاس کر رکھا تھا۔ اس تعلیم کے لوگ عموماً ہائی سکول میں فارسی پڑھاتے اور تعینات ہوتے تھے۔ ماں کی خدمت کا تقاضا تھا کہ آپ ماں کو اکیلا چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے اور ساری عمر قلعہ دار کے لوئر مڈل سکول میں گزار دی۔ سرکاری قوانین پر سختی سے کاربند رہتے۔ معاشرتی تقاضوں پر بھی پورا اترتے تھے۔

آپ نفیس طبع۔ خوش لباس۔ اور قناعت پسند طبیعت کے مالک تھے۔ آپ ۱۹۵۷ء میں حادثاتی طور پر فوت ہوئے۔

قلعہ دار میں ادبی۔ علمی سرگرمیاں

۱۹۵۰ء کی دہائی میں پنجابی زبان کی ترویج کا ڈول ڈالا گیا۔ دو پنجابی ماہنامے۔ پنجابی ادب۔ پنج دریا شائع ہونے لگے۔ مارکیٹ میں پنجابی زبان کی تاریخ اور تذکار کی کتابیں چھپ کر آگئیں۔ پنجابی زبان اپنی پیدائش سے ہی لاوارث رہی۔ پنجاب کا باسی زبان تو پنجابی بولتا ہے۔ مگر تحریر اردو میں کرتا ہے۔ پنجابی زبان کا شائع شدہ سرمایہ نظم تک محدود ہے نثر کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے۔

پنجابی زبان کے تذکار اور تواریخ کے مولفوں میں مطالعہ کا فقدان ماخذ کی نایابی اور چھپنے کے شوق کے نتیجہ میں ان کی تالیف میں بے شمار غلطیاں تھیں۔

ڈاکٹر احمد حسین قریشی کے آباؤ اجداد عرصہ دو سو سال سے تعلیم اور تعلم سے منسلک رہے۔ تعلیم کی زبان عربی فارسی تھی۔ مضمون دینی اور فارسی عربی ادب پر محیط تھا۔ مگر ان کا ذریعہ اظہار پنجابی زبان تھی۔ وہ اپنے باقیات میں ایک لائبریری چھوڑ گئے جس میں عربی۔ فارسی۔ پنجابی کے نایاب نسخے اور مخطوطے ملتے ہیں۔ یہ لائبریری ڈاکٹر کو ورثہ میں ملی اس کے علاوہ جو چیز ان کو وراثت میں ملی وہ ذوق مطالعہ تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے ان مولفوں کے مجموعہ ہائے تذکار اور تواریخ کا مطالعہ کیا تو جن غلطیوں

Marfat.com

کے وہ مرتکب ہے ان کی نشان دہی کر دی گئی اور اس طرح ان کا مقالہ "پنجابی تذکروں کا تنقیدی جائزہ" پنجابی ادب کی خصوصی اشاعت میں شائع ہو گیا۔ رائٹرز گلڈ نے اس مقالے کو انعام کا حق دار قرار دیا۔

ڈاکٹر صاحب نے ایک کتاب پنجابی ادب کی مختصر تاریخ بھی لکھی جس میں انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کی پنجابی ادب کے سلسلے میں خدمات کا ذکر کرتے ہوئے اپنے اجداد کے نام کے ساتھ علامہ کا لفظ استعمال کیا۔ ڈاکٹر صاحب کے مقالہ کا ردعمل تو ان مولفوں کی طرف سے اپنی غلطیوں کا دفاع ہونا چاہیے تھا جو کہ دلیل اور حوالہ سے کیا جاتا مگر شائستگی سے تہی دامن یہ لوگ طعن تشنیع پر اتر آئے اور سوقیانہ انداز بیان اختیار کیا۔ اور پھبتی یہ کسی گئی "قلعدار ایسا گاؤں ہے جس کا ہر شخص علامہ ہے"۔

علم نام ہے مشاہدہ اور تجربہ کا۔ مشاہدہ اور تجربہ علم کو بقا اور جلا بخشتا ہے۔ مشاہدے اور تجربے کے اپنے اپنے معیار ہیں۔ ایک چیونٹی کی تمثیل ملتی ہے۔ وہ ایک پیالے میں چکر لگا رہی تھی اس کے علم کا معیار پیالے کے ظرف تک وابستہ رہا۔ اسی طرح مولانا روم چار اندھوں کی حکایت بیان کرتے ہیں کہ ان کے سامنے ہاتھی کھڑا کیا گیا۔ انہوں نے ہاتھی کے جسم ٹٹول کر جس حصہ کا تجربہ حاصل ہوا وہ دنیا کو وہی سمجھنے لگے۔ ان کا علم بھی ان کے تجربہ تک محدود رہا۔

انبوہ عالماں میں ایک طبقہ ایسا بھی تھا۔ جس پر ہم نشینوں کے جمال کا اثر اور ان کی شاطرانہ طبیعت کا کمال انہیں عالموں کی صف میں شامل کر دیتا ہے۔ مگر ان کی شخصیت اس شائستگی سے تہی دامن رہی جو کسی عالم کا طرہ امتیاز ہوتا ہے۔ ان پر یہ مثال صادق آتی ہے کہ ایک گیدڑ کو اخبار کا شائع شدہ کاغذ ملا تو اس نے ساتھیوں کو دکھاتے ہوئے کہا کہ اس نے گنے کے کھیت کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ ساتھیوں کو ساتھ لے کر ایک رات کھیت میں ان کی دعوت کی۔ دوسرے روز کھیت کا مالک چوکنا ہو گیا۔ جب یہ ٹھیکیدار اپنے ساتھیوں کے ساتھ جائے واردات پر پہنچا تو مالک اور اس کے ساتھیوں نے اسے مارنا شروع کر دیا۔ ساتھیوں نے کہا کہ وہ ٹھیکے کا کاغذ دکھاؤ ٹھیکیدار کہنے لگا یہ سب ان پڑھ ہیں فی الحال جان بچاؤ۔ کل دیکھا جائے گا۔

کسی شخصیت کے علم کا احاطہ کوئی صاحب علم ہی کر سکتا ہے۔ چھابڑی والے کے لئے ایک ایم اے پی ایچ ڈی کسی بڑے سکول کا ماسٹر ہو سکتا ہے مگر جس کو ایم اے یا پی ایچ ڈی کی قدر کا اندازہ ہے وہ اسے علامہ ہی سمجھے گا۔

علامہ ہونے کے لئے علم کی مقدار مقرر نہیں کہ اتنا علم ہو تو علامہ اس سے کم ہو تو علامہ نہیں۔ یہ خطاب اہل علم ہی دے سکتے ہیں اور ماحول کے تناظر میں اس کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ "گنے کے ٹھیکیدار" یہ فیصلہ نہیں کر سکتے۔

Marfat.com

قلعہ دار ایک ایسی بستی ہے۔ جو کہ شہر سے چار میل دور سڑک کچی ذرائع آمد و رفت دشوار یہ اس دور کی بات ہے جب سفر کا تعین میلوں کی بجائے وقت کے پیمانے سے کیا جاتا تھا۔ انگریزی راج کی برکتیں ابھی اس پر سایہ فگن نہ تھیں۔ ان مشکلات کے باوجود علمائے قلعہ دار کے علم کا اعتراف ان کے ہم عصر دور دراز علاقہ کے عالم کرتے رہے۔ اور وہ علامہ کے طور پر جانے بھی جاتے تھے۔ اور پہچانے بھی جاتے تھے۔ اورینٹل کالج کے پروفیسر ہو یا پنجاب یونیورسٹی کا پروفیسر ڈاکٹر لیٹنر ہو سب انکی عظمت کے معترف تھے۔ قلعہ دار میں ان کے جلائے ہوئے چراغوں میں تیل کی بجائے ان کی ہمت کا خون جلتا تھا۔

قلعہ دار میں پڑھے لکھے افراد کی تعداد اور لکھی جانے والی کتابوں کا سرمایہ اس جیسے کسی بھی گاؤں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے اور شاید ہی کوئی قریہ ایسا ہو جو اس کا مد مقابل ہو۔

قلعہ دار کے پڑھے لکھے افراد:

حافظ خان محمد	درس نظامیہ
مولوی سید احمد	درس نظامیہ
مولوی فضل احمد	درس نظامیہ
مولوی قل احمد	درس نظامیہ
مولوی رحیم بخش	درس نظامیہ
مولوی عبدالکریم	درس نظامیہ۔ مولوی فاضل۔ منشی فاضل پنجاب یونیورسٹی
مولوی محمد عالم قریشی	درس نظامیہ
کیپٹن محمد رمضان قریشی	ایف اے درس نظامیہ منشی فاضل
مولوی محمد حیات قریشی	درس نظامیہ
مولوی محمد فقیر قریشی	درس نظامیہ منشی فاضل
مولوی عبدالغنی	منشی فاضل
مولوی محمد حسن قریشی	درس نظامیہ منشی فاضل
بشیر احمد قریشی	بی اے منشی فاضل
رشید ملک	ایم اے۔ سی ایس پی
پروفیسر ضیا محمد ملک	ایم اے فارسی
ظفر علی ملک	بی اے بی ٹی

Marfat.com

پروفیسر احمد حسین	ایم اے فارسی۔ ایم اے عربی۔ ایم اے اردو۔ پی ایچ ڈی اردو۔ پی ایچ ڈی عربی
ڈاکٹر طاہر محمود قریشی	ایم اے۔ پی ایچ ڈی
افتخار احمد قریشی	ایم اے
آفتاب احمد قریشی	ایم اے۔ ایل ایل بی
لیفٹیننٹ کرنل اظہر وقاص	ایم اے

قلعہ دار میں خواتین کی تعلیم کے اسباب نہ ہونے کے برابر تھے۔ اس کے باوجود قلعہ دار میں خواتین بھی علم کے میدان میں کم نہ رہیں۔

فاطمہ ملک	ایم اے
فرحت افزا قریشی	ایم اے
مسرت قریشی	ایم اے
ساجدہ قریشی	ایم اے
کوثر پروین قریشی	ایم اے

ٹیکنیکل تعلیم:

بابو غلام حسین ملک	سب انجینئر
فضل حسین قریشی	سب انجینئر
کرنل مظہر حسین قریشی	ایم بی بی ایس۔ ایم سی پی ایس۔ ایم فل

قلعہ دار میں تصنیف اور تالیف:

پروفیسر ضیا محمد ملک	یادگار وارث مطبوعہ
	پنجابی ادب کی پہلی سنجیدہ کتاب
رشید ملک	انڈیالوجی
	موسیقی کے مسائل
	پنجاب کے سو سال
سید احمد ناظم	عقائد ناظم۔ عقائد پر مبسوط فارسی نظمیں کتاب
	مسائل البدعت۔ فارسی

Marfat.com

	نثر۔فقہ میں کتاب۔رسالہ رفع یدین عربی نثر۔رسالہ آمین بالجہر۔فارسی نثر ارشاد الجاحلین۔پنجابی نظم
نجم الدین فائز	26 کتابوں کے مصنف تھے بہت سے نسخے تلف ہو گئے
دیوان کلام فائز	عربی فارسی
مجموعہ خطب	عربی فارسی
حیات المسیح	60 ورق پر مشتمل عربی زبان میں مقالہ
شجرہ طیبہ بنائے خمسہ	فارسی نظم
مصباح الفرائض	علم ورثہ پر فارسی نظم میں تالیف
شرح قافیہ	رسالہ عبدالواسع مانسوی کے جواب میں
جامع القواعد	فارسی ادبیات کے قوائد
فرائض اسلام	فارسی نظم
دیوان	فارسی نظم
رسالہ علم تصوف	فارسی
دیوان	پنجابی
سیرت النبی	پنجابی
شرح اسمائے الحسنیٰ	اللہ کے 99 ناموں کی شرح
عمدۃ الخطاب فی فضائل الاصحاب	پنجابی نظم
فضائل صحابہ	پنجابی نظم
ابوبکر صدیقؓ۔عمر فاروقؓ۔حضرت عثمانؓ۔حضرت علیؓ۔	
مناقب اہل بیت	پنجابی نظم
جنگ نامہ کربلا	پنجابی نظم

مولوی محمد عبدالکریم قریشی:

محوی البنیات فی مسائل الاموات	عربی نثر

Marfat.com

خیر الخبر فی مسائل سنۃ الفجر	عربی نثر
القول العاضد فی مسائل طلاق فی مجلس الوعد	عربی نثر
تاج المومنین	
تفسیر سورۃ فاتحہ	عربی
کتاب الواعظ	عربی
تفسیری حاشیہ قرآن مجید	عربی
حل ترکیت قرآن مجید	اردو
مجموعہ فتاویٰ	عربی۔فارسی۔اردو
رسالہ ذبح فوق العقد	عربی
شرح ترجمہ صدرا	اردو
حمداللہ	اردو
سلم العلوم	اردو
کامل المبرد	اردو
رسالہ سماع موتی	عربی
رسالہ درجواب مولوی شہاب الدین	عربی
دیوان	عربی فارسی
تاریخ صلح نامہ حدیبیہ	پنجابی نظم
تاریخ فتح مکہ	پنجابی نظم
محمد عالم قریشی:	
تفسیر سورۃ اخلاص	پنجابی نظم
تفسیر سورہ	پنجابی نظم
تاریخ اسلام امیر حمزہ	پنجابی نظم
دیوان عالم	عربی۔فارسی۔پنجابی
مجموعہ فتاویٰ	عربی فارسی
محمد رمضان تبسم قریشی:	
دہقاں کا گیت	اردو

Marfat.com

حیات تبسم	اردو
عرض تبسم	اردو
اطاعت والدین	اردو
ارشاد رسالت	اردو نظم
پیغام رسالت	اردو نظم
محبوب رسالت	اردو نظم
خیر البشر	اردو نظم
خم خانہ دل	فارسی مجموعہ کلام

اردو کلام:

دیوان اول	پانچ شعری غزلوں کا مجموعہ 30 غزلیں
دیوان دوم	سات شعری غزلوں کا مجموعہ 30 غزلیں
دیوان سوم	نو شعری غزلوں کا مجموعہ 30 غزلیں
چہارم	گیارہ شعری غزلوں کا مجموعہ 30 غزلیں
پنجم	منظومات۔ نعتیہ کلام
ششم	سیرت النبی۔ خورشید رسالت۔ محبوب الٰہی سید البشر
ہفتم	اصلاح رسوم۔ اسلامی خاتون تہذب نو
ہشتم	استقبالیہ نظمیں۔ قصائد۔ مراثی قطعات
نہم	تاریخ قطعات
دہم	ضیائے خورشید۔ دہقاں کا گیت۔ دیہات سدھار تحادی نغمے۔ پنچائت نامہ جنگی نظموں کا مجموعہ۔ سپاہی اور ہمارا فرض
بازدہم	پنجابی کلام غزلیات پنجابی
دوازدہم	منظومات پنجابی سی حرفی
سیزدہم	ترجمہ پیام مشرق
چہاردہم	

ڈاکٹر احمد حسین قریشی:

Marfat.com

تراجم قرآن کریم	اردو نظم
مثنوی مسافر۔ علامہ اقبال	پنجابی نظم
اسرار خودی۔ علامہ اقبال	پنجابی نظم
پس چہ باید کرد۔ علامہ اقبال	پنجابی نظم
گلشن راز جدید۔ علامہ اقبال	پنجابی نظم
ترجمہ شکوہ جواب شکوہ۔ علامہ اقبال	پنجابی نظم
بندگی نامہ۔ علامہ اقبال	پنجابی نظم
قصیدہ بردہ۔ علامہ بصیری	پنجابی نظم
قصدیہ بانت سواد۔ عربی۔	پنجابی نظم
کعب بن زہیر عربی	پنجابی نظم
ترجمہ احادیث نبوی	اردو نظم
سراپائے حبیب۔ نبی پاک کا سراپا	پنجابی نظم
حیات جاوداں۔ سیرت رسول	فارسی نظم
سیرت رسول	اردو نظم
مثنوی اشک وآہ۔ مشرقی پاکستان کا المیہ	اردو نظم
پاکستان نامہ	اردو۔ فارسی نظم
مثنوی سیاست حاضرہ	اردو نظم پاکستان کی سیاست
مثنوی فرہنگ عشق	فارسی نظم۔ حضرت بلال کا عشق
پنجابی تذکریاں تے تنقیدی نظر	پنجابی نثر۔
مختصر تاریخ پنجابی ادب	اردو نثر۔

تذکرہ عیار الشعرا۔ تنقیدی اور تحقیقی جائزہ۔ اردو

عربی ادبیات کی تعمیر میں علمائے لاہور کا حصہ۔ انگریزی

شعری مجموعے:

دیوان۔ فارسی۔ عربی۔ اردو

تحقیقی مقالے:

Marfat.com

گجرات کی قدیم تاریخ — اردو

گجرات بہ عہد قدیم وجدید

قدیم رومانی شہر گجرات

گجرات میں آثار قدیمہ

گجرات میں آثار قدیمہ اور تعلیمی ماحول

گجرات کی تمدنی تاریخ کا اجمالی خاکہ

گجرات کا قدیم علمی ماحول

ضلع گجرات کی پرانی درس گاہیں وعلما کرام

شعرالعرب فی الگجرات

گجرات کا دبستان شعروسخن

کنجاہ کا دبستان فارسی

گجرات کے جلد ساز

خاندان نوشاہیہ کے شاہی فرمان وتاریخی تحریریں

قانگوہان گجرات

موضع ترکھ کے علمی آثار

ملاں عبدالنبی والد عبدالرحمان جامی

شاہ چراغ چوہانوی

حضرت شاہ دولا دریائی کی ایک معاصر تحریر

مثنوی نیرنگ عشق

ملا غنیمت کنجاہی

سرآور علمائے پنجاب مولوی کلیم اللہ چھانوی

تذکرہ علمائے احناف

مولوی محمد صالح کنجاہی

مولوی محمد صالح کنجاہی

مولوی غلام محی الدین کنجاہی

ایک سچے عاشق رسول دی کہانی

Marfat.com

روضہ خواجہ ثنا اللہ خرابات

سر سید احمد خان و گجرات

بابائے اردو و گجرات

ڈپٹی نذیر احمد حیات نذیر کے گم نام گوشے

مفتی شیر محمد گوٹریالوی

مولوی نجم الدین فائز

پنجاب یونیورسٹی کے متعلق یادیں

مولوی محمد عالم قلعہ داری

کیپٹن محمد رمضان تبسم قریشی

نقوش سلیمانی

محبتوں اور قہقہوں کا یار احسان الحق سلیمانی

پنجابی کا ایک گمنام شاعر رحیم بخش

پیر فضل گجراتی

بوسہ زن پر آستان کاملے

ڈوگہ شریف درس گاہ پر رپورٹ

زمیندار کالج تاریخ کے آئینہ میں

بزم کہن زمیندار کالج

مجلہ شاہین زمیندار کالج۔

بزم اقبال زمیندار کالج

زمیندار کالج کے نامور اساتذہ:

سید شبیر حسین بخاری

پروفیسر غلام جیلانی اصغر

پروفیسر جی سرور

پروفیسر حامد حسن سید

چوہدری فضل حسین

پروفیسر سیف الرحمان

نذیر احمد قریشی

وزیر آباد کا علمی خاندان

تاریخ مفتیان شادیوال

تاریخ وڑائچ

گجرات کے اولیائے ک

Marfat.com

روشنی کا سفر

صفہ سے قلعہ دار تک

قلعہ دار میں کفر و الحاد شاہی سر پرستی میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہا تھا۔ قلعہ دار کے باسیوں کے عبودیت کے جذبے کفر کے اندھیروں میں بھٹک رہے تھے۔ آتش پرستی اور ہندو رسم رواج ادا کرنے کے بعد ذوق عبودیت تشنہ رہ جاتا تھا۔ تسلی اور تشفی سے خالی جذبے معاشرے پر منفی اثرات کا باعث ہوتے ہیں۔

اس دور میں اسلام کی تعلیمات کی روشنی مسجد شاہی سے پھیل رہی تھی۔ مگر نور خدا کفر کی آندھیوں کی زد میں تھا۔ مولوی گل محمد اور حافظ صدر الدین کی زندگی کی شام ہونے کو تھی۔

رحمت خداوندی نے یہ خلا اس شخص کے شاگرد سے پُر کیا جو معلم کتاب و حکمت کا عینی شاہد تھا۔ جو قرآن کی چلتی پھرتی تفسیر کی صحبت میں برسوں رہا۔ جس نے نزول وحی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جس کی قرآن فہمی اور قرآن دانی رسول خدا سے مستند تھی۔

مدینہ میں صفہ کی دانش گاہ ترتیب پا چکی تھی۔ اس کے دانش ور تعلیم و تعلم میں دن رات مصروف رہتے تھے۔ دین سیکھنے اور سکھانے کا عمل بڑے زور شور سے جاری تھا۔ حضور سرور کائنات اس دانش گاہ کو سند قبولیت عطا کر چکے تھے اور اس پر پسندیدگی کا اظہار بھی کر چکے تھے۔ صفہ کے مفتی اعظم عبداللہ بن مسعود تھے۔ عبداللہ بن مسعود نے شمع ہدایت کی کرنوں کا وافر حصہ اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا۔ اور خود روشنی کا مینار بن گئے۔ روشنی نسلاً بعد نسلاً منتقل ہوتی رہی اور دیے سے دیا جلتا رہا۔

خان محمد قریشی نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی معنوی اولاد کا شجرہ مرتب کیا۔ اس قسم کی دستاویز مرتب کرنے کے لئے جن معلومات کی ضرورت ہوتی ان کا حاصل کرنا جوئے شیر کھودنے سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ خان محمد نے ان معلومات کو دریافت کرنے کے لئے جنوبی پنجاب کے قصبہ سرائے سدھو سے علمی سفر شروع کیا اور پشاور سے گجرات تک کی علمی درس گاہوں سے علم کے وہ موتی حاصل کئے جن کی روشنی میں وہ یہ شجرہ مرتب کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ تفصیلی حالات پروفیسر احمد حسین قریشی نے مرتب کیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود

آپ کا نام عبداللہ تھا مسعود کے بیٹے تھے۔ ماں کا نام ام عبد تھا حضور سرور کائنات نے ان کی

Marfat.com

کنیت ابو عبدالرحمٰن رکھی۔ والدہ کی وجہ سے ابن امعبد آپ کی دوسری کنیت تھی۔ آپ دوسری کنیت سے زیادہ مشہور تھے۔

اسلام لانے والوں میں آپ کا چھٹا نمبر تھا۔ یہ وہ نازک وقت تھا کہ مسلمان کمزور تھے۔ آپ نے تین بار ہجرت کی۔ دو بار حبشہ میں ایک بار مدینہ میں۔ آپ نے جنگ بدر میں حصہ لیا اور ابو جہل کا سر کاٹا غزوہ احد میں اور غزوہ حنین میں آپ حضور کے ہمراہ تھے۔

آپ قرآن فہمی۔ ادراک سنت۔ بلند فکری اور اجتہاد میں یکتا تھے۔

حضور نے فرمایا کہ قرآن چار آدمیوں سے سیکھو عبداللہ بن مسعود۔ ابی ابن کعب سالم الولی ابی حذیفہ۔ معاذ بن جبل۔

حضور نے فرمایا عبداللہ بن مسعود جو پڑھائیں وہ پڑھو۔ جب وہ کوئی حدیث بیان کریں اس کی تصدیق کرو انکی ہدایت اور حکم کو مضبوطی سے پکڑو حضور نے آپ کو قرآن۔ حدیث۔ تخرج مسائل اور استنباط کی بھی اجازت عطا فرمائی۔ اور فرمایا ابن مسعود جس چیز کو پسند کریں میں اس کو ساری امت کے لئے پسند کرتا ہوں۔ جن امور کو ناپسند کریں میں بھی ان کو ناپسند کرتا ہوں۔ حضرت عبادہ بن الصامت نے رسول خدا سے دریافت کیا کہ کن صحابہ سے آپ کو محبت ہے ارشاد فرمایا میری زندگی میں اس راز کو افشانہ کرنا آپ نے فرمایا ابو بکر عمر۔ آپ کے خاموش ہونے پر عبادہ نے پھر پوچھا اس کے بعد حضور نے سترہ آدمیوں کے نام لئے جن میں ابن مسعود کا بھی نام تھا۔

حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور نے تقریری فرمائی پھر حضور کے حکم سے شیخین نے مختصر تقریر فرمائی۔ حضور اکرم کے حکم سے حضرت عبداللہ بن مسعود نے حمد و سلام کے بعد کہا۔

ایھا الناس ان اللہ ربنا۔ ان اسلام دیننا و ان ھذا نبینا او ما یبدہ الی النبی رضیان اللہ لنا وی سواح و السلام علیکم۔

آپ کے شاگرد حضرت مسروق تابعی بھی فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کے علم کا اندازہ لگایا تو ان کے علم کو ان چھ صحابہ میں جمع پایا

حضرت علی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود۔ حضرت عمر۔ حضرت زید بن حارثہ۔ حضرت ابو درداء

پھر ان چھ صحابہ کا اندازہ لگایا گیا تو حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود کے پاس ان سب کے علوم تھے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ صحابہ میں سے ابن مسعود سے زیادہ عالم وفقیہہ کوئی شخص کوفہ میں نہ آیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی آپ کو علماء میں شمار کرتے ہیں۔ ابن القیم نے عقبہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اکرم پر جو نازل ہوا میں اس کا جاننے والا حضرت ابن مسعود سے زیادہ کسی کو نہیں سمجھتا۔

Marfat.com

امام بیہقی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر سفر میں تھے کہ ایک جماعت سے سامنا ہوا۔ حضرت عمر نے ایک آدمی سے کہا کہ پوچھو کہ یہ کون ہیں۔ اس جماعت میں حضرت عبداللہ بھی تھے۔ آپ نے جواب میں کہلوایا۔ اقلبنا من الفج العمیق۔ حضرت عمر سے پوچھا گیا کہ قرآن کی کونسی آیت سب سے زیادہ پر عظمت ہے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ بلند آواز سے آیت الکرسی سنادو حضرت عمر کی طرف سے پوچھا گیا کہ قرآن کی کونسی آیت ہے۔ جس کے ہر حصے پر عمل کرنا ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ کی طرف سے یہ آیت پڑھ کر سنائی گئی۔

ان اللہ یامرکم بالعدل و الاحسان و ایتای ذالقربیٰ وینھیٰ من الفحشاء والمنکر و البغی لعلکم تذکرون (سورۃ نحل)

حضرت عمر کی طرف سے دریافت کیا گیا کہ قرآن کی کونسی آیات جامع ہے جواب ملا۔

من یعمل مثقال ذرۃ خیرایرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شریرہ۔

حضرت عمر نے پوچھا ایسی آیت جولرزادینے ولای ہو حضرت مسعود نے فرمایا۔

لیس با امانیکم وہ امانی اھل الکتاب من یعمل۔

پھر پوچھا گیا کہ کونسی آیات پر امید ہیں۔

جواب ملا۔ یا عبادی الدین اسر فو علی انفسھم والاتقنطومن رحمت اللہ

حضرت یہ سن کر حیران رہ گئے اور حکم دیا تحقیق کرو کے اس قافلے میں حضرت عبداللہ بن مسعود تو نہیں جواب ملا موجود ہیں۔

اسلام لانے کے بعد آپ برابر بارگاہ رسالت میں حاضر رہے۔ ابن سعد حضرت قاسم بن عبدالرحمان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم غسل فرماتے تو ابن مسعود پردہ پکڑے رہتے۔ عصا لے کر آگے آگے چلتے۔ حضور جوتے اتارتے تو آپ جوتے سنبھال لیتے پھر بغل میں دبا لیتے۔

واعظ کے وقت آپ عصا حضور کے حوالے کر کے آنحضرت کھڑے ہوتے تو آپ جوتا پہناتے عصا لے کر آگے آگے چلتے تھے۔ یہاں تک کہ حجرہ مبارک میں حضور سے پہلے داخل ہو جاتے۔ حضور سفر میں تنہا ہوتے تو ابن مسعود مسلح ہو کر حضور کے ساتھ رہتے۔ حضور نے آپ کو راز کی باتیں سننے کی اجازت دے رکھی تھی۔

عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کے متعلق مجھے معلوم نہ ہو کہ وہ کب اور کہاں اور کس کے متعلق اتری۔ حضور ہر سال قرآن کا ورد فرماتے ابن مسعود ن میں شرکت کرتے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ پر ہر سال قرآن پیش کیا جاتا۔ میرا خیال ہے

Marfat.com

کہ ہر رمضان میں جس سال حضور نے وفات کی اس سال دو مرتبہ پیش کیا گیا ور حضرت جبرائیل لے کر آیا اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود موجود تھے۔ حضور نے فرمایا جو شخص قرآن کو تروتازہ اس طرح پڑھے جیسا کہ وہ نازل ہوا تھا تو وہ ابن مسعود سے قرات پڑھے۔

حضرت عبداللہ تہجد میں قرآن کی تلاوت کر رہے تھے آواز مسحور کن تھی حسن صوت سے مالا مال حضور قریب سے گزرے تلاوت سن کر حضور کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔ نماز ختم کرنے کے بعد حضور نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے فرمایا اسئل تعطہ عبداللہ بن مسعود نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے ایمان کی دولت مل جائے۔ جو مجھ سے واپس نہ لی جائے یہ وہ نعمت ہے جو ختم نہ ہو۔ جنت الخلد میں آپ کی رفاقت ہو۔ آپ کے چار ہزار شاگرد تھے۔

آپ کے عظیم شاگردوں میں سے: اسوہ مسروق۔ عبد حارث۔ قاضی شریح ابو وائل۔ امام ابوحنیفہ تین واسطوں سے امام قرائت عاصم ایک واسطے سے آپ کے شاگرد تھے۔

خان محمد قریشی 35 واسطوں سے آپ کے شاگرد ہے۔

اسلام کی روشنی جب عجم میں پہنچی تو عجمی لوگ عربی زبان سے نابلد تھے۔ انہوں نے عربی زبان کی نزاکتوں اور لطافتوں کا اندازہ لگانے کے لئے صرف سیکھی۔ نحو پڑھی

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حضورت کی زیارت نہ کی تھی ان کی ہدایت کا منبع صفہ کے دانش ور تھے۔ قرآن ان کے پاس تھا۔ مگر حضور کے اسوہٗ کے وہ شاہد نہ تھے۔ اس لئے حدیث کو اکٹھا کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ حدیث کے تمام مجموعے سوائے موطا امام مالک کے سب کے سب عجمی دانشوروں کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہیں۔

فقیہہ احکام سے استمبات کرنے کے لئے علم منطق کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کن حالات میں کون سے احکام جاری ہوئے اور نافذ ہوئے اس کے لئے عمرانیات کا مطالعہ ضروی ٹھہرا۔ عجم والوں کو قرآن فہمی کے کن مراحل سے گزرنا پڑا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ صرف نحو۔ منطق۔ اصول معانی۔ بیان یہ سب علوم قرآن سیکھنے اور روزمرہ کے مسائل نپٹانے کے لئے ضروری ہو گئے۔

صفہ کے مفتی اعظم حضرت عبداللہ بن مسعود منبع علم و حکمت کی خدمت میں برسوں رہے۔ نزول وحی کے عینی شاہد۔ قرآن کی عملی تفسیر مدتوں ان کی آنکھوں کے سامنے رہی۔ شمع ہدایت کی کرنوں کا وافر حصہ ان کے دامن کا مقسوم ٹھہرا۔ آپ رشد و ہدایت اور روشنی بانٹنے کا ذریعہ بن گئے۔ تعلیم و تعلم کا ذوق اپنے شاگردوں کو بخشا اور ان کے شاگرد چار دانگ عالم میں پھیل گئے۔ اہل صفہ کے تتبع میں ان بوریہ نشینوں نے قرآن فہمی کے لئے ہر اس علم کو سیکھا جو ان کی شخصیت کو روشنی اور جلا بخشے۔ (تاریخ الفیقہ

Marfat.com

۔مشکوۃ شریف۔اردو ڈائجسٹ)۔

صفہ کی طرز پر درس گاہیں جنم لیتی رہیں اور انسان ان کی روشنی میں اپنی منزل تک بڑھتا رہا۔ دیے سے دیا جلتا رہا اور یہ عمل مدتوں سے جاری ہے۔ وہ شمع جس کی کرنیں غار حرا سے پھوٹیں صفہ کے واسطے 35 پشت کا وقتی فاصلہ طے کر کے حافظ خان محمد کی وساطت سے قلعہ دار پہنچیں۔

صفہ سے قلعہ دار تک روشنی کا سفر کن واسطوں سے طے ہوا ان کی دریافت کا سہرا خان محمد قریشی کے سر پر سجتا ہے۔انہوں نے اس کا ادراک حاصل کرنے کے لئے اپنے سفر کا آغاز جنوبی پنجاب کے شہر سرائے سدھو سے شروع کیا اور پنجاب کے شمالی حصہ پشاور تک پہنچے اور پھر عازم لاہور ہوئے قسام ازل سے ان کا مقام گجرات کی مسجد لوہاراں میں طے کر دیا گیا تھا۔اس طویل سفر میں علم کے وہ موتی جو انہوں نے اپنی پلکوں سے چنے تھے ان کی روشنی میں وہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے تلازمہ کا شجرہ مرتب کرنے میں کامیاب ہوئے۔

حضرت علقمہ رضی بن قیسؒ بن عبداللہ النخعی الکوفی ؒ ممہ والدہ ابراہیم النخعی ۴۲ھ

حضور نبی کریم کے عہد میں پیدا ہوئے۔آکابر صحابہ حضرت عمر وعثمان وعلی۔نے ابن مسعود سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔فقہ بھی حضرت ابن مسعود سے پڑھی۔حضرت ابنِ مسعود فرمایا کرتے تھے کہ میری معلومات علقمہ سے زیادہ نہیں۔حضرت قابوس بن ابی طیبان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ آپ صحابہ کو چھوڑ کر حضرت علقمہ کے پاس کیوں آتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اصحاب رسول میں سے بعض کو علقمہ سے سوال کرتے اور ان سے فتویٰ طلب کرتے پایا ہے۔امام شبعی کا قول ہے کہ بصرہ۔کوفہ۔شام اور حجاز میں کوئی ان سے بڑا عالم نہ تھا۔ان سے صحابہ مسائل دریافت کرتے تھے۔ 62ھ میں وفات پائی ابراہیم النخعی اِن کے خاص شاگرد تھے۔حضرت ذہبی فرماتے ہیں کہ وہ امام وفقہ وفائق تھے۔قرآن نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔حضرت ابن مسعود سے چال ڈھال اور طور طریقہ سے مشابت رکھتے تھے۔(فقہ اسلامی)

ابراہیم بن یزید بن قیس بن ابن الاسود النخعی

اصحابہ رسول زید بن ارقم کو انہوں نے دیکھا تھا علقمہ اسود اور مسروق سے علم حاصل کیا۔صحاح ستہ کے راوی ہیں۔حافظ ابن حجر نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ محدث تھے۔صالح تھے اور فقیہہ تھے۔حضرت سعید میں جبیر کہا کرتے تھے لوگوں تم ابراہیم النخعی کے ہوتے ہوئے مجھ سے فتویٰ لیتے ہو حماد بن

Marfat.com

ابی مسلم واعمش ومبارک بن حرب نے ان سے روایت کی ہے 90ھ میں وفات پائی۔ (تاریخ الفقہ)

حماد بن ابی سلیمان سلم الشعری الکوفی

حضرت انس اور ابراہیم نخعی کے شاگرد تھے۔ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ فقیہہ العراق ومیرفی الحدیث ان کا لقب تھا۔ اپنے استاد ابراہیم نخعی کے جانشین تھے۔ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کی بہت تعریف کی۔ 130ھ میں وفات پائی امام ابوحنیفہ ان کے شاگرد اور جانشین تھے۔

امام ابوحنیفہ النعمان بن ثابت

آپ کی ولادت کوفہ میں 80ھ میں ہوئی۔ حضرت نبی کریم کے چار اصحابہ اس وقت زندہ تھے۔ انس بن مالک۔ عبداللہ بن ابی کوفہ میں سہل بن سعد مدینہ میں اور ابوطفیل عامر بن واثلہ مکہ معظمہ میں لیکن بقول اصح ان کی ملاقات کسی سے نہ ہوئی۔ امام عالی مقام کے پیرواں کو تابعین میں شمار کرتے ہیں۔ ناقدین حدیث اور ماہر علم الرجال کے نزدیک یہ بات ثابت نہیں امام ابوحنیفہ نہایت متقی۔ پرہیز گار۔ کثیر العبادت۔ زاہد فی الدنیا تھے۔ منصور عباسی خلیفہ نے ان کو قضا کے جلیل القدر مقام پر مامور کرنا چاہا۔ اس کے اصرار کے باوجود۔ تقوی کے خیال سے امام نے اس کو قبول نہ کیا۔ امام ابوحنیفہ اہل قیاس واہل تفقہ کے امام العائمہ ہیں حواعلہ انہوں نے جو اصولی استنباط مسائل شرعیہ وضع کیے وہ ان کی اعلیٰ ترین ذہانت اور فقہ شناسی کا بین ثبوت ہے۔ ہمہ شان اور جلات ان کے حق میں کہتے ہیں جو کوئی فقہ میں تبحر حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو امام ابوحنیفہ کے طفیلی بننے سے چارہ نہیں۔ انہوں نے خود کوئی تصنیف نہیں کی مسند امام اعظم بزمانہ بعد میں مدون کی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ فقہ اکبر انہوں نے خود لکھی 150ھ میں بغداد میں ان کا انتقال ہوا۔ (فہرست)

فقہ کی تدوین امام ابوحنیفہ کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ امام سے پہلے صحابہ میں سے بعض اکابر نے استنباط واجتہاد سے کام لیا اور مجددین اور فقیہہ کہلائے۔ حضرت علی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود۔ حضرت عبداللہ بن عباس تفقہ میں بہت نامور گزرتے ہیں۔ نامور احباب میں سے حضرت علی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود زیادہ تر کوفہ میں رہے اور اس کی وجہ سے کوفہ فقہ کا مرکز بن گیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود حدیث وفقہ کی تعلیم دیتے تھے۔ ان کے فیض یافتہ حضرات میں شریح 197/78 علقمہ 182/42 میں نے شہرت پائی۔ ان کے بعد ابراہیم النخعی 714/94 اور ان کے شاگرد حماد 737/130 فقہ کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔

Marfat.com

امام ابوحنیفہ انہیں حماد کے شاگرد تھے۔ 18 سال ان کی صحبت میں رہے۔ فقہائے مدینہ سے بھی کسب فیض کیا۔ حماد کے بعد انہوں نے فقہ کی مسند سنبھالی۔

شامی میں لکھا ہے کہ فقہ کا کھیت عبداللہ بن مسعود نے بویا علقمہ بن قیس نے اس کو سینچا ابراہیم نخعی نے اس کو کاٹا حماد بن مسلم نے اس کو چھانٹا۔ بھوسہ سے اناج جدا کیا۔ ابوحنیفہ نے اس کو پیسا۔ ابو یوسف نے اس کو گوندھا اور محمد بن حسین نے اس کی روٹیاں پکا دیں باقی اس کے کھانے والے ہیں۔ اجتہاد اور استنباط احکام کا طریقہ ابن مسعود سے شروع ہوا اور فقہ ترقی پذیر ہوئی۔ (الفہرست۔ مخطوطات پشاور)

الامام محمد بن الحسن الشیبانی

محمد بن الحسن الشیبانی عراق و عرب کے مشہور شہر واسط میں ۱۳۲ھ مطابق 741ء میں پیدا ہوئے۔ کوفہ میں تعلیم و تربیت حاصل کی بڑے بڑے الائمہ سے مستفیض ہوئے۔ امام ابوحنیفہ کی صحبت میں سال ہا سال رہے۔ امام ابو یوسف کی شاگردی کی۔ امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تصنیف و تالیف کے ذریعہ سے اشاعت کی۔ ان کی تصانیف وہ چھ کتابیں جن کو فقہی صحاح ستہ سے کم نہیں سمجھتے۔ امام محمد فصیح البیان اور قادر الکلم شخصیت تھے۔ امام شافعی اور امام محمد بن الحسن کے درمیان ہارون رشید کے دربار میں مناظر ہوتے۔ امام شافی کا قول ہے کہ وہ معرکتہ الارا مسائل جن کے حل کرنے میں اکثر علما عاجز ہوتے تھے اور جن کو سنکر ذرا نہ جھجکتے تھے۔ محمد بن حسن نہایت فراخ دلی سے انکو سنتے اور ان کا جواب دیتے میں سوائے محمد بن الحسن کے کوئی شخص ذکی نہیں دیکھا۔

مورخ سحانی لکھتے ہیں کہ امام محمد بن الحسن اور امام کسائی فن نمو کا امام ... جب ہارون الرشید کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا کہ ہم نے فقہ اور ع... کو ایک ... 187/802ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ موطا امام محمد امام مالک کا وہ نسخہ جو محمد بن حسن الشیبانی کی روایت مشہور ہے۔ موطا امام محمد کہلاتا ہے البتہ بعض ابواب جہاں امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے مذہب ... ہے۔ مثلاً رفع الیدین وغیرہ وہاں پہنچا روایت سے کچھ احادیث و آثار مذہب حنفی کی تائید ... اصل ... پر اضافہ کئے۔ (فہرست)

Marfat.com

ابی حفص الکبیر بن حفص بخاری

شاگرد امام محمد مہاجر بخاری ۲۱۸ھ

احمد بن حفص المعروف ابو حفص کبیر بخاری مجتہد العصر امام دہر فاضل بے عدیل فقیہ بے مثیل تھے۔ فقہ وحدیث کی تعلیم امام محمد سے حاصل کی۔ آپ کے اصحاب اس قدر تھے کہ شمار میں نہ کر سکتے۔ چنانچہ شافعی نے لکھا ہے کہ بخارا کے پاس ایک گاؤں ہے۔ جہاں فقہا کی ایک جماعت آپ کے اصحاب میں رہتی تھی۔ کہتے ہیں کہ آپ اور خلف بن ایوب اور ابو سلمان۔ تینوں امام محمد سے تحصیل علم کرتے۔ خلف بن ایوب اور ابو سلماں کس قدر ایک برس میں یاد کیا کرتے آپ ایک مہینہ میں یاد کر لیا کرتے اور دوسرے دونوں جو کچھ پڑھتے تھے لکھ لیا کرتے تھے لیکن آپ کچھ نہیں لکھتے تھے انہوں نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا میں اپنے سینہ میں لکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات ہم نے مانی۔ اگر آپ لکھتے تو بعد وفات آپ کی نشانی باقی رہتی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بات تو درست ہے۔ لیکن میں کیا کروں میرے راستے میں دریائے حائل ہے۔ مبادا جب میں واپس جاؤں تو کشتی میں پانی آ جائے اور کتابوں کو بھگو دے جس سے میری محنت کتابت برباد ہو جائے۔ مگر وہ بضد ہوئے میں نے لکھنا شروع کر دیا یہاں تک کہ جب تینوں نے علم تحصیل کر کے فتویٰ دینے کی اجازت امام محمد سے حاصل کر لی تو خلف اور ابو سلیمان سمرقند گئے۔ آپ کشتی میں بیٹھ کر بخارا کی طرف آ رہے تھے! اتفاقاً جیسا آپ نے کہا تھا ایسا ہی ہوا کہ آپ کی کشتی میں پانی بھر گیا اور تمام کتابیں بھیگ گئیں۔ آخر آپ نے جان بچا کر بہ مشکل کنارہ پہ پہنچے اور کسی کو بھیج کر کتابت کا سامان منگوایا اور جس قدر پڑھا تھا اس کو یاد کیا پھر لکھا اور پھر ایسا لکھا کہ تین یا پانچ مسئلوں کے الف اور ی تک موقرہ اور مقدم نہ ہونے دیا۔

کنایہ وغنایہ شرح ہدایہ وغیرہ میں لکھا کہ امام شمس الامہ فرماتے ہیں کہ آپ کے زمانے میں امام بخاری صاحب صحیح بخاری بخارا میں تشریف لائے۔ اور فتویٰ دینا شروع کیا۔ جب آپ کو اس حال کی خبر ہوئی تو آپ نے ان سے منع فرما دیا کہ آپ فتویٰ دینے کے اہل ہیں آخر امام بخاری باز نہ آئے آخر الامر ایک دن لوگوں نے ان سے پوچھا کہ اگر دو لڑکوں نے ایک بکری اور ایک گائے کا دودھ پیا ہو تو ان کا کیا حکم ہے۔ امام بخاری نے فرمایا ان میں حرمت ثابت ہوتی ہے۔ جب لوگوں نے ان کی فقاہت کی یہ لیاقت دیکھی تو ان کو بخارا سے نکال دیا گیا۔

کہتے ہیں کہ بخارا میں ایک دفعہ قحط نازل ہوا کہ گندم کا ایک بوجھ جس کو ایک گدھا اٹھا سکے ایک سو دینار میں میسر آتا تھا۔ آپ نے یہ حال دیکھ کر اپنے خزانچی کو فرمایا کہ جس قدر خزانہ میں ہے

Marfat.com

اس کی گندم خرید کر لوگوں کو ارزاں دینا شروع کر دیا۔ ایک خر برداشت گیہوں کو سو دینار میں خرید کر بیچنا شروع کر دیا۔ یہاں تک اس کی قیمت دس دینار تک پہنچ گئی۔ خزانہ خالی ہو گیا۔ آپ نے فرمایا الحمدللہ ہم نے آخرت کا خزانہ بھر لیا۔

ایک بوڑھا آدمی آپ کی خدمت میں اکثر آیا کرتا تھا۔ مگر پوچھتا کچھ نہیں۔ آپ نے پوچھا کہ تم کس لئے اتنی کثرت سے ہمارے پس آتے ہو۔ پیر مرد نے کہا کہ تین باتوں کے لئے آتا ہوں۔ جو آپ سے میں نے سنی ہیں۔

اول تو آنحضرت صلعم نے فرمایا العالم و المتعلم فی الاجر سواء

دوم ان مـحلس العالم ینزل فیه رحمة من المساء و دیناوی مناویٔ الله یقول الی قد غفرب دنونکم و بدلت سیاعتکم حسنات ارحعو المقتوربن سوم النظر الی وحه العام عبادة

آپ نے یہ سن کر رو پڑے اور فرمایا کہ آیات صحیح ہے مگر نہ مجھ جیسے عالم کے دیکھنے میں ثواب ہے بلکہ یہ منصب خلف بن ایوب جیسے عالم کو حاصل ہے۔ یہ سن کر وہ شخص مذکور بخارا سے بلخ آیا اور خلف بن ایوب کی مجلس میں کثرت سے آنا شروع کیا آخر خلف نے اس سے اس بات کا سبب پوچھا اس نے یہی جواب دیا جو آپ کو دیا تھا۔ خلف یہ بات سن کر زار و قطار رونے لگے۔ اور فرمایا کہ بات تو اسی طرح ہے مگر نہ مجھ جیسے عالم کو دیکھنے میں ہے بلکہ ابو حفص جیسے عالم کی زیارت میں ثواب ہے۔

آپ نے ایک دفعہ چاہا کہ مکان بنوا کر وقف کر دیں معماروں سے آپ نے لاگت کی نسبت پوچھا انہوں نے کہا کہ 80 ہزار درہم اس مکان پر لاگت آئے گی۔ آپ نے 80 ہزار درہم نقد صدقہ کر دیا ور فرمایا کہ چونکہ میری نیت ثواب کی ہے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اس کا کام کا شائد شرائط کی مخالفت سے عذاب اخروی کا مستحق ٹھہرے۔ محمد بن طالوت والی بخارا نے چاہا کہ آپ کی زیارت کرے لوگوں نے اس کو مخاطب کر کے کہا کہ تو ان کے سامنے اور ان کے دیدبہ کے سبب بات نہیں کر سکے گا۔ لیکن اس نے نہ مانا اور ملاقات کے لئے گیا۔ سلام کر کے بیٹھ گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تیرا مطلب کیا ہے۔ مگر آپ کی ہیبت سے کچھ نہ کہہ سکا۔ جب وہاں سے رخصت ہو کر مکان پر آیا تو لوگوں سے اس نے کہا جیسا تم کہتے تھے ویسا ہی ہوا۔ جب امام نے میری طرف دیکھا میں بے ہوش ہو گیا۔ آپ نے 613ھ میں فرمایا کہ اگر میں سات سال تک نہ مروں تو میری خد کے نزدیک کوئی قدر نہیں۔ ایسا ہی ہوا کہ سات سال نہ گزرے تھے کہ آپ 618ھ میں اس کوچ کر گئے۔ (حدائق)

Marfat.com

عبداللہ بن احمد بن ابی حفص الصغیر البخاری ۲۶۴ھ

محمد بن احمد بن حفص بن الزرقان المعروف ابو حفص صغیر ماور النہر کے ملک میں شیخ حنفیہ امام ربانی عالم فاصل فقیہ محدث زاہد متورع صاحب سنت اتباع تھے۔ ابو عبداللہ کنیت تھی فقہ اپنے والد امام ابو حفص کبیر تلمذ امام محمد سے اخذ کی اور حدیث کو ابی الولید طیاسی اور حمیدی و یحیٰی بن معین وعقیدہ سے سنی و روایت کیا کہ وہ حدیث تک طلب علم میں امام بخاری کے رفیق رہے۔ یہاں تک بخارا میں ریاست مذہب حنفیہ کی آپ پر منتہی ہوئی۔ اور آئمہ دیار و امصار نے آپ سے تفقہ کیا۔ آپ نے کتاب ہوار۔ اختلاف اور کتاب رد حنفیہ تصیف کی۔ اور ماہ رمضان ۲۶۴ھ میں وفات پائی۔

احمد بن سلمہ سے منقول ہے کہ جب امام بخاری سے قرآن کے معاملہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ خدا کا کلام ہے۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ کس طرح اس پر تصرف ہوسکتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ زبانوں کے ساتھ تصرف ہوسکتا ہے۔ جب اس کی خبر محمد بن یحیٰی کو جو نیشا پور میں حافظ جلیل تھے۔ تو انہوں نے نہایت خفا ہو کر حکم دیا کہ جو شخص امام بخاری کی مجلس میں جاوے ہمارے پاس نہ آوے۔ بس امام بخاری ناچار ہو کر بخارا چلے گئے۔ اس پر بخارا اور وہاں کے شیوخ کو لکھا گیا جس پر امیر نی بخارا نے امام بخاری کو تکلیف دینے کا قصد کیا یہاں تک کہ آپ کو ابو حفص صغیر نے بعض سرحدات بخارا کی طرف نکال دیا۔ امام اقالیم آپ کی تاریخ ہے۔ (حدائق)

الامام ابی عبداللہ بن یعقوب پسند معرفی ۳۴۰ھ

اپنے زمانے کے امام فاضل محدث کثیر الحدیث فقیہہ بے نظیر مرجع فقہائے حنفیہ تھے۔ شاہ والی اللہ دہلوی نے رسالہ انتباہ میں آپ کو اصحاب میں سے جن کا مرتبہ محتسب اور مجتہد مذہب کے درمیان ہے میں شمار کیا ہے۔ ماہ ربیع الاخر ۲۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔

شہر بغداد میں جو بخارا سے نصف فرسنگ کے فاصلہ پر ہے رہتے تھے۔ خراسان عراق اور حجاز میں سفر کر کے وہاں کے علما و فضلا سے استفادہ کیا۔

حفص کبیر فقہ تو ابی عبداللہ بن ابی حفص سے حاصل کی اور حدیث محمد بن فضل بلخی اور فضل بن محمد اور حسین بن فضل بلخی اور محمد بن یزید کالدیاذی اور عبداللہ عبدالدین واصل اور سہیل بن متوکل اور علی بن حسین بن جند الرازی اور حافظ موسیٰ بن ہارون وغیرہ سے سنا۔ اور روایت کیا۔ آپ سے ابن کثیر نے روایت کی ہے۔ بعض محدثین نے آپ کو نقل روایت میں ضعیف بتایا ہے۔

Marfat.com

آپ کی کتاب کشف الاثار اشرفیہ فی مناقب ابی حنیفہ اور سند ابو حنیفہ تصنیف کی۔ وفات آپ کی یک ماہ شوال ۴۴۰ھ عالم دین اسلام آپ کی تاریخ وفات ہے۔ (حدائق)

ابوبکر محمد بن الفضل البخاری

ابوبکر بن محمد بن علی بن فضل بن حسن زرنجری ۴۲۷ھ میں بخارا کے متصل قصبہ زرنگر میں پیدا ہوئے۔ فقہ شمس الائمہ عبدالعزیز حلوائی شاگرد ابی علی نسفی سے حاصل کی اور حدیث کو ابا محمد عبدلعزیز بن محمد حلوائی ابا سہیل احمد بن علی بیوردی اور حافظ ابا حفص عمر بن منصور اور حافظ ابا مسعود احمد بن محمد نبی عبدالایحیٰ اور ابا القاسم میمون بن علی بن میمون اور ابا عبداللہ ابراہیم بنجا مون طبری با محمد یعقوب یوسف بن منصور ابا عمر محمد بن عبدالعزیز قنطری وغیرہ محدثین کثیر سے سماعت کیا۔ یہاں تک کہ فقہ اور حدیث میں امام حنیفہ اور مذہب حنفیہ کے عارف اور اس کے حفظ میں ضرب المثل ہو کر شمسہ الائمہ کے لقب سے ملقب اور ابی حنیفہ اصغر کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ فتاویٰ اور جواب وقایع میں بڑے ماہر تھے۔ فقہا کو جب کسی سلسلہ میں اشکال ہوتا تو آپ کی طرف رجوع کرتے اور آپ کے حکم کے خواستگار ہوتے۔ حفظ روایات میں آپ کا حافظہ اس درجہ کا تھا کہ جب کوئی تفقہ پڑھا جاتا یا سوال کرنا چاہتا تو آپ رجوع کئے بغیر کتب کے فوراً بتا دیتے۔ یہ سبب آپ کی عمر زیادہ ہونے بہت علم آپ سے پھیلا۔ تحدث اور املا کثیر آپ سے وقوع میں آیا۔ ابو جعفر بن احمد بن محمد اور ابو عید بن یعقوب کا شانی نے سرخی میں ابوالفضل محمد بن علی سمر قندی اور ابا محمد عبدالحلیم بن محمد نے بخارا میں آپ سے روایت کی علاوہ حساب تواریخ میں آپ کو معرفت تامہ حاصل تھی۔ اور پنج شنبہ کی صبح 19 ربیع الاول یا شعبان 512 کو فوت ہوئے اور بخارا کے مقام میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر زیارت کا عام ہے شان تاریخ ہے۔ (حدائق)

قاضی حسین ابی علی نفسی

حسین بن فقر بس محمد بن یوسف نسفی اپنے زمانے کے امام فاضل فقیہہ جید محدث فقیہ ہے۔ کنیت آپ کی ابوعلی تھی۔ بخارا میں آپ نے امام ابی بکر محمد بن فضل اور ابا عمر محمد بن محمد بن صابر اور ابا معمید ن بن خلیل بن احمد سخر اور معمد بن ابا الفضل عبداللہ بن عبدالرحمان الزیری اور ابی الحسن علی بن عمر بن محمد اور کوفہ میں عبید اللہ محمد بن عبداللہ بن حسین اور مکہ معظمہ میں ابوالحسن احمد بن ابراہیم اور ہمدان میں ابی امام ابا بکر احمد من علی بن ولال میں ابوالقاسم جعفر بن عبداللہ بن یعقون رازی اور مرد میں ابا علی محمد بن عمر دمرزی ان کے طبقہ سے حدیث کو سنا اور تفقہ کیا۔ آپ سے ایک جم غفیر اور جماعت کثیر نے رویت

Marfat.com

کی ہے۔اور فقہ کو پڑھایا آخر میں آپ نے ابوالحسن علی بن محمد بخاری سے حدیث کو سنا اور روایت کیا مدت تک تعلیم وتعلم اور مناظرہ میں معروف رہے جب جعفر الروشتی فوت ہوئے تو آپ کو بخارا کی قضا تفوض ہوئی۔

ایک دفعہ آپ کا اہل تشیع کے پیشوا امر تضٰی سے مسئلہ توارث النبیاء میں مباحثہ ہوا۔آپ نے اپنے دعویٰ میں حدیث لاتورث صدقۃ میں پیش کی۔جس پر مرتضٰی نے اعتراض کیا کہ صدقہ کا اعراب فتح سے پڑھنا جائز نہیں بلکہ منسوب سے پڑھنا درست ہے۔آپ نے فرمایا بقول آپ کے حدیث کا فائدہ باطل ہو جاتا ہے۔کیونکہ ہر کوئی جانتا ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے ترکہ میں اس کے قریبی وارث ہوتے ہیں۔وہ صدقہ نہیں ہوتا وراس طرح کسی قسم کا کوئی اشکال نہیں ہوتا۔مرتضٰی لاجواب ہو گیا آپ نے کتاب قواعد اور کتاب فتویٰ تصنیف رکھی 80 برس کی عمر میں منگل کے روز 22 ماہ رمضان 424 میں فوت ہوئے اور بخارا کے میں دفن کیے گئے۔

امام والد قدر آپ کی تاریخ وفات ہے۔ (حدائق)

شمس الائمہ الحلوائی ۴۴۸ھ

عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح بخاری صاحب کتاب المبسوط عبدالعزیز احمد بن نصر بن صالح بخاری شمس الائمہ لقب تھا۔کیونکہ آپ حلوہ بیچتے تھے۔اس لئے حلوائی کی نسبت سے معروف تھے۔ بعض نے کہا کہ آپ کو حلوائی کہنا چاہیے کیونکہ آپ قصبہ حلوان کے باشندے تھے۔اپنے زمانے کے امام کبیر فاضل بے نظیر فقیہ۔محدث ثقہ تھے حدیث ور اہل حدیث کی بڑی توقیر کرتے تھے۔ابن کمال بادشاہ نے آپ کو مجتدین فی مسائل میں شمار کیا ہے۔فقہ آپ نے حسین بن علی نسفی شاگرد ابی بکر محمد بن طفیل تلمیذ عبداللہ شہید صوفی سے حاصل کی۔اور حدیث کو ابی شعیب بن صالح بن محمد بن عبداللہ بن محمد کاریازی اور عبداللہ بن حسین اور حافظ محمد بن احمد بختیار وغیرہ سے سنا اور روایت کیا۔اور امام طحاوی کی شرح معانی الارشاد اور شمس الائمہ محمد سرخی اور ابی بکر محمد بن حسین فخر الاسلام علی بن محمد بن حسیں یزدی اور ان کے بھائی صدر الاسلام ابوالیسر محمد بن محمد اور قاضی جمال الدین ابوالنصر احمد بن عبدالرحمان نے تفقہ اور روایت کی حافظ الحدیث ابوصمد عبدالعزیز بن محمد بخشی اپنی معجم الشیوخ میں آپ کو اپنے شیوخ میں بیان کر کے کہتے ہیں کہ میں آپ سے تمام امالی سنی۔آپ ہمیشہ فقہا کو حلواہ کھلایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ دعا کرو کہ اللہ ہمیں لڑکا عطا کرے۔بس خدا نے آپ کو بہ سبب اور اعتقاد اور تفرع کے جیسا کہ آپ چاہتے تھے ویسا لڑکا عطا فرمایا۔

Marfat.com

آپ کی تصانیف میں کتاب المبسوط اور نوادر مشہور اور معروف ہیں۔ اخیر میں آپ بخارا سے ثمرقند تشریف لے گئے اور وہیں ماہ شعبان میں دفن کیا 448 یا 452 آپ کی نعش کو بخارا میں لا کر قبرستان میں دفن کیا گیا زیارات گاہ عام وخاص ہے۔ (حدائق)

السرخسی شمس الائمہ محمد سرخی محمد بن ابی سہیل سرخسی ۴۴۵ھ

محمد بن احمد ابی سہیل سرخی ابو بکر کنیت شمس الامہ سے ملقب تھے۔ 400 میں پیدا ہوئے اپنے زمانے کے امام علامہ۔ آپ متکلم مناظر اصولی فقیہہ محدث اور مجتہد تھے۔ کمال پاشا نے آپ کو طبقہ مجتہد میں فی المسائل میں شمار کیا ہے۔ پہلے اپنے باپ کے ساتھ بغداد میں تجارت کے لئے گئے۔ پھر شمس الائمہ حلوائی کی صحبت اختیار کی اور ان سے علوم پڑھے اور یہاں تک ان سے اخراج کیا کہ یگانہ زمانے ہوئے۔ آپ سے برہان الائمہ عبدالعزیز بن عمر بن مازن و محمود بن عبدالعزیز اور رکن الدین مسعودی حسن اور عثمان بن علی بن محمد سکندری نے تفقہ کیا۔ آپ بڑے حق گو تھے۔ اسی لئے آپ نے ایک کلمہ حق کا بادشاہ کو کہا۔ جس سے وہ ناراض ہوگیا۔ اور آپ کو شہر میں ایک کنویں کے اندر قید کر دیا۔ جس میں ایک مدت تک قید رہے آپ کے شاگرد کنویں پر بیٹھ کر آپ سے سبق پڑھتے۔ اور جو وہ اندر سے کہتے وہ یہ لکھ لیتے چنانچہ محبوسی کی حالت میں کتاب مبسوط کی پندرہ جلدیں محض اپنی فکر رسا و طبع ذکا سے بغیر مطالعہ کے کسی کتاب کے اپنی شاگردوں کو لکھاتے رہے۔ شرح کتاب عبادات سے فارغ ہوئے تو اس کے آخر میں لکھوایا ھذا آخر شرح العبادات وضع المعانی وادخیر العبارات۔ املا المحبوس فی محلس الشرار۔

اس کے علاوہ ان کے قید کے دوران کتاب اصول فقہ میں سیر الکبیر کی شرح بھی املاء کرائی۔ جب باب الشروط تک پہنچے تو آپ کو قید سے رہائی حاصل ہوگئی۔ آخر عمر فرغانہ کی طرف چلے گئے۔ وہاں آپ نے شرح سیر الکبیر مکمل کی علاوہ ازیں اس کے مختصر الطحاوی اور امام محمد کی کتابوں کی بھی شرحیں لکھیں کسی نے آپ کے سامنے امام شافعی کا ذکر کیا کہ ان کو تین سو جز کتابوں کے یاد تھے۔ اسی پر جب آپ نے اپنے محفوظ جز کو شمار کیا تو وہ بارہ ہزار جز نکلے آپ کی وفات بقول بعض لوگوں کے 449ھ اور بعض کے مطابق 500 کے قریب قریب ہوئی۔ شمس ملک اور مجتہد اولیا آپ کی تاریخ وفات ہے۔

جب آپ کو ظالم نے قید کر کے جیل کی طرف بھیجا تو راستہ میں جب نماز کا وقت آتا تو اس کے ہاتھ پاؤں خود بخود کھل جاتے اور وضو کر کے پہلے اذان پھر تکبیر پڑھ کر نماز شروع کرتے اس وقت سپاہی پہرہ دار دیکھتے کہ ایک جماعت سبز پوشوں کی آپ کے پیچھے کھڑی ہے اور آپ کے ساتھ نماز ادا

Marfat.com

کررہی ہے۔

جب نماز سے فارغ ہوتے سپاہیوں سے کہتے آؤ مجھ کو باندھ لو سپاہی عرض کرتے خواجہ آپ کی کرادت دیکھ لی ہے اب ہم تم سے ایسا معاملہ نہیں کرتے اس پر خواجہ صاحب جواب دیتے ہیں کہ میں مامور حکم خدا کا ہوں پس میں اسی کا حکم بجالایا تا کہ قیامت کو شرمندہ نہ ہوں۔ تم اس ظالم کے تابعدار ہو پس چاہے کہ تم اس حکم بجالاؤ تا کہ اس کے ظلم سے خلاصی پاؤ۔ (حدائق)

جب آپ کوارز جند میں پہنچے تو ایک مسجد میں موذن نے تکبیر کہی آپ ابھی نماز پڑھتے مسجد میں داخل ہوئے۔ امام نے آستین کے اندر ہاتھ رکھ کر تکبیر کہی آپ نے پچھلی صف سے آواز دی پھر تکبیر تحریمہ کہنی چاہیے۔ امام نے پھر اسطرح تکبیر تحرمہ کہی تین دفعہ یہ ردو بدل ہوا چوتھی دفعہ امام نے منہ پھیر کر پوچھا کہ کیا آپ امام اہل سرخی ہیں آپ نے کہا ہاں امام نے پوچھا کی تکبیر میں کوئی خلل ہے۔ آپ نے کہا نہیں لیکن مردوں کے ہاتھ آستین سے باہر نکال کر تکبیر کہنی درست ہے۔ پس مجھ سے اس شخص کی اقتدا کرنے میں عار ہے۔ جو عورتوں کی سنت کے ساتھ نماز میں دخل ہو۔

ایک دن طالب علم اسی کنویں پر بیٹھ کر جس میں آپ قید تھے سبق پڑھ رہے تھے۔ آپ نے ایک طالب علم کی آواز نہ سنی اس پر آپ نے پوچھا کہ وہ کہاں ہے۔ ایک طالب علم نے کہا کہ وہ وضو کرنے گیا ہے۔ اور میں یہ سبب سردی کے وضو نہیں کر سکا۔ امام نے فرمایا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ اس قدر سردی میں تو وضو نہیں کر سکا۔ حالانکہ مجھ کو طالب علمی کے وقت بخارا میں ایک دفعہ عارضہ شکم لاحق ہو گیا تھا مجھے چالیس مرتبہ قضائے حاجت ہوئی۔ میں ہر مرتبہ وضو کرتا تھا۔ جب دوکان پر آیا تو میری دوات بہ سبب سردی کے جم گئی تھی پس میں نے اس کو سینہ پر رکھا جب سینے کی گرمی سے پگھل گئی تو اس سے تعلیقات لکھتا تھا۔ (حدائق)

فخر السلام علی بن محمد بن حسین یزدوی سمرقندی

آپ کا پورا نام علی بن محمد بن عبدالکریم بن موسیٰ ایزدوی ہے آپ کو مذہب حنفی کا ایک بڑا علامہ شمار کیا گیا ہے۔ فقہ حنفی کے اصول کو سب سے پہلے فن کی حیثیت سے مدون کیا۔ اصول یزدوی اس موضع پر ایک معرکۃ آرا تصنیف ہے۔ ماوراالنہر میں شیخ الحنفیہ کا درجہ رکھتا تھا۔ فخر الاسلام کے لقب سے مقلب ہوا۔ یزدہ بالفتح ایک گاؤں کا نام ہے۔ جو علامہ کا مولد ہے۔ سمرقند میں مدتوں فقہ کی تدریس میں مشغول رہے۔ قضا کے جلیل القدر عہدے پر سرفراز ہوئے۔ قرآن شریف کی تفسیر 120 جلدوں میں لکھی۔ 1089/482ء میں فوت ہوئے۔ اصول یزدوی انکی تصنیف ہے۔ (فہرست مخطوطات پشاور)

Marfat.com

برہان الدین علی بن بکر غنیانی صاحب الہدئیہ

مرغیان ماورالنہر ایک قصبہ کا نام تھا۔ جو کہ علامہ کا مولد تھا۔ اپنے زمانے میں فقہ حنفی کا بہت بڑا علامہ تھا۔ اصول فقہ۔ ادبیات اور دیگر علوم متداولہ میں دستگاہ کا نام رکھتا تھا۔ مناظرہ میں تمام اقران سے گوئے سبقت لے جاتا تھا۔

نجم الدین ابوحفص عمر النسفی اور دوسرے علماء اعلام سے علم اخذ کیا امام فخر الدین قاضی خاں صدر الشریعہ صاحب محیط۔ ظہیر الدین بخاری مصنف فتاویٰ ظہریہ اور دیگر علمائے معاصر اسکی فضیلت اور تقدم کے قائل تھے۔ فتاب المنتہیٰ وفقہ فقر الذہب۔ تجنیس مختارات اسکی تصنیف ہے۔ بدھ وار کے دن سبق شروع کرنا اس نے رائج کیا جو نہایت مقبول ہو۔ جس پر تمام ہندوستان افغانستان میں آج تک عمل ہو رہا ہے۔ 593 / 1197 میں انتقال ہو۔ ہدایہ دو جلد علم فقہ کی مستند کتاب ہے۔ جس میں امام شافعی اور دوسرے ائمہ کا اختلاف ہے میں ایک مسئلہ بیان کر کے فقی طرز پر ایک قول کی دلیل اور اس کا ایک ماخذ لکھا ہے۔

لارڈ ہیسٹنگ کے عہد میں اس کے حکم سے جارج ہملٹن نے بڑی قابلیت کے ساتھ انگریزی میں اس کا ترجمہ کیا 791ء میں لنڈن میں چھپ کر شائع ہوا۔ مولوی غلام یحییٰ خاں اور دوسرے فضلا سے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ جو 1807 میں کلکتہ سے شائع ہوا۔ اس سے بڑھ کر فارسی اور عربی میں اس کی شرحیں لکھیں گئیں۔ (فہرست ۔ مخطوطات پشاور)

عبدالستار الکردری عمادی شمس الائمہ ۶۴۲ھ

محمد بن عبدالستار بن محمد کردری عمادی ابوالوجد کنیت شمس الائمہ لقب تھا۔ امام فاضل محقق مدقق محدث فقیہہ۔ عارف مذاہب محی الاصول فقہ تھے۔ 8 ماہ ذی قعد ۵۵۹ء میں پیدا ہوئے علم وادب میں سے قاصر الدین مطرزی صاحب مقرب سے پڑھا پھر اور علوم میں مشغول ہوئے۔ اور امام زرادہ صاحب شریعت الاسلام تلمیذ شمس الائمہ بکر بن محمد ازنجری سے فقہ پڑھا اور حدیث کو سنا۔ بخارا میں آئے اور عماد الدین عمر زرنجری سے تلمذ شمس الائمہ بکر بن محمد زرنجری شاگرد حلوائی اخذ کیا۔ اور فقر منہاج الشریعہ قوام الدین مفاد تلمیذ اپنے باپ ابراہیم صغار شاگرد اپنے باپ اسمٰعیل سنار تلمیذ ابی یعقوب یوسف سیاری سے شاگرد ابی اسحاق نقدی سے اخذ کیا۔ اور نیز بدر الدین عمر اس کی شرف الدین عقیلی اور اقرا الدین صابونی سے پڑھا۔ اجل اساتذہ آپ کے فخر الدین حسنی بن مصور قاضی خاں اور صاحب ہدایہ سعی بن ابی

Marfat.com

بکر یہاں تک آپ متعدد علوم میں فائق ہوئے اور اپنے اقرار پر غالب آئے۔ اہل زمان نے آپ کے فضل وتقدم کا اقرار کیا۔

حتیٰ کہ آپ کے حق میں یہ لکھا گیا کہ آپ نے بعد زید دبوسی کے علم اصول وفروغ کو زندہ کیا۔ آپ سے آپ کے بھتیجے محمد بن محمود نبی عبدالکریم المعروف خواہرزادہ اور حمید الدین روشنی اور حافظ کبیر بن محمد بن محمد بخاری در محمد ایمر یغی وغیرہ نے تفقہ کیا اور بخارا میں ۹ ماہ محرم ۶۴۲ میں وفات پائی۔

محقق نام وز مین تاریخ ہے۔ (حدائق)

﴿ابو برکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی صاحب الکنز الدقائق وتفسیر مدارک ربیع الاول ۷۱۰ھ﴾

علماء ماوراء النہر سے تھے۔ عام طور پر حافظ الدین نسفی کے نام سے مشہور ہیں۔ نسف ماورالنہر میں ایک قصبہ ہے۔ جو علامہ کا مولد ہے۔ وافی اس کی شرح کافی علم فقہ اس کی تصنیف ہے۔ جس کو اس نے مختصر کر کے کنز الدقائق کے نام سے موسوم کیا ہے۔ وہ فقہا میں مقبول ہوئی اور تمام ہندوستان۔ پاکستان اور افغانستان میں فقہ کا ابتدائی نصاب ہے۔ اصول فقہ میں ستار لانوار کے نام سے ایک متن لکھا ہے۔ جس کی پچاس سے زائد شرحیں لکھی گئیں۔ عقائد اہل سنت پر ایک کتاب لکھی ہے۔ جو متن کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی شرح جس کا نام الاعتماد العقائد ہے۔ جو کہ خود مصنف کی تالیف ہے۔ ۷۱۰/۳۱۰ میں وفات پائی۔ (فہرست)

ابی الفضل عبدالعزیز بن محمد نصر البخاری صاحب الکشف

عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری علاؤالدین لقب تھا۔ علامہ العصر فقیہ دھر تھے۔ فقہ اپنے چچا محمد ما برنی تلمیذ شمس الائمہ محمد کردری نیز حافظ الدین کبیر محمد بخاری شاگرد کردری تلمیذ صاحب ہدایہ سے حاصل کی آپ سے اقوام الدین محمد کاکی اور جلال الدین عمر بن محمد نے تفقہ کیا تصنیف کی نہایت برجستہ اور معتبر مقبول عام ہوئی جس میں سے کتاب کشف الاسرار شرح اور کتاب تحقیق شرح حسامی مشہور اور اکثر متاخرین میں اصول کی معتمد علیہ۔ وفات ۷۴۰ میں ہوئی۔ عالم مشہور انام تاریخ وفات ہے۔ (حدائق)

جلال الدین کرلانی صاحب کفایہ

پورا نام جلال الدین شمس الدین خوارزمی کرلانی اپنے زمانے کا متبحر عالم تھا علامہ حسام الدین العرقانی تفتان جو کہ ترکستان کا ایک شہر ہے کے رہنے والے ہے۔ بقول بعض مورخین کے نہایہ شرح

Marfat.com

ہدایہ علامہ تفتانی کی تصنیف ہے۔ دیگراس طبقہ کے علما سے تحصیل علوم کی۔ کفایہ شرح ہدائیہ کومختلف لوگوں سے منسوب کیا ہے۔ جن میں حسن بن عمار شربیلانی نے اس کوتاج الشریفہ کی تصنیف بنایا ہے۔ جواہر فقہ میں اسکوعلمی کمی بن عثمان مارتمی سے منسوب کیا گیا ہے۔

(فہرست ۔ مخطوطات پشاور)

علاؤالدین علی سیرانی علاقہ کرمان ۷۹۰ھ

علاؤالدین علی سیرانی عالم فاضل فقیہہ کامل تھے۔ علم جلال الدین کرلانی صاحب کفایہ تلمیذ حسن بن سیرانی صاحب نہایہ اور عبدالعزیز بخاری صاحب کشف سے حاصل کیا۔ آپ نے سراج الدین عمر قاری الہدایہ علی سفناقی اور استحاذ بن ہمام سے ہدایہ پڑھا ۷۹۰ھ میں وفات پائی۔ سیرانی سیراب کی طرف منسوب ہے جو بلاد فارس میں ایک شہر ہے حد کرمان سے ملتا ہے۔ (حدائق)

سراج الدین عمر المشہور قاری الہدایہ ۷۹۰ھ

عمر بن علی الشہر یہ قاری الہدایہ سراج الدین لقب تھا۔ ابتدا میں خیاط کا کام کرتے تھے پھر تحصیل علوم میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ فقہ وغیرہ علم منقول اور معقول میں ایسے ماہر ہوئے کہ مذہب حنیفہ اور کثرت تلامذہ میں نشار علیہ زمانے ہوئے۔ مصر میں نحو یہ کی شیخیت آپ کے تفویض ہوئی ماہ ربیع الاول ۸۳۹ھ میں وفات پائی۔ مہر تاریخ ہے۔ وفات آپ کی تصانیف سے تعلقیات ہدایہ وفتاویٰ یادگار ہیں۔ (حدائق)

الشیخ کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر

کمال الدین محمد بن عبدالواحد الشہیر علامہ ابن ہمام اسکندری ایسوی سادات علویہ سے تھے۔ اور مذہب حنفی کا نام وکلام محقق اور تبحر علامہ تھا۔ ۷۸۸ھ میں اس کا باپ سکندریہ میں قاضی تھا اس سے پہلے اس کا باپ سیوس میں قاضی تھا۔ اس نے اپنے باپ اور دیگر علماء سے تحصیل حاصل کی ابی زرعہ عراقی اور جمال صنفی سے علم حدیث اخذ کیا اور علم تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ کلام۔ منطق اور اجدال ومناظرہ میں یکتائے روزگار ہو گئے۔ ابن امیر الحاج الحلبی ابن شحنہ اور ابن قطلوبغا نے علامہ ابن ہمام حنفی سے صحبت سے کمال حاصل کیا۔ اور ایک عرصہ دراز تک فتوے دیتا رہا۔ بعد میں یکے بعد دیگرے علم فقہ کے پروفیسر اور لیکچرار لگتا رہا۔ فتح القدیر ہدایہ کی شرح لکھی اس کے علاوہ اصول فقہ اور عقائد سامرہ میں علامہ کی

Marfat.com

تصنیف ہیں۔ سنہ 841ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ فتح القدیر شرح ہدایہ عربی چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ جس میں مصنف نے جو ایک محقق اور متقی ہے۔ ہر ایک مسئلہ کو عقلی نقلی دلائل سے ثابت کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ ساتھ ہی انصاف کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ اور حتی الامکان تعصب سے دور رہا۔ فتح القدیر کو کتاب اور زکوٰۃ تک تک اس نے خود لکھا ہے لیکن آگے کا حصہ مولانا شمس الدین احمد المعروف قاضی پیر زادہ کی تصنیف ہے۔ جس کا انتقال ۹۸۸ھ میں ہوا۔ (فہرست)

محمد بن محمد تشخنہ سر

محمد بن تشخنہ الشہیر محب الدین لقب اور اعداد ابو لید کنیت تھی ۷۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ ہر بڑے علما فضلا سے فقہ اور ادب وغیرہ علوم پڑھے۔ حدیث اور اہل حدیث میں بڑے معتبر تھے کئی دفعہ حلب اور شام کی قضا پر مقرر ہوئے۔ ابن ہمام نے آپ سے پڑھا۔ کتاب روزہ الناظرین فی اخبار الدلائل والآخر حوادث ۸۰۴ھ تک تصنیف کی اور حوادث ۸۰۳ھ میں وہ واقعاتؒ بیان کیے۔ جو ان کے اور امیر تیمور کے درمیان غلبہ حلب کے وقت سوال و جواب کے طور پر آئے۔ علاوہ اس کے کتاب میں سیرت نبویہ اور یک نظم متوسطہ میں لکھی ۸۱۵ھ میں وفات پائی محبت اندیش تاریخ وفات ہے۔ (حدائق)

الشیخ البر محمد بن محبّ الدین بن محمد بن محمود البرکات الحلمی ثم القاہری خطیب بیت المقدس

عبدالبر بن محمد بن محب الدین محمد بن محمود ابوالکرامات بن ابی الفضل المحب بن ابی ولید الحلو ی ثم القاہری الشہیر کسمنہ بن ابی شحنہ منگل کی رات ۹ ماہ ذیقعد 851ء میں حلب میں پیدا ہوئے والدین کے ہمراہ قاہرہ میں ہجرت کی وہاں قرآن حفظ کیا اور متفرق علوم میں مختصر کتابیں یاد رکھیں۔ بیت المقدس جا کر وہاں کے خطیب اور حیال بن حجامہ شیخ صلاجبت بیت المقدس اور تقی خلقشندی سے حدیث سماعت کی اور قاہرہ میں دار عصابہ سے سنا اور کچھ امین اقصرائی تقی شخصی اور ام ہانی سے پڑھا۔ اور فقہ میں زین العابدین قاسم ابن ولعویفا سے اخذ کیا یہاں تک کہ فقہ فاصل محدث کامل جامع معقولات و منقولات ہوئے اور 880 میں منظور ابن ہبان کی شرح سے فراغت حاصل کی۔ کتاب الدخائر۔ الاشرفیہ مما الدنقار الحنفیہ تصنیف کی کی 931 میں وفات پائی۔ (حدائق)

Marfat.com

الشیخ احمد یونس الشہیر باستی

(حالات معلوم نہیں)

شیخ علی بن تمائم مقدسی

ابن تمائم المقدسی عبدالسلام بن محمد بن احمد بن تمائم المقدسی الحافظ عزیز الدین انعافی الواعظ المتوفی سنہ ۹۷۸ء میں تمامی وسبین و تسمانیہ من تصانیفہ تلقیس ابلیس الحدیث النفیس فی تبلیس ربلیس حل الرموز و مفاتح الکنوز فی التصوف الروض الابق فی الواعظ امر رفیق طرق الوسائل و تملق الرسائل الفتوحات النعیمیہ فی الاسرار القلبیہ۔ (معارف)

الشیخ عبدالحی

شیخ سلمان المنصوری

(ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے)

الشیخ اشرنیاتی حسن بن عمار 1049ء

حسن بن عمار المصری الشرنیلانی ابواخلاص کنیت تھی۔ عیاں فقہا اور اعلم فضلا میں سے تھے۔ مشہور زمانہ اور معتبر فی الفتاوی تھے علم عبداللہ تحریری اور محمد محی اوعلی بن تمائم مقدسی سے حاصل کیا۔ بہت کتابیں تصنیف کیں جن کی شرح منظومہ ابن ہبان اور ادوار تحریر وغیرہ کے حواشی اور نمود الضیاح فقہ میں اسکی شرح حداد الفتاح اس کا مختصر مراقی الفلاح وغیرہ رسال ساٹھ سے زیادہ ہیں وفات آپ کی ماہ رمضان 1069ء میں ہوئی مجموعہ اشارات بتاریخ وفات ہے۔ شربلانی تعیم شین مع وامعملہ وسکوت فوق وضم بالواحد خلاف قیاس شرابلہ کی طرف منسوب ہے۔ جو مصر کے نواح میں تاجروں کے ایک شہر کا نام ہے۔ (حدائق)

Marfat.com

شیخ المقدسی ابوبکر احمد بن اصلاح الدین باب علی مقدس 1143ء

ابوبکر بن احمد بن صلاح الدین المعروف علی مقدسی اپنے زمانے کے شیخ عالم فقیہہ۔ فاضل۔ محدث۔ عابد و زاہد راغب فعال حسنہ تھے قدس میں افتا حنیفیہ کے متولی رہے۔ پھر اسلام بول میں تشریف لے گئے وہاں افادہ خلائق اور نشر علوم میں مشہور رہ کر 1147ء میں وفات پائی راز دار خالق تاریخ وفات ہے۔ (حدائق حنفیہ)

الشیخ محمد عبدالرحمان جامی

گجرات کے مشرق کی جانب راستہ جلال پور جٹاں کو جاتا ہے۔ راستہ میں سوق احمد خاں ایک پرانا قصبہ آتا ہے۔ یہ اس علاقہ کی بہت بڑی منڈی تھی۔ وزیر آباد سے چناب کے پتن عبور کر کے موضع شاہ جہانیاں سے گزر کر لوگ کشمیر کو جاتے تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں اس جگہ ایک بڑی دینی درس گاہ تھی جس کے مہتمم ملا عبدالرحمان جامی تھے۔

آپ ملا جلال الدین شیخ موسیٰ کے صاحب زادے تھے۔ ملا عبدالرحمٰن کی درس گاہ ایک مشہور و معروف درس گاہ تھی جس میں سے وقت کے اجل علماء نے تعلیم حاصل کی اور جہان علم و فضل میں درخشندہ ستارے بن کر چمکے۔ اسی درس گاہ کے فارغ التحصیل بزرگ حضرت شاہ دولا دریائی تھے۔ جن کے ملا عبدالرحمان جامی سے خصوصی تعلقات تھے۔ شاہ دولا صاحب مرید خاص شاہ مراد علی اسی درس گاہ کی تعلیم یافتہ تھا۔ پھر اس کا لڑکا شاہ چراغ نے بھی اسی جگہ تعلیم حاصل کی۔ عبدالرحمان کے زمانے میں سیالکوٹ کے شہر میں ملا شمس الدین اور ان کے صاحبزادے ملا عبدالحکیم سیالکوٹ اور ملا عبدارحمان کے درمیان چپقلش رہتی تھی۔ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی معقولات کے ماہر تھے۔ مشہور و معروف تھے اور ملا عبدالرحمان معقولات میں سے فلسفہ اور منطق کے دلدادہ تھے۔ ملا عبدالحکیم فوت ہوئے تو ملا عبدالرحمان نے تاریخ وفات کہی "ملادن تن سنا" 1048ء

ملا عبدالرحمان کے صاحبزادے علم و ادب کے باپ میں نابغہ روزگار تھے۔ ان کا بڑا لڑکا عبدالنبی فقیہہ شہر تھا۔ اس نے سراجی کی شرح فارسی نظم میں لکھی۔ الفرائض اس کا نام تھا۔ 1107ء میں مکمل ہوئی۔ دوسری کتاب نجات المسلمین فقہ کے مسائل پر مشتمل جو عرصہ دراز تک اسلامی مدارس میں پڑھائی جاتی رہی۔ فارسی نظم میں فقہ کے مسائل پر ایک ضخیم کتاب تھی۔ کمال فن جو اس میں نمایاں تھا اس کتاب کا قافیہ نون رہا۔

Marfat.com

عبدالرحمان جامی کے دوسرے صاجزاوے ملا عبدالرشید اورنگزیب کے دربار میں میر منشی تھے۔اس کے خطوط کا مجموعہ مشہور ہے۔اس کا ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔ یہ مجموعہ ان کی درس گاہ کے شاگرد شاہ چراغ نے مرتب کیا۔اس میں مغلیہ دور کے نوابوں کے نام خط ہیں جو کہ گجرات سے تعلق رکھتے تھے۔

ابو برکات عبداللہ

ملاعبدالحکیم کے صاحبزادے تھے۔علم وفضل کے لحاظ سے اپنے والد کے حقیقی جانشین ثابت ہوئے۔حکومت وقت میں ان کا اچھا خاصا وقار تھا۔شاہ جہاں اور اورنگزیب ان کے احترام کرتے تھے۔ ملاعبداللہ کے زمانے میں اسلامی اقدار سیالکوٹ کے علاقے اسلام کی ترویج میں نمایاں ترقی ہوئی۔ عالمگیر کے زمانے میں ان کا شمار نامور علماء میں ہوتا تھا۔زادالللیب فی سفرالحبیب علم فقہ میں ایک اہم دستاویز انکے نام سے منسوب ہے۔ اس کا تذکرہ+ حاشیہ ہدایہ بعض کتابوں میں آتا ہے۔ ملا عبدالرحمان کی درس گاہ معقولات کا ادارہ تھا جس کا مزاج ملا عبدالحکیم سیالکوٹی جیسے فلسفی اور منطقی سے مناسبت نہیں رکھتا۔اس کے باوجود ملا عبداللہ نے فقہ کی تعلیم ملا عبدالرحمان کی درس گاہ سے حاصل کی۔ اس لئے ان کا زیادہ تر مزاج دینداری کی طرف راغب رہا۔1118ء میں فوت ہوئے۔

حضرت مولوی محمد صالح گجرات

آپ بنیادی طور پر ملا عبدالرحمان حاجی کی درس گاہ کے شاگرد تھے۔ ملاں جامی اور ملاں عبدالحکیم سیالکوٹی کی درس گاہ میں باوصف مزاج کے اختلاف کے علمی ادبی مراسم استوار تھے۔ ولد محمد صالح نے معقولات کی تحصیل ملاعبدالحکیم سیالکوٹی کے بیٹے ملا عاقل احمد اور ضیاالدین سے حاصل کی اور فقہ کی تعلیم مولوی محمد عبداللہ سے حاصل کی۔ جوا کابر فقیوں میں شمار ہوتی ہے۔ملا محمد صالح تحصیل علم کے بعد گجرات میں مسجد قلعہ لوہاراں میں تشریف لے آئے۔ یہ مسجد حضرت میراں فاضل کی علمی کاوشوں سے معروف ومشہور تھی۔ حضرت شاہ دولہ دریائی اور حضرت میراں فاضل کے علمی مناقشے اسی مسجد میں ہوتے تھے۔حجرت ملا عبدالفتاح گجراتی کا علمی فیض کچھ عرصہ اس مسجد سے رہا۔حضرت میران فاضل کی وفات کے بعد مسند ارشاد حضرت مولوی محمد صالح نے سنبھالی انہوں نے اپنے زمانے میں بے شمار علماء اور فضلا کو تعلیم دی۔ چہار باغ پنجاب گجرات کا متعصب مورخ گنیش داس ودیرہ لکھتا ہے کہ

”صاحب سنگھ کے زمانے میں یہ درس گاہ مرجع خواس وعام تھی۔ بے شمار طالب علم ہوتے

Marfat.com

تھے۔ جن میں مولوی صدر الدین۔ شیخ مسعود وجلال پوری۔ مولوی ابراہیم کنجاہی اور مولوی خان محمد قلعہ داری شامل ہیں۔ آپ کی تصانیف آپ کے شاگرد تھے۔ جو کہ منسہ شہود پر آفتاب بن چکے۔ 1224ء میں فوت ہوئے۔ اور دارہ بلو جان گجرات کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

خان محمد قریشی

علم وحکمت کی وہ شمع جو چالیس برس تک غاروں میں جلتی رہی باہر نکلی تو اسکی روشنی نے کائنات کے ذرے ذرے اور کونے کونے کو منور کیا۔ اس شمع کے پروانے برصغیر میں عربوں کے حملے آور محمد بن قاسم کے ساتھ پہنچے تو جہالت کے اندھیروں میں علم اور معرفت کی روشنی بھی ساتھ لیتے آئے۔ وہ اس روشنی کے بانٹنے میں اس قدر مشغول ہوئے کہ خود اپنی شناخت گم کر بیٹھے۔

ایسا ہی ایک عربی خاندان جنوبی پنجاب کے قصبہ سرائے سدھو میں وارد ہوا۔ سرائے سدھو ملتان کی تحصیل کبیر والا میں ایک بستی ہے۔ زمانہ بعید میں دہلی جانے والے قافلے یہاں سے گزرتے تھے۔

اس عربی خاندان کی اس جگہ پر نہ جانے کتنی نسلیں گزریں۔ جن کا کام رشد وہدایت کی روشنی بانٹنا تھا۔ اور یہ شغل عرصہ دراز تک جاری رہا۔ مگر ان کا آشیانہ بجلیوں کی زد میں آئے بغیر نہ رہ سکا۔

رنجیت سنگھ کا عہد حکومت تھا۔ رنجیت سنگھ ملتان اور اس کے نواح میں پے در پے حملہ آور ہو رہا تھا۔ اس کی چیرہ دستوں سے سرائے سدھو کی بستی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ اس زمانے میں عربی خاندان کی چوتھی نسل کا نمائندہ عبداللہ سرائے سدھو کی بستی میں ایک پر وقار۔ صاحب تمکنت اور معزز حیثیت کا مالک تھا۔ یہ شخصیت بستی مین محبوب ومطلوب ہستی تھی۔ قریش کی صفات اسی کی شخصیت کا حصہ تھی۔ بہادری۔ سخاوت۔ ایفائے عہد اس میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ فن حرب وضرب میں طاق تھا۔ یہ وقت کی ضرورت تھی کیونکہ سکھ عمل داری ہیں۔ سکھ مسلوں کا لوٹ مار کرنا مذہبی فریضہ سمجھا جاتا تھا۔ حضرت عبداللہ اپنی بقا کے لئے اسے ضروری ضروری سمجھتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ بے کسوں کا سہارا غریبوں کی پشت وپناہ۔ مظلوم کو ظالم کے پنجے سے چھڑانے کے لئے اپنی جان پر کھیل جاتے تھے۔ ان صفات کی وجہ سے ہر دل عزیز تھے۔ اور بستی کے لوگوں میں وریام کے لقب سے معروف تھے۔

رنجیت سنگھ کے عہد حکومت میں ملتان پر پے در پے حملے نے جنوبی پنجاب کی نہ صرف معاشی حالت دگرگوں کر دی بلکہ معاشرت پر بھی ان کا جبر قائم تھا۔ مذہبی مناسک حکومت کی اجازت کے بغیر ادا نہ ہو سکتے تھے۔ کھانے پینے کی چیزوں پر بھی ان کا کنٹرول تھا۔ عوام کی حالت یہ تھی کہ ان کے پیٹ غذا

Marfat.com

سے خالی۔ بدن لباس سے عاری۔ ان حالات میں نہ جانے کتنے گھروں کے چراغ گل ہو گئے۔

رنجیت سنگھ اپنی آمدنی بڑھانے کی خاطر نواب مظفر خان سے بار بار خراج کا تقاضا کرتا۔ سکھ جتھے دار اپنے ''مذہبی منشور'' پر عمل کرتے ہوئے روٹی کا آخری لقمہ بھی چھین کر لے جاتے۔

اس زمانے میں رحمت خداوندی بھی منہ موڑ چکی تھی۔ بارش نہ ہوئی علاقہ قحط کی زد میں آ گیا۔ عوام کا دوختہ اندوختہ سکھوں کی نذر ہو چکا تھا۔ اور لوگ نقل مکانی پر مجبور ہو گئے۔

حضرت عبداللہ پر بڑھاپا غالب آ چکا تھا۔ قحط سالی نے ان کے منہ سے آخری لقمہ بھی چھین لیا۔ آپ کی زندگی کا چراغ گل ہونے کو تھا۔ آپ نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور فرمایا کہ میرا وقت ختم ہو چکا ہے۔ میں کسی بھی وقت اللہ کے ہاں چلا جاؤں گا۔ میں تمہارے لئے جو میراث چھوڑے جا رہا ہوں وہ علم ہے۔ یہ سارے جہاں میں بکھرا پڑا ہے۔ اپنی اپنی ہمت کے مطابق اکٹھا کر لو۔

حضرت عبداللہ فوت ہو گئے۔ ان کے چاروں بیٹے قحط کی قہر ماتوں کے شکار ہو کر نقل مکانی کرنے پر مجبور ہو گئے۔ گھر سے نکلے تو ان کو نہ اپنی منزل کا پتہ اور نہ ہی راستے کا علم تھا۔ باپ کی وصیت کردہ خواہش۔ علم کی تلاش کا جذبہ ان کا توشہ سفر تھا۔ اور زادِ راہ بھی اسی میں ڈوب کر انہوں نے زندگی کا سراغ لگانا تھا۔

اللہ کے سہارے گھر سے نکلے دن کے وقت قریہ قریہ پھرتے نگری نگری گھومتے رات کسی مسجد میں گزارتے اس زمانے میں دستور تھا کہ مسافر مسجد کے مہمان سمجھے جاتے تھے۔ اور اہل قریہ ان کو کھانا کھلاتے تھے۔

حضرت عبداللہ کے بڑے لڑکے شیخ احمد اور فیض احمد سفر کی صعوبتوں کو برداشت نہ کر سکے۔ وہ اپنے والد کے پاس چلے گئے۔ باقی دو بھائی 12 سال۔ 8 سال کی عمر میں ایک دوسرے کا سہارا بنے۔ دن حسب معمول صحرا نوردی میں گزرتا اور رات جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ٹھہر جاتے۔ ان کے پاس باپ کی جائیداد میں سے ایک مطلا قلمی قرآن شریف کا نسخہ تھا۔ جس سے خان محمد قرآن حفظ کرتے تھے۔

ایک رات ایسی آئی کہ ان کو نہ ہی تو دن میں مزدوری کا موقع ملا اور نہ ہی رات کو مسجد میں مہمان کی خیر گیری کے لئے کوئی آیا۔ البتہ ایک ''مہربان'' سے ملاقات ہوئی اُس نے رات کا کھانا کھلایا اور قرآن شریف اچک لیا۔ یہ نسخہ شائد اب کسی جنوبی پنجاب کے قدیم کتب خانے میں موجود ہوگا۔

زندگی کی اس تگ و دو میں سفر کے دوران ان دونوں بھائیوں کو رات جنگل میں گزارنا پڑی۔ چھوٹے سلطان محمد چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی کا سایہ عاطفت شائد ناکافی سمجھا۔ خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اور بڑے بھائی خان محمد اس کائنات میں اکیلا رہ گیا۔

Marfat.com

اس زمانے میں ذرائع آمدورفت آسان نہ تھے۔ راستے کٹھن اور پرآشوب تھے۔ فاصلے میلوں اور کلومیٹروں سے نہیں ناپے جاتے تھے بلکہ اس کا اس کا پیمانہ "عرصہ" تھا اتنے دن یا اتنے ماہ کا سفر۔ نہ جانے کتنے دنوں کے بعد خان محمد کو معلوم ہوا کہ بستی مخدوماں میں ایک عالم جس سے فیض حاصل کیا جاسکتا ہے۔ آپ اپنی درخواست لے کر اس عالم کے پاس گئے۔ اس نے پڑھانے سے انکار کر دیا۔ بڑی ہی منت سماجت کے بعد وہ پڑھانے پر راضی ہوئے۔

وہ عالم بیماری کی زد میں تھا۔ اس کی چھاتی میں ناسور تھا۔ جو رستا رہتا تھا۔ اس کی مرہم پٹی کرنا آپ کے ذمے ٹھہرا۔ اس کے پاس ایک گائے تھی جس کو چارہ ڈالنا اور دیکھ بھال کرنا دوسری ذمہ داری تھی۔ آپ نے اس عالم سے کریما پڑھنا شروع کیا۔ جب پہلا مصرعہ پڑھا تو استاد نے کہا بس آج کا سبق صرف اتنا ہی ہے۔ جتنے مصرعے کریما کے تھے۔ حضرت خان محمد نے اتنے ہی دن ان کے ہاں گزارے جب کریما ختم ہوا تو استاد نے فرمایا کہ میرے پاس صرف اتنا ہی علم ہے اور شاگرد کو دعاؤں اور نصیحتوں کے ساتھ رخصت کیا۔

استاد نے کہا کہ میری بات غور سے سنو اس کو پلے باندھ لو تمہاری زندگی کی کامیابی کا راز اسی میں ہے۔

1- کبھی استاد کے سامنے زبان دراز نہ کرنا
2- کبھی استاد کی عیب جوئی نہ کرنا
3- کبھی استاد کی جگہ پر نہ بیٹھنا
4- کبھی استاد کو تنگ نہ کرنا
5- کبھی استاد کام کہے تو انکار نہ کرنا

استاد سے رخصت ہو کر آپ مہدی آباد گئے۔ وہاں کے درس کا بڑا چرچا تھا مگر وہاں بھی مبلغ علم کریما کے مطالعہ تک تھا۔

آپ وہاں سے مایوس ہوئے تو آپ نے شمالی پنجاب کی طرف علم کی تلاش میں اپنا سفر جاری رکھا۔ گجرات کی تحصیل پھالیہ میں بکن ایک گاؤں تھا۔ اس گاؤں میں ایک درس قائم تھا۔ آپ وہاں پہنچے اور اپنا مدعا بیان کیا۔ علم پڑھانے سے انکار تو نہ کیا گیا مگر لوگ نامہرباں۔ طعنہ زن۔ اور سب و شتم ان کا شیوہ تھا۔ مگر آپ کا یہ عزم صمیم تھا کہ آپ نے کانٹوں بھری ٹہنی سے علم کا ثمر حاصل کرنے کا فن سیکھ لیا۔ آپ نے یہاں کے منبع علم کا سارے کا سارا سرمایہ سمیٹ لیا۔ آپ کی خصوصی توجہ فقہ سیکھنے تک رہی۔

مزید علم کی طلب ہوئی تو آپ پشاور پہنچ گئے اور وہاں کے قاضی سے ہدایہ پڑھنے کے لیے

Marfat.com

سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ اور وہاں کے علم کی دولت سمیٹ کر آپ نے منقول کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے لاہور کا عزم کیا۔

لاہور کے لئے عازم سفر ہوئے تو راستے میں گجرات ٹھہر گئے یہاں پر مسجد لوہاراں میں مولوی محمد صالح کا درس تھا۔ یہ درس علم منقول کے لئے مشہور تھی۔ وہاں سے آپ نے علم منقول پڑھا۔ دشت علم کے اس آبلہ آیا کا علمی سفر ختم ہوا وہ محنت کی بھٹی میں جل کر کندن بن چکا تھا۔ جانے کیا گزری ہے قطرے پر گہر ہونے تک۔

گجرات کے جنوب میں 5 میل کے فاصلے پر قلعہ دار نامی بستی تھی۔ وہاں سے ایک شخص حافظ خیر اللہ مولوی محمد صالح کے درس میں آیا کرتا تھا۔ بوئے پیرہن اس تک پہنچی تو حافظ خان محمد کی ملاقات کو آن پہنچا۔ ایک دوسرے کے حالات کا معلوم کرنے کے لئے تبادلہ خیال ہوا۔ تو یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ وہ بھی ''کعتان'' یعنی سرائے سدھو کا رہنے والا ہے۔ اور مزید گفتگو سے وہ ایک دوسرے کے رشتہ دار نکل آئے۔ گجرات کی اسی درس گاہ میں ایک فقہی مسئلہ آیا۔ کسی زمیندار کی لڑکی کی شادی تھی۔ برات کے لئے دال پکائی گئی۔ براتیوں کی تعداد کے پیش نظر 09 مٹکے دال پکائی گئی۔ گماں یہ کیا گیا کہ جس ڈنڈے سے دال گھوٹی گئی ہے۔ اس کو کتا چاٹ گیا۔ کیا دال کھالی جائے یا ضائع کردی جائے؟

حافظ خان محمد نے امام حنیفہ کے فتویٰ کی روشنی میں فیصلہ صادر کیا کہ پہلے تین مٹکے ضائع کردیئے جائیں چونکہ گھوٹنے والا ڈنڈا تین دفعہ دھل چکا ہے۔ باقی کا مٹکے پاک ہیں اور قابل استعمال ہیں۔

حافظ صاحب کے اس فتویٰ کی دھوم دور دور تک گئی جامع شاہی قلعہ دار کے پیش امام حافظ گل محمد فوت ہو چکے تھے۔ اور قلعدار کی مسند ارشاد کی آپ کی منتظر تھی۔ آپ قلعہ دار تشریف لائے اور جامع شاہی میں مدرسہ محمدیہ کا اجراء کیا۔ اس مدرسہ کا سلیبس میں فارسی۔ عربی۔ قرآن۔ حدیث۔ تفسیر۔ منطق حرف۔ نحو۔ معانی۔ بیان۔ غرضیکہ مدرسہ نظامیہ کا پورا کورس شامل تھا۔ آپ درس و تدریس کے علاوہ اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سلسلہ بھی دراز شروع کردیا۔

آپ نے حافظ خیر اللہ کی صاحب زادی سے شادی کرلی اس بیوی سے آپ کے بڑے صاحب زادے محمد یار قریشی تھے۔

اس خاتون کی وفات کے بعد آپ نے موضع ترکھ کے قریشی خاندان حافظ محمد رمضان کی صاحب زادی سے شادی کرلی۔ اس خاتون کے بطن سید احمد۔ فضل احمد۔ قل احمد۔ علی احمد کے علاوہ مقبول بی بی پیدا ہوئیں۔

Marfat.com

آپ کے مدرسہ کے پہلے طالب علم آپ کے پانچ صاحبزادے تھے ان کے علمی معیار کے معترف سب علمائے عصر تھے۔ مولوی احمد دین ساکن ڈاہراں تحصیل کھاریاں ضلع گجرات ایک متجر عالم دین گزرے ہیں یہ آپ کے میکدائے علم کے بادہ نوش تھے۔ مولوی خادم ساکن دلاں والا بھی اسی مدرسہ کا فیض یاب تھا یہ لوگ اپنے دور کے اجل عالموں میں شمار ہوتے تھے۔ اپنی ذات میں مجسم یونیورسٹی تھے۔

یہ اس دور کی بات ہے جب عالم کم یاب اور کتابیں نایاب تھی سکھ دور حکومت حاکم وقت دین کا دشمن کافر لوگ نامہرباں اور مخالف جن کے منشور میں لوٹ مار مذہبی فریضہ تھا۔ اس زمانہ میں نان ونفقہ مہیا کرنا دوسرا مرحلہ درپیش تھا۔ دین محمد کے متوالے کسی بھی دشوار مرحلے کو خاطر میں لائے بغیر اپنی دھن کے پکے تھے۔ علم دین کی روشنی حاصل کرنے اور پھیلانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔

درس وتدریس کا رواج تھا اور تعلیم وتعلم وقت کی ضرورت تھی تصنف وتالیف کا رواج نہ تھا۔ جماعت بندی نہ تھی۔ کتابوں کا ماہر ہونا معیار تھا۔ لوگ کتابوں کے استاد بنتے تھے۔ آپ نے مندرجہ ذیل کتابوں کی تجدیدی نقلیں تیار کیں

مشکوٰۃ شریف

شرح وقائیہ

کنزالدقائق

توضیع رسول

شرح ملا جامی

دلائل الخیرات

جامع المعجزات

تجدیدی کاپی تیار کرنا آج کے دور میں منٹوں کا کام ہے کاغذ دستیاب ہے۔ فوٹوسٹیٹ مشین مہیا ہے۔ وہ کتاب جس کی نقل تیار کرنی ہو وہ بھی میسر ہے۔

اس دور کا تصور کریں جب کاغذ ناپید۔ قلم ناموجود۔ سیاسی نہ دارد۔ نقل تیار کرنے کے لئے لوگ کتاب مستعار دینے میں پس وپیش کرتے۔

کاغذ گھریلو صنعت کے طور پر تیار کیا جاتا۔ ایک مٹکے میں کاغذ اور کپڑے کے ٹکڑے ڈال دیئے جاتے۔ اس میں پانی ڈال دیا جاتا تاکہ گل سڑ جائیں پھر آٹا ملا کر ایک میدہ سا تیار کر لیا جاتا۔ اس کی پتھر پر ایک تہہ جما دی جاتی۔ پھر اس کو پتھر سے علیحدہ کر کے پتھر کی سل پر رگڑ جاتا۔ تب جہاں ایک

Marfat.com

کاغذ کا ٹکڑا ملتا۔

سیاہی سرسوں کے تیل سے چلتے دیئے کی لو سے حاصل کی جاتی یا بادام چھلکے جلا کر پھر اس میں گوند ملا دی جاتی۔ گوند ویرانے کی خاک چھاننے میں کیکر کے درختوں سے حاصل ہوتی۔ اس سیاہی میں پائیداری اور چمک پیدا کرنے کے لئے بڑے نسخہ ہائے وفا تھے۔ قلم کے لئے کِلک دریا کے کنارے پر اُگتی وہاں سے حاصل کی جاتی۔

کتاب لکھنے کے لئے سطروں کو خط مستقیم پر رکھنے کے لیئے مسطر بنائی جاتی بے کار کاغذ کے ٹکڑے تہہ در تہہ جما کر ان میں سوئی کی مدد سے دھاگہ گزارا جاتا۔ دھاگے کو خط مستقیم پر رکھا جاتا۔ اس طرح یہ مسطر بنائی جاتی۔ نظم اور نثر کے لئے علیحدہ علیحدہ مسطر ہوتی۔ پھر جس کاغذ پر لکھنا ہوتا اس کو مسطر پر لکھ کر کپڑے سے مسلا جاتا تو مسطر کے دھاگے کا Inpression کاغز پر اوپر آ جاتا۔ اس کے بعد کتاب کی جلد کا مرحلہ درپیش آتا۔

جلد سازی ایک باقاعدہ فن تھا۔ سال دو سال کے عرصہ میں ایک چھوٹے سائز کی کتاب تیار ہوئی۔

حافظ خان محمد کی تحریر کردہ کتابیں نہایت خوشخط ہوتیں۔ ان کی استعمال کردہ سیاہی میں چمک 100 سال کے بعد بھی موجود ہے۔ کاغذ جو انہوں نے استعمال کیا اس پر بھی گزرے سالوں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا۔

آپ صوفی مزاج تھے۔ سلسلہ قادریہ سے تعلق تھا۔ قرآن پڑھنے پڑھانے کے علاوہ وظائف اور اوراد وارات پر باقائدہ سے عمل کرتے۔

آپ کو ولی اللہ کا درجہ حاصل تھا۔ مگر آپ نے کبھی ولدیت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور نہ ہی اس کا پرچار کرتے مگر اس دور کے لوگ گواہ ہیں کہ ''گفتہء او رگفتہء اللہ بود'' ہوتا۔

قلعہ دریائے چناب کے کنارے پر آباد تھا۔ وزیر آباد کا شہر دریا کے دوسرے کنارے پر ذریع آمد و رفت کشتی تھی اور یہ ذریعہ کئی سالوں سے جاری تھا۔ آپ نے ایک دن فرمایا کہ دریا میں پکی عمارت بن رہی ہے۔ لوگوں نے دریا میں عمارت کی تعمیر کو ناممکن جانا۔ کچھ عرصہ بعد دریائے چناب پر الگو نڈرا، پل تعمیر ہونا شروع ہو گیا۔ لوگوں نے حافظ صاحب کی پیشگوئی کی تصدیق کی۔

پنجاب کا آسمان ابھی ہوائی جہاز سے شناسانہ تھا۔ یہ چیز اس دیس کے باسیوں کے تصور سے بھی ماورا تھا۔ کہ آسمان پر کوئی چیز پرندوں کے علاوہ پرواز کر سکتی ہے۔

حافظ صاحب نے ایک دن فرمایا کہ آسمان پر لوہے کے پرندے پرواز کریں گے۔ لوگوں

Marfat.com

نے یہ پیشگوئی بھی پوری ہوتی دیکھی۔

1852ء میں حافظ اس جہاں سے تشریف لے گئے اور علم وفضل کا وہ پودا جو انہوں نے اپنی اولاد اور شاگردوں کی صورت میں چھوڑ گئے تھے لاعلمی کے اندھیروں میں گم ماحول کو رشد وہدایت کی روشنی سے منور کر رہا تھا۔

تاریخ وفات حضرت خان محمد صاحب ساکن قلعہ دار

جد مولوی محمد عبدالکریم قلعہ داری از شیخ عبداللہ عمر چک

شیخ را فرمود مشفق مولوی عبدالکریم
اکتبن تاریخ وصل الحد مولنا الفیخم

نام پاکش حضرت خان محمد با صفا
خلف وریام امام من اولی الخط الحسیم

نسل ولدش قرشی وارث علم نبی
ان ممن اولادھا النھاج واسلیم

عالم منقول و معقول و دگر فقہ و اصول
ثم قداعطاہ رب الخلق من خلق عظیم

دافع اشکال بود حل ہر مشکل نمود
کان قمقا ما ھما ما صاحب العلم القدیم

طالبان رز فیض علمش جمعہ گشتہ مستفیض
قداتت من روضہ نحوالورئی ریح النسیم

گر کسے ارشاتیں درعلم گوید نقص او
استعذ باللہ وسواس شیطن رجیم

مانمودینی غلواز مدقروں درعلم او
ان نسبتا قول حق فوق ذی علم علیم

چوں شوق وصل مولایش از حد افزوں شدہ
قدغدامن داردنیا نالی دارالنعیم

روح پروروحش بودیاب بفر درس بریں

Marfat.com

مـا بـراح مـازال فی غـفـران رحـمٰن رحیم

شیخ درسال و صالش مصرع سالم نوشت

حـل فـی روح ریحـانـون وفـردوس الکـریم

شاخ ہائے ایں درخت پاک ہم پاکیزہ تر

قـدتـری فـی البھـر خـلف الـماء مـن دریتم

حال ہر روئیدگی باشد بہ تخم او گواہ

کـل شـی راجـع بـالاصـل مـن قـول الحکیم

مولوی صاحب محمد یار فرزند کلاں

نـعیم مـولـود نـجیـب حبـذا الـخلف الوسیم

فاضل علامہ حضرت سید احمد ثانی است

الـمـعـی لـوذعـی عـامـل الـفـقـہ الـقـدیم

ثالث ایشاں جناب فضل احمد اہل فضل

تـم مـن اولادہ عبـدالـکـریـم الـمستقیم

جمعہ اور لاوش بود ہردم بہ فضل عیش و ناز

فـی جـمـال فـی کـمـال فی ریاض فی نسیم

یا الٰہی حاسد ایں خاندان باشد مدام

فـی و بـال فـی نـکـال فـی سـموم فی جحیم

وانکہ بد مذہب بود بد گوئے حنفیہ کرام

سـامشـوا ہ بـدنیـا ثـم فی العقبہ جحیم

صدر سلام از مارسد بر سرور پیغمبراں صلعم

صـل یـا رب عـلـی خیـر الـوری نـعـم القسیم

تاریخ وفات از حضرت شادیوالی

تخت نشیں گشتہ بملک سرآمد — شاہ دیں مولانا خان محمد

درمیل خمیس دوم غرۃ شعبان — ہفتاد و دو چہار دیک صد ایک ہزار و صد

۱۲۷۴ھ

تاریخ وفات از حضرت مولوی جان محمد بیگو والہ

Marfat.com

بوداست مرد خان محمد دریں سرا
در مجمع فواضل کالشمس نورت

بدیزید وقت وجنید زماں ولی
ہادی پیشوائے راہ دیں وآخرت

برداشت دل زدار فنا سوئے آن جہاں
تابندہ جملہ عالم بالقلب فجرت

تاریخ سال وصل چو پرسیدم از خرد
باقلب سوز گفت اری شمس کورت

۱۲۷۴ء

بارے دیگر بگوشم آمد ندا از غیب
تاریخ او بر آید از گنج آخرت

دردیں خود بود بحسن حیات خویش
سال وفاتش آمد از دین آخرت

۱۲۷۴ھ

امام الدین صاحب وزیر آبادی
خواب کردندہ بر مصلیٰ پاک

۱۲۷۴ھ

محمد یار قریشی

آپ حافظ خان محمد کے سب سے بڑے صاحب زادے تھے۔ آپ کی والدہ حافظ خیر اللہ قریشی کی بیٹی تھیں۔ اس لحاظ سے آپ نجیب الطرفین قریشی تھے۔ حافظ خان محمد ۱۲۱۰ھ تعین ہوتا ہے۔ آپ نے جب آنکھ کھولی حافظ خان محمد جامع شاہی قلعہ دار میں مدرسہ محمدیہ کا اجرا کر چکے تھے۔ اس درس گاہ کے اولین طالب علم حافظ صاحب کے پانچ صاحب زادے ہی تھے۔ آپ نے اپنے والد سے عربی۔ فارسی کے علاوہ صرف نحو۔ فقہ۔ قرآن۔ حدیث اور تفسیر پڑھی۔ علوم دینیہ پر زیادہ توجہ نہ دے سکے گھر کے تعلیمی اور دینی ماحول نے آپ کی شخصیت پر گہرے اثرات چھوڑے۔

آپ نے چکی کی مشقت کے لئے زراعت کا پیشہ اختیار کیا۔ آپ نے کھیتی باڑی اس زمین پر شروع کی جو کہ حافظ خان محمد کو نان ونفقہ کی فکر سے آزاد کرنے کے لئے عطا کی گئی تھی۔ تا کہ وہ یکسوئی سے مدرسہ محمدیہ کا انتظام وانصرام کر سکیں۔

یار محمد قریشی کی شادی قاضی خاندان میں قاضی فتح جمال کی صاحبزادی عائشہ بی بی سے ہوئی۔ جس میں آپ کی دو بیٹیاں عابدہ اور سائرہ اور دو بیٹے عبدالنبی اور غلام نبی تھے۔

آپ بلند و بالا باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کے حسن خلق اور شائستہ اطوار کا زمانہ معترف تھا۔ آپ کی وفات ۱۲۹۴ء میں ہوئی۔

Marfat.com

جلد سازی ایک با قاعدہ فن تھا۔ سال دو سال کے عرصہ میں ایک چھوٹے سائز کی کتاب تیار ہوئی۔

حافظ خان محمد کی تحریر کردہ کتابیں نہایت خوشخط ہوتیں۔ ان کی استعمال کردہ سیاہی میں چمک 100 سال کے بعد بھی موجود ہے۔ کاغذ جو انہوں نے استعمال کیا اس پر بھی گزرے سالوں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا۔

آپ صوفی مزاج تھے۔ سلسلہ قادریہ سے تعلق تھا۔ قرآن پڑھنے پڑھانے کے علاوہ وظائف اور اوراد وارات پر باقائدہ سے عمل کرتے۔

آپ کو ولی اللہ کا درجہ حاصل تھا۔ مگر آپ نے کبھی ولدیت کا دعوٰی نہیں کیا۔ اور نہ ہی اس کا پرچار کرتے مگر اس دور کے لوگ گواہ ہیں کہ "گفتہء اور گفتہء اللہ بود" ہوتا۔

قلعہ دریائے چناب کے کنارے پر آباد تھا۔ وزیر آباد کا شہر دریا کے دوسرے کنارے پر ذریع آمدورفت کشتی تھی اور یہ ذریعہ کئی سالوں سے جاری تھا۔ آپ نے ایک دن فرمایا کہ دریا میں پکی عمارت بن رہی ہے۔ لوگوں نے دریا میں عمارت کی تعمیر کو ناممکن جانا۔ کچھ عرصہ بعد دریائے چناب پر الگزنڈر، پل تعمیر ہونا شروع ہو گیا۔ لوگوں نے حافظ صاحب کی پیشگوئی کی تصدیق کی۔

پنجاب کا آسمان ابھی ہوائی جہاز سے شناسانہ تھا۔ یہ چیز اس دیس کے باسیوں کے تصور سے بھی ماورا تھا۔ کہ آسمان پر کوئی چیز پرندوں کے علاوہ پرواز کر سکتی ہے۔

حافظ صاحب نے ایک دن فرمایا کہ آسمان پر لوہے کے پرندے پرواز کریں گے۔ لوگوں نے یہ پیشگوئی بھی پوری ہوتی دیکھی۔

1852ء میں حافظ اس جہاں سے تشریف لے گئے اور علم و فضل کا وہ پودا جو انہوں نے اپنی اولاد اور شاگردوں کی صورت میں چھوڑ گئے تھے لاعلمی کے اندھیروں میں گم ماحول کو رشد ہدایت کی روشنی سے منور کر رہا تھا۔

تاریخ وفات حضرت خان محمد صاحب ساکن قلعہ دار

جد مولوی محمد عبدالکریم قلعہ داری

شیخ را فرمود مشفق مولوی عبدالکریم

اکتبن تاریخ وصل الحمد حولنا الفیخم

روشنی کا سفر

Marfat.com

نام پاکش حضرت خان محمد با صفا

خلف وریام امام من اولی الخط الحسیم

نسل ولدش قرشی وارث علم نبی

ان من اولادھا النھاج واسلیم

عالم منقول و معقول و دگر فقہ و اصول

ثم قداعطاہ رب الخلق من خلق عظیم

دافع اشکال بود حل ہر مشکل نمود

کان قمقا ما ھما ما صاحب العلم القدیم

طالبان رز فیض علمش جمعہ گشتہ مستفیض

قداتت من روسہ نحوالورئی ریح النسیم

گر کسے ارشاتیں درعلم گوید نقص او

استعذ باللہ وسواس شیطٰن رحیم

مانمودینی غلواز مدقروں درعلم ، او

ان نسبتا قول حق فوق ذی علم علیم

چوں شوق وصل مولایش از حد افزوں شدہ

قدغدامن داردنیا نالی دارالنعیم

روح پروروحش بودیاب بفر درس بریں

مابراح مازال فی غفران رحمٰن رحیم

شیخ درسال و صالش مصرع سالم نوشت

حل فی روح ریحان وفرورس الکریم

شاخ ہائے ایں درخت پاک ہم پاکیزہ تر

قدتری فی البھر خلف الماء من دریتم

حال ہر روئیدگی باشدبہ تخم او گواہ

کل شی راجع بالاصل من قول الحکیم

مولوی صاحب محمد یار فرزند کلاں

نعیم مولود نجیب حبذا الخلف الوسیم

Marfat.com

فاضل علامہ حضرت سید احمد ثانی است
المعی لوذعی عامل اکففی القدیم

ثالث ایشاں جناب فضل احمد اہل فضل
تم من اولادہ عبدالکریم المستقیم

جمعہ او لاوش بود ہردم بہ فضل عیش و ناز
فی جمال فی کمال فی ریاض فی نسیم

یا الٰہی حاسد ایں خاندان باشر مدام
فی وبال فی نکال فی سموم فی جہیم

وانکہ بد مذہب بود بد گوئے حنفیہ کرام
ساعر مشواہ بدنہائم فی العقبہ جہیم

صدر سلام از ما رسد بر سرور پیغمبراں صلعم
صل یا رب علی خیرالوری نعم القسیم

تاریخ وفات از حضرت شادیوالی

تخت نشین گشتہ بملک سرآمد — شاہ دیں مولانا خان محمد
درمیل خمیس دوم غرۃ شعبان — ہفتاددو چہار دیک صد ایک ہزاروصد ۱۲۷۴ھ

تاریخ وفات از حضرت مولوی جان محمد بیگو والہ

بوداست مرد خان محمد دریں سرا — در مجموفو اضل کا لستمن نورت
بایزید وقت وجنید زماں وے — ہادی پیشوائے دیں وآخرت
برداشت دل زدار فنا سوئے آن جہاں — تابندہ جملہ عالم بالقلب فجرت
تاریخ سال وصل چو پریدم از خرد — باقلب سوز گفت اری شمس کورت ۱۲۷۴ء
بارے دیگر بگوشم آمد ندا از غیب — تاریخ او بر آید از گنج آخرت
دردیں خود بود بحسن حیات خویش — سال وفاتش آمد از دین آخرت

۱۲۷۴ھ

امام الدین صاحب وزیرآبادی
خواب کردندہ بر مصلیٰ پاک

۱۲۷۴ھ

Marfat.com

محمد یار قریشی

آپ حافظ خان محمد کے سب سے بڑے صاحب زادے تھے۔آپ کی والدہ حافظ خیر اللہ قریشی کی بیٹی تھیں۔اس لحاظ سے آپ نجیب الطرفین قریشی تھے۔حافظ خان محمد 1210ھ تعین ہوتا ہے۔آپ نے جب آنکھ کھولی حافظ خان محمد جامع شاہی قلعہ دار میں مدرسہ محمدیہ کا اجرا کر چکے تھے۔اس درس گاہ کے اولین طالب علم حافظ صاحب کے پانچ صاحب زادے ہی تھے۔آپ نے اپنے والد سے عربی۔فارسی کے علاوہ صرف نحو۔فقہ۔قرآن۔حدیث اور تفسیر پڑھی۔علوم دینیہ پر زیادہ توجہ نہ دے سکے گھر کے تعلیمی اور دینی ماحول نے آپ کی شخصیت پر گہرے اثرات چھوڑے۔

آپ نے چکی کی مشقت کے لئے زراعت کا پیشہ اختیار کیا۔آپ نے کھیتی باڑی اس زمین پر شروع کی جو کہ حافظ خان محمد کو نان ونفقہ کی فکر سے آزاد کرنے کے لئے عطا کی گئی تھی۔تا کہ وہ یکسوئی سے مدرسہ محمدیہ کا انتظام وانصرام کر سکیں۔

یار محمد قریشی کی شادی قاضی خاندان میں قاضی فتح جمال کی صاحبزادی عائشہ بی بی سے ہوئی۔جس میں آپ کی دو بیٹیاں عابدہ اور سائرہ اور دو بیٹے عبدالنبی اور غلام نبی تھے۔

آپ بلند و بالا باوقار شخصیت کے مالک تھے۔آپ کے حسن خلق اور شائستہ اطوار کا زمانہ معترف تھا۔آپ کی وفات 1194ء، میں ہوئی۔

عبدالنبی

آپ مولوی محمد یار کے بڑے صاحبزادے تھے۔آپ جب سن شعور کو پہنچے تو قلعہ دار علوم دینیہ کا مرکز بن چکا تھا۔ابتدائی تعلیم آپ نے والد سے حاصل کی اور مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے اپنے چچا سید احمد کی درس گاہ میں داخلہ لے لیا۔جو شادی وال میں تھا۔شادی وال میں سید احمد کے درس کی دھوم چار دانگ پھیلی ہوئی تھی۔منقول اور معقولات کے لئے یہ درس گاہ علاقے میں مشہور تھی۔

عبدالنبی نے وہاں پر صرف۔نحو۔منطق پڑھی۔آپ صبح درس گاہ میں جاتے اور شام کو گھر واپس آجاتے۔

آپ کی تعلیم کے دوران سید احمد اور یار محمد کے درمیان ایک غلط فہمی نے جنم لیا۔

شادیوال کے درس کی تعریف کسی شخص نے ایک محفل میں کردی۔اس محفل میں مولوی یار محمد بھی موجود تھے۔آپ نے اسی محفل میں بیان فرمایا کہ سید احمد میرا چھوٹا بھائی ہے اور ہم نے یہ سب علوم

Marfat.com

اپنے والد سے پڑھے ہیں اور ہم سب بھائی ان علوم میں راسخ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

سید احمد زود رنج ہونے کے علاوہ مزاج کے بھی تیز تھے۔ یہ بات جب سید احمد تک پہنچی تو ان میں برداشت کا فقدان ہونے کی وجہ سے یار محمد کی اس بات کا برا نہ صرف برا منایا بلکہ عبدالنبی کو درس سے نکال دیا۔ اور کہا کہ ''تیرا باپ عالم فاضل ہے۔ جا اپنے باپ سے پڑھ لے'' عبدالنبی گھر واپس آئے تو یہ سب واقعہ اپنے باپ کے گوش گزار کیا۔

محمد یار کو اس بات کا بڑا رنج ہوا وہ رات کو سو نہ سکے صبح ہوئی تو آپ اپنے بیٹے عبدالنبی کو ساتھ لے کر گجرات روانہ ہو گئے۔ گجرات میں شیخ محمد عظیم کشمیری کا درس علوم دینیہ میں مشہور تھا۔ خصوصاً علم معقول میں اسکی حیثیت نمایاں تھی۔ عبدالنبی نے معقولات کے جو درس شادیوال میں نامکمل رہ گئے تھے یہاں پر ان کی تکمیل کی۔

علم فقہ کے لئے آپ ڈاہرں ضلع گجرات کے عالم مولانا احمد دین جو خان محمد کے درس سے فیض یافتہ تھے اور محمد یار کے ہم درس تھے کے ہاں زانوئے تلمیذ طے کیا۔ عبدالنبی نے یہاں پر منیۃ المصلی۔ ہدایہ۔ اصول فقہ۔ الحسامی۔ توضیح۔ تلویح شیخ احمد دین سے پڑھیں۔ آپ بیمار ہو گئے اور واپس گھر آ گئے۔

صحت یاب ہونے کے بعد آپ جہلم تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ آرام کیا پھر علامہ برھان الدین جہلمی کے درس میں داخل ہو گئے۔ علامہ برھان الدین اہل حدیث کے سرتاج علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے یہاں پر صحاح ستہ کا کورس مکمل کیا اور حدیث کے اجل عالم بن گئے۔

عبدالنبی نے اپنی معاش کے لئے باپ کے نقش قدم پر چل کر زراعت کا پیشہ اختیار کیا۔ اس کے ساتھ طب کو بھی ذریعہ معاش بنایا۔ طب کا علم ان درسوں میں سیکھا اور پڑھایا جاتا ہے۔

آپ کی زندگی بڑی عسرت میں گزری آپ نے اس کا بڑی پامردی سے مقابلہ کیا۔ کبھی حرف شکائت لب پر نہ لائے۔ اللہ کے صابر بندے نے تمام عمر صبر اور شکر میں گزار دی۔ آپ نے ۲۷ اگست ۱۹۰۱ء میں قلعہ دار میں وفات پائی۔

عبدالنبی کی اولاد

دو صاحبزادیاں حسین بی بی جس کی شادی اپنے چچا کے لڑکے سے ہوئی مگر جلد ہی جدا ہو گئے۔ پھر باقی عمر اپنے بھائی کے ہاں گزاری دوسری صاحبزادی فضل بیگم دھامہ لالہ موسیٰ کے قریب بیاہی گئی ان کا خاندان ابھی بھی وہاں ہے۔

Marfat.com

عبدالنبی نے غلام قادر حیدر جلال پوری کے خاندان میں شادی کی۔ اس خاتون کا نام مہتاب بی بی تھا۔ سبور میں انکی رہائش تھی۔ ان کے اس خاتون کے بطن سے دو لڑکے عبدالحق اور فضل حق۔ دو لڑکیاں حسین بی بی اور فاطمہ بی بی۔ فاطمہ بی بی کی شادی جلال الدین بن غلام محمد بن عبدالرسول کے ساتھ ہوئی یہ خاندان فاطمہ بی بی کے ننھال میں سے تھا۔ فاطمہ بی بی کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا جو کہ جوانی میں فوت ہوگیا جلال الدین تجارت کرتا تھا۔ تجارت کی غرض سے بمبئی گئے واپس نہ لوٹا۔ وہیں کہیں فوت ہوگیا۔

عبدالنبی کے بڑے لڑکے فضل حق بچپن میں ہی فوت ہوگئے۔ چھوٹے بیٹے عبدالحق نے طویل عمر پائی۔ آپ وہ دینی تعلیم حاصل نہ کر سکے جو اس کا خاندان کا طرہ امتیاز تھا۔ آپ ریلوے میں نوکر ہوگئے اور وہاں سے ریٹائر ہو کر قلعہ دار میں آ گئے۔

عبدالحق کی شادی غلام محمد۔ بن عبدالرسول بن غلام قادر حیدر کی بیٹی فاطمہ سے شادی کی۔ اس خاتون کے بطن سے محمد احسن اور محمد اکرم پیدا ہوئے۔ اس کے علاوہ تین بیٹیاں بھی تھیں۔ فردوس۔ شاہ جہاں اور رقیہ۔

پہلی بیوی کی وفات کے بعد عبدالحق نے دوسری شادی پوٹھوہار میں سعادت نور نامی خاتون سے کی۔ اس خاتون کی اولاد سے دو بیٹے۔ دو بیٹیاں تھیں۔ محمد احسن آفتاب احمد۔ اور صفیہ بی بی اور سلیمہ بی بی۔

عبدالحق نے اپنی بیٹی فردوس کی شادی اپنے چچازاد بھائی محمد عالم قریشی سے کر دی۔ جن کی اولاد میں محمد رفیق۔ عبداللطیف زہرہ شامل ہے۔ اپنی دوسری بیٹی شاہ جہاں کی شادی موضع دیونہ میں محمد یوسف کے ساتھ کر دی۔ اور رقیہ کی شادی یوسف کے بھائی عبدالحمید سے کی۔ محمد احسن آپ کا بڑا بیٹا جوانی میں فوت ہوگیا۔

آپ کا دوسرا بیٹا محمد احسن سعادت نور کے بطن سے تھا فوج میں شامل رہا۔ اس کی شادی ہریہ والہ ضلع گجرات میں رقیہ نامی خاتون سے ہوئی ان کی اولاد میں شامل دو لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ محمد احسن قرآن کے قاری تھے۔ ذریعہ معاش طب تھا۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے آفتاب احمد کراچی چلے گئے۔ آپ نے شادی جھیراں والی میں مولوی عبدالحکیم کی صاحبزادی سے ہوئی۔

غلام نبی قریشی

مولوی محمد یار کے چھوٹے صاحبزادے۔ آپ نے قرآن شریف تو اپنے والد سے پڑھا مگر

Marfat.com

علوم دینیہ نہ پڑھ سکے جو کہ اس خاندان کا طرہ امتیاز تھا۔ جوانی کی منزل پر پہنچے تو زراعت کا پیشہ اختیار کیا۔

آپ کے حصہ میں جو زمین آئی جس کی آپ کاشت کرتے تھے آپ کی ضروریات زندگی پورا نہ کرتی تھی۔ آپ محنت مزدوری کرنے پر مجبور ہو گئے۔

آپ کی شادی اپنے چچا سید احمد ناظم کی بیٹی جنت بی بی سے ہوئی۔ آپ کی اولاد میں محمد قاسم۔ محمد ہاشم شامل ہیں۔ محمد قاسم نے اس دور کے علوم رائجہ اپنے نانا سید احمد اور ماموں نجم الدین سے حاصل کئے۔

محمد قاسم کی شدی نور بیگم دختر قاضی نصیر الدین سے لالہ موسیٰ میں ہوئی۔ آپ نے گھریلو حالات کے پیش نظر لالہ موسیٰ میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔

لالہ موسیٰ میں پتھر کے برتنوں کی دوکان کھولی۔ بعد میں طب یونانی کی پریکٹس کرنے لگے۔ آپ بیٹے کی نعمت سے محروم تھے۔ اپنے عقیدے کے مطابق برکت اور یمن کی خاطر آپ فرقہ قادیانی میں شامل ہو گئے۔

نور بیگم سے آپ کی اولاد بیٹیوں پر ہی مشتمل رہی۔ آپ کی بیٹیاں سرور جان۔ انور جان۔

انور جان کی شادی کڑیاں والہ میں محمد اشرف سے ہوئی۔

حکیم محمد قاسم نے دوسری شادی بیٹے کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے سبور میں حاکم بی بی بنت محمد عالم سے کی۔ ان سے بھی ان کی چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ آمنہ۔ صادقہ۔ ایمنہ۔ ناصرہ۔

آپ نے اسی امید پر کہ شائد اللہ تعالیٰ بیٹا عطا فرمائیں تیسری شادی۔ فضل بیگم سے کی مگر مایوسی ہوئی۔

مولوی غلام نبی کے دوسری بیوی سے محمد ہاشم۔ محمد عالم اور زینب پیدا ہوئے۔ زینب کی شادی قاضی فضل الٰہی ساکن لالہ موسیٰ سے ہوئی زینب اور اس کی اولاد گجرات میں ہے۔

محمد ہاشم۔ پولیس میں بھرتی ہو گئے۔ اور قاضی عبدالحکیم کی بیٹی زبیدہ سے ان کی شادی ہوئی۔ پولیس سے ریٹائر ہو کر قلعہ دار میں آ گئے۔ پھر لالہ موسیٰ میں لکڑی کا کاروبار شروع کر دیا۔ آپ کی اولاد میں دو بیٹے۔ ممتاز۔ نواز اور تین بیٹیاں منظور۔ انور۔ مسرت

ممتاز حرکت قلب بند ہونے سے فوت ہو گئے۔ ممتاز کا واحد بیٹا قتل ہو گیا۔

نواز سعودی عرب میں ملازم تھے۔ مسرت کی شادی قاضی محمد حیات کے لڑکے ریاض احمد قریشی سے ہوئی۔ محمد عالم نے عبدالحق کی بیٹی فردوس سے شادی کی۔ ریلوے میں ملازم تھے۔ برے

Marfat.com

بھائی محمد قاسم کے تبع میں احمدی ہو گئے۔آپ کی اولاد دو بیٹوں پر مشتمل ہے۔محمد رفیق اور عبداللطیف۔

عابدہ بنت محمد یار۔سائرہ بنت محمد یار۔محمد یار قریشی کی دو صاحبزادیاں تھیں۔

سائرہ محمد یار قریشی کی بڑی صاحب زادی تھیں۔آپ کی شادی شیخ برھان الدین ابن شیخ یاسین بن شیخ صدرالدین ساکن بوریاں والہ ضلع گجرات کے ایک عالم فاضل۔اہل حدیث خاندان میں ہوئی۔یہ خاندان بعد میں جہلم چلا گیا۔برھان الدین اہل حدیث تھے بعد میں قادیانی ہو گئے۔

عابدہ بنت محمد یار۔محمد یار کی چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ان کی شادی لالہ موسیٰ میں قاضی نصیر الدین سے ہوئی۔قاضی عبدالحکیم۔محمد امین۔نور بیگم ان کی اولاد میں سے تھے۔

عبدالحکیم محکمہ مال میں پٹواری تھے۔لالہ موسیٰ میں رہائش تھی۔عبدالحمید۔غلام فرید۔عبدالمجید۔اور محمد زمان ان کے چار لڑکے تھے۔زبیدہ۔زرینہ۔رشیدہ۔ارشاد۔ان کی چار بیٹیاں تھیں۔

زبیدہ کی شادی محمد ہاشم بن غلام نبی سے ہوئی۔اور ارشاد کی شادی مولوی محمد حیات قریشی سے ہوئی۔

محمد امین کے لڑکے محمد اکرم پولیس میں تھے۔گجرات میں رہائش پذیر ہیں۔ان کی شادی زرینہ بنت عبدالحکیم سے ہوئی۔رشیدہ کی شادی کھبی میں راجپوت خاندان کے لڑکے محمد اصغر سے ہوئی۔

سید احمد قریشی

سید احمد حافظ خان محمد کے منجھلے صاحبزادے تھے۔حافظ خان محمد نے علم کے جو موتی اپنی پلکوں سے چنے تھے۔وہ سب کے سب سید احمد نے اپنے دامن میں سمیٹ لئے۔

آپ کی علمی و ادبی تعلیم کا معیار مدرسہ نظامیہ کے معیار کے مطابق تھا۔اس دور میں جب آپ نے آنکھ کھولی تو ملک میں سرکاری زبان فارسی تھی۔مذہبی زبان عربی اور مادری زبان پنجابی تھی۔علوم دین میں راسخ ہونے کے لئے عربی فارسی زبانیں سیکھنا وقت کی ضرورت تھی۔دینی کتب فارسی یا عربی میں دستیاب تھیں۔

معیار کی علمی استعداد حاصل کرنے کے لئے جن کتب سے روشنی حاصل کرنی ہوتی تھی۔ان کے اسباق حرز جان بنانے پڑھتے تھے۔اس سلسلے میں جن مراحل سے گزرنا پڑتا اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

فارسی کی تمہید فارسی نامہ واحد باری۔الہ باری خالق باری ہفت نصاب کی کتب سے ہوتی اور یہ زبانی یاد کروائی جاتی تھیں۔اس کے بعد مخزن الاسرار کریما سعدی۔پند نامہ عطار۔گلستان بوستان سعدی۔دیوان حافظ کو مثنوی مولانا روم سکندر نامہ نظامی پر عبور حاصل کرنا پڑتا تھا۔علم فقہ میں خلاصہ

Marfat.com

کیدانی۔منیۃ المصلی۔قدوری۔کنزالدقائق۔شرح وقایہ۔ہدائیہ۔یہ ساری کتب عربی میں ہیں۔ان کا علم از بر ہونا ضروری تھا۔

صرف میں صرف بہائی۔نحومیر۔رزادی۔رنجانی مراح الارواح شافیہ۔کافیہ شرح۔متہ عامل ہدایت النحو۔کافیہ شرح ملاجامی عربی زبان کی لطافت پر عبور حاصل کرنے کے لئے ان کتابوں کے مطالعہ میں گہرائی اور گیرائی کی ضرورت تھی۔

منطق میں ایساغوجی۔قال اقوال بدالمیز ان شرح تہذیب اور فلسفہ میں ہدائیہ۔صدرا۔ قاضی مبارک۔علوم دینی کی تشریح کے لئے ان کا علوم میں راسخ ہونا ضروری تھا۔

حدیث میں صحاح ستہ۔اور تفسیر کی تعلیم الگ تھی۔ یہ وہ کٹھالی تھی جس میں روح اور جسم دونوں جل کر ایک کندن شخصیت جنم لیتی تھیں۔

جانے کیا گزرے ہے قطرے میں گہر ہونے تک۔

قلعہ دار کے قریب شمال کی جانب ایک قصبہ شادیوال ہے۔ یہ شہر گجرات کے جنوب میں 4 میل کے فاصلے پر ہے۔آج کل اس کی شناخت شادی وال ہائیڈل پروجیکٹ کی وجہ سے ہے۔ ہمایوں بادشاہ کے عہد میں سردیو شادی نامی شخص نے جو کہ قوم وڑائچ سے تھا آباد کیا۔اس کی اولاد میں چار بیٹے تھے۔اچھر۔چوہڑ۔خان۔اور محمود ان چاروں نے قصبہ تقسیم کرلیا اور آج بھی شادیوال میں محلے اچھر کے ونڈ۔چوہڑ کی ونڈ۔خان کی ونڈ اور محمود کی ونڈ سے مشہور ہیں۔

مغلیہ عہد کے بعد یہ علاقہ 25 سال تک پٹھانوں کے زیر تسلط رہا۔ پھر یہ علاقہ سکھوں کی عملداری میں آگیا۔رنجیت سنگھ کے دور میں یہ جوہد سنگھ حاکم وزیرآباد کے تصرف میں دیدیا گیا۔سردیو ولد شادی کی اولاد میں چوہدری بوٹا خان ذیل دار ایک صاحب جاہ وقار کی حامل شخصیت تھی۔خالصہ عہد حکومت میں علاقہ پرگنوں کی بجائے ذیلوں میں تقسیم ہوا۔ چوہدری بوٹا خان شادی وال کا ذیل دار مقرر ہوا۔جواہرل۔سبحان سنگھ قانون گو کا دار تھا۔شادیوال کے علاقے میں متعدد دیہات تھے۔جن کے سیاہ و سفید کا مالک چوہدری بوٹا خان تھا۔بوٹا خان ایک فیصلہ کن حیثیت کا شخص کا مالک تھا۔

1849ء میں سکھوں کو چلیانوالہ کے مقام پر شکست ہوئی اور انگریز ملک پر قابض ہو گئے۔ پرانا بندوبست موقوف کر دیا گیا۔گجرات کو تحصیلوں اور ذیلوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ہر ذیل میں 12 گاؤں تھے۔

چوہدری بوٹا خان انگریزی عہد میں بھی شادیوال کا ذیل دار رہا۔ لارڈ کارنوالس کے بندوبست دوامی میں جب زمین زمینداروں میں تقسیم ہوئی۔ چوہدری بوٹا خان نے ذیل کے علاوہ

Marfat.com

دوسری ذیلوں میں بھی زمین حاصل کی اور دوسرے لوگوں کو لیکر دی چوہدری بوٹا خان ہر دل عزیز شخصیت تھی اور علاقے کے نامور لوگوں کے ساتھ اسکے دیرینہ تعلقات تھے جن میں میرزا اعظم بیگ اسسٹنٹ کمشنر بندوبست مرزا ہادی حسین ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر قابل ذکر ہیں۔

چوہدری بوٹا خان زمیندار ہونے کے علاوہ علم دوست بھی تھا۔ فارسی زبان میں مہارت رکھتا تھا۔ اس زمانے کی سرکاری زبان فارسی زبان تھی۔

صوفیائے کرام کا بے حد معتقد تھا۔ حضرت میاں احمد جی شادی وال ایک ولی اللہ اور صوفی گزرے ہیں۔ چوہدری بوٹا خان ان سے عقیدت رکھتا تھا۔ اور میاں صاحب چوہدری صاحب سے خصوصی الفت رکھتے تھے۔ اللہ کے ہاں جانے سے پہلے حضرت احمد جی نے بوٹا خان کو ایک عصا۔ چوغہ۔ اور خوبصورت خطی نسخہ قرآن شریف کا عنائت فرمایا۔ جس کے حاشیہ پر تفسیر حسینی لکھی ہوئی تھی۔

شادیوال کا علاقہ ہمیشہ ہدایت کی کرنوں سے منور رہا ہے۔ مفتی محمد یونس اور میاں احمد جی کے فیضاں کا سائیہ ایک عرصہ تک اس پر محیط رہا ہے۔

میاں احمد جی ایک عالم دین ہونے کے علاوہ طریق سہروردیہ کے کامل ولی اللہ تھے۔ آپ نے 1249ء میں وفات پائی آپ کی تاریخ وفات کا قطعہ حکیم عظیم کشمیری نے لکھا۔

چو جاں پاک احمد جی رواں شد سوئے دارالخلد
بہ گفتا ناگہاں رضواں کہ رضی اللہ عن احمد

۱۲۴۹ھ

روشنی کا دیا بجھا تو اہل شادیوال کو رشد و ہدایت کی روشنی کی تلاش ہوئی۔ قلعہ دار میں شمع ہدایت کی کرن ضوفشاں تھی۔ اس کرن کا ایک ٹکڑا اہل شادیوال کی درخواست پر سید احمد کی صورت میں جلوہ افروز ہوا۔

اس زمانے میں پنجاب کی معاشرت اور معیشت کا دارومدار زراعت پر تھا۔ زمین سے غلہ اگتا تو روٹی ملتی۔ زمین سے سبزیاں اگاتے۔ بھیڑ بکریاں زمین پر پلتیں۔ مرغیوں کی نشو نما زمین پر موقوف تھی۔ نان و نفقہ کا ہر سامان اس دور کے لوگ زمین سے حاصل کرتے۔ کپاس اگاتے تو تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا ملتا۔

پنجاب کی زرعی استعداد اور پیداوار سب سے پہلے تو سکھوں کے لئے تر نوالہ بنی پھر اس پر انگریز کی رال ٹپکی۔ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت میں اپنی سلطنت کو قائم رکھنے کے لئے ایک بڑی فوج پالنی پڑی۔ اس لئے ہر اس حصہ پر فوج کشی کرتا۔ جو قدرے خوشحال ہوتا۔ گجرات اور شادی وال بھی اس

Marfat.com

کے مشق ستم بنتے رہے۔ انگریز آئے تو ان کو اپنی لنکا شائر کی ٹکسٹائل انڈسٹری کے لئے کپاس کی ضرورت تھی۔ ستلج پار کے علاقے نے اس کی ضروریات پوری کر دیں مگر اس کے لالچ نے اس کو سارے پنجاب پر قبضہ کرنے پر اُکسایا۔

سکھوں کی اندھیری رات کی سحر ہوئی تو انگریز کی کالی گھٹا علاقہ پر چھا گئی۔ سکھوں کے ہاں تشدد تھا۔ انگریز کے پاس مکر اور فریب۔ لارڈ میکالے نے اس علاقے کی معاشرت تبدیل کرنے کی ایسی سکیم سوچی جو پنجاب کی نسلوں کو اپنی تہذیب سے بیگانہ کر دے۔ معاشرت اور معیشت دونوں پر انگریز نے قبضہ جمالیا۔ اس کے نتائج بڑے ہولناک نکلے۔

یہ اس وقت کی معاشرت اور معیشت کا جبر تھا کہ سونا اگلتی زمین کے ثمرات یا تو سکھ چاٹ گئے یا انگریز حاکم کی جیب میں چلے گئے۔ زمینوں کے مالک زمیندار کو سوائے مشقت اور تھکاوٹ کے کچھ نہ ملا۔

ہر زمانے میں کچھ روائتیں جنم لیتی ہیں جو اس زمانے کی معاشرتی اور معیشی مزاج کی غماز ہوتی ہیں۔

ایسی ہی ایک روائت ہمیں اپنے بزرگوں سے ملی ہے۔ اس روائت کا ایک ایسی شخصیت ہے جس کے جاہ وقار کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔ مگر اس کی معیشت کا اندازہ اس روائت سے لگایا جا سکتا ہے کہ چوہدری بوٹا خان کے گھر والوں نے سوٹ کات کے کھیس بننے کے لئے اپنے گاؤں کے جلاہے کو دیے۔ جب کھیس تیار ہو گئے تو جلاہے نے چوہدری صاحب کو پیغام بھیجا کہ آ کر کھیس لے جائیں۔

کچھ عرصہ کے بعد اپنے جاہ وقار کا خیال کرتے ہوئے ایک کمین (مراثی) کو ساتھ لیا۔ اور جولاہے کے پاس چلے گئے۔ اس زمانے میں جولاہے اجرت نہیں مانگتے تھے اور چوہدری اجرت پوچھتے نہیں تھے۔ انکی شخصیت کا تقاضا تھا کہ اپنی مرضی سے جو عطا کر دیں وہ منظور ہوتا اور چوہدری صاحب کا کرم ہوگا۔

کل چھ کھیس تھے۔ دو چوہدری صاحب نے جولاہے کو دے دیے اور چوہدری صاحب اور کمین باقی چار کھیس لے کر گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں چوہدری صاحب کے ایک دوست ملے اور کھیسوں پر پسندیدگی کا اظہار کیا۔ چوہدری صاحب نے دو کھیس اپنے دوست کو دے دیے۔ گھر پہنچے اور گھر میں داخل ہوئے تو اپنی چوہراہٹ کا بھرم رکھنے کے لئے دو کھیس مراثی کو دے دیے۔

اس روائت میں مقامی آبادی پر استحصالی قوتوں کے قبضہ کی صورت میں معاشی حالت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

رات سیاہ ہو تو تاروں کی چمک زیادہ ہو جاتی ہے۔ سکھی عہد کے مناقشات اور انگریزوں کی چیرہ دستیوں میں شمع ہدایت کی لو میں کمی نہ آئی۔ اور اس کے پروانے شوق و ذوق سے اس کی طرف لپکتے رہے۔ شوق بلند سے بلند تر ہوتا گیا۔ ہمتوں میں پستی کے آثار نہ ظاہر ہوئے۔ بلکہ ہمیں تو ان سے توان تر ہوتی گئیں۔ ان لوگوں نے پیٹ خوراک سے خالی مگر سینے علم کے نور سے بھرپور تھے۔ انہیں لوگوں کے متعلق حضور نبی کریم نے فرمایا تھا کہ میرے بعد ایک قوم آئے گی جس نے مجھ کو نہ دیکھا ہو گا مگر وہ مجھ پر ایمان لائے گی اور وہ لوگ تم سے بہتر ہوں گے۔

شادیوال آ کر آپ نے جامع مسجد کی بنیاد رکھی مسجد جب تیار ہو گئی تو شادیوال کے قریب ایک گاؤں موہلہ کے ایک عالم محمد بخش نے تاریخ تعمیر منظوم بھیجی۔

شد بنا مسجد بہ شادیوال اصغر پختہ یا
از زرآں مرد فاضل مفتی صاحب ہدا
گر ترا پرسند از تاریخ آں مسجد جدید
گو کہ حافظ سید احمد مولوی بانی بیاء ۱۲۹۴ھ
از خرد تاریخ دیگر اور شنیدیم کن شمار ۱۲۲۴ھ
فرض درسنت کن ونو روز او عالم بنا ۱۸۶۸ھ

جامع مسجد میں آپ نے درس جاری کر دیا۔

اس درس میں عربی فارسی۔ قرآن۔ حدیث تفسیر کے علاوہ صرف۔ نحو۔ منطق۔ فلسفہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس کی شہرت چار دانگ پھیل چکی تھی۔ آپ کے شاگردوں میں مولوی اصغر علی روحی کے والد اور حضرت سلطان محمود اعوان شریف قابل ذکر ہیں۔

شادی وال کے گردونواح میں 20 میل کے قطر میں 7 درس گاہیں قائم تھیں۔ جو کہ علم و حکمت کے موتی بکھیر رہی تھیں۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو نہ کسی N.G.O کی مدد حاصل تھی اور نہ ہی وہ قربانی کی کھالیں اکٹھی کرتے تھے اور نہ ہی کسی کی کھال اتارتے تھے۔ ان کے پاس کتاب کم کم ہوتی۔ اور وہ قلم اور دوات سے تہی دامن ہوتے۔ اس کے باوجود دھن کے پکے اپنی دھن میں علم کی ترویج میں معروف رہتے۔ یہ ان دیوانوں کے طفیل نور خدا کفر کی پھونکوں سے نہ بجھ سکا۔ ان کی منزل ترویج اسلام تھی۔

ایک پیہم دیوانگی تھی کہ روز افزوں تھی مخالفت کے باوجود ان درس گاہوں کی تفصیل عبدالکریم قریشی نے اپنی تصنیف روح العباد میں لکھتے ہیں

Marfat.com

ی قائم درس گو لیکی چکوڑی
دھریکیں ھور مہمانی تے کھوڑی

ی عمر چک منگووال اس طور
کرن تدریس وجہ عالم بڑا زور

گر سی درس شادی وال والا
سبھاں درساں کولوں خاصا نرالا

سبق ہو ندرا سی اس وجہ بہت سارا
تے ہر اک گال داہوند اسی نتارا

ی استحظار علمی اس طرح دے
بئیے جائیں کسے چھلکا نہ کھاندا

ابہہ پڑھنے والڑے ہندوستانی
رہے گل آکھدے اپنی زبانی

بہڑی لذت انہاں درساں تو آئی
نہیں وچہ عمر دے کدھر دے وسائی

انگریزی حکومت مضبوط ہوئی تو 1882ء میں لاہور میں ایک یونیورسٹی قائم ہوئی۔ اس علاقے کی نسبت سے اس کا نام پنجاب یونیورسٹی رکھا گیا۔ مشرقی علوم کے احیاء کے لئے اورینٹل کالج بھی معرض وجود میں آچکا تھا۔ اس کے مہتمم ڈاکٹر لیٹر تھے۔ (ملازمت 1886ء۔ 1870ء) ڈاکٹر صاحب اورینٹل کالج کے لیے اساتذہ کی تلاش اور جستجو میں سرگرم ہو گئے۔ انہوں نے ہندوستان کے دور دراز علاقوں کا سفر کیا۔ حتیٰ کہ گلگت بھی گئے۔ گلگت ایسا علاقہ ہے اس دور میں وہاں پہنچنا کارے دارد کے زمرے میں آتا ہے۔ آپ گھوڑے پر سفر کرتے تھے۔ آپ شادیوال پہنچے اچانک ایک انگریز کی آمد سے لوگ گھبرا گئے۔ جب ڈاکٹر صاحب نے آمد کا مقصد بیان کیا کہ علمائے دین کی تلاش میں نکلا ہوں۔ تو لوگوں کی گھبراہٹ کم ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے چوہدری بوٹا خان کے مکان پر قیام کیا۔ عالموں کی لسٹ میں علامہ سید احمد کا ذکر آیا۔ لوگ ان کو میاں صاحب کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اور ان کے سامنے اونچا بولنا سوء ادب سمجھتے۔ چوہدری بوٹا خان کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا کہ میاں صاحب کو کون بلائے۔ آخر چوہدری بوٹا خان شیخ عطا محمد (آپ کا شاگرد) نے ہمت کی اور میاں صاحب سے بوٹا خان کی بیٹھک پر تشریف لانے کی درخواست کی میاں صاحب تشریف لائے اور ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی۔

Marfat.com

ڈاکٹر صاحب نے پوچھا کہ آپ اپنے درس میں کن کن علوم کی تدریس کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ میرے درس میں درس نظامیہ مروج ہے اور درس کی متداول کتابوں کا بتایا۔

عربی ادب اور اس سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب نے دیوان حماسہ کے متعلق پوچھا۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ حماسہ ہمارے ملک میں دستیاب نہیں البتہ اس کے کچھ اشعار تفسیر بیضاوی۔ مطول۔ شرح ملا جامی میں درج ہیں اس میں مجھے کوئی اشکال نہیں ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اپنے پاس سے حماسہ نکالا اور باب الاضیاف سے بعض اشعار کی شرح پوچھی۔ سید احمد نے بڑی خوبصورتی سے شرح بیان کی ڈاکٹر صاحب متاثر ہوئے اور فرمایا کہ لاہور میں ہم نے ایک یونیورسٹی بنائی ہے۔آپ وہاں تشریف لے چلیں ایک صد روپیہ ماہوار تنخواہ ملے گی۔میاں صاحب نے فرمایا۔

میاں صاحب نے فرمایا کہ ''میں نے علم بیچنے کے لئے نہیں حاصل کیا تھا۔ فی سبیل اللہ پڑھاؤں گا۔'' ڈاکٹر صاحب نے اپنی بات پر اسرار کیا اور میں صاحب انکار کرتے رہے۔آخر ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں شادیوال میں کالج بنوا دیتا ہوں ہمارے قواعد کے مطابق کام کریں۔ تنخواہ بھی ایک صد روپیہ رہے گی۔ یہ سن کر میاں صاحب جلال میں آ گئے۔اور فرمایا کہ میں انگریز کی نوکری نہ کروں گا۔ یہ میرے ایمان کے خلاف ہے۔ڈاکٹر صاحب نے مایوس ہو کر اور کسی عالم کا پوچھا لوگوں نے چکوڑی شریف کی درسگاہ حافظ نور الدین کی نشان دہی کی۔ڈاکٹر صاحب چکوڑی پہنچے۔اور اپنی آمد کی غرض بیان کی حافظ صاحب نے شادیوال میں علامہ سید احمد کے متعلق پوچھا۔ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ وہ انگریز کی نوکری کرنے سے انکار کرتے ہیں حافظ نور الدین نے کہا کہ ہماری طرف سے بھی یہی جواب ہے۔

ڈاکٹر لیٹنر نے سہارن پور کے مولوی فیض الحسن کو دعوت دی مولوی فیض الحسن صاحب چکوڑی اور شادیوال کے موقف سے آگاہ ہو چکے تھے۔انہوں نے بعض شرائط پر ملازمت کا جواز مہیا کیا اور اورینٹل کالج میں صدر مدرس عربی مقرر ہوئے۔

ڈاکٹر لیٹنر کو عربی ادبیات میں حماسہ مرغوب تھا۔یہ عربی کلاس کے کورس میں شامل ہوا تو ڈاکٹر صاحب کے ایما پر مولانا فیض الحسن نے حماسہ کی شرح لکھی۔ یہ شرح زیادہ تر تجزیری پر مبنی تھی۔ڈاکٹر لیٹنر کا بیان تھا کہ میں نے علامہ سید احمد سے بہتر حماسہ کا شارح نہیں دیکھا۔ڈاکٹر صاحب کے ایما پر یہ شادیوال پہنچائی گئی۔اس طرح علامہ فیض الحسن اور سید احمد کے درمیان دوستی کا رشتہ استوار ہوا۔

مولانا فیض الحسن شادیوال تین بار آئے اور ایک ہفتہ قیام کیا۔مولانا فیض الحسن نے تفسیر بیضاوی کا حاشیہ لکھا اور سید احمد کو دکھایا۔ان دنوں سید احمد تفسیر بیضاوی کا مخطوطہ تیار کر رہے تھے۔جس پر

Marfat.com

آپ نے اپنے حواشی کے علاوہ کشاف حسام الدین چالیسی ملا عبدالحکیم سیالکوٹی۔ قانون۔ اور صراح کی تشریحات درج ہیں۔ مولانا فیض الحسن کا حاشیہ دیکھا تو اس میں اہم حواشی اپنے نسخہ پر درج کر لئے۔

ڈاکٹر لیٹنر کی آور کا واقعہ علامہ عبدالکریم نے کتاب روح العباد میں یوں درج کیا۔

بنی پنجاب وچ یونی ورسٹی — جے ہوئے علم دی تحصیل سستی
سی فاضل ڈاکٹر اس گل دا حامی — رہوے تعلیم وچ کوئی نہ خامی
انہوں نے ایس واسطے فضلا دی سی لوڑ — کیتی اس ڈھونڈ بھاری دیکھ ہر موڑ
کسے کہیا کہ شادی وال اندر — بڑا اک درس ہے جاری مقرر
ہے عالم ایس جا اک بہت بھارا — جھدا اچ جا ہے جگ وچ بہت سارا
اوہ فتویٰ بڑی تعظیم پاندا اے — اوہنوں سردار آکھن عالماں دا
او فاضل ڈاکٹر جو لیٹنر سی — او تیالی زبانوں باخبری زبانوں
او عربی فارسی وچ سی بہت کامل — تے سریانی تے عبرانی دا فاضل
زباناں مشرقی سب جاندا اں — او ہدا لوہا زمانہ ماندا سی
رہا پھر دا دیس اندر دن رات — تے کردا مولویاں نال ملاقات
لو ہے امتحان او ہناں دا پورا — مکمل طور تے نہ چھڈے ادھورا
اوسن کے درس شادی وال آیا — تے چوہدریاں نوں آ اس نے منایا
ایتھے سنیا ہے عالم بہت بھارا — اوہدے ہے علم دا جگ وچ گکارا
ذرا اس نال تے مینوں ملاؤ — کرو تکلیف تے ایتھے بلاؤ
کہا لوکاں نے ایتھے دو ہن فاضل — جہاں نوں علم ہن سارے نے حاصل
کہا اس نے بلاؤ دواں نوں چھب — میں لیواں امتحان اہناں دا تاں شتب
دلیری تاں کیتی جاں ذیلدار ے — بلایا دواں نوں فی الفور دار ے
میاں صاحب عطا صاحب ایہ دونویں — ہوئے حاضر دار ے وجہ او نویں
تا پچھیا ڈاکٹر نے کر کے کچھ غور — تسی رکھدے او کیڑے علم وچ زور
کہا حضرت نے میں درسی کتاباں — پڑھائیاں نے درس وجہ بے حساباں
پڑھائی صرف نحو تے معانی — بیان حکمت منطق زبانی
کہو سو ادب وچہ کی ہے پڑھایا — حماسہ دی کدی سنیا سنایا
حریری یا بدیع وی ہے پڑھائی — محلقہ سبع بھی دیکھی دکھائی

Marfat.com

میاں صاحب نے انہوں ایہ سنایا — حماسہ دیکھنے اندر نہ آیا
مگر اشعار اوہدے بہت سارے — مطول شرح جامی وجہ جو آئے
اتے تفسیر بیضاوی دے اندر — بڑے اشعار نے اسدے مقرر
پڑھائے نے کئی واری او اشعار — کوئی مشکل نہ پیش آئی ہے زینہار
حماسہ اس نے کولوں کڈو کھایا — میاں صاحب نے فرفر پڑھ سنایا
سوال اس نے کیتے کجھ عالمانہ — جواب اس نوں ہے سب فاضلانہ
ہویا ایہناں دی علمیت دا قائل — دلوں ہویاں اوہناں دے ول مائل
عطا صاحب نوں فر اس نے بلایا — تساں جوہر نہیں کوئی دکھایا
کہا انہاں نے میں اہناں تھیں پڑھیا — انہاں دے فیض دا ہے رنگ چڑھیا
انہاں ہی نے مینوں سب پڑھایا — میں اہناں دے شاگردوں فیض پایا
اپنے فاضل ہن اساڈے دیس اندر — ہے فتویٰ ایہناں دا جاری سراسر
تاں کرکے ڈاکٹر نے رخ اہناں دل — کہا میری سنو دل نال ایہہ گل
چلو لاہور ہور میرے نال فی الفوز — میں تنخواہ سو روپیہ دیواں پرطور
ملے دا ہور دی اس توں زیادہ — اگر ہو وتسی اس پر آمادہ
چلو ایہو کتاباں چل پڑھاؤ — تے لوکاں نوں پڑھاؤ فاضل بناؤ
تساڈی ہے ضرورت بہت ساری — کھڑا لاہور وجہ ہے انتظاری
کہا حضرت لے میں ایتھے پڑھانا — نہ اس کم واسطے لاہور جانا
کرے فیر ڈاکٹر مڑ مڑ کے اسرار — میاں صاحب کرن ہر وار انکار
جاں جاتا ایس نے دال ایتھے نہ گلدی — نہ کوئی واہ میری ایتھے نہ چل دی
کیہو سوجے تساں ایتھے ہی رہناں — تا میرا امن لیوا ۔۔ہوای کہنا
جماعت وار طلبا نوں پڑھاؤ — روزانہ حاضری اوہناں دی لاؤ
ہوئے داخل تے خارج دا رجسٹر — ہوون پردواں دے خانے برابر
تے غیر حاضر تے جو جرمانہ ہووے — بھادیں اور جرمانیوں او بیٹھ روئے
ایتھے وی دیوساں تنخواہ ضروری — جے پابندی قوائد دی ہوئے پوری
کہا اوہناں نے میں ایہہ وی گل نہ منا — خدا دے واسطے جو ہے پڑھانا
نہ پڑھیا علم میں ایس واسطے کان — میرا حافظ تے رزاق ہے او رحمان

Marfat.com

میرے ایمان نوں ایس گل نہ پہاوندی — کراں میں نوکری جاں کافراں دی
غرض اُس نے بڑی ہمت لگائی — مگر او ہناں نے منی گل نہ کائی
او مایوس ہو کے چکوڑی دل ٹریا — اوتھوں دی اسطرح دے نال مڑیا
تعالیٰ اللہ کیا اوہ نیک بندے — کھبے ہرگز نہ وجہ دنیا دے دھندے
رہے آزاد تے للہ پڑھایا — مقرر رزق اللہ نے سجایا
خدا رحمت کرے اوہناں دے اتے — کیا خوش لوک وچ قبراں دے سُتے

سید احمد کے معمولات:-

آپ صبح سے چاشت تک اپنی زمین میں کاشت کاری کرتے۔ خود ہل جوتتے۔ قریبی گاؤں منگوال کے عالم سید بقا اللہ صاحب اپنے حلقہ مریداں کے ساتھ اس طرف گزرتے تو اپنے مریدوں کو کہتے کہ آؤ میں آپ کو وقت کا امام ابوحنیفہ ہل چلاتا دکھاؤں۔ شاہ صاحب آپ سے عقیدت رکھتے تھے اور آپ سے ملے بغیر نہ گزرتے تھے۔

چاشت سے ظہر تک درس و تدریس کا کام ہوتا تشنگانِ علوم کی تدریس ہوتی اور وہ آب زلال علم و حکمت سے سیراب ہوتے۔ مختلف النوع کی تدریس کا عمل جاری رہنا مگر زیادہ توجہ معقولات پر دی جاتی ہے۔

ظہر کے وقت آرام فرماتے۔ ظہر کی نماز کے بعد تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہتا۔ آپ خوش نویس تھے اس زمانے میں کتابیں ناپید تھیں جو ملتی اس کی تجدیدی نقل تیار کر لیتے۔

قاضی فخر الدین گجراتی مصنف فخر الواعظین نے آپ کا امتحان لینے کی خاطر آپ سے دعائے قنوت کا ترجمہ فارسی نظم میں کرنے کو کہا۔ آپ وضو کر رہے تھے۔ آپ نے قاضی فخر الدین کو کہا پڑھو۔ قاضی صاحب پڑھتے گئے آپ بر سبیل ارتجالاً اس کا ترجمہ کرتے گئے۔

الھم انا نستعینک	یا خدایا ز تو خواہیم عون
	بر ہمہ اطاعت و یرا عدائے کون
و نستغفرک	مے طلبیم زغفران تو
و نومن بک	می گردیم آنچہ با ایمان تو
و نتوکل علیک	بر تو سیا ہم سیر دوں قوی
	کار ہمہ دینوی اخروی

Marfat.com

ونثنى عليك الخير — برتو گوئم نکوتر ثنا

برتو نہ گوئم سخن ناسزا

ونشكرك و نكفرك — شکر بگوئم براحسان تو

یاد نیارم ز کفران تو

ونخلع ونترك من يفجرك — حرف کنیم آنکہ فجوری کند

ہر پل طغانیت عبوری کند

اللهم اياك نعبد — یا خدایا ہمہ در زندگی

خاص بیارم ترا زندگی

ونسئلك و نصلى ونسجد — خاص گزاریم برائت نماز

پھر تو آرام بہ سجدہ و نیاز

واليك نسعىٰ نفقد — سوئے تو بہر حال شتاہیم ما

طالب این راہ صوابیم ما

ونرجو رحمتك و نخشىٰ عذابك — ما ہمہ داریم عمل بہر تو

جمعہ ترسم ہم از قہر تو

ان عذابك بالكفار ملحق — باشد اللہ عذاب عظیم

ملحق کفار بر روز عظیم

ترجمہ باسالت فخر الدین

ناظم می گفت بہ نظم ہمیں

بار. خدایا تو کنی اوستکار

ناظم وھم مسائل زدن سخت نار

وضو مکمل ہو گیا اور اس کے ساتھ ترجمہ بھی

Marfat.com

مولوی کلیم اللہ کے نام

مولوی کلیم اور آپ کے ہم پایہ اور ہم عصر عالم دین تھے۔ وہ آپ کو وہ خط کاغذ کی کترن پر لکھتے آپ نے اس کو اپنی عزت کے منافی سمجھا۔ آپ کے بڑھ کے درخت سے پتہ توڑا اور اس پر شعر لکھ کر کلیم اللہ کے ہاں روانہ کر دیا۔

خویش را عالی نسبت پنداشتی
بندری ہا سوئے من بنگاشتی
گر دہی نسبت وڑائچ را قوی
من بہ حضرت نسبت دارم قوی
ور تقا می کنی با علم و نسب
از تو افزودوم دریں نسبا نسب
بود گفتن اہل سخن از من بعید
لیک نفس توسنم ایں خط کشید
بارہا چوں بندری کردی رواں
برگ بڑ ایں نوبت آمد عوض آں
بارعونت می کنی تحقیر ما
این مناسب نیست اہل علم را

ایک فقہی مسئلہ:

ایک دفعہ ایک فقہی مسئلہ پہیلی کی صورت میں کسی اخبار میں شائع ہوا۔ جس کا جواب دینے سے علمائے عصر عاجز تھے۔ آپ کا شاگرد چوہدری خدا بخش وہ پہیلی شادیوال میں لے آیا۔ آپ اس وقت نماز عصر ادا کرنے کے لئے وضو کر رہے تھے۔ اللہ بخش نے وہ پہیلی آپ کو سنائی آپ نے اسی وقت اس کا جواب بیان کیا۔

سوال: ایک حکایت شنیدہ ایم عجب | کہ بکابل بمرد مرد غریب
چار زاں را گذاشت پس از فوت | حسنِ ہر یک بہ مہر ماہ قریب
ہر یکے را از اں چہار نس | مہر و میراث آمدہ است نصیب
دوئم را نہ مہر نہ میراث | سوئم کرد مہر را ترغیب

Marfat.com

چارمی رار سید ارشاد از شو | مہر اور مطلقانہ شد نصر سیب

ہر کہ پاتخش بہ دھد جواب ایں مسئلہ بر سر عالماں کند تغلیب

جواب: پاتخش انکہ خواجہ اہل تمیز | ذاشت دار ملک بندہ دو کنیز

ہر یکے با غلام بزنی داد | کرد آزاد وبس غلام وکنیز

خواست دیگر دو زن پس از عتیق | زن نصرانیہ مسرہ نیز

بعد ازیں رخت زیں جہاں برداشت | چار بگو ارشت آں عروس عزیز

حرہ بہ گرفت وھم میراث | مہر تر مضا او شاخہ چیز

نفر را ھل اللہ بخش خواست | کرد ناظم جواب اور تبریز

تصانیف

عقائد ناظم:

فارسی نظم 5234 شعروں پر مشتمل علم عقائد کی کتاب ہے۔ جامعیت اور ذخیرہ علوم کے لحاظ سے دینی علوم کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔

کتاب تصنیف کرنے کا سبب بیان کرتے ہیں۔ چھوٹے بھائی فضل احمد نے فارسی کی تعلیم شروع کی ابتدائی کتب ختم ہوئی تو یوسف زلیخا جامی کی باری آئی۔ علامہ سید احمد نے خیال کیا کہ فضل احمد جوان آدمی زلیخائی عشقیہ داستان ان کے کردار پر منفی اثرات نہ مرتب ہوں۔

ابتدائی ابیات:

ثنائے آں خدا اول کنم یاد
کہ پاک است از شریک وضد نداد
ہمش ذات است واجب با جلالی
ہمش جملہ صفت ہا با کمالی
بہ حکمت صنائع کون ومکاں است
بہ قدرت خالق ہر دو جہاں است

سبب تالیف

کہ ایں نسخہ ناظم قلعداری
مرتب گشت باالطاف باری

Marfat.com

گزشتہ شدز ہجراں ختم او سال
ہزار و دو صد پنجاہ صد سال
بسم ماہ ذالحج مکرم
فراحت گشت اس نسخہ مکرم
شمردم بیت ہائے ایں جملہ آور
چہار و سی پنج آلاف و دو صد

۵۲۳۴ھ

خصوص آں را کہ بہر خاطر او
بہ نظم آوردہ ام ایں دختر نو
عزیز از جاں نور چشم آمد
برادر خورد یعنی فضل احمد
بہ توفیق خدا چوں شد انجام
نہادہ شد عقائد ناظمش نام

2- مستاصل الاعت: فارسی نثر میں گانے بجانے اور مزامیر کے متعلق شرعی حکم

3- رسالہ رفع یدین: حافظ عبدالمنان وزیرآبادی کے جواب میں عربی زبان میں ایک رسالہ

4- رسالہ آمین بالجہر: مولوی غلام رسول ساکن قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ کے فتویٰ کے جواب میں مفصل رسالہ فصیح بلیغ فارسی نثر

5- دیوان ناظم: متفرق منظومات

6- ارشادالجاہلین: پنجابی زبان میں نظم فقہی مسائل کا مجموعہ

آپ کے متعلق مولوی نورالدین انور ساکن ہریہ والا کے خیالات

زہے مولوی سید احمد بنام — کہ مثلش نہ افتد دگر بعد زیں
بہ علم و عمل بُد عدیم المثال — بہ تحقیق تا حد عین الیقین
رضا و ورع را نکو داشتے — ہوا و ہوس را نہ کردے قریں
چنوں کس نہ اندر فروع اصول — مفر با احکام شرع مبین
علیم و فہیم و خردہ پرورے — ز دوران گیتی نہ آئد چنیں

Marfat.com

نہ زائد دگر مادر روزگار　　چناں نام در خانہ آرائے دیں
چہ منطق چہ حکمت چہ فقہ و حدیث　　ہمہ بر دبار خویشتن درز میں
کنوں یک خلف مانند و یادگار　　خدا حافظش مولوی نجم الدین

تاریخ وفات مولوی سید احمد صاحب مولوی عطا محمد شادیوالی:

بود بہ پنجاب عدیم المثال　　عالم و فاضل علمائے کمال
مطلع انوار سیمائے او　　مخزن اسرار بدلعائی او
گشت نہاں مرجع خاص و عوام　　افضل و اکمل فضلاری انام
ہوش و خرد صبر گریزاں شدند　　اشک ز دیدہ ہمہ ریزاں شدند
چشم جہاں لولوی سیراب سفت　　از دل پر درد بصد آہ گفت
پیش کہ سازیم عیاں راز خویش　　باکہ تمائم بیاں راز خویش
از پے بساری یا حسرتا　　آمد از غیب بگوشم ندا
فاصبر فی صبرک اجر عظیم　　مغفرہ اسعتہ من رحیم
بود از دلم او تاریخ او　　ماندہ حیراں مردہ ز جستجو
ہائف از غائت لطف خدا　　قد داخل الجنہ گفت اَے عطا

۱۳۰۴ھ

شیخ عبداللہ چک عمر

مات مولانا نافقیہ کامل　　سید اتقیاء و احمد
قال الشیخ فی تاریخہ　　مات الفقیہ و مثلہ لا یوجد

۱۳۰۴ھ

میاں غلام احمد

سال تاریخ	مرغ بنی
۱۳۰۴ھ	۱۳۰۴ھ
حنیف چراغ	جائے منظر حق
۱۳۴ھ	۱۳۴ھ

Marfat.com

میاں غلام احمد صاحب بیگووال

بوداست سید احمد چشمہ بہ شادیوال

میاں غلام حیدر صاحب

عجب عالم محقق دین احمد رسانده قوم نجدی را پناہ ہے
سر خودداد درداره خداوند مثل فاروق درامر ونواہی
جسارت حنفیاں مصرعہ جداشد زہے اعظم زماں واصل الٰہی

مولوی نجم الدین

ناگہاں با من زہاتف ابن ندا بود شمس فیض آں مرد خدا

شیخ الٰہی بخش

بودنش چوں موجب خیرات بود زیں سبب خیرات کامل شد وصال

الٰہی بخش زمیندار

از خداوند جہاں مخدوم ما گوہر از کان کرم آوردہ است
عالمی دیں پرور در عہد او در عمل مثلش نہ با افسردہ است
اعظم ثانی تواں گفتن بدو زانکہ مثلش مہد دیں گستردہ است
از ریاضت نفس شیطان لعین ہر یکے در پیش پژمردہ است
چوں زمانے سوئے باقی زد قدم ارمغانے از دیانت بردہ است
بعد از خیرات کامل شد رواں جملہ خوشیاں سوئے حق پسردہ است
دشمنش در مرد خاں رسوا شدہ زیں سبب آں بدگہر ارزدہ است
گرچہ زندہ است بروئے زمیں لیک در معنی بلاشک مُردہ است
مردہ گفتن بہر او باشد روا زانکہ او زہر از عداوت خوردہ است
بہر مہر عالماں کینہ رواست دلانیس ایں الٰہیہ چوں نشکر دہ است

Marfat.com

ایں الٰہی عاجز خاک سار | بعد بود ہجرش روز و شب افسردہ اُست

مولوی نجم الدین

مولوی سید احمد کے اکلوتے صاحبزادے تھے۔ مولوی سید احمد اپنے ہم عصروں میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور آپ کی علمی تفوق کا سبھی اعتراف کرتے تھے۔ آپ کی رائے دینی معاملات میں نہ صرف قابل قدر سمجھی جاتی تھی بلکہ حرف آخر سمجھی جاتی تھی۔

مولوی نجم الدین 1268ھ میں پیدا ہوئے دریائے چناب کے کنارے پر واقع ایک گاؤں موہلہ میں ایک عالم مولوی محمد بخش نے علم و حکمت کا چراغ روشن کر رکھا تھا۔ مولوی سید احمد کے علم و فضل کا وہ معترف تھا اس نے مولوی نجم الدین کی تاریخ تولد کا قطعہ لکھ کر آپ کی خدمت میں ارسال کیا۔

خادمِ شرعِ محمد سید احمد پر خرد | داد نجم الدین درا فرزند اللہ الصمد

ہادی پر مغز تاریخ تولت پسر او | شکر حق دیگر قضا شد ایں بہ شمار از عدد

1268ھ | 1268ھ

مولوی سید احمد نے نجم الدین کی شخصیت کے تار پود بڑی محنت سے ترتیب دیے۔ آپ کی ترتیب میں وہ تمام علوم صرف کر دیے گئے جو کہ سید احمد کے والد نے حافظ خان محمد سے قریہ قریہ گھوم کر حاصل کیے تھے۔ نجم الدین چھوٹی عمر میں عربی فارسی کے علاوہ علوم دینیہ کے عالم بن گئے اور اپنے والد کی حیات میں فتویٰ جاری کرنا شروع کر دیا۔

۱۳۵۲ھ میں جب سید احمد اللہ کے ہاں چلے گئے تو ان کے جاری کردہ درس گاہ میں تعلیم و تعلم کا بوجھ نجم الدین کے کندھوں پر آن پڑا۔

شادیوال کا علاقہ سکھوں کے زیر تسلط تھا۔ ادبار کی رات کا گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا۔ اس کالی رات میں شمع محمدی کی کرنیں جابجا روشن تھیں اور تاریکی کا سینہ چیر کر ماحول کو روشن کر رہی تھیں۔ مولوی سید احمد کے مدرسے کے اردگرد 10-5 میل کے فاصلے پر علم کے دیے ہر سمت روشن تھے۔

مولوی نجم الدین کا مدرسہ ان سب پر فوقیت رکھتا تھا۔ اس درس گاہ میں قرآن۔ تفسیر۔ حدیث۔ صرف۔ نحو۔ منطق فلسفہ ہیبت معانی بیان کے علاوہ ادبیات عربی۔ فارسی۔ فصاحت اور بلاغت کی تعلیم دی جاتی تھی۔

نجم الدین اسلام اور شرح محمدی کے راسخ العقیدہ عالم تھے۔ شرع محمدی کی ایک ایک شق پر کامل عمل کرتے تھے۔ آپ دین محمد کے اور قرآن حدیث کی چلتی پھرتی تفسیر تھے۔ آپ کے متعلق آپکے

Marfat.com

ہم عصر علما اور آپ کے شاگرد کہا کرتے تھے کہ ہم نے دین احمد کتابوں کے علاوہ نجم الدین کے کردار سے سیکھا ہے۔ اس زمانے میں عالم کی روایت ہے کہ نجم الدین فقہ میں پڑھا وہ پانی جس سے وضو کیا جائے پلید ہو جاتا ہے۔ صرف اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے مولوی صاحب رکرنے میں دو گھنٹے صرف کرتے تھے۔ وضو کر کے اعضاء پھیلا دیتے۔ حتیٰ کہ پانی خشک ہو جائے اور مبادا کہ کوئی بوند کپڑوں پر نہ پڑھ جائے اور وہ ناپاک ہو جائیں۔

مولوی نجم الدین کی درس گاہ کے اردگرد پھیلی ہوئی درس گاہوں کو آسمان پر شمال کی جانب چمکتے ہوئے ستاروں کی جھرمٹ کی ترتیب جس کو دُبِ اکبر کہتے ہیں کہ مماثلت رکھتے تھے۔ سب درس گاہیں اب اکبر کے ستارے اور ان میں مولوی نجم الدین کی درس گاہ قطبی تارے کی حیثیت کی مالک تھی۔

مولوی نجم الدین تصنیف و تالیف کے میدان کے شہسوار تھے۔ آپ نے اپنے علمی ادبی صلاحیتوں کا اظہار عربی۔ فارسی۔ پنجابی میں کیا۔ آپ کی تصانیف کی تعداد 26 بتائی جاتی ہے۔ جن میں قابل ذکر مندرجہ ذیل کتابیں ہیں۔

دیوان عربی۔ قصیدے۔ مناجاتوں کے مجموعے۔ مجموعہ خطب۔ خطبہ جمعہ۔ خطبہ عیدین۔ عربی نظم ونثر میں ملتے ہیں۔

مولوی شیخ عبداللہ ساکن چک عمر نے مجموعہ خطب کا قطعہ تصنیف لکھا۔

التحریر

صنف التحریر محموع الخطب — فیہ موعظة تفصیل مبین

اندر الاستاز علام الوریٰ — اندنحم الرحیم اعلحدیس

النزیانظمه نظم النزیا رفعة — نثره نثر النحوم من الیقین

قال شیخ مصرعه فی عامه — طیب واعظا القوم عابدین ١٣١١ھ

فارسی میں

چوں مجموع الخطب فرمودہ تصنیف — جناب نجم الدین بہر ہدایت

بی ارشاد گمراہاں بیاں کرد — مسائل ہا ز سنت ہم ز آیات

بیاں فرمود تازی فارسی ہم — برائے ہندیاں ہندی روائت

بے ہر سہ زباں تاریخ گفتن — فقیر شیخ را آمد اشارات

بگفتم نام اُو ہم سال تاریخ — عجب ایں فقرہ آثار راحت

١٣١١ھ

حیات المسیح۔ عربی زبان میں 60 ورق کا مقالہ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ابدی کے بارے

Marfat.com

میں

فارسی تصنیف

شجرہ طیبہ بنائے خمسہ۔ فارسی نظم میں اسلام کے پانچ بنیادی عقائد کی تشریح۔ اُن کی قانونی صورت ساری کتاب میں ایک ہی قافیہ نے ردیف جیم ومیم ہے۔

بعد تحمید حمید منزل ذکر عظام — بعد نعت سید عالم شیہ خیر الانام

بعد مدح آں محبت تابعیاں دین او — می کنم شرح ضروریات دینی ارتقام

ہر کہ گردد عاقل و بالغ بردایماں نخست — فرض گرداز اں بعد طاعات بائد احترام

چیست ایماں از زبان اقرار از دل اعتقاد — یاھر آنچہ آورداز حق خیر الانام

مناجات کے شعر:

الٰہی باد قوم دہ آشنائی — براہِ مصطفیٰ کن راہنمائی

شر نفس دیوم دہ رہائی — الم تسمع بفضلک یا الٰہی

دعائے من ضعیف مبتلائی

مصباح الفرائض: علم ورثہ پر فارسی شعروں میں اس کتاب کا خاصہ ہے کہ یہ ساری کتاب میں ردیف نون ہی آئی ہے۔

قافیہ: عروض وقوافی کے متعلق فارسی شعروں میں قافیہ کے اسرار ورموز بیان کئے گئے ہیں۔

شرح قافیہ: نثر میں قافیہ کی شرح ہے۔

جامع القواعد: رسالہ عبدالواسع ہانسوی کے جواب میں فارسی زبان میں ادبیات کے قوائد درج کئے گئے ہیں۔

فرائض اسلام: فاسی نظم میں اسلام کے فرائض کی تفصیل

دیوان فارسی:

رسالہ علم تصوف: فارسی نثر میں تصوف کی باریکیاں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

پنجابی زبان: دیوان پنجابی۔ نظمیں۔ مناجاتیں۔

سیرت النبی: پنجابی زبان میں

شرح اسماء الحسنٰی: اللہ کے 99 ناموں کی شرح

عمدہ الخطاب فی فصائل الصحاب: صحابہ کے فضائل اور مناقب

Marfat.com

فضائل ومناقب حضرت ابوبکر صدیق

فضائل ومناقب حضرت عمر فاروق

فضائل ومناقب حضرت عثمان غنی

فضائل مناقب حضرت علی المرتضیٰ

فضائل مناقب اہل بیت وامامین

ان سب کتابوں کا اسلوب یہ ہے۔ پہلے قرآن حکیم کی آیات جو ان کے حق میں نازل ہوئیں۔اس کے بعد ان اصحاب کے متعلق حضور نبی پاک کی احادیث پھر ان کے حالات زندگی۔وفات تک پنجابی نظم میں ملتے ہیں۔

خدا پاک کے نام کی تشریح:

الملک: کے معنی یوں لکھتے ہیں۔

ہے مطلق بادشاہ اللہ یقین نال
تصرف اوسدا ہر جاہے ہر حال

دنی آخر دے وچہ جو کجھ ہے جاری
اوہدی قدرت دی ہے سب کشتکاری

جوانا مارنا روزی پہنچانی
فراخی ہور تنگی دی دکھانی

خوشی غم۔ درد۔ زحمت۔ تندرستی
دیوان مقصود دلداہوش مستی

ہے سب کچھ ہتھ اوہدے اندر مدامی
کرے جو آپ تدابیراں تمامی

کسے دی لوڑ نہ پرواہ رکھے مول
اوہدی محتاج کل خلقت ہے بہر سول

عجیب غلبہ ہے حکم اسدا ہے جاری
روکاٹ نہ کرے اس جاگیر کاری

نبی پاک کی صفت بیان کرے ہیں:

رسول اللہؐ امام مرسلاں ہے

Marfat.com

خلاصہ کائنات دوجہاں ہے
حبیب بارگاہ ایزدی ہے
وسیلہ فیض و فضل سروری ہے
وجود اس دا دلیل مغفرت ہے
شفیع المذنبیں اوہدی صفت ہے
محمد احمد اُس دا اِسم ہے پاک
ازل سے پایا اس نے شان لولاک
زمین آسماں سورج چن تارے
اوہدی خاطر خدا نے سب پسارے
نبی دا نور پر تو ذات دا ہے
تجلی ذات بے آفاتؐ دا ہے
دیکھو جد احد وچ حضرت سدہائے
کیا، دکھ کافراں اسنوں پہنچائے
ہویا سرپاک وچوں خون جاری
لباں تے خون نے وی دھار ماری
ڈٹھا یاراں نے جد حضرت دا ایہ حال
ہوئے بے صبر تے حالت سے بے حال
جو اے سرتاج ساڈے رب پیارے
دعا کرتاں مرن کفار سارے
کہا رحمت مینوں رب بھیجا اے
نہ خلقت کارن زحمت بھیجیا ہے
الٰہی بخش سدھی رہ انہاں نوں
کرن معلوم تاں پہنچا امانوں

امام حسین حسن کے فضائل:

نبی دے لاڈلے حضرت حسین
علی المرتضیٰ دے نور العینعین

Marfat.com

بتول پارسا دے خاص فرزند
خدیجہ پاک دے دوہتے جگر بند
نبی دے جسم دے بیرے مقرر
جمالِ احمدی دا جلوہ ہر ہر
شرافت وچ اینہاں جیہا نہ کوئی
کرامت پر دی ہر توں ودھ ہے ہوئی
مناقب دا نہ ہرگز انتہا ہے
لکھن بعضیاندا پر لازم ہویا ہے
صحیح اخبار وچہ جیونکر ہے مذکور
سنو کجھ اوس تھیں ہن نال دستور

امام حسین کی یزید سے لڑائی کا منظر:

فراتے دل گیا اک کٹک بھارا
کتیونے بند پانی دا کنارہ
جوناں شہ کی طرف پانی نہ جائے
پیاسی فوج ہو کر مرسد ہاوے
کہا راوی اہناں روزاں دے اندر
تپش بے انت گرمی زور آور
پرندے جانور کربل جو جاون
پلک وچ پانیوں بن مرسد ہاون
تے جد ریت بیٹھ پھڑکن لگن کل
زمین دے جانور پھڑکن لگن کل
مکان سید دار یتڑ وچ سی جوٹھیک
ہوئے جاں گرم آوے موت نزدیک
جدوں فیر کافراں پانی کیتا بند
اگے نالوں ہوئی تکلیف دو چند
زمیں تپ تپ کے لالو لال ہوئی

Marfat.com

ہوا دوزخ کنوں بدحال ہوئی

نہ چھاں اوتھے رہی نہ جھتری مول
نہ دِسے رُکھ ہرا نہ گھاہ کے مُول

جگر بھج بھج کباباں ہار ہوئے
سراں تو مغز کھل کھل باہر ہوئے

مکاں سید دے وچہ ہوئی دُہائی
تریہ کولوں قیامت سخت آئی

نبی دے لاڈلے تڑفن لگے کل
کٹے ہوئے لباں پھڑکن لگے کل

ایانے بال کوکن پانی پانی
کتھے پانی دی نہ لبھے نشانی

زباناں سوکھیاں لب خشک ہوئے
سخن چھٹے اشاریاں تے کھلوئے

عربی خطبہ:

الهی یا مجیب المستهام — سالتک یا النبی فخر الانام
حبیبک مصطفیٰ الصدر المعلیٰ — رسولک سید الرسل العظام
محمد ن النبی شفیع خلق — وجیهک مستجابک بالکلام
صلوت الله الف بعد الف — الیٰ آید علیه مع اسلام
فرسلت انبیاء باجمعیم — الیک مع الملائکة الکرام
علیهم کلیهم صلوات ربی — وبرکات الیٰ یوم القیام
دعوتک ثم یاربی لقوم — رسولک بایعوفی الهتدام
خصوصاً میقات بدر — سوره فیه فقال وحامی
وجتک بالذی الاحد جاء — علی قدم النبی بالاستنام
خصوصا بالعتق رفیق غارِ — ابی بکرِ لالسلام امام
وبالفاروق قامع عرق کفر — و عثمان الجمیع للکلام
ومولانا علی حیدر الله — ظهیر محمد فی الازدحاکم

Marfat.com

وبنتِ محمد زهرا بتول — یجاب بهاالدعا علی الدام
وبالحسنین سبطے خیر خلق — وصلت الیک یاقاضی المامی
به حمزة بعداهذا ثم عباس — هماعا نبی ذلل احترامی
وسعد ابن عوف ابن جراح — سعید طلحة دابن العوام
و خدیجه عائشه زوج بنی — وباقی الصحب من خاص و عام
اتیت الیٰ جنابک یا الٰهی — مطا لفته مکرمة عظام
بان تعطیٰ بدارین مرادی — و تعفت حاجینی تقضی حرام
ومقدر بی کبرق من صراط — تسل کل صعب بااتمام

جـوار مـحـمـد آخـر سـوالـی
عـقـامـی ثـم فـی دارالسـلام

آسمان علم وحکمت۔ دین ودانش کا یہ قطبی تارا اپریل ۱۹۱۴ء ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۲۲ھ کو غروب ہوگیا۔

آپ کی وفات پر آپ کے ہم عصر علماء فضلا نے آپ کی شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ کی صفات کا احاطہ کیا اور قطعہ تاریخ ارسال کئے۔

جناب قاضی عطامحمد گجراتی نے اس دور کے درس جتنے بھی تھے۔ان کا احاطہ کیا اور اس وقت انگریز کی علمداری بھرپور انداز میں جاری تھی۔ شمع بنی کے پروانوں نے چراغوں کی لو کم نہ ہونے دی تھی۔

دریغا حسرتا ہیہات دردا نالہ و افغان
کہ نہ باشد نہاں مہرِ علوم و کوکب عرفاں
فغاں زیں چرخ کجبازی دغا پوشے جفا کیشے
نہ خوی رحم و الطافش نہ بوی رافت و احسان
عروی یا خوارے سخت عیارے کہن زالے
ستم گارے جہاں سوزے وفا دشمن بلائے جاں
بہ فریاد فغاں شیون زارند یارانش
زنیدادش ہزاراں شوی و دخاک و خوں غلطاں
یتیم بیوہ بے خانماں نالاں زدست او

Marfat.com

بہر ملک و بہر کشور بہر شہر و بہر جیراں
بہ پر خاش و بکیں وکاوش مردم کمربستہ

رہ رسم و مروت راستپرد از عالم اِمکاں
بزہر آمیختہ شد انگبش از جفاکاری

بصورت راحت جانم بمعنے دشمن پنہاں
سلامت از جفا کاری و عیاری اوہرگز

نہ کافر ماند و نے مسلم گدائے ماند نے سلطاں
بہر جار از کمینش سخت میر آنند و میر آنند

تفنگ و تیغ و شمشیر و سنان و دشنہ و پیکاں
بروناکے بصحرائیکہ بازاں است عصفوری

چرد ناکے غریبے برہ در بیشہ گرگاں
گہے زہر ہلاہل با امام پاک نوشانند

گہے تیغ و تبر بندو بقتل شاہ مظلوماں
گہے فرہاد را برسر بافسوں میزند تیشہ

گہے درکام شیریں مچکاند شربت حرماں
گہے پیغمبر حق را بہ بیت الحزن بنشانند

گہے در قید و گہ درچاہ در اندازد مہ کنعاں
گہے شیر خدارا ابن ملجم میکند زخمی

بسنگے مظہر حق را گہے بہ می کند دنداں
غرض چرخ مشعبد را سر از مہر وفا خالی است

شعار او جفاکاری و کارش فتنہ در دوراں
بسا دیدم بستان علوم انہار فیضا نش

در انہا بلبل و طوطی ہزار اند خوش الحاں
چنیں طوفاں در آمد تند تر برایں گلستاں ہا

کہ گل ماند و نے بلبل سبزہ زاری ماند نہ بستاں
اجل ای ہادم اللذات حیف از دستبرد تو

Marfat.com

تو نہ نحوی ماند و نہ صرفی نہ استاد نہ شاگرداں

کجا آں درس مجھیانہ فاضل چوں کلیم اللہ
مہ اوج علوم مہر برج حکمت و فیضاں

کجا درس چکوڑی آدہے ہمچو نور الدین
فقیہ و صرفی و نحوی زاہد حافظ قرآں

کجا عالم چو شیخ احمد دہریکاں درسگاہ او
کجا حضرت جناب احمد الدین فاضل ڈہڑاں

کجاہ آں فاضل کہوڑی کہ صیتش بود در عالم
کجا آں خان عالم شاہ سید فاضل کیراں

کجا آں درس گولیکے استادی چوں بدر الدین
بلیغ الفصلِ چوں معن فصیح ثانی سبحاں

کجا آں نظم گوڑیالہ و سابور و گجراتی
کجا مطب خدا بخش آں حکیم ثانی لقماں

کجا آں ہفت قلمی کجا آں حسن خوشخطی
کجا کاتب چونور احمد غلام قادر و لقماں

کجا آں قاری جنڈ و کجا آں صیت قرآنش
کجا آں رونق حفظ کجا انبوہ درویشاں

کجا آں درس لنگہ کجا حفاظ قرآنش
کجا داودلحن ہفت قرات قاری فرقاں

کجا شد درس شادیوال و سید احمد فاضل
کزو خلف الرشید این بود نجم الدین درددراں

چراغ دودہ خان محمد بو العجب مردے
قویم دیں احمد مقتدی شرع وہم عرفاں

بہ نحو منطق و فقہ فرائض عالم یکت
بدنیا یادگار بود ایں یک تن زپیشان

بزہد و اتقاو ورع و علم و فضل و نیکوی

Marfat.com

نہ گلشن نیست در عالم عدیلش نیست در اقراں

اجل نگہداشت ہم اورا کہ بود از فاضلاں باقی

نشانے ماندا از علم نہ عالم صاف شد میداں

نبردہ حضرت مال و منال و ثروت و دولت

زدینا ہیچ لیکن برد بر دل داغ فرزنداں

ہزار افسوس بے اولاد و ناکام از جہاں بر خاست

برادر ماند و نے خلقش مگر یک بیوہ نالاں

بعیش و خورمی وے بود ہ گہوارہ عشرت

بہ بیں امروز باحال تبہ حزیں مسکیناں

زسرتاج مسرت رفت از دل گنج خبر سندی

زجاں آرام رفت زخواب شد از دیدہ گریاں

چہ خوش بودے اگر بودے و فاتش پیش غمخوارش

نہ بودے اینچنیں بے کس ندیدے روز بد زنیساں

چو بادست اجل کس رانجاں پنجہ بازی نیست

بجز صبر و شکیبائی چہ باشد چارہ یاراں

الٰہی باد جائش درحریم جنت اعلیٰ

نصیب اوبود حور و قصور و کوثرِ علماں

ہمہ از عالماں و حافظاں و ناظم و کاتب

کہ ذکر شان نمودم یا الٰہی مغفرت گرداں

بوقتِ عصر یک شنبہ دہ و دوئم ازپرل شد

دگر مصرعہ از لوح مسیحی سال وصل آں

عطا تاریخ ہجری از افول نجم ثاقب گفت

دہ و پنجم جمادی عصر یک شنبہ شدہ پنہاں

1334ھ

شدہ داخل بفردوس از پے زہدست ہم سالش

بگوش ہوش من آمد ندا از حضرت رضواں

Marfat.com

بوقت عصر یک شنبہ دہ و دوئم زاپرل شد
ویک مصرعہ از روئ مسیحی سال وصل آں

ترھویں چیت انّی سوا کہتر سن جدا آہا ۱۹۷۱ء بکرمی
بہ ہندی بکرمی لفظاً و معنے نیز ای یاراں

دیگر

چوں نجم الدیں برفت از دار دنیا
کہ دریا و الٰہی بود شاغل
زدردِ غم پئے سال و فاتش
ندا شد از فلک ہیات فاضل

۱۳۴۴ھ

دیگر

چوں نجم الدین سوئے خلد بریں رفت سلیم الطبع بود ھم آگاہ
مسیح سال از بہر تاریخش رقم زد چراغ خانہ دل بود باجا

۱۹۷ھ

اے دریغا کہ اندریں ایام از سموات شد نزول آفات
صرصر آمد بہ گلشن عالم بیخ برکندہ از تنہ شجرات
ابرِغم از فلک چنوں بارید کرد تاراج سبزہ و خضرات
یک بہ یک رنج و غم پدید آمد برزمیں گشت شعلہ ھر ذرات
ھائے بر آبگینہ دل ما سنگ انداخت آسماں ہیات
در خسوف آمدہ است ماہ فلک مہر بے نور گشت در ظلمات
ایں چنیں غم کسے ندیدو شنید پیش مارا رسید اے حضرات
مقتدائے جھاں کہ نجم الدین بود خوش صورت و نیک صفات
مجتہد عصر فاضلے یکتا عالم بے بدل منی بالذات
منبعِ جود و با سخا و کرم مہبط نور مجمع الحسنات
فخرِ علما بہ علم فہم تمام حاجی دین حق بہ موجود دات
مجمع فضل رافع درجات صات دل ھم چو چشمہ صاف
خالی از اعتدال از خطرات

Marfat.com

بود علامه زمانه خویش   نکته داں از حدیث از آیات

بحر ذخار بود درمعنی   کاشف سر حق بتقریرات

برزباں داشت ذکر الله الله   ضرب اودرنفی و در اثبات

ذکر می داشت هر دم ایں دردل   کلمه الطیبات التحیات

قبله عارفان والا جاه   مظهر نور و کعبه حاجات

ذاکر شاکر شب بے دار   بوددرحق به تسبیحات

بقرائت کلام حق می خواند   واقف از رمز مطلق آیات

صائم الدهر حافظ قرآن   ماهر از وقف سکته و سکنات

بودے هر دم بیاد ایزد پاک   گزر اوقات او بصوم صلات

درسخابود حاتم ثانی   هر روز میداد صدقه و خیرات

بود او مجمع علوم و فنون   داهمه علم واشست معلومات

مفت می داد گسلمندراں را   از دو خانه خویش ادویات

هر که بیمار خورد ادویه را   بس شفا یافت اندر آں اوقات

در علوم هوا آپ روان   عالم فلکیات طبیعات

از نجوم جفر نشاں می داد   گردش چرغ و سبعه سیارات

ماهر علم حکمت و منطق   جمله برهان اوبه تنویرات

هم ادیب و سلیم طبع فقیه   مفتی هم مسفر آیات

خوش قلم خوش رقم به نقش نگار   بودالحق ادق به ملفوظات

هم طبیب زمان مسجادم   بودکامل به فیض تشخصات

حاجت نے صراح نے قاموس   به زباں داشت جمله لغات

وصف اور درسخن نمی گنجد   به سخن پروری و تشبیهات

شاعر تیز فهم و گفتار   بحر پیششش جوں شبنمی قطرات

در عروض و قافیه فائز تر   داشت پر مغز نظم و هم ابیات

درسخن داشت اوید طولیٰ   به تالیف وهم بیتغیارات

هم بااُردووهم به پنجابی   ....

بود شیریں زباں فصیح البیان   به تکلم چو قند شیرونبات

Marfat.com

درغم چوں به گذاشت دنیارا — رفت از حکم سوئے حق جنات
خمس عشره ازجمادی الاول — روز یک شهنه بود یافت وفات
شست سه بعد سال داشت عمردے — به جنت رفت یافت نجات
از وفاتش بپا شد کهرام — صدمه جانکا شد به مخلوقات
حشر بربا شد به شادیوال — شوروغل اوفتاده در گجرات
چوں نهاده قدم به باغ بهشت — جور عین آمده به کورنشات
شد بر خلد پر بریں جو صدر نشین — خازن خلد کرد تسلیمات
وقت آنست صبر کن هردم — دست بردار کزپئے دعوات
اورنجش و صبر ده مارا — اے خدا مالک حیات و مات
سال نوتش از خرد جستم — شُد ندا بود مخزن برکات

میر حسن علی اپیل نویس جهلم و گجرات

جو نجم الدیں برفت از دار دنیا — که دربار الٰهی بود شاغل
ز درغم پئے سال و فاتش — ندا شداز ملک هیبات فاضل

سنہ ۱۲۳۴ھ

چو نجم الدین سوئے خلد بریں رفت — سلیم الطبع بود هم آگاه
مسیحی ازبهر تاریخش رقم زَد — چراغ خانه دل بودبا جاه

۱۹۱۴ء

شیخ عبداللہ

چہ گویم چہ گفتن رامجال است — زمرگ نجم الدین صاحب ملال است
فقیہہ بے بدل مولائے عالم — ادیب بے ہمال بے مثال است
چہ فاضل ابن فاضل ابن فاضل — زاجدانش ہمہ صاحب کمال است
بساعمر شریفش بود در دہر — کہ عمرش ہم عدد حضرت بلال است
بہ یک شمر جمادی الاول نصف — کہ بعد از عصر ویراارتحال است
ہزار و دو صدی و دو ہجری — غروب النجم تاریخ وصال است

۱۳۳۴ھ

Marfat.com

مولوی سلام اللہ

جوں مولائے ماںجم الدس بریں | ازاوج فلک شد بہ زیرز میں
بتاریخ گفت شائق چنیں | تہ خاک والامکاں نجم دیں

مولوی فضل احمد صاحب

حافظ خان محمد کے منجھلے صاحبزادے فضل احمد صاحب ان کے اس علم کے وارث بنے جو حافظ صاحب کے خاک چھان کر حاصل کیا تھا۔ اس دور کے متدراولہ علوم پر عبور حاصل کر کے آپ ان کے قائم کردہ مدرسہ کے مہتمم بنے اس مدرسہ میں فارسی۔ عربی ادب کے علاوہ ہر اس علم کی تدریس ہوتی تھی جو کہ قرآن۔ حدیث۔ فقہ۔ کو سمجھنے میں کے لئے ضروری سمجھے جاتے تھے۔ اصول۔ منطق۔ ہیت۔ معانی۔ بیان۔ فلسفہ جیسے دقیق علوم پڑھائے جاتے تھے۔

یہ وہ دور تھا جب چھاپہ خانے نہ تھے۔ کتابیں کم یاب تھیں آپ زودنویس بلکہ خوش نویس تھے۔ آپ کا مشغلہ علمی کتابوں کی تجدیدی کاپی تیار کرنا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے قلم سے علم دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی کتاب کی کوئی تجدیدی نقل تیار نہ کی ہو۔ آپ کی خطاطی کے متعلق آپ کے خلف میں ایک صاحب نے پنجابی نظم میں بعض کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

قلم تیزی کرے تے تیز جاوے | مگر خط خضر یوں سوہنا سہاوے
کیتی تحریر باہر حد شماراں | کتاباں لکھیاں اکثر ہزاراں
لکھی کیدا ہنوں لیکر ہدایہ | ہدایہ داوی لکھیا حل عنایہ
حدیث اندر کیتی تحریر بھاری | لکھی مشکواۃ تے لکھی بخاری
لکھی قطبی تے منطق دے رسالے | تے عین العلم زین العلم والے
علی قاری تے الیاسین دونویں | عجیبہ لکھاں حضرت نے اونوں
اصول اندروی کیتی بہت ترشیح | حسامی لکھی لکھی توضیع وتلویح

آپ کے درس کے متعلق آپ کے ہم عصر عالم اور شاعر مولا بخش واصف نے بے اختیار یہ لکھا ہے۔

قلعہ دار علوم دے رہے ڈھوں نہ پنجاب بلکہ ہندوستان اندر
ایس فیض دے چشموں فیض پاکے بن بن گئے علماء جہاں اندر

Marfat.com

صرف۔ نحو۔ اصول۔ عروض۔ منطق نالے ہیت معانی بیاں اندر

علم ہندسہ۔ طب۔ کلام۔ فقہ عالم ہیں نے حدیث قرآن اندر

یہ وہ دور تھا جب نہ ہی تو شاگردوں کے لئے رجسٹر رکھے جاتے تھے۔ اور نہ ہی ان کی تشہیر کا کوئی سامان تھا۔ نہ یہ لوگ قربانی کی کھالیں اکٹھی کرتے اور نہ ہی کسی کی کھال اتارے۔ بوریہ نشین تھے۔ شوقین علم وفن آتے اپنی بساط کے مطابق علم حاصل کرتے اور چلے جاتے۔ مئے علم عرفان سے مخمور ہو کر

حضرت کے لکھنے کا شوق اس بات سے زیادہ صراحت اور وضاحت کے ساتھ ہویدا ہوتا ہے۔ آپ کے صاحبزادے مولوی عبدالکریم صاحب پنجاب یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ وہاں سے فقیہ کی کتاب بحر الرائق موجود تھی۔ حضرت نے فرمائش کی کہ اس کتاب کی نقل تیار کرلی جائے۔ چنانچہ آپ نے صاحبزادہ ہفتہ کے دن لاہور سے آتے کتاب ساتھ لاتے۔ آپ قلم اور دوات کے ساتھ منتظر ہوتے۔ جوں ہی کتاب آتی اسکی نقل لکھنا شروع کر دیتے۔ آپ کے صاحب زادے سوموار کے روز لاہور جاتے تو یہ ہفتہ کی شب سے لے کر سوموار کے دن 4 بجے تک مسلسل لکھتے رہتے۔ پھر دوسرے ہفتے یہ سلسلہ جاری رہتا۔ پھر تیسرے ہفتے تک یہ سلسلہ جاری رہتا تھا۔ یہ کتاب نہ جانے کتنے عرصہ میں مکمل ہوئی۔

آپ کے شاگردوں میں آپ کے صاحبزادے۔ رحیم بخش۔ عبدالکریم اور محمد عالم تھے جن کی علمی استعداد کا معترف اس دور کے سب علماء تھے۔

باقی آپ کے شاگرد کا کوئی ریکارڈ دستیاب نہیں نہ جانے اس میکدہ علم سے فیض یاب ہونے والے کون سے تھے اور کہاں کہاں ہیں۔

آپ کی وفات 1334 بتائی جاتی ہے۔ معاصر علماء آپ کی علمی فضیلت کے قائل تھے اور آپ کو ان میں ایک نمایاں مقام حاصل تھا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی علمی خدمات کا اعتراف یوں کیا گیا۔ مرثیہ از مولوی نیاز محمد متقبوی

فضل احمد مفتی صدر الزماں — عالم مقبول مخدوم جہاں

قدوہ دیں مقتدای مومنین — بورعالی مرتبت والا مکان

جامع علم فروع علم اصول — ماہر فن بدیع ہم بیاں

کاتب بے مثل خوش خط و خوش نگار — سنی و حنفی قریشی خاندان

فاضل متجر دانا طبیب — اوستاد کامل عربی زبان

Marfat.com

والد مولانا عبدالکریم
دوست صادق محب مہرباں
چون گرفت از دنیا ملال
از ازیں شد روح او بر آسماں
گفت رضوان آمدی مرحبا با صد نیاز
داخل جنت شوا کنوں شادماں
از مہ ایقان نوشتم سال او
داخل جنت باشیدے گماں
لذت دنیائے فانی بے لقاست
ترک کردی یافتی باغ جناں
۱۳۳۴ھ

قاضی عطا محمد:

دریغ حسرت و دردا کہ شد جہاں خالی
ز فضل احمد فاضل زعلم افضالش
بہ برد اورہ تقویٰ و زہد از دنیا
بباغ جنت فردوس بحسنِ اعمالش
عطا شنید زدرگاہ بے بہار نشبت
ششم جمادی الاول دوشنبہ شب سالش
حسرتا دردا دریغا بغتہ گشتہ جہاں
ازجہاں مہر سپر علم و فضل اتقا
ماند در دارفنا تا ذات پاکش زندہ بود
شاملش فضل خدا او فضل احمد مجتبیٰ
ہادی دین متیں وارث علم نبی
در راہ حق صدق اوچوں ثانی اثنین ازھا
ہم چوں عثماں و باحیا بے ریا ہم چوں عمر
منبع علم و ادب ہم چوں علی المرتضیٰ
اللہ اللہ پاک رفت از لوث دنیا دنی
فاغفر الھم وداخلہ جنات العلی
علم و فضل ہم تقتی ورع و توکل کشتہ اند
بے سر اندر سال وصلش گفت مالک ماعفا
۱۳۳۶ھ

Marfat.com

مولوی عبدالکریم

Marfat.com

Marfat.com

ملک محمد جہلمی:

اے دریغا گردش دوراں | درد در دل رسید بے درماں
روز ز افزوں مصائب است بما | گریہ افتاد بر مسلماناں
فضل احمد جناب مولانا | رفت بہ ایں خاکداں بہ سوئے جناں
از قلعہ دار شُد بدار بقا | آں مہ اوج علم شد پنہاں
دردلش بود ذکر حق غالب | شمس السلام نئیر عرفاں
زندہ کرداست سنت احمد | داد زینت بہ مسند نعمان
مخزن صد حقائق اسرار | منبع فیض و بخشش واحسان
فاصلے در علوم دیں کامل | علم خود باعمل نمود عیاں
مفتی شرح در راہ تحقیق | وقت اظہار نہ کرد پنہاں
مجتحد درمسائل فقیہی | نسبتش بود با امامِ جہاں
ز چُنیں مرگ زار نالیدم | کہ مشلیس نہ ماند در دواں
در فراقش زجاں فغاں خیزد | چشم گریاں و بادل بریاں
آں فقیہہ ومحدث کامل | کاشف صد و فائق قراں
مغفرت کن اوراخداوندم | شا د و خرم بہ جنتش برساں
از ضیائے علوم ربانی | خاندانش منورش گرداں

۱۳۳۶ھ

یاسر یاد حق بگو مغفور
اے ملک سالِ رحلتش برخواں

۱۳۳۶ھ

شیخ عبداللہ

الیھا المخمود فی دار الخرور | ھب عن نوم الی ریح البکور
امست الاصحاب عنای راحلین | جات الاعراب فینا بالسحور
المتع عینا الیھم واعتبر | والزمھم بالقیول و بالدبور
قف لنبکھیم علیٰ اطلاھم | ھل تری فیھا بعین من فطور

Marfat.com

كم شموس فى سما صاحبة　　ازبها تحت الكسوف من الضحور

كم ضعين فى التبكرو العلیٰ　　ثم محيلا خربالواجه الغرور

كم مكين فى التبحر والطغیٰ　　من تعل غراباالله الغرور

كم كحيل بالجنادل والحصیٰ　　فى جبال فى رمال وعور

كم بخيل جامع حتیٰ اتى　　موته كالصقرفى دقل الطيور

اجدال الاجلال ياتى بغته　　ماتنجت منه النبراة والاالنسور

ليست الدنيا مقام اقامة　　بل مقام الارتحال والعبور

كن بحا ضعيفاً غريباً راحلا　　عدّ نفسک بل من اصحاب القبور

واستمع قول لبقلاً انه　　جابغى الفاضل القاضى الجسور

عا لما عن جده فرجده　　هاشميا من قريش كالبدور

خادما القوم مشتغلاً بهم　　خاضعا ماكان مختالاً فخور

كان مامونا اميناً وا تقا　　لا يحب الله خواناً كفور

خاشعا متصدعا من خشية　　تاجر بتجارة هى لن تبور

لامعا نور الهدیٰ من وجهه　　نور الرحمن ترتبه ثبور

كان بشاشا بوجه ناعم　　ضاحک متبسم بادى الثغور

نال حقا ماتشبت باطلاً　　قال صدقا مال عن امين وزور

عاش محمود او محسود به　　مات مسعود و صبا والشكور

عند طلاب العلوم بهيية .　　نعم فى الدنيا و فى العقبیٰ حبور

كان يصلح عند دعویٰ الخاصمين　　كان يعدل فى القضبا ولا يجور

متشبع الاضياف من حسن القریٰ　　صاحب الاوصاف من خير الامور

اجزه عناجزاء او كاملاً　　واسقه يارب من كاتس الطهور

لاتطع قول الوشاة فانهم　　ماتنجیٰ من هم خبيث و الطهور

حاسد ولاشراف اكثر عدة　　ليس لاجلاف واش يغور

قل فموتو حاسديه بغيظهم　　ان قدر الحقد يوما لاتفور

ايها الحساد كونو خاسئين　　ما برحتم بالثبور و بالثبور

ابرد اللهم مضجع سامح　　قلت فى تاريخه عامر المرور

Marfat.com

واجعل اللهم من فی خلفه سالما حیا الیٰ یوم النشور
لم یرت للارض الا صالح قال ربی قد کتبنا فی الزبور
قد بدی التسوید فی وقت الغروب واختتام النظم فی وقت السحور
لیس عندی شمعة وزجاجة بل بضوء البدر حررت السطور
قد لظمت النظم فی شهر الصیام ان هذا الشهر من خیر الشهور
قال شیخ گوجر من قومه اهل بلدو این فیه من الشعور
این قروی و سکان البلاد این خفاش وانی نور هور
انما الامصار اقفاس لکم نحن فی البیداء طیار الوکور
نملة جات برجل من جراد فاستجابوها وکونو من شکور
انی قد کنت معذور بما جاء نی امر الکریم من الصدور
فامتثلت لامره و نظمة فاعف عنی قد عفی عنک الغفور
صل یاربی علی خیر الوری ثم سلم ثم بارک بالکرور
بلغ الاصحاب والال الکرام تصلیات و تحیات کالبحور
ماتبسمت ازهور من الصبا ماترنمت العنادل بالزهور

از قاضی سلام اللہ چک عمر

زکج افتاری گردان گردوں ہزاراں حسرت وافسوس وزاری
جناب مولوی فضل احمد کہ بوداز اہل ورع دینداری
بہر یک علم استادزمانہ بااطراف جہاں درنامداری
مصار دین رادرزندگانی بہ تیغ کلک کردہ شہریاری
بہ تعلم و تعلم بودکارش نمودہ بہردین خدمت گزاری
نیازدہ دل بدخواہ خودرا برائے دوستاں درغمگساری
چوں رخت خوداز یں دنیائے دوں بست ہمہ عالم شدہ درسوگواری
بہ عالی قدر صاحب زادگانش شود فضل خدادر کامگاری
پئے فرماں والاشان ایشاں بگویم سال بہر یادگاری
بہ تاریخ وفاتش کلک شائق نویسد آہ فضل قلعداری

Marfat.com

مولوی رحیم بخش

مولوی فضل احمد قریشی کے بڑے صاحبزادے تھے۔ مولوی فضل احمد صاحب ان کو اپنی مسند ارشاد پر بٹھانے کے لئے ان کی آمیم و تربیت کر رہے تھے۔ علم کی تحصیل تو وہ اپنے باپ کے درس میں مروجہ علوم کی کر چکے تھے۔ آپ فقہ۔ حدیث۔ منطق۔ کے اجل عالم تھے۔ عربی ادب سے خصوصی لگاؤ تھا۔ مولوی فضل احمد کے پاس حل طلب فقہی مسائل اور کتاب سنت کی روشنی میں ان کے حل میں آپ اپنے باپ کا ہاتھ بٹھاتے۔ درس میں آپ فارس۔ عربی کا درس درپشتوں کو دیتے۔

آپ کی شادی موضع ترکھ میں کرم الٰہی کی صاحبزادی جنت بی بی سے ہوئی۔ جس کے بطن سے آپ کی دو صاحبزادیاں رقیہ اور مزمل تھیں انکی شادی وزیر آباد کے جنجوعہ خاندان جن کی علم دوستی اور دینداری کا ایک جہاں متعرف تھا میں ہوئی۔

آپ عین جوانی کے عالم میں یہ عارضہ ہیضہ فوت ہو گئے۔

موت سے چند لمحے قبل آپ کی زبان پر قصیدہ بردہ کا یہ شعر تھا۔

یا کرم الخلق مالی من الوذ بہ   سواک عند حلول الحادث الحکیم

آپ کے پس ماندگان میں ایک بیوہ جنت بی بی اور دو لڑکیاں مزمل اور رقیہ ہیں۔ آپ کی بیوہ سے صرف خاندانی تعلقات کی بنا پر مولوی عبدالکریم نے شادی کر لی۔ محمد رمضان تبسم قریشی ان کے بطن سے پیدا ہوئے۔

مولوی محمد عبدالکریم

۷ مئی ۱۸۷۵ء میں مولوی فضل احمد صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ نے جب ہوش سنبھالا تو ماحول قال اللہ و قال الرسول کے نغموں سے منور و معطر تھا۔ آپ کے دادا کی قائم کردہ درسگاہ میں علامہ فضل احمد صاحب درس و تدریس میں منہمک تھے۔ آپ نے قرآن حدیث۔ تفسیر۔ فقہ عربی ادبیات اپنے والد سے پڑھیں۔ صرف نحو۔ منطق۔ اپنے تایا علامہ سید احمد سے اور معقولات کا منتہی نصاب اپنے وقت کے جید عالم مولوی کلیم اللہ مچھیانوی سے مکمل کیا۔ مدرسہ نظامیہ کے علوم پر دسترس حاصل کرنے کے بعد آپ کی طبع روشن نے اس وقت کے علوم اور دینی مسائل جو علماء کے زیر بحث رہتے تھے۔ یا فرقہ وارانہ موضوع جن پر اہل سنت اور اہل حدیث۔ متنازعیہ مسائل پر ایک دوسرے کو للکارتے تھے

Marfat.com

اور مسجدوں میں ہر روز مناظرے ہوتے تھے۔ بیس سال کی عمر کی کم عمر میں عربی اور فارسی زبان میں ان مسائل پر عالمانہ انداز میں کتابیں لکھیں۔ یہ مسائل زیادہ تر اموات۔ نکاح۔ طلاق کے بارے میں ہوتے۔ آپ نے ان مسائل کے حل کے لئے چار کتابیں لکھیں۔

-1 محوی البینات فی المسائل الاموات

-2 خیرالنجر فی المسائل سیہ الفجر

-3 القول العاصد فی المسائل طلاق فی مجلس الواحد

-4 تاج المومنین

ان کتابوں کی علمی ادبی فقہی ثقاہت کے بارے میں اس دور کے جید علما نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے آپ کی قابلیت اور علمی حیثیت کا اعتراف کیا۔ ان علماء کی تعداد 40 سے تجاوز کرتی ہے۔

آپ فارسی کے مشہور مقولہ "میراث پدر خواہی علم پدر آموخت" کے تقاضوں پر نہ صرف پورے اترے بلکہ ھل من مزید پر بھی عمل پیرا رہے۔ اپنے والد کی متاع علم سمیٹ کر آپ نے مولوی کلیم اللہ اور تایا سید احمد کے علاوہ علاقے کی تمام درس گاہوں کا سرمایہ علم جذب کر لیا۔ آتش شوق تھی کہ ھل من مزید کا تقاضا کرتی رہی۔ اور یہی شوق انہیں لاہور لے گیا۔

آپ ۱۸۹۳ء میں اورینٹل کالج لاہور میں مولوی عالم کی کلاس میں داخل ہوئے مولوی عالم۔ مولوی فاضل۔ منشی فاضل کا کورس دو سال کا تھا۔ آٹھویں جماعت کی قابلیت انگریزی زبان درکار تھی۔ یہ کلاس گورنمنٹ کالج لاہور کے برآمدے میں ہوتی تھی اورینٹل کالج لاہور ہوسٹل کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

مولوی عالم کا امتحان یکم اپریل ۱۸۹۵ء میں ہوا۔ آپ کا رول نمبر 2 اور 20 مئی کو سند ملی۔ ۱۸۹۵ء ہی میں آپ نے منشی فاضل کا امتحان دیا۔ اس وقت منشی فاضل اور مولوی فاضل کا جو نصاب تھا وہ آپ نہ صرف گھر میں پڑھ چکے تھے بلکہ اس پر استادانہ دسترس رکھتے تھے۔ آپ نے منشی فاضل کی کلاس اٹینڈ نہ کیں۔

مولوی محمد عبداللہ اور شمس العلماء مولوی عبدالحکیم کلانوری عربی اور فارسی شعبہ جات کے صدر معلم تھے۔ ان دونوں میں معاصرانہ چشمک تھی۔ مولوی عبدالکریم صاحب کی تعلیمی استعداد دیکھ کر مولوی عبداللہ ٹونکی نے آپ کو مشورہ دیا آپ وقت ضائع کرنے کی بجائے منشی فاضل میں بھی داخلے لے لو منشی فاضل اور مولوی فاضل کا امتحان اکٹھا دے لو۔ خیال یہ کیا گیا کہ دونوں امتحانوں کا کورس اتنا وسیع ہے کہ

Marfat.com

شائد یہ طالب علم فارسی میں فیل ہو جائے گا۔ اور حضرت کلانوری کے نتیجہ پر برا اثر پڑے گا۔ مولوی عبدالکریم حضرت کلانوری کے پاس گئے اور منشی فاضل میں داخلہ لے لیا۔ آپ کلاس میں نہ جاتے تھے۔ حضرت کلانوری آپ کو ڈانٹتے بھی تھے آپ یہ عرض کرتے میں مولوی فاضل کی کتابیں حمداللہ، صدرا، قاضی مبارک پڑھنے کے لئے آیا ہوں میں یہ کلاس نہیں چھوڑ سکتا۔ جب یہ کتابیں ختم ہو جائیں گی میں منشی فاضل کی کلاس میں حاضر ہو جاؤں گا۔

مولوی عبدالحکیم کلانوری آپ سے خصوصی شفقت فرماتے اس کی وجہ مولوی عبدالکریم کے گاؤں قلعہ دار کے متصل گاؤں چکوڑی میں حافظ نورالدین کی درس گاہ میں مولوی عبدالحکیم کلانوری پڑھتے رہے ہیں۔ حافظ نورالدین سے مولوی عبدالکریم کے والد بزرگوار کے تعلقات تھے۔ اس لحاظ سے عبدالحکیم کلانوری آپ کا لحاظ کرتے۔

علامہ عبدالحکیم کلانوری کے مزاج میں تعلی تھی آپ کنجاہ کی طرف توجہ کر کے فرماتے "ملا غنیمت کنجاہی۔ کنجاہ کا جولاہا تھا۔ میرے بھائی عطا محمد زیرک نے ایک مثنوی اس کے جواب میں لکھی ہے۔"

اس مثنوی کا ایک نسخہ آپ نے مولوی عبدالکریم کو دیا۔ مولوی عبدالکریم نے منشی فاضل کا امتحان اپریل ۱۸۹۴ء میں پاس کر لیا ان کا رول نمبر 7 تھا۔

یہ بات علامہ عبداللہ ٹونکی کو پسند نہ آئی۔ فیل ہو کر حضرت کلانوری کا نتیجہ خراب کیوں نہ کیا۔ ۱۸۹۷ء میں آپ نے مولوی فاضل کا امتحان پاس کر لیا۔ آپ کا رول نمبر 5 تھا۔

مولوی عبدالکریم اپنی تعلیم مکمل کر کے قلعہ دار آ گئے۔ آپ کی وراثت میں چند قطع زرعی زمین کے تھے۔ آپ کے چھوٹے بھائی علامہ محمد عالم نے قلعہ دار کی مسند وراثت سنبھالی ہوئی تھی۔ قلعہ دار کے علما کا ورثہ صدق مقال اور رزق حلال تھا۔ یہ زرعی زمین اس ضرورت کو پورا کرتی تھی۔ یہ زمین آپ کے بھائی کے تصرف میں تھی۔ آپ نے یہ ان کے پاس رہنے دی۔ اور خود رزق حلال کی تلاش میں نکلے۔

جلال پور جٹاں میں سکول کی ملازمت

گجرات کے قصبہ جلال پور جٹاں میں عیسائی مشنری نے ایک سکول قائم کیا۔ اس سکول میں ہندو۔ مسلم۔ عیسائی سب تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ۱۸۹۷ء میں سکول کا ہندو لڑکا عیسائی ہو گیا۔ اس پر ایک ہنگامہ برپا ہوا۔ ہندوؤں نے سکول سے اپنے لڑکے اٹھا لیے اور اپنا علیحدہ ہائی سکول بنا لیا۔ اس سکول میں فارسی کے استاد کی ضرورت تھی۔ مولوی صاحب نے درخواست دی اور سکول میں ملازم ہو گئے۔ آپ نے یہاں چودہ ماہ کام کیا۔ نہ جانے سکول کی انتظامیہ کو کونسی بات ناگوار گزری آپ کو سکول

Marfat.com

سے علیحدہ کر دیا گیا۔

آپ یہاں سے فارغ ہوئے تو مشن ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر پیٹرسن نے آپ کو وکٹوریہ ہائی سکول میں استاد رکھ لیا۔

میونسپل بورڈ جہلم کی ملازمت

پنجابی کے مشہور شاعر پیر نیک عالم میونسپل بورڈ جہلم میں فارسی کے استاد تھے۔ پیر صاحب کے خاندانی تعلقات مولوی صاحب کے خاندان سے تھے۔ اس طرح یہ ایک دوسرے سے آشنا تھے۔ پیر صاحب 6 ماہ کی رخصت پر جانے لگے تو اپنی جگہ آپ کے لئے تجویز کی۔ ارباب شیر بہادر ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج نے جو کہ میونسپل بورڈ کے سربراہ تھے اور مولوی عبدالکریم کے مداح تھے آپ کو 6 ماہ کی عارضی آسانی پر فارسی کا استاد تعینات کر دیا۔ 6 ماہ گزرنے کے بعد آپ کو شیر بہادر صاحب نے جہلم سول کورٹ میں ناظر مقرر کر دیا۔ یہ تقرری ایک ماہ کے لئے تھی۔ اس کے بعد آپ کو ڈپٹی کمشنر جہلم کے دفتر میں نقل نویس تعینات کر دیا۔

اسی اثناء میں جہلم میونسپل بورڈ میں عربی ماسٹر کی مستقل اسامی نکل آئی تو اس اسامی پر مستقل طور پر عربی معلم مقرر کر دیے گئے۔

آپ کی علمی قابلیت اور کام سے لگن اور کارگزاری کے نتائج نہ صرف آپ کے شریک کار مرعوب تھے بلکہ افسران بالا بھی اس سے متاثر ہوئے۔ ان میں سر فضل حسین۔ الطاف حسین حالی کے صاحب زادے سجاد حسین۔ اور مولوی حاکم علی (سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور علامہ اقبال کے دوست) شامل ہیں۔ مولوی حاکم علی گورنمنٹ ہائی سکول جہلم کے ہیڈ ماسٹر بھی رہے ہیں۔

مولوی عبدالکریم نے جہلم میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ کوئی پون صدی تک جاری رکھا۔ نہ جانے کون کون سے لوگ اس علمی میکدے سے سیراب ہو کر کن کن اعلیٰ عہدوں پر پہنچے اور علمی انتظامی عہدوں پر شہرت کے آسمان پر تابندہ ستارے بن کر چمکے۔

ایک صاحب ممتاز حسن جو کہ ممتاز ادیب اور عالم ہونے کے علاوہ اسٹیٹ بنک کے گورنر رہے ہیں۔ اپنی تحریروں میں علامہ عبدالکریم کی شاگردی کا نہ صرف اعتراف کرتے ہیں بلکہ فخر کرتے ہیں کہ علامہ کی شاگردی میں ان کا علمی شعور اجاگر ہوا ہے۔

علامہ عبدالکریم کے صاحب زادے کے نام ممتاز حسن کا خط

Marfat.com

سی 129-1- کے ڈی اے سکیم
8- کراچی ٹیلی فون نمبر 473220
15 ستمبر 1969ء
محترمی و مکرمی

آپ کا خط 12 اگست کا لکھا ہوا۔ اسٹیٹ بنک۔ اور نیشنل بنک سے ہوتا ہوا مجھ تک پہنچا۔ آج کل میرا ذاتی پتہ وہ ہے جو اوپر درج ہے۔ آئندہ آپ اس پتہ پر خط و کتابت کریں تو بہتر ہوگا۔ ویسے آپ کی اطلاع کے لئے دفتر کا پتہ درج ہے۔

نیشنل پبلشنگ ہوس لمیٹڈ
37 / ی۔ محمد علی ہاؤسنگ سوسائٹی
ٹیپو سلطان روڈ کراچی

آپ نے مجھے خط لکھ کر میری عزت افزائی کی ہے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا عبدالکریم نوراللہ مرقدہ میرے شفیق استاد تھے۔ میں نے گورنمنٹ ہائی اسکول جہلم میں چھٹی۔ ساتویں۔ آٹھویں۔ اور نویں جماعت میں ان سے عربی پڑھی ہے۔ ان کی توجہ سے اس زمانے میں سکول کے نصاب کے علاوہ عربی ادب سے بھی آشنا ہوا۔ مجھے یاد ہے من جملہ اور شاہکاروں کے حضرت مولانا نے مجھے نواب صدیق حسن خان کے عربی قصائد بھی پڑھائے۔ استاد مرحوم کو مجھ پر اس قدر اعتماد تھا کہ اپنی غیر موجودگی میں خود میرے ہم جماعتوں کو پڑھانے کا کام میرے ہی سپرد کیا کرتے تھے۔ اور میں ان کی طرف سے ہم جماعتوں کو پڑھایا کرتا تھا۔ البتہ ایک ایسی زیادتی مجھ سے سرزد ہوا کرتی تھی جسے اگرچہ مولانا سن پاتے تو اچھا نہ سمجھتے وہ یہ میں اپنی قائم مقام استادی کے زعم میں اپنے ہی ہم جماعتوں کو بینچ پر کھڑا کر دیتا۔ اور کسی کو لکڑی سے پیٹ بھی دیا کرتا تھا۔ خدا جانے وہ لوگ وہ یہ سب کیوں برداشت کرتے تھے اب سوچتا ہوں تو اپنی حرکت پر ندامت ہوتی ہے۔

حضرت مولانا شعر میں بھی میرے استاد تھے۔ جب میں چھٹی جماعت میں تھا تو میں نے ایک لمبی سی نظم جو قومی رنگ کی تھی لکھ کر ان کی خدمت میں پیش کی۔ انہوں نے اسے بہت پسند فرمایا اور بہت سے لوگوں کو سنایا البتہ جب ہمارے ہیڈ ماسٹر راجہ فاضل محمد مرحوم و مغفور تک میری شاعری کا چرچا پہنچا۔ تو انہوں نے اسے کوئی قابل تعریف چیز نہ سمجھا بلکہ میرے والد مرحوم کے سامنے جن سے راجہ صاحب کی دوستی تھی مجھے ایک نرم سی سرزنش بھی فرمائی۔

حضرت مولانا خود بھی شاعر تھے۔ میں ان کی فارسی نظمیں دیکھی ہیں خدا کرے ان کا کلام

Marfat.com

محفوظ ہو۔ایک دفعہ جب سید مقبول شاہ مرحوم جو اس وقت راولپنڈی ڈویژن انسپکٹر مدارس تھے ہمارے سکول کے معائنہ کے لئے تشریف لائے۔تو حضرت مولانا نے اپنی تنخواہ کے بارے میں ایک فارسی نظم ان کی خدمت میں پیش کی عنوان تھا ''عرض فقرے بہ درگاہ امیرے'' اس کا ایک آدھ مصرعہ مجھے یاد رہ گیا ہے حضرت کا کہنا ہے کہ تنخواہ کی کمی کے باعث انہیں وطن واپس جانے کے لئے تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لینا پڑتا ہے۔اور ٹکٹ گھر میں ہر کس و ناکس کے دھکے سہنے پڑتے ہیں ایک مصرعہ تھا۔ چہ می گوئم کہ باشد وقت ٹکٹم ایک دوسرا مصرعہ تھا اگر رستم بود پامال گردد اللہ اللہ کیسے لوگ تھے ایسی باتیں نہ کوئی کہے گا اور نہ ہی کوئی سنے گا۔

میرے سکول داخل ہونے سے پہلے میرے چچازاد محمد ناظر صاحب وہاں سیکنڈ ماسٹر تھے۔ ایک اور صاحب سید حیات علی شاہ بھی جو عرصہ ہوا مرحوم ہو گئے۔اس زمانے میں استاد تھے۔میں نے بھی ان سے پڑھا ہے۔حضرت مولانا سید حیات علی شاہ اور میرے بھائی کی آپس میں بڑی دوستی تھی اور ایک دوسرے سے جدا ہونے کے بعد اکثر باہم خط و کتابت کیا کرتے تھے۔

مجھے حضرت مولانا کا شاگرد ہونے پر فخر ہے اور آپ کو ان کے فرزند ہونے پر بھی فخر ہونا چاہیے۔

حضرت مولانا کی کتابیں لائبریری کی شکل میں محفوظ کر دینے کا خیال بہت نیک ہے۔اس سلسلے میں جو کچھ تھوڑا بہت کر سکوں گا اس کے لئے حاضر ہوں۔میرے وسائل کی محدود ہیں فی الحال تعلیمی وظیفوں اور طلبہ کی امداد کے لئے وقف ہیں جب بھی گنجائش ہوگی کچھ نہ کچھ کرنے کی سعی کروں گا۔

آپ نے میرے بزرگ محمد افضل کی مثنوی کا ذکر کیا ہے۔تفصیلات چاہتا ہوں محمد افضل کا تخلص افضل تھا ایک اور مشہور شاعر سودھرہ ضلع سیالکوٹ میں گزرے ہیں جن کا نام افضل اور تخلص سرخوش تھا۔وہ کلمات الشعرا کے مصنف ہیں کہیں یہ مثنوی اس کی تو نہیں۔

خط کا دوبارہ شکریہ

تفصیلات کا منتظر رہوں گا۔

مخلص

ممتاز حسین

Marfat.com

جہلم کا علمی ماحول

جہلم سکول کی ملازمت کے دوران سکول کے باہر بھی لوگ آپ کا احترام کرتے تھے۔ جہلم علم وادب کا گہوارہ رہا ہے۔ خصوصاً دینی علوم کی آماجگاہ رہا ہے۔ اہل حدیث۔ اہل سنت والجماعت کے درمیان مناظرہ برپا ہوتے۔ احمدی اور غیر احمدی کے درمیان مباحثے جھگڑے کی صورت اختیار کر جاتے۔ کتابیں لکھی جاتیں مقالے پیش ہوتے۔ غرض کہ زندگی علمی لحاظ سے جواں اور تواں ترتھی۔ اس دور میں مولوی فقیر محمد جہلمی۔ مولوی شیخ عبدالرشید۔ مولوی غلام جیلانی۔ مولوی کرم دین بھیںن اس دور کی قابل قدر ہستیاں تھیں۔ مولوی کرم دین بھئیں کا جھگڑا مرزا غلام احمد قادیانی سے جاری تھا۔ مولوی کرم دین بھئیں نے مرزا صاحب پر دعویٰ ازالہ حیثیت عرفی کا دائر کر رکھا تھا۔ مولوی عبدالکریم کی رائے اس جھگڑے کی بابت جاننے کے لئے حکومت وقت ان کے نام سمن جاری کیا۔

۰۳۔ ۱۹۰۲ء کے عرصہ کے درمیان ملک میں طاعون کی وبا پھیلی۔ یہ حفظانِ صحت کے اصولوں سے ناواقفیت۔ تنگ وتاریک گھر اور محلے۔ گلیاں کوچے جو کہ چوہوں کو پھیلنے پھولنے کی دعوت دے رہے تھے اس کا باعث تھے۔ انگریز حکومت نے حکم دیا کہ گھر چھوڑ کر کھلے میدان میں چلے آؤ۔ لوگوں نے یہ بات ماننے سے انکار کردیا۔ مولوی عبدالکریم نے یہ فتویٰ جاری کیا کہ موت سے فرار ممکن نہیں مگر صحت کے لئے احتیاط اللہ اور رسول کا حکم ہے۔ فتویٰ کی توثیق ملک کے 18 جید علمانے کی۔ ان میں مولوی فقیر محمد جہلمی۔ مولوی کرم دین بھیںن۔ پیر مہر علی شاہ ساکن گولڑہ شریف جیسی ہستیاں شامل ہیں۔

حدیث میں طاعون جس شہر میں پھیلے اس کو چھوڑ کر جانا منع کیا گیا ہے۔ مگر شہر کو چھوڑ کر کھلے میدان میں جانا منع نہیں ہے۔ طاعون کو پھیلانے کے ذمہ دار پسو ہیں جو کہ بیمار چوہے سے طاعون کے جراثیم انسان میں داخل کرتا ہے۔ کھلے میدان میں پسو کم اور چوہے بھی کم ہوتے ہیں۔

جہلم اور اس کے متصل علاقوں میں مولوی صاحب کے علمی توفق کا چرچار دور دور تک تھا۔ حکومت وقت اس حقیقت سے واقف تھی کہ لوگ انگریزی عدالت کی بجائے دینی لوگوں اور عالموں کے فیصلے منظور کرتے ہیں۔ حکومت نے شرعی مسائل کی تشریح کے لئے آپ کو جہلم اور میر پور کا قاضی مقرر کردیا۔

سرکاری ثالث ہونے کے علاوہ آپ کے فتویٰ کی قدر کی جاتی تھی۔ ان کا مجموعہ قلمی صورت

Marfat.com

میں موجود ہے۔
پیش کردہ مسائل میں آپ کی سمجھ بوجھ اور فیصلے تک پہنچنے کی صلاحیت نے اس دور کے جج صاحبان کو متاثر کر رکھا تھا۔ سیشن جج جہلم نے آپ کو قانون کا امتحان پاس کرنے کی ہدایت کی۔ آپ انگریزی سے نابلد تھے۔ اس کے لئے نیا قانون وضع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور نیا نصاب وضع کیا گیا۔ اسے مختاری کا نام دیا گیا۔ انگریزی قانون کی کتابوں کا اردو ترجمہ کیا گیا آپ نے ایک سال لاء کالج لاہور میں مختاری امتحان کے لئے کورس مکمل کیا اور امتحان پاس کیا۔
ہائی سکول کے معلمین کے لئے تربیت کا بندوبست کیا گیا تا کہ تعلیم انگریزی حکومت کی ضرورت مطابق اور مقرر کردہ معیار کی مطابق دی جاسکے۔ لاہور میں ٹیچر ٹریننگ کالج بنایا گیا۔ ٹرینڈ ٹیچر غیر تربیت یافتہ ٹیچروں پر فوقیت رکھتے تھے۔ مولوی صاحب 20 سال پڑھانے کے باوجود تربیت یافتہ ٹیچروں کی صف میں داخل نہ تھے۔ قانونی ضرورت پوری کرنے کے لئے آپ نے لاہور میں ایک سال تربیت حاصل کی 1921ء میں آپ تربیت یافتہ ٹیچر مقرر ہوئے۔
جہلم کے قیام کے دوران میں آپ کے ہیڈ ماسٹروں میں سردار مہاں سنگھ۔ مولوی عبدالغنی سے خصوصی تعلقات تھے۔ شہر کے شرفاء اور رؤسا میں شیخ نور الٰہی۔ ملک احمد خاں اعوان محمد سعید الزماں سپرنٹنڈنٹ۔ ملک زمان۔ مہدی خاں ڈپٹی کمشنر حافظ احمد دین انسپکٹر آف سکول چوہدری غلام محی الدین سے دیرینہ تعلقات تھے۔ اس کے علاوہ جے رچی۔ انسپکٹر آف سکول خلیفہ عماد الدین۔ خلیفہ شجاع الدین۔ راجہ ممارا خان آف ڈومیلی آپ کے دوستوں میں شامل ہوتے تھے۔
شہر میں بڑھتے ہوئے آپ کے اثر و رسوخ سے کچھ ہیڈ ماسٹر خائف تھے۔ آپ کا تبادلہ جہلم سے راولپنڈی کرا دیا گیا۔ آپ نے اپنے پیر سید فضل شاہ جلال پور شریف کو عربی نظم میں خط لکھا اور دعا کی درخواست کی۔ پیر صاحب نے بھی عربی نظم میں جواب دیا۔ اور آپ کے لئے دعا کی۔
پیر صاحب کی دعا کا اثر تھا کہ آپ کا تبادلہ ایک سال کے اندر راولپنڈی سے پنڈ دادن خان کر دیا گیا۔
آپ کے علم و فضل کا کمال تھا یا آپ کی شخصیت کا جمال اس جگہ پر بھی آپ نے عزت و اکرام کا وہ مقام حاصل کیا جو کسی کو خال خال نصیب ہوتا ہے۔ آپ کے ہیڈ ماسٹر صاحبان لالہ سکھ دیو۔ شیخ نصیر الدین۔ حافظ عبدالکریم۔ خواجہ ابراہیم آپ کی کارگزاری کے نہ صرف معترف تھے بلکہ آپ کی عزت و اکرام اور ہر دل عزیزی کے قائل ہو گئے۔
فروری 1932ء میں آپ نے اپنی ملازمت پوری کر لی۔ ریٹائر ہو کر قلعہ دار میں واپس

Marfat.com

آ گئے۔اور والد کی درس گاہ میں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

کتابوں کی کمی کو پورا کرنے کے لئے آپ نے اپنے والد کے تتبع میں نادر و نایاب کتابوں کی تجدیدی نقل تیار کرنے لگے۔

تصنیف و تالیف:۔

آپ 16 سال کی عمر میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کر چکے تھے۔ریٹائر ہونے کے بعد بھی آپ نے یہ سلسلہ جاری رکھا ریٹائر ہونے کے بعد آپ کی تالیف کردہ کتب ذیل ہیں۔

1-	تفسیر سورۃ الفاتحہ۔	عربی
2-	کتاب الواعظ۔	عربی
3-	تفسیری حاشیے قرآن حکم۔	عربی
4-	حل ترکیب قرآن حکیم۔	اردو
5-	مجموعہ فتاویٰ۔	عربی۔فارسی
6-	رسالہ ذبح فوق العقد۔	
7-	ترجمہ صدرا۔	اردو
8-	ترجمہ حمد اللہ۔	اردو
9-	ترجمہ سلم العلوم۔	اردو
10-	ترجمہ کامل المبرد۔	اردو
11-	رسالہ سماع موتی۔	عربی
12-	رسالہ در جواب مولوی شہاب الدین۔	

مولوی محمد عبدالکریم ایک قادر الکلام شاعر تھے۔عروض پر گہری نگاہ تھی۔ [illegible] نزاکتوں اور لطافتوں سے بہرہ ور تھے۔عربی۔فارسی۔اردو اور پنجابی میں شعر کہتے تھے۔

آپ کی شاعری گل و بلبل کی شاعری نہ تھی۔اور نہ ہی وہ کوچہ یار میں [illegible] جذبات رکھتے تھے۔اور نہ ہی طول شب فراق ناپنے کا کوئی ارادہ رکھتے تھے۔ان کی [illegible] مزاحمتی شاعری تھی اور نہ ہی گردشِ حالات کا شکوہ کرتے نظر آتے ہیں۔آپ نے سیاسی [illegible] علاقہ نہ رکھا۔آپ کی شاعری مدح رسول اور حیات رسول کے مختلف پہلوؤں کو نظم [illegible] تھی۔

آپ نے پنجابی زبان نظم میں حضور نبی کریم کی پیدائش سے پہلے اور بعد کے [illegible]

Marfat.com

کیے۔روح العباد کتاب عمل میں آئی۔ یہ کتاب ایک اعلیٰ تحقیقی کتاب ہے۔دلیل اور حوالہ اس کتاب کی خاصیت ہے۔ جامع المعجزات محمد واعظ الزہادی۔ مہارج النبوۃ۔ شیخ عبدالحق دہلوی۔ مدراج النبوہ ملامعین الدین ہرپوری دقائق الاخبار۔ امام غزالی۔ روضۃ احباب عطا محمد ٹھٹھوی۔ صحیح بخاری مشکواۃ شریف کے حوالے روح العباد میں جابجا ملتے ہیں۔

پنجابی زبان میں آپ کی دوسری کتابیں۔تاریخ فتح مکہ۔اور تاریخ صلح نامہ حدیبیہ آپ نے نظم کیں۔یہ کتابیں بھی مستند تاریخی حوالوں اور واقعات سے مرصع ہیں۔

علمائے عصر نے مولوی صاحب کی ان کاوشوں کا اعتراف کیا اور انکے معیاری ہونے کی تصدیق کی۔

مولوی صاحب کی شاعری میں منظوم خط وکتابت۔عربی فارسی میں تہنیت نامے۔نیز مقدس نظمیں عربی فارسی میں ملتی ہیں۔یہ اس دور کا مزاج تھا کہ دین دار ماحول میں لب ورخسار کی باتیں پنجاب کے اس علاقے میں عنقا تھیں۔

مولوی صاحب کے کلام کا نمونہ جس میں ردیف کا خوبصورت استعمال اور قافیہ کا سلجھا ہوا کمال عیاں ہے۔

محدث کہن الفاظ اس اثر دے
سنیں ثابت ہوئے اندر خیبر دے
ایہہ سمجھے اوس دے دشمن ساہن جانی
مگر اس نے ذرا پروانہ جانی
نہ مکی اوس نوں کوئی جاندا سی
نہ اوس دے نام نوں پہنچاندا سی
نذر دا حال سار کھولیو بو
دلی ساری حقیقت پھولیو سہو
تیرا بیٹا شفیع المذنبیں ہے
تے ختم الانبیا المرسلین
تیرا بیٹا نبی ختم الرسل ہے
شہنشاہ دو جہاں فخر کل ہے

قافیے کا استعمال:۔

Marfat.com

جو فخر الانبیا والمرسلین ہے
حقیقت وچ اوہ مبدا عالمیں ہے

ہوئے لاچار بھائی بھائیاں توں
ہوئیاں بے زار دھیاں مائیاں توں

عرب دے دیس داسردار ہویا
اتے کعبے دا خدمت گار ہویا

حجراسود نوں منڈھوں پٹیو سو
تے زم زم چاہ دے وچہ سٹیو سُو

زَم زَم دا کوئی نام و نشان سی
نہ اِسدی جگہ دا وہم و گماں سی

نذر دا حال سارا رکھیو سُو
دِلاں ساری حقیقت پھولیو سو

عربی شاعری:-

خیر مقدم سر فضل حسین وزیر تعلیم

ایا فضل الحسن لانت فضل — من الملک المهیمن ذی الجلال
ایامن فضله فضل عظیم — ایامن عدله وعدل البحالی
ایا قمقام والحرم الحمام — ایا کهف الوری مولیٰ المولیٰ
ایاذی الجود والاحسان حقا — ایاذ تعظیم والنفس کمالی
ایامن لانظیر له بدهر — بحق الخلق والقدر المعالی
ایامن دابے رحم و حلم — دیا من فیضه مسل الطلالی
یقول قلو بنا اهل و سهلا — به تعظیم و تشویق الکمالی
زمام بخیر مقدمکم اناس — ایاز بشریٰ یتر جیب تعالی
علوت علی الفاضل فی الفضائل — کما علمت المین علی الشمالی

Marfat.com

وجود سائر شرقا و غربا　　و حکمک فی الرسال ولا لحالی

مثلک ماتری عین الزمانی　　بهذا الشان فی هذا الخصالی

انا کلنا تدعو بخیر　　بحقک بالتواتر بالتوالی

وقاک العد عن آفات دھر　　ھماک الله بحق شرالزوالی

وزادالله مجدک فی الواریا　　ومقرنک الفتوح بکل حالی

نسیمک بالتعلیم و باسلیم　　بعش الخفر عاشوا بالمعالی

الھی آتھم خیرا کثیر　　وجنبھم افعال الوبالی

وناظر نا و ناظنا مھاں سنگھ　　بایم ایسی ای له فضل الثانی

قلوب الناس سخرنا بلند　　وزد نظم وذو ضبط الکمالی

و فی تعلیم و تھذیب ساع　　یکون بمکتب لیلا یبالی

ایا عبدالکریم الشیخ اسکت　　تانک لست من اھل المقابی

۲۰ نومبر ۱۹۳۳ء جہلم

اپنے استاد کا خیر مقدم:-

الایا ایھا الخلان طیبوا　　لذا ء قلوبکم نزله الشفاء

بظلمات مکشتم قبل ھذا　　بفضل الله قد جاء الضیاء

ضیا الدین والد نیا جمیعا　　ضیاء لا یعا دله ضیاء

ضیاء لامع کالشمس نوراً　　یضی الخلق لیس له خفاء

ضیاء قد ھوی المنقول طرا　　لمعقولة این انتھاء

ضیاء عامل باالعلم حقاً　　ولیس لعلمه اصلاریانه

ضیاء خلقه خلق عظیم　　وشیمته السخاوة والوفاء

یقوم و یقرا القرآن لیلاً　　سواء کان صیف اوشتاء

Marfat.com

شریف النسب ذو حسب کریم
له صلواک مولد والثوا

بمدرسة قدو مک ایهاالشیخ
کزرع یابس نزل السماء

نزلت بخیر ارض خیر قوم
و فی الفاسنا منک الحیاء

نسّبط تحت رجلاالیادی
بخفض الجنح فاصنع ماتشاء

واطوع من خدائک کان قرشی
من العهد الذی فیه اللقا

خواجہ الطاف حسین حالی کے نبیرہ مولانا سجاد حسین کا خیر مقدم

مولانا سجاد حسین ۲۲ فروری ۱۹۰۶ء گورنمنٹ ہائی سکول جہلم میں تشریف لائے۔ آپ خواجہ الطاف حسین حالی کے نیزگان میں سے تھے۔ اُس وقت گورنمنٹ ہائی سکول جہلم کے ہیڈ ماسٹر مہان سنگھ تھے آپ خواجہ سجاد حسین کا اساتذہ اور شہر کے رؤساء سے تعارف کرواتے ہوئے کہا، کہ مولانا سجاد حسین مسدّس حالی کے بیٹے ہوتے ہیں۔ فضا میں بے اختیار قہقہہ بلند ہوا۔

ایا السجاد و مولاناالحسین
ایامن خیر من اهل النوالی

تحیات السلام علیک الفا
بیتر حیب و تهنیه تعالیٰ

نسبط تحت رجالک الایادی
بتشویق و تعظیم کمالی

لانک من رجال القوم حقاً
عظیم الخلق محمود الخصالی

قلوب الناس کانت فی اشیاق
اتفشک من العهد الزیالی

بجعت مفتشا لما سمغبا
سجدنا الشکر لله التعالی

مبین کیف شرح الفرح قولاً
وانی لست من اهل المقالی

تفضل الها المولیٰ تفضل
بالطاف الحسین من الرجالی

وانا کلنا ندعو بخیر
بحقک والتواتر والتوالیٰ

یقرک الالهو مدیرهندِ
ویرزک الفتوح بکل حالی

وقاک الله عن آفات دهر
واعطاک التوسع فی الجلالی

Marfat.com

عین الراقه انظر ایھاالشیخ ابی القرشی فانک دو الامالی

۲۲ جنوری ۱۹۰۶ء

مولوی حاکم علی کے نام عربی منظوم خط

گورنمنٹ ہائی سکول جہلم کے ہیڈ ماسٹر تھے اور علامہ اقبال کے دوست تھے مولوی عبدالکریم کے ساتھ بھی درینہ تعلقات تھے۔

ایا حاکم علی مولی الانام ویامن خیر من اھل النوالی
ایا ذلجود و فضل العیمم عظیم المجد محمود الخصالی
علوت علی الفاضل فی الفضائل کما علت الیمن علی الشمالی
تروح الی الدین لقایلونک وتترک طالبین من الفعا
نسبط تحت رجلاک الایادی به تعظیم بلا قیل و قا
فانصف الھا المولیٰ فانصف فای الامر خیر للرجا
ھزی فیه نفسک بعد علم و تحقیق و تدقیز
من لاھور جنت لما بلاء والیس لک الزبالی
فقلنا ایھالاھور حقا فانک ل احتیالی
غضبت بحاکم قد کان فینا و سافل والعالی
اخذت براسنا غضباً جُبراً الحوم بلا قذال
جرحت قلوبنا جرحاً شدیداً لیس لاالرجاء من اندمالی
فمن ندعو این نروح غوثاً واین نصر من ھذا الحلالی
ولا ننسی الجور لھذا دھراً و تذکره جکره الی مرالیالی
تفضلک انتی کانت علینا فلا ننسی الی یوم الزوال
ونسئل منک مولانا سوالاً بان لا تنسافی کل حال

Marfat.com

وتدعو فوزانا فی جوف لیل
من الملک المهیمن ذی التعالی

وھذا الفوز فوزک فی الوارایا
وھذا العز عزک فی المالی

وانا کلنا ندعوا بخیر
بحقک بالتواتر والتوالیٰ

وقاک اللہ عن آفات دھر
واعطاک الفتح بکل حالی

تحیات السلام علیک عنا
متیٰ ماعشت مِن شر انفعالی

جزاک اللہ فی الدرین خیرا
ھماک اللہ عن شر فعالی

فاوجز الیا القرشی لھذا
فانک لست من اھل المالی

جہلم ۱۹۰۷ء ۱۲۔۱۶

فارسی:۔

الحمد صد ہزارکہ از جانب شمالی
بادِ صبا نوید چھا اوریدہ اَست

پنجاب وہند گشتہ معطر ازوچنین
کزنکہش سموم زدنیا رمیدہ اَست

گیتی پُر از نشاط و سرور است انبساط
ہریک بہ مرحبا و مبارک دویدہ اَست

پر تحنیت و سرور چہ بستاں چہ مرغزار
شبنم زآسماں بہ مبارک چکیدہ اَست

شد نعرہ ہائے تہنت و خوری بلند
درچار سو نسیم مبارک وزیدہ اَست

شد غنچہ مراد شگفتہ چنیں
درا بونستان ہائے جہاں کس نہ دید اَست

Marfat.com

بلبل بہ گلشن اَست چہ سرشارِ بانشاط
گل ہم پے مبارک اولب دریدہ اَست

مرغان باغ طوطی و طاوس جابجا
از بہر خیر مقدمِ او صف کشیدہ اَست

شمشاد و سرو ہر دو با یک با استاداند
سوسن بدِ زبان حمد آرمیدہ اَست

قُمری بہ شاخ سرونشتہ بہ شوق دل
کوکوکند کہ میوہ عشرت رسیدہ اَست

ہرش و خروش سبزہ ہستاں سرائے دھر
درنزہت ایں چنیں گھے ناچریدہ اَست

بینم دریں زماں کہ خداوندِ ذوالجلال
درکائناتِ روحِ مُسرت دمیدہ اِست

باشد بہ برچوں نہ چنیں جشنِ خُورمی
حقدار را حقوق ز حقدار رسیدہ اَست

عالی جناب فاضل علامہ روزگار
خورشید احمد آنکہ بہ عالم حمیدہ است

فیاض روزگار بلند اختر و نجیب
حقا کہ چشم دہر نظیرش نہ دیدہ است

منصب مزاج نیک نہاد اَست ایں چنین
الحق کہ گوش و ہوش زدل کم شنیدہ است

در حل معضلات چہ رائش صواب اَست

Marfat.com

گویا کہ بشرح میر حواشی جدیدہ اَست

یکساں بہ چشم اوست امیر و غریب ہم

از بہر آنکہ لذت و عِدت چشیدہ اَست

مداح دیں و دانش اوجملہ عالم اَست

جانم خدائے امرکہ بعالم فریدہ اَست

کردیدہ انسپکٹر و ہم یافتہ خطاب

ایزد بہ فضل خویش ورا پرور دیدہ اَست

ہم شاہ وقت خان بہادر خطاب او

الحق ذوالجلال ورا برگزیدہ اَست

ہم در چرخاں نیز بہادر بہ عہد خویش

گرکس نہ دیدہ باشد و حقا شنیدہ اَست

صد بار شکرِ منتِ حق جلیشانہٗ ہو

حکام ایں خطاب برائے توچیدہ اَست

شد چشم جملہ روشن وہمہ قلب و جملہ خویش

در جسم نا کساں چہ خارے خلیدہ اَست

روشن شُد اَست مہرے رسولِ خدا چُنیں

ظلمات را بہ دہر ہرچہ دل ہا طپیدہ اَست

قرشی با استعانہ برباب سلام تو

از بہر آنکہ بوئے ترحم شمیدہ اَست

می گوید الغیاث مع خدارا یزدو برد

تیغ جفائے دہر چہ حلقش بریدہ اَست

از مر ہمِ عطوفیت بند زخم را

بہ پُشتش زبارِ دردِ مصیبت خمیدہ اَست

باشد عریزو نیز حمیت بحفظ حق

Marfat.com

از زخم چشمِ دہر کہ نور دویدہ اُست

عبدالکریم گفت جوباصدق دل دعا

آمین نداز ارض و سما وا رسیدہ اُست

علم وادب کا یہ آفتاب عالم تاب اپنی آب وتاب کے ساتھ علم افق پر کوئی ۹۰ سال تک علم و فضل کی روشنی بانٹنے کے بعد ۱۹ استمبر ۱۹۵۷ء کو غروب ہوگیا۔علم وادب کی یہ مقدس امانت قلعہ دار کی زمین کے سپرد کردی گئی۔ان کے شاگرد ضیا چوہامل کے تاثرات

لوح ھستی سے مٹا اِک نقشِ دل پذیر

اور اِک گنجینہ دانش چھپا زیرِ زمیں

اور ایک قندیل ملت کے شبستاں سے بجھی

گل ہوئی اِک اور شمع محفلِ دینِ مبین

عالم و عارف جناب مولوی عبدالکریم

چل دیے اس خاک داں سے جانب خلدِ بریں

اک جہاں تھا جن کے علم و آگہی سے بہرہ یاب

ایک عالم جن کے خرمن کا رہا ہے خوشہ چیں

واقف سر خدا وہ محرم راز حرم

وہ بہار باغ حکمت وہ چراغ بزم دیں

منبرو محراب کے سینے سے اٹھتا ہے دھواں

آج مسجد کے درو دیوار ہیں اندوگیں

مسندِ ارشاد پہ بیٹھے کا انکے بعد کون

کون علم و فضل میں ہوگا اب ان کا جانشین

ہائے کس کا چہرہ روشن نظر سے چھپ گیا

آہ اوجل ہوگئی کس کی نورانی جبیں

چھائی ہیں چاروں جانب ظلمتیں ہی ظلمتیں

اور ۔ یلی میں کچھ مجھ کو نظر آتا نہیں

Marfat.com

جو زمانے کو سناتے تھے پیغام زندگی
مجھ کو ان کی موت کا ہرگز یقین آتا نہیں
آہ اب کیونکر سکوں پائے گا قلب ناشکیب
شادہوگی آہ اب کیسے مری جان حزیں
چشم ترسے ٹوٹتی ہے سلک گوہر باربار
آج پر ہیں موتیوں سے میرے جیب وآستیں
جن کے دم سے تازہ تھی یادبزرگان سلف
عظمت دیرینہ اسلام کے جو تھے امیں
جن سے یہ علم وعمل کے سارے ہنگامے تھے گرم
ہوتے جاتے ہیں وہ اب شہرخموشاں کے مکیں
اپنے ان اسلاف کے دیدار کو ترسے کی آنکھ
اب نہ آئیں گے نظر یہ لوگ دنیا میں کہیں
محفلِ نو میں جوباقی تھے پرانے دیدہ ور
باری باری سے ہوئے جاتے ہیں وہ پیوند زمیں
ماضی مرحوم کا اک اک نشاں گم ہوگیا
رفتہ رفتہ سب پرانی یادگاریں مٹ گئیں
ہوگئیں اوجھل نظر سے مبارک صورتیں
جو ہماری منفرد تہذیب کا آئینہ تھیں
ماتم ماضی ہے گویا ماتم عبدالکریم
نوحہ ملت کا ہے یہ ایک فرد کو نوحہ نہیں
ان کی تُربت پر خداانور کی بارش کرے

ضیاءمحمدضیاء

مولوی عبدالکریم کے استاد

Marfat.com

مولوی کلیم اللہ مچھیانوی

مولوی کلیم اللہ عزم و ہمت۔ ذہانت اور فطانت کی وہ درخشندہ روائت ہے جو قابل تقلید ہے۔
آپ ضلع گجرات کے دور دراز غیر معروف گاؤں میں پیدا ہوئے۔ علم حاصل کرنے کے لئے ان کو جن جاں گسل مراحل سے گزرنا پڑا اس سے عہدہ برا ہونا ان کا ہی حصہ ہے۔ ان کی داستان حیات سے جہاں جدوجہد کا سبق ملتا ہے وہاں اس دور کے علمی معاشرہ کے مزاج کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ کتاب کم یاب اور پڑھانے والا بھی اتنا ہی کم یاب اور پھر پڑھانے میں بخل اور تعصب سے کام لینا اس دور کی روایت تھی۔

آپ کا تعلق جٹ وڑائچ گوت سے ہے۔ والد کا نام غلام قادر بن محمد حیات بن عبدالرحمان المعروف چوہدری بگا اپنے وقت کا بے مثل عالم دین تھا۔ مولوی محمد حیات قلم کا لکھا ہوا قافیہ ابن صاحب ہماری لائبریری میں ہے۔ اس نسخہ سے ان کے عالمانہ شکوہ مسترشح ہوتا ہے۔

مولوی غلام قادر گاکھڑہ ضلع گجرات میں ترہویں صدی کے ابتدا میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر سے حاصل کی پھر خواجہ سید عبدالرحیم ساکن منگووال کے درس میں شامل ہو کر علم طب کی تحصیل سیدن شاہ سے کی اور وہ اپنے وقت کے ماہر طبیب تھے۔ آپ زاہد، عابد، شب زندہ دار بزرگ تھے۔

مولوی کلیم اللہ اپنے والد کے منجھلے صاحبزادے تھے۔ اس دور میں علم حاصل کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔ پڑھانے والے کم یاب اور جو تھے پڑھانے میں بخل سے کام لیتے تھے۔ کتاب ناپید ذرائع آمدورفت دشوار گزار۔ معیشت تنگ۔ جسم و جاں کا رشتہ قائم رکھنے کے لئے محنت کشی کے علاوہ علم حاصل کرنا کارے دارتھا۔

آپ کی تعلیم قاعدہ بغدادی اور پہلا پارے قرآن شریف سے شروع ہوئی۔ اس وقت آپ کے استاد آپ کے والد تھے۔ آپ کا بڑا بھائی تیسرا پارہ پڑھ رہا تھا۔ آپ جو کچھ اپنے بھائی سے سنتے وہ آپ کو یاد ہو جاتا۔ آپ نے والد سے کہا کہ مجھے بھائی کے ساتھ شامل کر دیں مجھے تیسرا پارہ آتا ہے۔ آپ کے والد نے امتحان لیا آپ نے فرفر سنا دیا۔ آپ کے والد خوش ہوئے آپ کے لئے دعا کی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے قرآن ناظرہ پڑھ لیا اور آخری پارہ کی صورتیں بھی یاد کر لیں۔

فارسی ادبیات کی باری آئی تو آپ کے والد موسم سرما کی راتوں کو آپ کو سونے نہیں دیتے تھے۔ ایک پہر سونے کے بعد پھر اٹھا دیتے۔ اور شرینی کھلا کر علم کی تحصیل میں مصروف کر دیتے۔ درسی اسباق ختم ہوتے تو لکھائی کی مشق شروع ہو جاتی۔ شیخ سعدی کے کریما کے اشعار زمین پر لکھ دیتے اور کہا جاتا کہ یاد کر لو آپ نے والد سے پوچھا کہ شیخ سعدی کون ہے۔ والد نے سعدی شیرازی کے متعلق بتایا

Marfat.com

اور دعا کی کہ اللہ تمہیں سعدی جیسا عالم بنائے۔

آپ ایک دن سعدی کی کتاب کریما کا سبق یاد کر رہے تھے ایک عالم میاں پیر بخش ساکن کنگ اپنے بڑے لڑکے کامل دین کے ساتھ گا کھڑا میں آئے۔ کامل دین بوستان کا طالب علم تھا۔ کامل دین کتاب کی ورق گردانی کر رہے تھے کہ ایک کاغذ کا پرزہ کتاب سے نکلا اور نیچے گر گیا۔ کامل دین نے پرزہ اٹھا لیا میاں پیر بخش نے کامل دین کو کہا کہ اس کو پڑھ۔ بہت کوشش کے باوجود کامل دین ایک حرف بھی نہ پڑھ سکا۔ کلیم اللہ کے والد نے کلیم اللہ سے کہا پڑھ تو انہوں نے تھوڑی سی کوشش سے ساری عبارت پڑھ لی کامل دین کے باپ بیٹے کی سرزنش کی اور کلیم اللہ کو شاباش دی۔

فارسی کی کتابوں سے واحد باری، کریما، محمود نامہ، پند نامہ، تحفہ نصائح آپ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر پڑھ لیں اس کے بعد بوستان۔ گلستان۔ سکندر نامہ۔ مخزن الاسرار۔ تحفۃ الابرار انشا خلیفہ اور بہار دانش درسا پڑھیں۔

منیۃ المصلی، صرف بہائی، نحو میر، زرادی، انجانی مراح الوراح اور مائۃ عامل اپنے والد سے پڑھیں۔

آپ نے چودہ سال کی عمر میں استاد الانام فضلائے وقت حضرت میاں اسمٰعیل صاحب ساکن خنوالی کی خدمت میں حاضر ہوئے کنز الدقائق اور ہدایۃ النحو ان سے پڑھیں۔ آپ پورے دس برس ان کے ہاں رہے۔ میاں صاحب کبھی سفر پر جاتے تو میں کتب فارسی سماعی طور پر پڑھتا۔ حتیٰ کہ دفتر اول ابوالفضل تک سماعی طور پر پڑھیں۔ ہدایۃ النحو۔ کافیہ۔ شافیہ۔ شرح ملا جامی۔ شرح وقایہ ہدایہ اولیں قول اقوال۔ میر ایسا غوجی۔ بدیع المیزان۔ شرح عقائد۔ اصول شاشی اور توضیع الاصول مولانا سے پڑھیں مگر عدم تکرار کے باعث مباحث پر حاوی نہ ہو سکا۔

اسی دوران آپ پوشیدہ طور پر لاہور گئے۔ حضرت فاضل بگوی کے درس میں داخل ہوئے رہائش کا بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے واپس خنوالی آ گئے۔

حافظ نور الدین ساکن چکوڑی والا کے درس کا بڑا چرچا تھا۔ قرب و جوار کے لوگ ان سے مستفید ہو رہے تھے۔ سید محسن شاہ۔ صاحبزادہ سید عبداللہ شاہ ساکن بگووالی۔ قاسم شاہ۔ خواہر زادہ خان شاہ ساکن کیرانوالہ اس درس کے طالب علم تھے۔

میاں اسمٰعیل ساکن خنوالی اور حافظ نور الدین کے درمیان کچھ مسائل پر تنازع رہا۔ اس سلسلہ میں مولوی غلام رسول والد بزرگوار حافظ نور الدین اور کلیم اللہ کے ہمراہ ایک اور طالب علم کے درمیان تلخ کلامی ہو گئی۔

Marfat.com

گا گھڑہ اور خنوالی کے درمیان ایک میل کا فاصلہ تھا۔ مولوی کلیم اللہ کا معمول تھا کہ موسم گرما۔ سرما میں صبح سویرے اٹھتے ناشتہ کر کے خنوالی جاتے اور شام کو واپس آجاتے۔

مولوی کلیم اللہ کے والد صاحب مروت۔ دوستی بنانے والے اور سخی انسان تھے۔ گھر آئے مہمان کی خوب خاطر تواضع کرتے۔ ایک مولوی بدرالدین ساکن گولیکی تشریف لائیے۔ آپ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ مولوی کلیم اللہ مسجد میں گئے وہاں وقت کے عالم میاں عمر بخش بھی موجود تھے۔ مولوی کلیم اللہ ان کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ نے (کلیم اللہ) مولوی بدرالدین سے مولوی عمر بخش کی وساطت سے انشاد ابوالفصل کے ایک شعر کی تشریح پوچھی کہ شہنشاہ اکبر صرف ہندوستان کا شہنشاہ تھا۔ ابوالفضل نے اسے شہنشاہ جہاں کیوں لکھا ہے۔ مولوی بدرالدین نے منطقی جواب دینے کی کوشش کی جو کہ ان کا خود ساختہ اور کمزور تھا۔ کلیم اللہ نے جواب دیا کہ شاہ جہاں اور شاہ ہند کے عدد برابر ہیں اس لئے ان کو شاہ جہاں کہا ہے۔

مولوی صاحب گولیکی جانے لگے۔ تو مولوی کلیم اللہ ان کے احترام میں ایک میل تک ان کے ہمراہ گئے۔ راستے میں مولوی کلیم اللہ نے گزارش کی کہ وہ تلویح اور توضیع پڑھنے کے لئے کہیں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مولوی بدرالدین نے کہا کہ کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ کتابیں ہم پڑھا دیں گے۔ مولوی کلیم اللہ نے سوچا کہ ہر کوئی کہتا ہے لیکن کام کرنا مشکل ہوتا ہے۔

مولوی بدرالدین گولیکی چلے گئے۔ اور مولوی کلیم اللہ گاگھڑہ واپس آگئے۔

ایک دن سید محسن شاہ تشریف لائے اور حافظ نورالدین چکوڑی کے درس کی کیفیت بیان کی۔ چند روز کے بعد میاں نعمان جہلمی آئے انہوں نے بھی وہی حقیقت بیان کی اور کہا کہ میرے ساتھ آؤ میں تمہیں وہاں لے جاؤں گا۔ کلیم اللہ چکوڑی پہنچا۔ وہاں معلم اور متعلم دیکھے تو یہ محسوس ہوا کہ انہوں نے ابھی تک علم حاصل نہیں کیا صرف وقت ضائع کیا ہے۔

حافظ نورالدین مولوی کلیم اللہ کو غضب ناک نگاہوں سے دیکھتے رہے اور موقع بے موقع برا بھلا کہنے سے باز نہ آتے۔ اس زمانے میں محسن شاہ تلویح اور توضیع پڑھ رہے تھے۔ مولوی ابراہیم قطبی اور میر قطبی پڑھتے تھے۔ کلیم اللہ ان کے پاس بیٹھا خاموش سنتا رہتا تھا۔ دونوں صاحبان جو کچھ حافظ صاحب سے سنتے یاد کر لیتے۔ کوئی اعتراض نہ کرتے۔ تکرار کے وقت کلیم اللہ بھی حصہ لیتے۔ اور اعتراض کرتے۔ کلیم اللہ کے اعتراض کا جواب دونوں صاحبان کے پاس نہ تھا۔ کلیم اللہ نے پوچھا آپ صاحبان نے حافظ صاحب سے کیوں نہ پوچھا۔ دونوں نے جواب دیا کہ ہمیں اس کی جرات نہیں ہوتی۔ اسباق بہ سماع معین نہ ہوتے جب کلیم اللہ حاضر ہوتے سبق سن لیتے اور یاد کر لیتے۔

Marfat.com

سید محسن شاہ اور میاں نعمان جہلمی نے حافظ صاحب سے کہا کہ کلیم اللہ کو درس میں شامل کرلو۔ حافظ صاحب نہ مانے۔ مولوی عباداللہ سید محسن شاہ۔ مولوی یاسین ولد میاں نعمان وفد کی صورت حافظ صاحب کے پاس گئے۔ حافظ صاحب پھر بھی نہ مانے۔

ایک روز ایک شخص چند قلمی کتب برائے فروخت حافظ صاحب کے پاس آیا۔ حافظ اپنے چند دوستوں کے ہمراہ کتابیں دیکھ رہے تھے۔ مولوی کلیم اللہ بھی شامل تھے۔ ان کتابوں میں ایک کتاب چمقنی بھی تھی۔ جو کہ کلیم اللہ نے خرید کرنے کا ارادہ کیا۔ حافظ صاحب نے کلیم اللہ کی طرف غور سے دیکھا اور فرمایا کہ یہ شخص صرف بہائی کا ایک حرف تک نہیں جانتا چمقنی خریدنا چاہتا ہے۔

چند روز کے بعد حافظ صاحب نے کلیم اللہ کو کہا کہ اگر تم شرح ملا جامی پڑھنا چاہو تو شروع کرلو۔ شام کو سبق شروع ہوا۔ حافظ نے کلیم اللہ کی عبارت خوانی پر بڑی جرح کی۔ دوسرے دن کہا یہاں سے چلا جاو ورنہ خراب ہوگا۔

مولوی کلیم اللہ سے سید عبداللہ صاحب نے کہا کہ تم گولیکی چلے جاؤ۔ کلیم اللہ گولیکی پہنچے اور مولوی بدرالدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولوی صاحب بہت خوش ہوئے۔ مولوی غلام محمد اور حافظ محمد جو کہ مولوی بدرالدین کے شاگرد تھے ان دونوں سے کلیم اللہ کی ہمت بندھائی۔ کلیم اللہ نے ان کو بتایا کہ اس نے توضیع الوصول تک پڑھا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ کلیم اللہ صرف بہائی نہیں جانتا۔

مولوی بدرالدین نے کہا کہ کلیم اللہ مبتدی پڑھنا شروع کرے اور چھوٹی کتابوں کا سماع کرلیا کرو۔ معتدی مولوی صاحب کے پاس نہ تھی۔ مولوی کلیم اللہ کیرانوالہ گئے اور وہاں سے معتدی اُدھار لاکر نقل کرلی۔ اس کے بعد شرح عقائد خیالی پڑھنا شروع کی۔ پھر ان کتابوں کی دستیابی کا مسئلہ تھا۔ یہ کتابیں مولوی جان محمد کے پاس تھیں یہ صاحب بڑھاپے کی وجہ سے نابینا ہو چکے تھے۔ ان کا مختار کار بیٹا فیض احمد تھا۔

خنوالی کی تدریس کے وقت کلیم اللہ مولوی محمد عالم کھوڑی سے محمد جان صاحب کی طرف ایک خط حاصل کرلیا تھا۔ کلیم اللہ نے وہ خط مولوی جان محمد کی خدمت میں پیش کیں۔ وہ حجرہ میں تھے۔ فرمانے لگے بینائی جاتی رہی ہے۔ حقیقت بیاں کرو۔ کلیم اللہ نے عرض کیا کہ خیالی کا نسخہ درکار ہے۔ مولوی جان محمد فرمانے لگے۔ میں خیالی پر حواشی درج کیئے۔ ان حواشی کی وجہ سے یہ نسخہ دنیا بھر میں بے مثل ہے۔ جو اس کا مطالعہ کرتا ہے۔ اس کا استاد ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ نسخہ نہیں دیا جا سکتا۔

کلیم اللہ مسجد میں گئے۔ مولوی فیض احمد پسر مولوی جان محمد مولوی شمس الدین بہروکی سے قطبی پڑھ رہے تھے۔ کلیم اللہ کو دیکھتے ہی کتاب بند کرلی۔ اور آنے کا مقصد پوچھا۔ کلیم اللہ نے جواب دیا کہ

Marfat.com

خیالی کا نسخہ حاصل کرنے کی غرض سے مولوی جان محمد کے پاس آیا تھا۔ انہوں نے یہ نسخہ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ کلیم اللہ نے پوچھا کہ آپ قطبی پڑھ رہے تھے۔ پڑھنا کیوں بند کر دیا۔ مولوی شمس الدین کا انداز گفتگو یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اس بات کو مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔ کلیم اللہ نے گزارش کی آپ مولوی شمس الدین ہیں۔ قطبی پڑھا رہے ہیں۔ آپ نے یہ گمان کیا کہ کلیم اللہ باہر جا کر یہ کہے گا کہ مولوی فیض احمد قطبی پڑھ رہے تھے۔ آپ سبق جاری رکھیں۔ یہ کہہ کر کلیم اللہ چلے گئے۔

کلیم اللہ گولیکی چلے گئے اور شرح عقائد خیالی پڑھنا شروع کر دیا۔ قیام لاہور کے دوران کلیم اللہ نے دفتر اول الوالفضل میاں قطب الدین سے پڑھی۔

مولوی بدرالدین گولیکی کے درس میں مولوی محمد بخش کنز الدقائق حافظ محمد سے قطبی اور مولوی کلیم اللہ نے شرح عقائد اور خیالی پڑھنا شروع کی۔ مولوی صاحب صبح چاشت درس شروع کرنے اور رات گئے تک مسلسل پڑھاتے رہتے۔ کلیم اللہ درس کے علاوہ سماع کے طور پر بھی سبق پڑھتا۔ مطول معہ خطبہ چلپلی شروع کیا۔ ایک ایک سبق تحقیق کے ساتھ پڑھتے۔ اور دو تین روز تک ایک ہی سبق پڑھتے رہتے۔

کلیم اللہ جب ایک دفعہ سہ شنبہ کے روز مطوں کا سبق قالو وانا علیکم مرسلون پر پہنچے تو مولوی صاحب کی تقریر سے تسلی نہ ہوئی۔ دوسرے دن پھر وہی سبق پڑھا۔ پھر بھی بات ذہن نشین نہ ہوئی۔ تیرے روز بھی وہی حالت تھی آپ گھر واپس آئے اور منگووال سے مطول کا پشاوری نسخہ دستیاب ہوا۔ جس پر کچھ حواشی درج تھے۔ یہ نسخہ مولوی غلام مصطفیٰ کے پاس تھا۔ اس کا انہوں نے مطالعہ کیا اور ساتھ مدرسہ میں لے آئے۔ اگلے دن مولوی صاحب سے وہی درس پڑھنا شروع کر دیا۔ مولوی صاحب نے جب کہا کہ کلیم اللہ کی تشریح درست ہے۔ مولوی صاحب نے بُرا منہ بنایا کلیم اللہ نے کہا کہ کسی سے تفقہ کرا لیں۔ انہوں نے منگووال والا نسخہ ان کے سامنے رکھا۔ مولوی صاحب نے یہ بات تسلیم کر لی۔

کلیم اللہ نے مولوی محمد بخش کے ساتھ شرح وقایہ۔ سراجی۔ شرح ملا۔ دوبارہ سماع کے طور پر پڑھیں اور حافظ محمد کے ساتھ قطبی۔ میر قطبی۔ شرح حکمت شرع عقائد خیالی مطلول معہ میر زاہد۔ چلپسی بھی سماع کے طور پر دوبارہ پڑھیں۔

کلیم اللہ ایک دن گھر گئے ان کی عدم موجودگی میں حافظ محمد نے مطول کا سبق پڑھا اور فقط حقیقت اور مجاز کی تحقیق میں کہا کہ مولوی بدرالدین کہتے ہیں کہ یہ مقام کلیم اللہ پر واضع نہیں ہوا یہ بات سن کر کلیم اللہ کو تازیانہ لگا۔ مطلول اور میر زاہد لیکر تنہائی میں نہ جانے کتنے دن مطالعہ کرتے رہے۔ مطالعہ کے بعد ان کتابوں پر حاشیے لکھے۔ اور مولوی صاحب کے پاس لے گئے مولوی صاحب یہ حاشیہ دیکھ کر

Marfat.com

بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ کلیم اللہ نے اس مشکل مقام کو خوب حل کیا ہے۔اور حافظ محمد سے کہا کہ تو بھی اس مقام پر کلیم اللہ کا حاشیہ پڑھ لے تا کہ تجھ پر یہ مقام کما حقہ واضح ہو جائے۔ یہ حاشیے کلیم اللہ کی کتابوں پر درج ہے۔

تحصیل علم کے تین سال بعد مولوی صاحب سے کلیم اللہ نے رخصت لی اور موضع مچھیانہ میں آ کر اپنی درس گاہ قائم کر لی۔

مچھیانہ میں آپ کی آمد کا سال ۱۸۵۲ء ہے۔آپ مسجد کے متولی بنے اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا آپ کو معقولات۔ منطق۔ فلسفہ پر کامل دسترس حاصل تھی۔آپ نے کئی معقولات کی کئی کتابوں کا درس دیا۔ان میں ملاحسن۔ حمد اللہ۔ قطبی۔ میر زاہد۔ شرح موافقت۔ حسامی۔ نور الانوار شامل ہیں۔

آپ کے شاگرد بھی آپ کی طرح گم نامی کے پردے میں چھپ گئے۔ البتہ کچھ نام ملتے ہیں۔ مولوی عبدالکریم قلعہ دار۔ مولوی غلام محمد۔ ساکن ساہدوکی۔ مولوی احمد دین ساکن سندانوالہ۔ مولوی امام الدین ساکن گولے کی۔اس درس گاہ درخشندہ ستارے ہیں۔

آپ حنفی مسلک کے پیروکار تھے۔تصوف سے لگاؤ تھا۔اس موضوع پر ایک کتاب بھی لکھی۔ چشتیہ سلسلہ سے منسلک تھے۔اور خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے حلقہ ارادات میں تھے۔اپنے عقیدہ کے استحکام کے لئے آپ مباحثے کرتے تھے۔آپ مناظرہ اور مباحثہ کے میدان میں عظیم مرد میدان گنے جاتے تھے۔فرقہ اہل حدیث اور فرقہ احمدیہ سے آپ نے متعدد مناظرے کئے اور یہ بات تو اکثر کہی جاتی ہے کہ فرقہ اہل حدیث اور فرقہ احمدیہ سے کوئی عالم آپ کے مدمقابل نہیں آیا۔فرقہ اہل حدیث کی تردید میں متعدد رسالے تصنیف فرمائے۔ جو علمی لحاظ سے اعلیٰ پائے کی چیز ہیں۔فرقہ احمدیہ کی تردید میں ایک کتاب لکھی صاعقہ یزدانی جو اس موضوع پر سب کتابوں پر فائق نظر آتی ہے۔

آپ کے معاصر علمائے کرام خصوصاً پنجاب میں اور بالخصوص گجرات میں علمی درس گاہوں کے متولی اور مہتمم تھے۔اس وقت یہ درس گاہیں چکوڑی۔ منگوال۔ خنوالی۔ گولیکی۔ قلعہ دار۔ کیرانوالہ۔ شادیوال۔ دھریکاں میں قائم تھیں۔ اس وقت علمائے کرام مولوی شیخ احمد۔ حافظ نور الدین۔ صاحب زادہ محمد امین۔ مولوی محمد بخش۔ فخر الدین مولوی عنائت اللہ مولوی عبدالعزیز برنائی والہ۔ سید عباد اللہ منگووال۔ سید محسن شاہ۔ مولوی نعمان جہلمی۔ حافظ محمد فاضل۔ مولوی غلام احمد مدرسہ نعمانیہ لاہور غلام محی الدین نمک ساری۔ مولوی محمد عالم ساکن کھوڑی۔ مولوی شیخ عبداللہ۔ سید احمد ناظم شادیوال۔ فضل احمد قلعہ دار۔ مولوی نجم الدین شادیوال۔ مولوی عبدالکریم قلعہ دار۔ قاضی سلطان محمود اعوان شریف کے

Marfat.com

ساتھ آپ کے گہرے تعلقات تھے۔

تصانیف:

آپ نے ہر کتاب کا حاشیہ لکھا ہے جو بھی آپ کے زیر مطالعہ رہی اس بات کا احاطہ کرنا مشکل ہے کہ کون کون سی کتاب آپ کے زیر مطالعہ رہی۔

کچھ کتابیں کتب خانہ القرشیہ میں ملتی ہیں جن پر ان کے حاشیے درج ہیں۔

ہدایہ النحو۔ کافیہ۔ شافیہ۔ ملا جامی۔ قول اقوال بدیع المیزان۔ متبدی۔ ملاحسن۔ صدرا۔ حمد اللہ۔ میر زاہد شرح مواقف۔ قطبی۔ مطلول۔ شرع عقائد۔ اصول شاشی توضیع۔ کنز الدقائق۔ شرح وقایہ ہدایہ سراجی ابوالفضل شامل ہیں۔

فقہی مسائل: فتاویٰ مولوی کلیم اللہ

رسالہ ندیہ۔ در جواز گفتن الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

برزبان فارسی ۱۳۱۴ء

رسالہ در حرمت الحوم الخیل بزبان عربی

رسالہ فقہ مجہول الاسم

رسالہ در نکاح زن مفقود شوہر۔ بزبان فارسی ۱۳۱۶ء

رسالہ ملاسہ بزبانِ فارسی ۱۳۱۸ء

رسالہ در وقوف القرآن بزبان فارسی ۱۳۲۲ء

رسالہ نکاح غیر کفو بزبان فارسی

رسالہ در جواب اعتراضات قرآن بزبان اردو ۱۳۲۲ء

رسالہ در تردید وہابیہ در سلسلہ حرام وحلال بزبان عربی

رسالہ مسئلہ نکاح بزبان عربی

مسئلہ احترام استاد بزبان فارسی

جمل التمین در حرمت جمعہ در قریہ

رسالہ در جواب مولوی حافظ نورالدین چکوڑی

تذکرہ علمائے احناف

مسئلہ مسجد ضرار

Marfat.com

مسئلہ دادن صدقات بنام مشائخ

حضرت عمر کا ام کلثوم سے نکاح

صاعقہ یزدانی بر مذہب مرزا قادیانی بہ زبان اردو

رسالہ دررد فرقہ نجدیہ

ایضاً رسالہ دررد فرقہ نجدیہ

رسالہ بعیت در علم تصوف

قصہ اصحاب کہف

کرامات حضرت مجدد

تاریخ عالم چھ جلد

تاریخ خلفاء بزبان فارسی

سفر دھلی اور فرنگی محل:

مولوی کلیم اللہ کا علمی مقام پنجاب میں اعلیٰ وارفع مسلم تھا۔ علمائے دہلی اور فرنگی محل نے ایک دفعہ یہ کہا کہ علمائے پنجاب معقولات میں ہمارے مقابلے میں کم تر ہیں۔ علم معقول صرف ہم لوگ ہی مستند ہیں۔ مولوی کلیم اللہ نے دہلی اور فرنگی محل گئے اور وہاں کے علما سے ملاقات کی۔ آپ نے وہاں مباحثوں کا آغاز کیا اور ان پر سبقت حاصل کی۔ وہ لوگ آپ کا علمی تبحر دیکھ کر حیران رہ گئے۔ آپ فخر سے کہا کرتے تھے۔ کہ میں نے پنجاب کی آبرو رکھ لی ہے۔

علم و حکمت کا یہ روشن ستارہ اپنی پوری آب و تاب دکھا کر مچھیانہ کے افق پر ۱۳۲۴ء میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

مولوی عبدالکریم نے قطعہ تاریخ وفات لکھا۔

چوں کلیم اللہ صاحب مولوی — سوئے جنت رفت از فانی سرا
ہر یک از خورد و کلاں زیں حادثہ — از وفور غم شدہ ماتم نما
سال فوتش از مولوی عبدالکریم — خواست از ذوق دل طبع آزما
بانصیر دہلوی ہاتف بگفت — گو کلیم اللہ قضا کرد ہائے ہائے

۱۳۲۴ء

قطعہ تاریخ مولوی محمد عالم:

هيات مات العالم متبحر — فرد كليم الله فاضلانا اجل

Marfat.com

هیات قد طار العلوم به موته | هیات قد ذاهب العباده و العمل
ثم الحدیث فروعه و اصولوله | فی الفقه و تفسیر قد ظهر العلل
ختم البدیع مع الکلام بحیعتیه | ظهرت بعلم النحو الصرف العلل
علم الفضاحت و البلاغه قد ختم | من منطق قد هیات قد قطع الاصل
یبکی وما استفا قدانه | یا حسرتی ماجاء نا نعم البدل

العالم القرشی قال لموته

تاریخه ملك الکلیم قدازبحل ۱۳۲۴ء

وحید الدهر مولولنا الکلیم | فرید العلم بالعلم العلیم
ترحل باقضاد ومن الفنا | الی ابرو حیات الغیم
راه خازن الرضوان حقا | معه الحسنات و لقلیب السلیم
محائو من الله الکریم | نداراً قد غفرات ایا کلیمی

۱۳۲۴ء

فعدد عالم عدو المنادی

ازا هو فیه تاریخ الغیم

دریغا حسرتا آھا تاھا | کہ تحریز زمانہ ستدز دنیا
وحید الدھر در منقول و معقول | کلیم اللہ نامی نام والا
بہ علم صرف نحو، ہم معانی | سبق بردہ از خفش ہم زمزہ
جو ہر تقریر کافیہ لب کشادے | نمودے مل رضی و شرح ملا
بہ منطق بود ماہر بے نظیرے | چہ قاضی چہ احمد اللہ چہ صدرا
بہ تفسیر کلیم اللہ فائق | زفخر راضی و قاضی بیضاء

پروفیسر ایم اے سٹائن

آپ یکم فروری ۱۸۸۸ء سے اپریل ۱۸۸۹ء تک اورینٹل کالج لاہور کے پرنسپل رہے۔ علوم مشرقی کے ماہر تھے۔ اوران علوم کی ترویج وترقی میں آپ نے نمایاں کردارادا کیا۔ دوسری یورپی علوم مشرقی کے ماہر ڈاکٹر لیٹنر ہے۔ یہ عربی زبان کے ماہر تھے۔ آپ نے سارے ہندوستان کا دورہ کیا۔ عربی۔ فارسی۔ کی زبانوں کے ماہر تلاش کر کے انہیں پنجاب یونیورسٹی میں پڑھانے پر آمادہ کرتا تھا۔ ڈاکٹر لیٹنر

Marfat.com

گلگت بھی گیا تھا۔ اس نے یہ سارا سفر گھوڑے پر کیا۔

علامہ سید احمد مولوی عبدالکریم صاحب کے تایا تھے۔ ڈاکٹر لیٹنر علامہ صاحب سے ملاقات کر چکا تھا۔ لاہور میں پروفیسر سٹائن اور ڈاکٹر لیٹنر کی ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ پروفیسر ایم اے سٹائن علامہ سید احمد سے غائبانہ طور پر متعارف تھے۔ مولوی عبدالکریم کو اس حوالے سے قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یورپی قوم کا مزاج ہے کہ وہ اپنی رائے دینے میں بے باک اور تعلقات کو کچھ اہمیت نہ دیتے تھے۔ خوبی کا اعتراف کرنے میں بخل سے کام نہیں لیتے تھے اور خامی کا اعلان برملا کرتے تھے۔ مولوی عبدالکریم کے متعلق ان کی رائے ان کے عطا کردہ سرٹیفکیٹ سے عیاں ہے۔

Mulvi Abdul Karim joined the oriential college in 1883 and after 02 years study passed with credit the high profeincy in Arabic Mulvi Alam examination in 1896 the passed successfully the Munshi Fazal examinatyion in Persian while preparing simultaneously the highest Arabic Test 1st of University the Mulvi Fazal examination at the later he intents appearing in the present year.

His conduct has been exceptional and his industry of work has been satisfaction to his teacher.

M.A. Stein
Principal Oriental
College Lahore.

قاضی ظفر الدین احمد

قاضی ظفر الدین احمد ۱۸۸۱ء سے ۱۹۰۵ء تک اورینٹل کالج لاہور میں معلم رہے۔ مولوی عبدالکریم کے شفیق استاد تھے۔ آپ جنڈیالہ باغ والہ ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ مولوی عبدالکریم سے خصوصی تعلق تھا۔ ۱۲۹۴ء میں جب آپ نے سبعہ معلقہ کی شرح علق نفس لکھنی شروع کی تو مولوی عبدالکریم کے خانوادے کے کتب خانہ میں متعدد شروع منگوا کر استفادہ کیا منتھی العرب کے قلمی

Marfat.com

نسخہ پر سرورق پر لکھا (جو مولوی عبدالکریم کے کتب خانہ سے تھا) قد اشیعرت تلک الکتاب من حضرت مخدوم المکرم بتاریخ ۱۵ شعبان ۱۲۹۴ھ وانا العاضی ظفر الدین احمد

ان مراسم کی بنا پر وہ مولوی عبدالکریم پر خصوصی شفقت فرماتے مولوی عبدالکریم کے متعلق آپ کے خیالات ان کے عطا کردہ سرٹیفکیٹ سے عیاں ہیں۔

محمد عبدالکریم ولد مولوی فضل احمد متعلم مولوی فاضل کلاس اورینٹیل کالج لاہور۔ ایک معزز شریف خاندانی طالب علم تھے۔ مدت سے جانتا ہوں اور بلحاظ ان تعلقات کے جو مجھے اس سے رہے ہیں جب وہ میری کلاس میں تعلیم پاتا رہا میں نہایت خوشی سے ظاہر کرسکتا ہوں کہ یہ طالب علم ان امور میں ممتاز ہے جو کہ ایک لائق محنتی شریف اور ہر دلعزیز طالب علم میں ہونی چاہئیں۔ میرے خیال میں وہ ان خدمات کے سرانجام کے لئے بہمہ وجو کافی ہے۔ کہ وہ بہ لحاظ لیاقت۔ دیانت۔ ذمہداری ہر ایک اپنے لئے منتخب نہیں کرتیں۔ اس نے پرائیویٹ طور پر منشی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا ہے۔ اور پہلی دفعہ مولوی عالم کے امتحان میں پاس ہو گیا ہے۔

ظفر الدین مرحوم مولوی

اورینٹل کالج لاہور ۲۵ جنوری ۱۸۹۷ء

شمس العلماء مفتی محمد عبداللہ ٹونکی

آپ مولوی عبدالکریم کے نہایت ہی مہرباں اور شفیق استاد تھے۔ ان کے علم و ادب کا شہرہ سن کر ہی مولوی عبدالکریم لاہور آئے اور اورینٹل کالج میں داخلہ لیا۔ مولوی صاحب کو آپ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ تحریر و تسوید کے وقت وہ ان کو اکثر بلا لیتے اور فتوئی عموماً ان سے قلمبند کراتے۔ ۱۵ اپریل کو مولوی فاضل کا امتحان شروع ہو گیا۔ مولوی عبدالکریم تعلیم سے فارغ ہو گئے۔

مفتی صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار مولوی عبدالکریم کے بارے میں ان الفاظ میں کیا:

''میں تصدیق کرتا ہوں کہ محمد عبدالکریم قریشی خاندانی شریف۔ لائق نوجوان ہے تقریباً 4 سال تک اورینٹل کالج لاہور عربک ڈیپارٹمنٹ میں نہایت شوق۔ سرگرمی اور پوری توجہ کے ساتھ تعلیم حاصل کی ۱۸۹۵ء میں پنجاب یونیورسٹی کے سالانہ امتحان مولوی عالم میں شریک ہو کر اچھے نمبروں پر کامیابی حاصل کی جون ۱۸۹۵ء میں برابر مولوی فاضل کلاس میں نہایت کوشش اور مستعدی اور کمال شوق اور محنت سے کلاس مذکور کی نصاب کی تعلیم مکمل کی ۱۸۹۴ء میں پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل کے امتحان میں شامل ہوا۔ جس کی نسبت مجھے پورا اطمینان ہے کہ وہ ضرور اچھے نمبروں میں پاس ہو گا۔ مولوی

Marfat.com

عبدالکریم فارسی میں بھی لیاقت رکھتا ہے جس کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ متعلم مولوی فاضل کے اثناء میں اپنے ذاتی مطالعہ کے اعتماد پر ۱۸۹۵ء میں وہ پنجاب یونیورسٹی کے سالانہ امتحان منشی فاضل میں شامل ہوا اور بہت اچھے نمبروں میں پاس ہوا۔ عربک لٹریچر۔ فلسفہ۔ گرائمر۔ فصاعت و بلاغت۔ عروض۔ محمڈن لا۔ اور منطق میں کافی لیاقت رکھتا ہے۔ مجھ کو یقین ہے کہ امتحان مولوی فاضل کے نتیجہ شائع ہونے پر یہ لیاقت باضابطہ ثابت ہو جائے گی۔

محمد عبدالکریم نے اگرچہ انگریزی میں یونیورسٹی کا کوئی امتحان پاس نہیں کیا۔ چونکہ وہ ۴ سال برابر اورینٹل کالج کی انگریزی کلاس میں پڑھتا رہا۔ اس لئے میرے رائے میں انگریزی میں بھی اسے مڈل تک اچھی لیاقت ہے۔

محمد عبدالکریم قریشی قدرتی ذہن اور ساخت طبع کے لحاظ سے میں یہ یقین کرنے کی جرائت کرسکتا ہوں کہ وہ تھوڑے عرصہ میں کافی شہرت اور ناموری حاصل کرے گا۔ اور جس خدمت پر مامور ہوگا پوری لیاقت اور دیانت داری ہوشیاری اور سرگرمی سے انجام دے گا۔ اپنے افسروں کی خوشنودی اور اپنے لئے ترقی کا مستحق ثابت کرے گا۔"

المرقوم ۱۹ اپریل ۱۸۹۷ء مفتی محمد عبداللہ عربک پروفیسر اینڈ سپرنٹنڈنٹ، اورینٹل کالج لاہور۔ فیلو پنجاب یونیورسٹی۔

مولوی محمد عبدالکریم چوتھے نمبر پر کامیاب ہوئے۔ مفتی عبداللہ صاحب نے کریکٹر سرٹیفکیٹ عطا فرما دیا۔

"میں تصدیق کرتا ہوں کہ محمد عبدالکریم قریشی جو کہ ایک شریف خاندان اہل علم سے ایک لائق نوجوان ہے چار سال تک اورینٹل کالج لاہور کے عربک ڈیپارٹمنٹ سے باضابطہ تعلیم پائی ۱۸۹۵ء میں پنجاب یونیورسٹی کے سالانہ امتحان مولوی عالم میں شامل ہوکر اچھے نمبروں پر کامیابی حاصل کی۔ جون ۱۸۹۵ء مولوی فاضل کی کلاس میں شامل ہر کر بڑے شوق اور سرگرمی سے کلاس مذکور کے نصاب تعلیم کو پورا۔ اور مکمل کیا۔ ۱۸۹۲ء میں پنجاب یونیورسٹی کے سالانہ امتحان مولوی فاضل کے سالانہ امتحان میں شامل ہوکر بہت اچھے نمبروں پر کامیاب ہوا۔"

چونکہ مولوی فاضل کا نصاب تعلیم مندرجہ ذیل علوم کی اعلیٰ درجہ کی کتابوں پر مشتمل ہے اس لئے میں کافی اطمینان سے کہہ سکتا ہوں کہ مولوی محمد عبدالکریم علوم مندرجہ ذیل کا لائق ماسٹر ہے۔ تحصیل وعلوم کتب جو مولوی فاضل کی کلاس کے نصب میں شامل ہیں۔

ادب نثر مقامات حریری، دیوان متنبی دیوان حماسہ، دیوان علی ابن ابی طالب، بلاغت و

Marfat.com

فصاحبت میں مطول عروض میں عروض المفتاح، مناظرہ میں رشیدیہ منطق میں حمد اللہ، قاضی مبارک، فلسفہ میں صدرا، شرح محمد، ہدایہ شریف۔

محمد عبدالکریم قریشی اثناء تحصیل نصاب مولوی فاضل میں ۱۸۹۴ء میں پنجاب یونیورسٹی کے سالانہ امتحان منشی فاضل میں شامل ہوا اور اس امتحان میں اعلیٰ نمبروں پر پاس ہوا۔ اس لئے میں جرائت سے کہہ سکتا ہوں کہ محمد عبدالکریم پرشین لٹریچر کا بھی لائق استاد ہے۔

محمد عبدالکریم کی جودت طبع۔ استقامت۔ فکر اور اصابت رائے تعریف وتحسین کے قابل ہے۔ اس کا چال چلن نہایت مہذب اور شریفانہ ہے۔ وہ اپنے بزرگوں کے ساتھ نہایت سعادت مندی سے پیش آتا ہے۔ اور اپنے دوستوں کے ساتھ پورے حسن واخلاق سے معاشرت کرتا ہے۔ اور وہ اپنے فرائض ادا کرنے میں نہایت چست اور سرگرم اور وقت کا پابند ہے۔ وہ اپنے افسروں کی اطاعت۔ فرماں برداری اور حقوق افسری پر کامل توجہ رکھتا ہے۔ مجھے اس پر یقین کرنے میں کوئی تردد نہیں وہ ایک خدمت کو جو اس کے سپرد ہوگی۔ عمدہ لیاقت سے سرانجام دے گا۔ اور بہت جلد اپنے افسروں کی خوشنودی حاصل کرے گا۔

مفتی محمد عبداللہ عربک پروفیسر
سپرنٹنڈنٹ اورینٹل کالج
فیلو پنجاب یونیورسٹی لاہور

شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد سے ملاقات

آپ اکتوبر ۱۸۸۴ء سے ۱۸۹۰ء تک اورینٹل کالج کے استاد رہے۔ مولوی عبدالکریم کے زمانہ طالب علمی میں آپ اورینٹل کالج میں نہ تھے۔ آزاد اس وقت بیمار تھے۔ اور ذہنی بیماری میں مبتلا تھے۔ مولوی عبدالکریم کا کہنا کہ وہ گلے میں تسبیح ڈال کر ہمہ وقت سڑکوں پر پھرتے رہتے۔ ایک دفعہ مشہور تاجر کتب شیخ الٰہی بخش کی دوکان پر بیٹھے تھے کہ مولوی عبدالکریم کتاب خریدنے گئے۔ آٹھ آنے کی کتاب پر بحث ہوگئی۔ آزاد شیخ الٰہی بخش سے کہنے لگے بھائی یہ طالب علم ہے کوئی تاجر تو نہیں طالب علموں جیسا سلوک کرو۔ شیخ الٰہی بخش اپنی ضد پر قائم؟ رہے۔ شمس العلماء محمد حسین آزاد نے اپنی جیب سے ۴ آنے نکالے اور مجھے کتاب لے دی۔

لغت کی یہ کتاب ابھی تک مولوی صاحب کے کتب خانہ میں ہے اور اس کے سرورق پر نوٹ درج ہے۔

Marfat.com

مولوی عبدالکریم کا کہنا ہے کہ وہ مولانا ظفرالدین احمد کی جماعت میں پڑھ رہے تھے کہ شمس العلماء جنون کی حالت میں کمرے میں آ گئے۔ مولانا ظفرالدین بڑے احترام سے پیش آئے۔ آزاد مولوی عبدالکریم کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے۔ اس بچے کے ذہن میں انتشار ہے۔ نہایت تیز ترار عالم دین ہوگا یہ بات کہہ کر باہر چلے گئے۔

وہ کالج گیٹ پر چپ چاپ کھڑے تھے کہ گھنٹہ بجا میں جماعت سے باہر آیا تو انہیں دیکھا جا کر اس خاموشی کے اتھاہ سمندر میں پتھر پھینکا اور کہا مولانا آپ نے مجھ میں انتشار کی کیا بات دیکھی تھی۔ آپ نے یکدم مولوی صاحب کو گلے لگا لیا نام اور پتہ پوچھا جب مولوی صاحب نے کہا کہ وہ گجرات کے گاؤں قلعہ دار سے لائے ہیں اور مولوی فضل احمد کے بیٹے ہیں تو آزاد فرط محبت سے دوبارہ بغل گیر ہو گئے۔ حوش وحواس واپس لوٹ آئے۔ کہنے لگے میرے پاس اردو شاعروں کا تذکرہ تھا جس کا دوسرا قلمی نسخہ گجرات میں تھا۔ آپ کے والد محترم نے مجھے گجرات والا نسخہ مہیا کیا۔ میں نے ان کا بے حد ممنون ہوں مجموعہ نغز کا قلمی نسخہ محمد حسین آزاد کے پاس تھا۔ اس کے مصنف حکیم قدرت اللہ قاسم دہلوی کے بزرگوار میں سے حضرت میراں فاضل گجرات۔ گجرات میں مسجد لوہاراں کے خطیب تھے۔ ان کی اولاد میں محمد صالح گجراتی صاحب سنگھ کے دور میں عالم دین تھے۔ ان کی علمی درس گاہ پنجاب میں مشہور تھی۔ مولوی فضل احمد کے والد بزرگوار خان محمد کے مولوی محمد صالح کے خانوادے سے قرابت تھی۔ حکیم قدرت اللہ قاسم کا ایک نسخہ یہاں موجود تھا۔ مولوی فضل احمد کے آزاد سے کب اور کس طرح مراسم مرتب ہوئے۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا۔ بہر حال مولانا آزاد کے ایما پر مولوی فضل احمد نے آزاد کے مملوکہ نسخے اور گجرات والے نسخہ کا مقابلہ کیا۔ آزاد کے نسخہ میں ایک ورق افتادہ تھا۔ مولوی فضل احمد نے وہ نقل کر کے آزاد کا نسخہ مکمل کر دیا اور لاہور بھجوا دیا۔

گجرات والا نسخہ ۱۹۴۷ء تک مولوی محمد صالح گجراتی کے لواحقین کے پاس موجود رہا۔ ۱۹۴۷ء گجرات کے مشہور تاجر منشی ظہور الدین ناصر نے یہ تذکرہ اور منشی گنیش داس وڈیرہ کی چہار باغ پنجاب کا قلمی نسخہ نو روپے میں ریاست جموں کے ایک آدمی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اس طرح یہ دونوں کتابیں جموں منتقل ہو گئیں۔

محمد رمضان تبسم قریشی

مولوی محمد عبدالکریم کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ ۲۳ جنوری ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش موضع ترکھ ضلع گجرات۔ جو کہ آپ کے ننھال کا گاؤں تھا ہوئی۔ آپ کا نام

Marfat.com

برکت علی رکھا گیا۔ مگر جنوری ۱۸۹۹ء میں رمضان شریف کا مہینہ تھا اس لحاظ سے آپ کا نام محمد رمضان رکھا گیا۔

آپ کی ابتدائی اور انتہائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی۔ آپ نے جس گھر میں آنکھ کھولی اس میں علم و ادب کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ آپ نے عربی۔ فارسی ادب کی تکمیل کے بعد درس نظامی کی کتب۔ قرآن۔ حدیث۔ اپنے چچا مولوی محمد عالم سے کی۔ درس نظامی کے بعد طب کی تعلیم اپنے دادا مولوی فضل احمد سے حاصل کی۔

جوبلی ہائی سکول وزیر آباد سے میٹرک کا امتحان پاس کیا ۱۹۲۳ء میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا ۱۹۱۴ء میں فوج میں کلرک بھرتی ہو کر بنوں اور کوہاٹ میں اپنی خدمات سرانجام دیں۔ جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد فوج سے فارغ ہو گئے۔

فوجی خدمت سے فارغ ہو کر آپ جوبلی ہائی سکول وزیر آباد میں فارسی کے معلم تعینات ہوئے۔ اس زمانہ میں نسیم حجازی اس سکول میں طالب علم تھے اور آپ کے شاگرد رشید تھے۔

وزیر آباد میں معلمی کے دوران آپ نے بچوں کے لئے نظمیں لکھیں۔ اور پمفلٹ کی صورت میں ایک مجموعہ حیات تبسم کے نام سے شائع کیا۔ مناجات الٰہی کا دوسرا سلسلہ عرض تبسم کے نام سے شائع ہوا۔ نغمہ طلبا بچوں کے لئے لکھا۔ یہ سلسلہ اس قدر مشہور ہوا کہ گلی گلی ان کا یہ نغمہ گونج رہا تھا۔

جب صبح کی چڑیا بولتی ہے	لب تیری ثنا میں کھولتی ہے
میں اٹھتا ہوں اور نہاتا ہوں	تیری یاد میں مست ہو جاتا ہوں

دیہات سدھار کی تحریک

تبسم صاحب نے گاؤں میں آنکھ کھولی۔ اور گاؤں کے مکین کی زندگی کے شب روز آپ کے سامنے تھے۔ ہندو آبادی معاشی لحاظ سے آسودہ حال تھی اور مسلمانوں (کسانوں) کے حصہ میں کھیت اور کھیتی باڑی کی مشقت تھی۔ ہندو سود پر ادھار دیتا اور جب فصل تیار ہوتی فصل کا ثمر ہندو ہاں اور مشقت دہقان کے پاس رہ جاتی۔ تبسم صاحب نے مسلمان زمینداروں کی حالی کی تصویر کشی '' دہقان کے گیت '' کے نام سے کی۔

میں کھیت بونے والا	سیدھا سا بھولا بھالا
بنیے کا تر نوالہ
سو قرض لے کر دو سو	ہر سال دینے والا

Marfat.com

جو کچھ کما کر لاؤں بھینٹ اس کی میں چڑھاؤں
جو چیتھڑے ہیں پہنے مٹی میں سب اٹے ہیں
نے مال ہے نے زر ہے اک مفلسی کا گھر ہے
کوئی نہیں ہے انسان جو مجھ سا ہو پریشاں
کھانے کو کچھ نہیں ہے کپڑے میرے پھٹے ہیں
جو میرا مدعا ہے پیداوہ کب ہوا ہے
گویا کہ ہو چکا ہے
جینا حرام میرا دہقاں ہے نام میرا

ایک دوسری نظم میں تبسم صاحب دہقاں کی زندگی کی منظر کشی کرتے ہیں۔

اے زمیں کے کھودنے والے کساں اے خستہ تن سخت جانی سے تیری ہے رونق باغ وطن
زندگی کی نرم راہیں تیری قسمت میں نہیں جو بھی منزل پیش ہے وہ منزل ہے کٹھن
جیٹھ کی لو سے نہیں خائف تیرا عزم عمل سردی نہیں ہے تیرے لئے ہمت شکن
تیری محنت نے کھلائے ہیں ویرانوں میں پھول جنکے نظاروں سے شرماتا ہے گلزارِ عدن
تیری کوشش سے زرِ خالص اگلتی ہے زمیں جوئے خوں سے سینچتا رہتا ہے تو کشت و چمن
جاں فشانی سے تیری روز ازل سے ہیں گواہ
شام کی دھندلی فضا اور صبح کی نوری کرن

کسانوں کی بہبود اور مسلمانوں کی تعلیم کے لئے 1915ء میں نواب سر فضل علی زمیندار ایجوکیشنل کی بنیاد ڈالی۔ اس ایسوی ایشن نے ایک ایسوی ایشن ہائی سکول قائم کیا جس کا نام ضلع کے ڈپٹی کمشنر کولڈ سٹریم کے نام پر رکھا گیا۔ نواب صاحب کے ہمراہ اس ایسوی ایشن میں سید شبیر حسین بخاری اور تبسم صاحب تھے۔ تبسم صاحب نے ایجوکیشنل ایسوی ایشن کے اغراض مقاصد کو نظم کی صورت میں پیش کیا۔

میرا جی ہے سناؤں آج محفل میں وہ باتیں
کہ جنکی یاد سے ہوتی ہیں روشن تیرہ تر راتیں
حقیقت کے رخ انوار سے اک پردہ اٹھاؤں میں
جمال عہد ماضی برملا سب کو سناؤں میں
شرابِ حال سے لبریز ساغر دور میں آئے

Marfat.com

بقائے قوم کا نشہ عمل میں جذب ہو جائے

نہیں بھولے وہ دن جب کہ جہالت کا اندھیرا تھا
بھیانک رات کی تاریکیوں نے فلک گھیرا تھا
یہ جنگل تھا لق و دق اس میں تھی آباد ویرانی
مثالِ آب حیواں اس جگہ کم یاب تھا پانی
یہاں علم و عمل کی روشنی آتے بھی ڈرتی تھی
ہمارے خوف سے چھپ کر بسر اوقات کرتی تھی
گھرا تھا کاروان زندگی اپنا بلاؤں میں
مرض سے بے خبر تھے ہم یقیں تھا کم دواؤں میں
رواں تھیں اور قومیں منزل مقصود کی جانب
بڑی جاتی تھی ناؤ ساحل مقصود کی جانب
مگر ہم بے خبر طوفاں کی گودی میں سوئے تھے
شراب بے خودی میں بے طرح اوساں کھوئے تھے
نظر کے سامنے طوفان پر طوفان اٹھتے تھے
سلا دیتی تھی غفلت گر کبھی ان جان اٹھتے تھے
یہ طوفان جہالت تل گیا ہم کو مٹانے پر
ہوا مامور اک مرد خدا ہم کو بچانے پر
عمل کے بحر میں موجوں کا اک عالمگیر ریلا تھا
ہمارا ناخدا ان کے مقابل میں اکیلا تھا
مگر معیار علم و عمل برپا کر دیا اس نے
بنائے قوم کا سامان مہیا کر دیا اس نے
زبان بے زبانی سے عمارت یہ بتاتی ہے
کہ استقلال ہمت گوہر مقصود پاتی ہے
یہاں تعلیم پاتے ہیں سبھی اقوام کے بچے
کہیں ہندو ہیں کہیں سکھ ہیں کہیں اسلام کے بچے
نیا دو سال سے ہے اس زمین میں انقلاب آیا

Marfat.com

اب بامِ مقدر پر اک چمکتا آفتاب آیا
وہ جسکے دورِ وافر سے ہوئے روشن سیاہ خانے
ہوئے شاداب جس کے لطف سے سالوں کے ویرانے
وہ پھونکی جس نے روح زندگی مشرق سے مغرب تک
وہ جس کے دور سے سارا ضلع سیراب ہے بے شک
رواں سے ہر طرف سیلاب اصلاح وترقی کا
ملا ہے گوہرِ نایاب اصلاح وترقی کا
نہیں مقصود فیض اس کا کسی ہندو مسلماں سے
مثالِ آفتاب اس کو محبت ہے ہر انساں سے
ہمارا حاکم اعلیٰ مربی مدرسہ کا ہے
عمارت یہ اس کی مہربانی کا کرشمہ ہے
مداوا ہو رہا ہے ان دنوں آشفتہ حالی کا
ہمیں ہے فخر یہ منبع بنا روشن خیالی کا
عجیب کیا ہے اگر ہم سرخرو ہوں دل کے ارماں سے
کہ سنگ ریزے گہر بنتے ہیں خورشید درخشاں سے
زمیندارو تمہارے بعد جو نسلیں بھی آئیں گی
یہ چشمے علم کا جاری ہے اور وہ فیض پائیں گی
ضرورت ہے کہ تم ان قربانیوں کو جوش میں لاؤ
جگاؤ غیرت قومی اور ہوش میں آؤ
اگر ابھی نہ تم نے فرض کی عظمت کو پہچانا
تمہیں لازم ہے اس تختہ ہستی سے مٹ جانا

نواب سر فضل علی زمیندار ایسوسی ایشن کے سیاسی بازو تھے۔ آپ ایسوسی ایشن کی بقا اور جلا کے لئے پنجاب کے حاکموں کو دعوت دیتے۔ اور اپنی تعلیمی کارگزاریوں سے مطلع کرتے۔ آپ کا جاہ وقار حکومتی حلقوں میں موثر تھا۔ گورنر پنجاب ہز ایکسلینی سر ہربرٹ ولیم ایمرسن سے نواب صاحب کے خصوصی مراسم تھے۔ وہ نواب صاحب کی دعوت پر گجرات تشریف لاتے۔ یہ نواب صاحب کی فراست کا کمال تھا یا تبسم صاحب کی نظموں کا جمال زمیندار سکول (کواٹر سٹریم) کو کالج کا درجہ دے دیا گیا۔ یہ

Marfat.com

نواب کی سیاسی معاونت۔ بصیرت۔ سید شبیر حسن کی محنت اور تبسم صاحب کی صحافیانہ کارگزاری کا اظہار زمین دار کالج کی شکل میں نمودار ہوا۔

آپ زمیندار ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کے سرگرم رکن تھے۔ نواب صاحب کے دست راست کی حیثیت رکھتے تھے۔ مسلمانوں کی تعلیمی حالت سدھارنے اور مدرسہ کی فلاح و بہبود کے لئے تگ و دو کرتے رہے۔

مدرسہ کی فلاح و بہبود کے لئے سید شبیر حسین بخاری اور تبسم صاحب نے حیدر آباد دکن کا سفر کیا۔ نواب حیدر آباد سے ملاقات ہوئی۔ نواب صاحب نے وعدہ کیا کہ میں اس ادارے کے سارے اخراجات برداشت کروں گا۔ واپسی پر یہ دونوں حضرات پانی پت ٹھہرے۔ وہاں مولانا الطاف حسین حالی کی برسی منائی جارہی تھی۔

برسی کا آغاز صبح 11 بجے شروع ہوا۔ اس اجلاس میں شریک حضرات میں کونسل جنرل افغانستان۔ مولانا حسرت موہانی۔ مولانا شوکت علی۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال۔ سر اکبر حیدری۔ علامہ عبداللہ یوسف علی۔ سر سید راس مسعود۔ ڈاکٹر انصاری۔ خواجہ حسن نظامی۔ ایچ۔ ایس اے جعفری ڈائریکٹر انفارمیشن گورنمنٹ آف انڈیا۔ خان احمد حسین خان۔ نواب سراج الدین۔ بی اے حلیم۔ چانسلر مسلم یونیورسٹی۔ نواب زادہ سید الظفر خاں شامل تھے۔ نواب بہاولپور نے جلسے سے خطاب فرمایا۔

رات کو محفل شاعرہ منعقد ہوئی صدارت اصغر مرادآبادی نے کی۔ حسرت موہانی نے دوسرے شاعروں کے علاوہ غزل پڑھی۔ جو کہ پسند کی گئی۔ تبسم قریشی نے سر سید و حالی کے عنوان سے ایک طویل نظم پڑھی۔ لحن داؤدی دلوائی سے مالا مال شخصیت کی طرز ادا نظم میں ملی جذبات کی ترجمانی اور پڑھنے والے کی خصوصیت کا کمال تھا کہ اس نے مشاعرہ لوٹ لیا۔ اس نظم پر بے پناہ داد دی گئی۔

صحافی زندگی

تبسم صاحب کی صحافی زندگی کا آغاز ۱۹۲۹ء میں وزیر آباد میں ملازمت کے دوران ہوا۔ آپ نے ایک انجمن کی بنیاد رکھی جس کا نام افتخار ایجنسی تھا۔

آپ نے علامہ اقبال کی یاد میں ایک رسالہ بعنوان اقبال جاری کیا۔ یہ پہلا رسالہ ہے جو کہ علامہ اقبال کی زندگی میں جاری ہوا۔ یہ اردو کے ممتاز ترین رسائل میں سے تھا۔ اس میں دنیائے ادب کے مسلمہ شاعر اور ادیب کے اعلیٰ ادبی، علمی، تاریخی، مضامین شائع ہوتے۔ ہندوستان کے مایا ناز رئیس خان بہادر نواب احمد یار خان دولتانہ رئیس لڈن اس کے سرپرست اور مربی تھے۔ اسکے صرف سات شمارے نکلے۔ پھر نواب سر فضل علی کی خواہش کے مطابق تبسم صاحب گجرات آگئے۔

Marfat.com

گجرات آکر انہوں نے نواب سر فضل علی کے ایما پر دسمبر ۱۹۳۳ء کو ہفت روزہ اخبار محب کساں جاری کیا اس کا پہلا شمارہ دسمبر ۱۹۳۳ء کو نکلا۔ سید شبیر حسین بخاری اس کے ڈائریکٹر تھے۔ تبسم صاحب مدیر اور قاضی فیض محی الدین مدیر معاون تھے۔

اس ہفت روزہ کا مقصد۔ اصلاح دیہات اور فروغ علم تھا۔ اس کی پیشانی پر لکھا تھا۔
زمانہ نام ہے میرا تو میں سب کو بتا دوں گا۔

کہ جو تعلیم سے بھاگیں گے نام ان کے مٹا دوں گا

اس ہفت روزے میں تحریک دیہات سدھار۔ فلاح و بہبود کسان ضلع کی ہفتہ بھر میں خبریں۔ منظومات اور اصلاحی مضامین شائع ہوتے تھے۔ یہ ہفت روزہ دلی۔ لکھنؤ۔ اعظم گڑھ تک پڑھا جاتا تھا۔ اس کے سرورق پر تبسم صاحب کی نظم ہوتی۔ ۱۹۳۵ء میں تبسم صاحب نے محفل مشاعرہ کی بنیاد رکھی۔ ہر مہینے ایک طرحی مصرعہ دیا جاتا اور پنجاب بھر کے شعراء اس میں اپنی طرحی غزلیں لکھ کر ارسال کرتے۔ اس ہفت روزہ میں اصلاحی مضامین کے علاوہ فکاہی کالم "چھلتی نظر" کے عنوان سے چھپتے۔[2]

نواب صاحب کی وفات کے بعد تبسم صاحب نے اپنی خدمات فوج کے حوالے کر دیں۔ اور انڈین آرمی ایجوکیشن کور میں بطور کیپٹن بھرتی ہو کر کو میلا۔ پہلگام میں اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ فوج کی نوکری کا تسلسل پاکستان بننے کے بعد بھی جاری رہا۔ ۱۹۵۰ء کی دہائی کے وسط میں ریٹائر ہو کر دوبارہ گجرات میں آئے تو ایک ہفت روزہ غازی کے نام سے جاری کیا۔ یہ ہفت روز فوج کی بری۔ بحری اور ہوائی شاخوں کا ترجمان تھا۔ اسمیں بھی علمی۔ ادبی معیاری قسم کے مضامین شائع ہوتے۔

۱۹۵۰ء ۱۹۶۰ء کی دہائی میں تبسم صاحب قدرے پس منظر میں چلے گئے۔ اس کی وجہ شاعری میں سیاست در آئی۔ شاعری کا مزاج سیاسی بن چکا تھا۔ وہ شاعر کامیاب تھا جو چند حواری اکٹھے کر کے مشاعرہ میں تالیاں بجوالیتا عظیم شاعر بن جاتا۔ مزاحمتی شاعری نے بھی پاکستان میں جنم لیا۔ اس کے علاوہ علاقائی شاعری بھی پاکستان میں در آئی۔ پنجابی شاعری۔ پشتو شاعری۔ سندھی۔ بلوچی۔ بنگالی۔ اردو کے علاوہ تھی۔ اس میں علاقہ ادب کو فروغ تو کم ملا مگر قومی زندگی میں تفریق کے بیج بو دیئے گئے۔ کم سواد مسیحا بن گئے۔ نا خدا۔ خدائی کا دعویٰ کرنے لگے۔ تبسم صاحب اس قماش کے لوگوں میں سے نہ تھے۔

تبسم صاحب قادر الکلام شاعر تھے۔ اردو۔ فارسی۔ اور پنجابی تینوں زبانوں میں بلا تکلف شعر کہہ لیتے تھے۔ آپ نظم اور غزل کے شاعر تھے۔ آپ کی طویل نظمیں لکھتے تھے۔ آپ کا شعری سرمایہ کسی بھی اردو شاعر کے شعری سرمایہ سے زیادہ ہے۔ آپ نے غزلیات کے سلسلے میں میر تقی میر کی طرح کئی دیوان تحریر کئے ہیں۔ ایک ایک ضخیم دیوان پانچ شعری غزلوں کا دیوان۔ 7 سات شعری غزلوں کا

Marfat.com

دیوان۔ گیارہ شعری غزلوں کے دیوان۔

حفیظ جالندھری سے آپ کے دیرینہ مراسم تھے۔ خود ان کا شعر ہے۔

حفیظ خوشنوا کی دوستی کا فیض ہے ورنہ
تبسم راز دار شعر کے اسرار کیا جانے

علامہ تاجور اور عبدالمجید سالک کے ساتھ آپ کے دوستانہ مراسم تھے۔ عبدالمجید سالک صاحب تبسم صاحب پر گونہ زودگو اور مفید گو کہا کرتے تھے۔

آپ کی غزلیں بزم احباب اور مجلس مشاعرہ میں دادوصول کرتیں۔ محب کساں اور غازی کے ہر پرچہ میں شائع ہوتیں۔

لاکھ روکا دل نے لب پہ ذکر یار آ ہی گیا
ضبط دل کو روندتا دیوانہ وار آ ہی گیا

شمع محفل میں کوئی پروانہ وار آ ہی گیا
جان کی بازی لگا کر جاں نثار آ ہی گیا

کن کے حصے سے کھلا جب میکدہ روز الست
طالب ہستی کوئی مستانہ وار آ ہی گیا

میکشو اٹھو شراب حسن پھر بٹنے لگی
میکدہ پر گھر کے ابر نو بہار آ ہی گیا

آج دیکھا ہے حسن نے مجھ کو اس انداز سے
بجھتی امیدوں پہ پھر تازہ نکھار آ ہی گیا

ان گنت ہنستے رہے جور و جفا اہل وفا
غم گساری کو مگر روز شمار آ ہی گیا

دل کی دنیا میں کسی کافر کی گنجائش نہ تھی
دل کی کافر یہ اف بے اختیار آ ہی گیا

قافلے اہل عدم کے جا رہے تھے بے خطر
زندگانی کا اچانک کارزار آ ہی گیا

موت نے مہلت نہ دی دیدار حسن یار کی
ڈھونڈتا محشر میں مجھ کو حسن یار آ ہی گیا

Marfat.com

عزم کعبہ سے چلے تھے رب کعبہ کی قسم
رہزن لیکن کہیں سے ہر دوار آ ہی گیا
عشق کی راہ میں ہزاروں مشکلیں درپیش تھیں
منزل مقصود پر دل کا فگار آ ہی گیا
جذب صادق کچھ رکھا ہے اپنی تابانی کا رنگ
کوئی برباد تمنا آشک بار آ ہی گیا
تھا تبسم کا ترنم سوز دل سے ہم قدم
اہل محفل کو یہ شائد ساز گار ہی آ گیا

علامہ اقبال سے عقیدت

آپ کو علامہ اقبال سے بے حد عقیدت تھی ان کی خدمت میں حاضری دیتے رہتے اور عقیدت کا رشتہ استوار رہتا۔ بزم اقبال سب سے پہلے تبسم نے تشکیل دی۔ علامہ کی زندگی میں یہ بزم ظہور پذیر ہوئی۔ ایک ماہ نامہ اقبال کے نام سے جاری کیا۔ جس کے سرپرست نواب احمد یار خان دولتانہ تھے۔ علامہ اقبال کی وفات پر آپ نے محبت کساں کا اقبال نمبر جاری کیا۔ پھر ہر سال یوم اقبال پر طویل نظم لکھتے جو یادِ اقبال کے سلسلے میں پڑھی جاتی پھر اقبال کی نظموں پر نظمیں لکھیں۔ عمر کے آخری حصہ میں کلام اقبال کا پنجابی ترجمہ کرنا شروع کیا۔ لالہ طور کا ترجمہ مکمل ہوا تبسم دنیا سے رخصت ہو گئے۔

علامہ اقبال کے حضور میں

اے کہ تو تھا آشنائے حسن بزمِ شش جہات
اے کہ دردِ عشق ملت تھے تیرے ذات و صفات
اے کہ تھا سوز و گذار آرزو سے شاد کام
اے کہ تیری ترجمانی تھی حقیقت التفات
اے کہ تھا تو گلشن ہمت کا مرغ خوشنوا
خوش نوائی سے تیری جاگی بہار کائنات
وہ ترانے تو نے گائے زندگی کے ساز پر
جس کی لے میں ہوئے ہیں فاش اسرار حیات
تیرا رگ رگ میں رواں لاتقنطو کا تھا لہو

Marfat.com

نا امیدی تیری امیدوں سے کھا جاتی تھی مات

ملت خفتہ ہوئی بیدار نغموں سے ترے
سحر پیدا ہوئی بھاگی سیہ بختی کی رات

دستکِ آن خودی سے درہزاروں کھل گئے
بہر استقبال ہر در پہ تھے تعمیری نکات

آگیا سیلاب بے دردی اُمڈ کر آگیا
موجزوں خود اعتمادی کا ہوا بحر فرات

بے حسی کا دور دورہ مٹ گیا اسلام سے
بے حسی سے عالم اسلام نے پائی نجات

باہمی درد و اخوت کی لگن پیدا ہوئی
درد ڈھاکے میں اٹھے بے حال ہیں اہل سوات

شہسوار زندگی تھی پر بہار زندگی
شام آہوں پر نہ تھی ایمانداروں کی برات

جذبہ عشق محمد میں تو جو کچھ کہہ گیا
اس کا اک اک لفظ ہے شیریں تراز قند نبات

قوم بے مائیہ کو تونے دیا ہے سوزدل
سوزدل جس پہ قرباں ہوگئے عزو و ثبات

تیری پرواز تخیل میں پاکستان تھا
رہبری میں قائداعظم کی آیا تھا وہ بات

قائداعظم کے عزم آہنی کی ضرب سے
ریزہ ریزہ ہوگئے اغیار کے لات و منات

روح قرآنی سموئی تونے اک اک شعر میں
شعر پڑھ کر بھی تیرے سمجھے نہیں قرآن کی بات

تظمیں برکلام اقبال۔ پرواز اقبال کے سائے میں
تھا خزاں پامال ویراں حسن رنگیں چمن
باغ بائیاں ہوس نے لوٹ کھایا تھا وطن

Marfat.com

نغمہ بلبل کا نہ تھا شورش داغ و دوغن
سب بگڑ کر رہ گئے تھے باغبانی کے چلن

پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
پھر مجھے نغموں پہ اکسانے لگا مرغ چمن

یک بہ یک باغ چمن میں چل پڑی باد بہار
ایک جھونکے میں اڑے غارت گری کے تاجدار
جا چکا دور خزاں آیا امیدوں پر نکھار
پھوٹ نکلی شاخ زاروں سے بہار زر نگار

پھول ہیں صحر میں یا پریاں قطار اندر قطار
اُودے اُودے۔ نیلے نیلے پیلے پیلے پیرہن

کیا اثر دکھلا گئی مظلوم کی فریاد صبح
طلعت بیدار پر آئی ہے غالب دار صبح
شام غم نے جن کو مارا تھا ہوئے دلشاد صبح
اک اچمبھا ہوگئی ہے مختصر رو داد صبح

برگ گل پہ رکھ گئی شبنم کا موتی باد صبح
اور چمکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن

اب کہاں آزاد یاں دیں رکابی کے لئے
کچھ کشمکش باقی نہیں۔ دورِ خضابی کے لئے
کوئی میداں بھی نہیں جور خرابی کے لیے
صاف اور سیدھی راہیں ہیں کامیابی کے لئے

حسن بے پرواہ کو اپنی بے نقابی کے لیے
ہوں مگر شہروں سے بن پیارے تو شہر اچھے کہ بن

آگیا اصلی۔ ٹھکانے پر دماغ زندگی
ہوگیا شاداب اور خوش رنگ باغ زندگی
کتنا روشن ہے اُمیدوں کا چراغ زندگی
خود شناسی کی سے بھرے ایاغ زندگی

Marfat.com

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

کامیابی سے ہے متوالوں کی مستی جذب و شوق
مردہ دل کے واسطے سامان ہستی جذب و شوق
دل کی دنیا میں نورِ حق پرستی جذب و شوق
تن آسانی میں کبر و تعرو و ہستی جذب و شوق

من کی دنیا میں سوز مستی جذب و شوق
تن کی دنیا تن کی سود و ہوا مکر و فن

رکھ خلوص درد سے آباد دل کی سرزمین
اس میں پیدا کر عزائم کی بلندی اور یقین
کشت دل سے سر بسر زرخیز سر سبز و حسیں
اس کا حاصل دولت دنیا سرور و کیف دیں

من کی دنیا ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی ہے
تن کی دنیا چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن

جن ارادوں میں ہیں پامردی و عزم و ثبات
چھین لیتا ہے قدر ان سے ادورِ حیات
گردش افلاک کی ہر چال پر کھاتے ہیں مات
در بدر ٹھکرا رہا ہے ان کو حسن التفات

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

تبسم صاحب علامہ اقبال کی متعدد نظموں پر نظمیں لکھیں۔ ''ان میں اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگادو'' ''ملا اور بہشت'' ''گدائی میرے پیچ و تاب'' ''کی چارہ گر تو خدارا کوئی دوانہ کرے''

''برتر از اندیشہ و سود و زیاں ہے'' ''جینا ہے وہی جینا جو طور بداماں ہو''

پیام مشرق کا پنجابی ترجمہ:

مے خانے وچہ کدی نہ ایڈ شور شرابہ ہوندا

Marfat.com

مٹی ساڈی وچ جے نہ ایہہ چنگھیاڑا ہوندا
عشق نہ ہوندا تے نہ ہوندے عشق دے ہنگامے
عقل دے وانگوں عشق دی جیکر کدی سیانا ہوندا

تبسم صاحب کی پنجابی غزل کے چند شعر

تیرے کول ون سونیاں نے کتوں کڈھاں اوہو شراب ساقی
اھدے لورے وجہ میں بھل جاواں دکھ سکھ تے عیب تواب ساقی
تیری شان دا کوئی نہیں بشر کدھرے سوچ سمجھ تھیں اچی سے شان تیری
عرش اوہناں دے رشک دا ماریا اے ملی ہے جنوں تیری جناب ساقی

تیرے دروازے تے چھو کھا بہن والے درھوراں تے کدی نہیں جھات پاندے
اک در تیرا جناں چھڈیا اے در در ہوندے نے پھے خراب ساقی
کدی کسی دے روکدیاں روکدے نیں کسے ہور دے سامنے جھکدے نہیں
جناں پیتی اے تریاں ڈیریاں تھیں اک چلی وی کے کسے شراب ساقی

یہ غزل رسی بحر میں 22 سفروں پر مشتمل ہے۔

ایک دین پرور گھرانے میں آنکھ کھولنے والی شخصیت میں حب رسول اس کے ضمیر کا حصہ بن جاتا ہے۔ آپ کی شاعری کی تمہید۔ تبلیغ اسلام سے شروع ہوتی ہے۔

وزیر آباد میں قیام کے زمانے میں۔ حیات تبسم۔ عرض تبسم۔ حمد و نعت کے مجموعے ظہور پذیر ہوئے۔ وزیر آباد سے گجرات تک آمد کا سفر سلسلہ اصلاح دیہات سے عبارت رہا۔ آخر دل کی بات زباں تک آ گئی۔

اطاعت والدین کے نام حضور کی احادیث کا ترجمہ منظوم ہوا۔ خورشید رسالت کے نام سے حضور کی سیرت اردو نظم میں لکھنی شروع کی۔ اس میں حمد باری۔ مجیب الدعوات کے حضور ملک عرب اور اہلِ عرب کے زمانہ جہالت کے حالات نظم میں ڈھلے۔ بیت اللہ شریف۔ دعائے خلیل۔ دین حنیف۔ کعبہ میں بت پرستی کا آغاز۔ قصیٰ کے کارہائے نمایاں۔ ہاشم کا لقب اختیار کرنے کی وجہ عبدالمطلب کی وجہ تسمیہ۔ اوران کی اولاد کے عنوان سے سردار عبداللہ کی قربانی۔ ایسے عنوان تھے۔ جو خوبصورت شعری قالب میں ڈھل گئے۔

ارشاد رسالت حضور کی احادیث کا منظوم اردو ترجمہ۔ پیام رسالت۔ خواب میں حضور ﷺ

Marfat.com

کی زیارات سے شرف یاب ہونے کے بعد آپ کے ارشاد عالیہ جو خواب میں تبسم صاحب کے حصہ میں آئے ان کا اردو ترجمہ۔

محبوب رسالت۔ سیرت رسول کے مختلف گوشے نظم کر کے محبت کساں میں شائع کیے۔

خیر البشر۔ حضور کی سیرت اردو نظم میں جس میں ساری کتاب کا قافیہ ردیف۔ نون اور غزل کی شکل میں مشکل کام نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔

نمونہ کے شعر

ہوگیا مبہوت عتبہ سن کے آیات مبیں
لے گئیں کفار میں واپس اسے حیرانیاں
آج کی میں نے محمد سے مفصل گفتگو
جو کلام اس سے سنا ہے وہ ہے مؤثر بے گماں
وہ کہانت ہے۔ نہ منتر ہے نہ شعر اے دوستو
ساحری سے پاک بھی ہے لفظ اک اک دلستاں
میں تو کہتا ہوں تعرض کرنا اس سے چھوڑ دو
خود لپٹ اپنی میں لے لے گا اسے سود وزیاں
بولے کافر تجھ پر بھی تو اس کا جادو چل گیا
یوں نہ ہوتا تو محمد کا مگر نہ ترجماں

خانوادہ رسول سے آپ کی عقیدت نواسہ رسول حضرت امام حسین کے واقعہ شہادت اور کربلا کے واقعات کے متعلق آپ کی نظموں میں جھلکتی ہے اس قسم کی نظموں کے مجموعہ کو غم آشام کا نام دیا۔ آپ کی مرثیہ گوئی انیس اور دبیر کی یاد تازہ کرتی ہے۔

نمونے بند

پھر زہرہ کے روضے پہ وہ روتا ہوا آیا
تعویذ سے لپٹا اسے سینے سے لگایا
کہتا تھا جدا ہوتا ہے اماں تیرا جایا
نازوں سے جسے سینچ کے تھا پھول بنایا
اس گل کو مدینہ کی ہوا راس نہیں ہے

Marfat.com

گلزار کے مالی کو کچھ احساس نہیں ہے
غم دیدہ تھا۔ غم پیتا تھا۔ غم پیتا تھا اماں
غم نائی سے جی میرا جو گھبراتا تھا اماں
قدموں میں اٹھ کر چلا آیا تھا اماں
لیکن حضور میں تیری پاتا تھا اماں
قدموں میں مگر آج میں دور چلا ہوں
دشمن کا ستایا ہوا رنجور چلا ہوں
جانا ہے کہاں اس کی خبر کچھ بھی نہیں ہے
اس وقت میرے پیش نظر کچھ بھی نہیں ہے
ایمان کا سرمایہ ہے زر کچھ بھی نہیں ہے
اللہ کے سوا زاد سفر کچھ بھی نہیں ہے
بخشے ہیں مجھے تو نے جو ایماں کے بازو
ہر وقت جواں ہیں یہ میری جان کے بازو

وہ فارسی میں شعر کہنے والے عالموں کے گھر میں جنم لینے والی شخصیت کے حامل تھے۔ فارسی میں شعر کہنا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ آپ فارسی میں شعر کہتے تھے۔ مرکز تعلیمات فارسی ایران۔ پاکستان سے آپ کے مراسم تھے۔ محمد حسین تسبیحی جو اس مرکز کے روح رواں تھے کے تعلقات تبسم صاحب کے چھوٹے بھائی احمد حسین قریشی سے تھے۔ ان کی وساطت سے یہ تعلقات استوار ہے ہوئے۔ تبسم صاحب نے اپنا بکھرا ہوا سرمایہ سخن جمع کیا تو ایک کتاب خمانہ دل نمو پذیر ہوئی۔

یہ کتاب چھپ کر آئی تو ۱۹ دسمبر ۱۹۷۵ء کو دل کا دورہ پڑنے سے تبسم صاحب اللہ کے ہاں حاضر ہو گئے۔

آپ کے پس ماندگان میں بیوہ شہزاد بیگم۔ بیٹا افتخار محمود۔ بیٹیاں نسیمہ اور مسرت تھیں

Marfat.com

تبسم مشاہیر کی نظر میں

﴿پروفیسر حامد حسن سید﴾

کیپٹن محمد رمضان تبسم قریشی

علامہ محمد عبدالکریم مرحوم کے صاحب زادے جناب محمد رمضان تبسم قریشی ۱۸۹۹ء میں ننھیال میں بہ مقام موضع ترکھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی پرائمری تعلیم قلعہ دار میں حاصل کی۔ جونیئر سپیشل کلاس ڈسٹرکٹ سکول کنجاہ سے کی نارمل ہائی سکول سرگودھا میں ٹریننگ لی۔ فوجی کلرک ہوکر راولپنڈی اور ڈیرہ اسمٰعیل خان میں کام کیا ۱۹۱۹ء میں علماء کے فتویٰ کے باعث انگریز بہادر کی فوج ملازمت حرام ہے استعفیٰ دے دیا ۱۹۲۱ء میں تحریک خلافت میں حصہ لیا ۱۹۲۴ء میں منشی فاضل کیا ۱۹۲۴ء میں نارمل سکول لالہ موسیٰ میں ٹریننگ لی۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں اسلامیہ سکول پیری گویلہ وضلع روہتک میں استاد مقرر ہوئے تبدیل ہوکر شاہ آباد مارکنڈ آئے۔ اوٹی کیا ایڈورڈ سکول پشاور ۱۹۲۷ء میں اور بعد میں مشن ہائی سکول وزیر آباد میں ملازمت کی ۱۹۳۲ء میں گجرات آئے۔ 11 برس زمیندار ہائی سکول گجرات میں ملازمت کے بعد ۱۹۴۳ء میں کمیشن لیا۔ بلگام پریزی ڈینسی میں ٹریننگ کے بعد کومیلا۔ ڈھاکہ میں بطور کپتان ایجوکیشن کور تعیناتی ہوئی۔ جناب تبسم صاحب ج سے ۱۹۵۰ء کی دہائی کے وسط میں ریٹائر ہوئے۔

زندگی کا یہ خاکہ ان اوراق سے مرتب کیا گیا جنہیں عزیزم مظہر چوہدری (جاگدے صفنے کے خالق) کو جناب تبسم قریشی نے زبانی لکھ دیا اور بعد اس دستخطوں نے توثیق کردی۔ یہی اوراق ہمارے پیش نظر ہیں۔ زندگی کے اس خاکہ میں خم خانہ دل میں تعارف ''مشک آنست'' خود جناب تبسم قریشی کی زبانی اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

من کتاب ہائے درس نظامی راخواندم و در طب بوعلی سینا را بہ شوق فراواں مطالعہ کردم در ایں اثنائے طالب علمی گاہ بگاہے از عمویم واعظ شریں گفتار مولوی محمد عالم قریشی مرحوم امام مسجد شاہی قلعہ دار واز والد بزرگوار مولانا محمد عبدالکریم قریشی مرحوم مولوی فاضل۔ منشی فاضل۔ صدر مدرس شرقیہ درد بیرستان دولتی شہر جہلم (پنجاب) فارسی راگرفتم۔

جناب تبسم قریشی نے موضع ترکھ میں درس کی تکمیل وتحصیل کے بعد امامت سے ابتدا کی۔ آواز اذاں وقرائت کا یہ عالم تھا کہ چلتے قدم رک جاتے تھے۔ جناب تبسم قریشی مشن ہائی سکول وزیر آباد میں استاد تھے۔ تحریک دیہات سدھار کے سلسلہ میں دہقاں کا گیت چلتا ہوا فلمی گانا دلوں میں گونجتا اور

Marfat.com

ہونٹوں سے بسنے لگتا ہے۔ دہقاں کا گیت تبسم صاحب کی پہلی معلوم کوشش نہ تھی البتہ اس کے بابت تبسم قریشی دور نزدیک متعارف ہوئے۔ نواب احمد یار خان دولتانہ سے دوستی کا در کھلا۔ نواب صاحب مرحوم کی سرپرستی میں جناب تبسم قریشی نے رسالہ ''اقبال'' کا اجرا کیا۔

گجرات میں نواب سر فضل علی مرحوم نے جناب تبسم قریشی کی دھوم دھام سنی تو انہیں زمیندار ہائی سکول لے آئے۔ نواب صاحب مرحوم مشن اور گورنمنٹ اداروں کے مقابلہ میں تعلیمی میدان میں قومی ضرورت کو پورا کرنے کے داعی تھے۔ جناب تبسم نے بھی تنخواہ میں خاصی کمی کی پروانہ کی۔ پہلے کلرک بعد ازاں استاد مقرر ہوئے۔ مگر اس سلسلے میں جناب تبسم کی ذمہ داریاں برائے نام تھیں۔ جناب تبسم صاحب نواب صاحب مرحوم کی ہمہ وقت ردیف تھے۔ اعلیٰ حکام۔ امیروں۔ وزیروں کو دورہ گجرات کی دعوتیں نواب مرحوم دیتے رہتے تھے۔ ان کی شان میں مبالغہ آمیز ادراک کے ساتھ قصیدہ انشا کرنا معمولی کام نہ تھا۔ مولانا سالک مرحوم جناب تبسم قریشی کو زود گو۔ پرگو اور قصید گو کہا کرتے تھے۔ مگر معاملہ صرف زود گوئی۔ پرگوئی اور قصیدہ گوئی کا نہیں تھا۔ قسام ازل نے جناب تبسم قریشی کو لحن داؤدی عطا کیا تھا۔ جس سے قصیدہ ایک ایک شعر چلتا ہوا جادو بن جاتا۔

جناب تبسم قریشی نے غزلیں کہیں اور نظمیں لکھی ہیں۔ ان کی غزلیات اور منظومات تو ایک جا مرتب کیا جائے تو تعداد اشعار کسی بھی جدید اور قدیم شاعر سے زیادہ ہوگی مگر جب کہ امید کی جاسکتی ہے۔ کہیں نظم و غزل کی قدیم روایات سے سرِ مو انحراف نہیں کیا گیا۔ اس لحاظ سے جناب تبسم قریشی دینی و علمی روایات کے ساتھ ساتھ ادبی روایات کے بھی امین تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ غزل کا چہرہ چمک رہا ہے۔ نئی روایات سے تاہم تبسم بے پروا رہے اور محدود ادبی روایات کے دائرے میں رہتے ہوئے فکر سخن میں زندگی نبھا دی۔

کم و بیش چالیس سال کی شبانہ روز مشق سخن کے ساتھ بعد جسے جگر کاوی کہہ سکتے ہیں جناب تبسم بالآخر خمسا اہل بیت اطہار کی مدح کی طرف آئے۔

مرغ نوا سنج نوا کیا کھولیں

مر جاتے ہیں سن کے سوز میرا

جس جذبے کی ماتحتی میں قصیدے انشا کئے جاتے تھے۔ اور ان میں انداز اپنایا جاتا تھا۔ مقصد کے حصول کے لئے اس سے بہتر نہیں ہوسکتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ چندہ وصول کرنا۔ سرکاری۔ درباری مراعات زمیندار ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کے لئے حاصل کرنے کے سلسلے میں تبسم کی قصیدہ گوئی جو کام کر گئی وہ محتاج بیاں نہیں۔

Marfat.com

قصیدہ گوئی سے تاہم تبسم صاحب زندگی کے آخری دور میں خوش نہ تھے۔ قصائد کو مرتب شکل میں یک جا کرنے بھی آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ بہتر سمجھتے کہ قصائد محب کساں کی پرانی فائلوں میں دے دیں۔ جناب تبسم کی طبیعت میں کمال کا استغنا تھا۔ قصائد کا خوش آمدانہ انداز ان کی طبیعت سے میل نہ کھاتا تھا۔ انہیں نواب سر فضل علی کی دل کی بات کہنا تھی۔ انہوں نے بطریق احسن کہہ دی جناب تبسم کے نزدیک یہی کافی تھا۔

تبسم قریشی نے ڈیرہ دو سال بعد ۱۹۳۱ء میں محب کساں کا اجراء کیا ۱۹۴۲ء تک مدیر رہے۔ محب کسان میں ہفتہ وار خبروں کے علاوہ تعلیم و تربیت کا کوئی قصیدہ اصلاحی یا پھر اسلامی نظم ہوتی۔

نواب فضل علی نے انتقال فرمایا تبسم قریشی نے فوج میں کمیشن لے لیا۔ دس برس ایجوکیشن کور میں خدمات سرانجام دیں اس دوران انسانی ہمدردی کے فطری رجحان کو اس قدر تقویت ملی کہ فارغ ہو کر تھوڑے عرصہ بعد جناب سید شبیر حسین بخاری پرنسپل زمیندار کالج کی ماتحتی میں تدریسی کام کرنے کے بعد ہومیو پیتھک طریقہ علاج سے دکھی انسانیت کی خدمت میں تن من دھن سے مصروف ہو گئے۔

انجمن حسینیہ گجرات نے حسین بارگاہ کے لئے ایک وسیع عمارت لے لی تھی۔ اس عمارت میں دستور عزاداری سید الشہدا کے لئے رکھے جانے کے لئے ضروری ہوا کہ فلاحی ادارہ کا قیام عمل میں لایا جائے۔ جناب شبیر حسین بخاری جو ان دنوں انجمن حسینیہ کے صدر تھے۔ اراکین انجمن کے مشورہ سے حسینیہ لائبریری اور فری ڈسپنسری کا اجرا کیا پورے بھرے شہر گجرات میں کوئی حکیم۔ ڈاکٹر۔ روادار نہیں تھا۔ کہ اپنے قیمتی وقت سے کچھ حصہ تدراللہ۔ نیاز حسین دیتے۔ یہ بیڑا بھی جناب تبسم نے اٹھایا اور نو بجے ڈسپنسری جاتے اور دو تین گھنٹے مصروفیت کے بعد پلٹتے ان دنوں ڈسپنسری کی رونق دیدنی تھی۔

جناب تبسم ذاتی مطب عامر ہومیو پیتھک شفاخانہ شام کو کرتے اس طریقہ علاج کے لئے بھاری لائبریری بنالی۔ اور ہر قسم کی دوائیاں خریدیں مگر کسی سے ایک پیسہ کے روادار نہ تھے۔ فیض عام تھا کہ جاری تھا۔ مریضوں کی رام کہانیاں غور سے سنتے توجہ کے ساتھ دوا تجویز کرتے۔ محبت کے ساتھ دوا دیتے حسینیہ ڈسپنسری کے مریضوں کو جو دوائیاں موجود نہیں ہوتی تھیں یا انجمن خریداری کی استطاعت نہیں رکھتی تھی عامر ہومیو پیتھک شفاخانہ سے دیتے تھے۔ خدا نے ہاتھ میں شفا لکھی تھی۔ صاحبزادہ جناب افتخار محمود قریشی فرصت کے وقت بلاناغہ مشن کے اس چشمہ کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

تبسم نے قصیدے ضرورت کے وقت انشا کر لیے تھے۔ دلی لگاؤ تو نعت حضور سے تھا۔ نغمہ طلبا۔ عرض تبسم حیات۔ حیات تبسم ان کی منظومات کو بڑی شہرت ملی۔ جناب تبسم قریشی سیرت النبی لکھنے والوں میں شہرت خوش بختی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ خورشید رسالت۔ محبوب خدا۔ سید البشر کے عنوانات کے

Marfat.com

تحت سیرت النبی کا احاطہ کرنا چاہتے تھے۔ اس سلسلہ میں کئی سو اشعار عنوان بہ انشا بھی کر لئے۔ جن کو ملا کر۔ بعد ازاں ایک مربوط مسبوط سیرت النبی کی صورت دی جا سکتی ہے۔

جناب تبسم قریشی نے غزلیں کہیں نظمیں لکھیں۔ ان کی غزلیات اور منظومات کو ایک جا مرتب کیا جائے تو تعداد اشعار کسی بھی قدیم اور جدید شاعر سے زیادہ ہوگی۔ جبکہ امید کی جا سکتی ہے کہ کہیں نظم و غزل کی قدیم روایات سے سر مو انحراف نہیں کیا گیا۔ اس لحاظ سے جناب تبسم قریشی دینی۔ علمی روایات کے ساتھ ساتھ ادبی روایات کے بھی امین تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ غزل و شعر کا چہرہ چمک چمک رہا ہے۔ نئی روایات سے تاہم تبسم بے پرواہ رہے اور محدود ادبی روایات کے دائرہ میں رہتے ہوئے فکر و سخن میں زندگی بتا لی۔

کم و بیش چالیس سال کی شبانہ روز مشق سخن کے ساتھ بعد جسے جگر کا دی کہہ سکتے ہیں جناب تبسم بالآخر خمسہ اہل بیت اطہار کی مدح کی طرف آئے جہاں تک معلوم ہوا ہے۔ جناب سید شبیر حسین کی رفاقت دراصل نئی کاوشوں کا ہنگامی باعث ہوئی۔ بہر حال یکم محرم سے شب عاشورہ تک امام بارگاہ میں خیر سے جناب تبسم کو ذاکر اہل بیت کے رنگ میں تدرانہ عقیدت بصورت سلام پیش کرتے سناتوان کی قسمت پر رشک ضرور آیا۔ یہ کلام خون آشام میں جناب تبسم قریشی نے شائع کر دیا۔ اور فرمایا کہ اس کا پیش لفظ لکھنے کی زحمت تمہیں دوں گا۔ عرض کی احضور لوب و تنقید میں رواداری کا قائل نہیں ہوں۔ فرمایا جو سوچتے ہو سمجھتے ہو لکھ دو بلا کم و کاست شائع کر دوں گا۔ ملاقات ہوئی تو خوش ہوئے فرمایا تعارف کے آخر میں دعائیں عمر عزیز کی محنت کا صلہ ہونگی۔ مقاتل کی کتابیں پاس ہوں تو واقعہ کربلا کو طویل نظم کی شکل میں جس کی ابتدا کر چکا ہوں۔ دعا یہ بھی اس دن جب نامہ اعمال ہاتھ میں دے دیا جائے گا تو بڑی سخت گھڑی ہوگی۔ دعا ہے تبسم صاحب ہمارا اور ہمارے کارئین کا حشر اہل بیت اطہار کے ساتھ ہو۔

اے مالک منہاج راہ دکھا دے　　مشتاق ہوں جس کا درگاہ دکھا دے

دروازہ رحمت مجھے اللہ دکھا دے　　دربار شہنشاہ فلک جلد دکھا دے

دل وہاں پہنچے جہاں عرش سایہ نہیں رکھتا　　ہمسایہ میں اس کا جو سایہ نہیں آتا

(امین لکھنوی اعلیٰ اور مقالہ)

جناب تبسم فارسی شعر کا کھرا ذوق رکھتے تھے۔ شعر فارسی سننے اور سنانے والے کم کم ہیں اس لئے اسی حد تک معلوم رہا کہ اردو اور پنجابی کے ساتھ فارسی میں بھی فکر سخن فرماتے ہیں۔

ڈاکٹر احمد حسین قریشی نے جناب تبسم قریشی کے فارسی اشعار ڈاکٹر سبط حسن کو مقالہ پی ایچ ڈی۔ تذکرہ فارسی گویان پاکستان کی تیاری کے سلسلے میں ارسال فرمائے۔ جنہیں سخن دران ایران نے

Marfat.com

بہت پسند فرمایا۔ ازاں بعد مرکز تحقیقات فارسی ایران پاکستان کے ڈاکٹر علی اکبر جعفری اور آقائے محمد حسن تسبیحی کے اسرار پر جناب تبسم قریشی نے کلام فارسی کو (خم خانہ دل) کی شکل میں ترتیب دیا اور اس کے دیباچہ میں "مشک آنست" کے عنوان سے شخصی زندگی۔ خاندانی حالات۔ فکر و فن پر روشنی ڈالی۔ حمد و نعت منقبت پیر خانہ۔ مہر علی شاہ کی ثنا۔ حکم لا امت۔ آثار رفتگاں۔ منظوم غزلیات و قطعات کے پھولوں سے جناب تبسم نے عجب گلدستہ فارسی مرتب کیا۔ جناب تبسم کا شعری سرمایہ اردو۔ فارسی۔ پنجابی۔ جملہ اصناف سخن ملا کر کم و بیش ایک لاکھ اشعار سے کم نہ ہوگا۔ جیسا کہ خود خم خانہ کے دیباچہ میں دعویٰ کیا ہے۔

ڈاکٹر احمد حسین قریشی

اخی المکرم کیپٹن تبسم قریشی کا شعری سفر

مرنے والے مرجاتے ہیں ان سے والسطہ حسین یادیں باقی رہ جاتی ہیں۔ جس سے آنے والے لوگ ماضی کی کاوشوں سے آگاہ ہوتے ہیں پھر یہ یادیں یا تو نیک اولاد یا مرنے والے کی بعض نمایاں خصوصیات باقی رہتی ہیں۔ ورنہ ماضی کے گہرے پردے مرنے والوں کے نام و نشان اس طرح چھپا دیتے ہیں کہ جیسے کوئی اس دنیا میں آیا ہی نہیں۔

کیپٹن محمد رمضان تبسم قریشی کچھ ایسی قسم کے لوگوں میں سے ہیں جنہیں قدرت نے گونا گوں صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ اور ان کے شعر گوئی کی عظمت کو آنے والے لوگ احترام سے یاد رکھیں گے۔ تبسم قریشی۔ اردو۔ فارسی۔ پنجابی تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ اور بڑی پر گوئی سے کام لیتے تھے۔ ان کے دوست عبدالمجید سالک مرحوم آپ کو پرگو۔ قصیدہ گو۔ زود گو کے نام سے یاد کرتے تھے۔ ہم یہاں تبسم صاحب کی شعر گوئی کا مختصر تعارف درج کریں گے۔

تبسم قریشی نے ایک علم پرور گھرانے میں اس وقت اور اس دور میں آنکھ کھولی جہاں اور جس وقت روائت کو بڑے احترام سے دیکھا جاتا تھا۔ اسلامی علوم اور مشرقی روایات جز و ایمان سمجھے جاتے تھے۔ ادبی۔ شعری دنیا میں سعدی اور حافظ کا چرچا تھا۔ اردو میں میر اور سودا کا سکہ چلتا تھا۔ جس پر حالی اور میر مینائی اور داغ کی چھاپ تھی۔ تبسم علوم متدوالہ سے فارغ ہو کر اسی روش پر شعر کہنے لگے۔ اتفاق سے آپ کے حلقہ احباب میں غلام رسول مہر۔ عبدالمجید سالک اور علامہ تاجور جیسے لوگ تھے۔ جس کی صحبتوں نے فن شعر گوئی کو جلا دی۔

مجھے اپنے بچپن سے یاد ہے کہ تبسم صاحب کا نام سارے پنجاب میں گونجتا تھا۔ میں سن شعور کو پہنچا تو اکابریں سے جس کسی سے بھی تعارف کرایا تبسم کے حوالے سے کرایا۔ دور نزدیک کے لوگ کہتے

Marfat.com

ہیں کہ وہ تبسم جس کی نظم ہے۔

میں کھیت بونے والا
سیدھا سادھا بھولا بھالا
سو قرض لے کر دو سو
ہر سال دینے والا
دہقاں ہے نام میرا

یہ وہ دور تھا جب پنجاب میں دیہات سدھار کے نام سے ایک تحریک اٹھی تھی۔ تبسم صاحب نے اس سلسلہ میں ایک کتابچہ بہ عنوان دہقاں کا گیت لکھا۔ جو سارے پنجاب میں آناً فاناً مشہور ہو گیا۔ اور فلمی گیت کی طرح لوگوں کے ورد زباں رہتا تھا۔

پھر اس قسم کے متعدد کتابچے نغمہ طلبا۔ عرض تبسم۔ حیات تبسم وغیرہ بہت مشہور ہوئے۔ نواب احمد یار خان دولتانہ کی نظر شفقت تبسم پر پڑی انہوں نے تبسم کو اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ نواب صاحب کے ایما پر آپ نے علامہ اقبال کی زندگی میں سب سے پہلے رسالہ اقبال جاری کیا۔ جس میں علامہ اقبال کی تعلیمات کا پرچار ہوتا۔ اس سے قبل شائد علامہ کے نام سے اس کے متعلق کوئی باقاعدہ طور پر جریدہ جاری نہیں ہوا تھا۔ اس سلسلہ میں نواب احمد یار خان دولتانہ آئے دن تبسم صاحب کے پاس آئے رہتے۔ تبسم صاحب اس وقت مشن ہائی سکول میں معلم کے فرائض سرانجام دے رہے تھے ۱۹۲۹ء کے قریب نواب سر فضل علی ساکن گجرات کو آپ کی صلاحیتوں سے آگاہی ہوئی۔ نواب اس وقت ضلع کی تعلیمی سرگرمیوں میں حصہ لے رہے تھے۔ بلکہ سرپرستی فرما رہے تھے۔ وزیر آباد گئے اور تبسم صاحب کو مشن ہائی سکول سے گجرات لے آئے۔ زمیندار ہائی سکول میں معلمی کے عہدہ پر سرفراز کیا۔ زمیندار سکول میں علمی مشغلہ برائے نام تھا۔ تبسم صاحب ہر وقت نواب صاحب کے پاس رہتے تھے۔ نواب سر فضل علی کی ایما پر تبسم کی شاعری کا رخ قصیدہ گوئی کی طرف مڑ گیا۔ آئے دن حکام گجرات آتے رہتے اور تبسم ان کی مدح میں قصیدے لکھتے رہتے۔ اس سلسلہ میں وہ اس قدر مشتق ہوئے کہ بڑے بلند پایہ قصائد فی البدیع کہہ لیتے۔ جن میں استادانہ پختگی بھی ہوتی۔ جو ذوق اور سودا کے فن میں دیکھی جاتی تھی۔ پھر اس کے ساتھ جیسا کہ کہتے ہیں

شعر را حسن صوت لازم باید

قدرت نے تبسم کو اسمیں بھرپور حصہ دیا تھا۔ محافل میں قصائد پڑھتے لوگوں پر وجد طاری ہو جاتا۔ تو ممدوح کا دل چند لحوں میں موہ لیتا۔ اگر میں کہوں کہ نواب فضل علی کی تمام کارگزاری تبسم کے قصائد کی مرہون احسان ہے تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ لالہ موسیٰ پڑاؤں میں سردار شوکت حیات کے اعزاز میں ایک عظیم انسان جلسہ تھا۔ تاحد نگاہ لوگوں کا ہجوم تھا اور جلسہ

Marfat.com

کنٹرول سے باہر تھا۔ تبسم صاحب کو نظم پڑھنے کی دعوت دی گئی۔ دو مصرعے پڑھے تو تمام جلسہ میں اس حد تک خاموشی چھا گئی کہ صرف سانس لینے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

نواب فضل علی کی عظمت اور زمیندار کالج کی تمام تر شان وشوکت تبسم قریشی کی مرہون احسان ہے۔ یہ ایک اتفاق تھا ورنہ تبسم بنیادی طور پر قصیدہ گو شاعر نہ تھا۔

تبسم کو نعت گوئی اور اسلامی روایات کے احیا کا شوق تھا۔ قصیدہ گوئی سے بے نیاز لوگ جب کوئی شعر کہتے ہیں اس میں روایات کی عظمت برقرار رہتی ہے۔ حیات تبسم۔ عرض تبسم۔ آپ کی ابتدا کی دور کی نظمیں ہیں آپ کا نعتیہ کلام ہے۔

نعتیہ کلام میں آپ نے نئے نئے اور اچھوتے خیالات تجربہ کئے۔

سہارا کیوں میں لوں بادِ صبا کا | میرا محبوب خود صاحب نظر ہے

زمیندار ہائی سکول میں ملازمت کے دوران نواب سر فضل علی کے ایما پر آپ نے ایک ہفت روزہ محبِ کساں جاری کیا۔ آپ نے ۱۹۳۱ء سے ۱۹۴۴ء تک اس کے مدیر رہے۔ اور یہ اخبار پنجاب کے اہم ہفتہ وار اخباروں میں شمار ہوتا۔ دیہات سدھار۔ تعلیمی اصلاحات اور کسانوں کی فلاح و بہبود اس اخبار کے اہم موضوع ہیں۔ ہر پرچہ میں تبسم کی نظم اور اہم مضامین ضرور شامل ہوتے جو پرچہ کی دلکشی کا باعث ہوتے۔

فارغ وقت میں تبسم نعت رسول۔ سیرت النبی کو نظم کرنے میں مصروف رہتے۔ حضور آقائے نامدار کی سیرت کو نظم کرنے کا تبسم کو بہت شوق تھا۔ آپ نے یہ سلسلہ مختلف ادوار میں کوئی تین بار شروع کیا۔ خورشیدِ رسالت۔ محبوب الٰہی۔ سید البشر اس سلسلہ کی تمام مساعی ہیں۔ یہ تینوں سلسلے مکمل نہ ہوسکے۔ سید البشر عمر کے آخری ایام میں شروع کیا اور یہ سلسلہ لکھتے لکھتے آقائے نامدار کے حضور میں جا پہنچے۔ موت سے دو دن پہلے یہ شعر لکھ رہے تھے۔

ہوگیا مبہوت عتبہ سن کے آیات مبیں
لے گئیں کفار میں واپس اسے حیرانیاں
آج کی میں نے محمد سے مفصل گفتگو
جو کلام اس سے سنا ہے وہ ہے موثر بے گماں
وہ کہانت ہے نہ منتر ہے نہ شعر ہے اے دوستو
ساحری سے پاک بھی ہے لفظ اک اک دلنشاں
میں تو کہتا ہوں تعرض کرنا اس سے چھوڑ دو

Marfat.com

خود لپٹ اپنی میں لے لے گا اسے سود و زیاں
بولے کافر تجھ پر بھی اس کا جادو چل گیا

یوں نہ ہوتا تو محمد کا مگر نہ ترجمان

گجرات کے نوابی دور میں تبسم کی شاعری کا بہت چرچا تھا۔ بلکہ گجرات کے افق پر تبسم کی شاعری کا آفتاب پورے پچاس برس چمکا۔ اب کچھ سیاسی کوشش کے باعث انگریز کے پاؤں ہندو پاک سے اکھڑنے لگے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انگریزی تہذیب کی گرفت اس دور میں مضبوط ہونے لگی۔ شعر و سخن کی مشرقی روایات پر مغربیت غالب آگئی۔ ترقی پسند تحریک اور اس نوعیت کی دیگر تحریکوں نے سر اٹھایا۔ جنہوں نے شعر و سخن کا مشرقی حسن لوٹ لیا۔ ادھر نواب سر فضل علی کی وفات کے بعد تبسم نے زمیندار سکول کو خیر باد کہہ کر عسکری زندگی اختیار کر لی۔ وہ ایجوکیشن کور میں کیپٹن کے عہدہ پر مامور ہوئے۔ فوج کی ملازمت میں شعر و سخن کے لئے وقت نہ ملتا تھا۔ کبھی کبھار اپنے ذوق کی تسکین کے لئے شعر کہہ لیتے۔ خدا جانے عسکری زندگی میں حیات و موت کی کشمکش میں کیا کیا سلسلے نظر آئے۔ دس سال فوجی خدمات سرانجام دینے کے بعد جب گھر واپس آئے تو انسانی ہمدردی اور الفت کا جذبہ بہت زیادہ سر پر سوار تھا۔ ہومیو پیتھک طریقہ علاج کا مطالعہ کر کے ایک کلینک کھولا جس میں دکھیا اور نادار لوگوں کا مفت علاج کرتے۔ ایک دن میں نے خود پوچھا کہ شعر و سخن پر ہومیو پیتھک جذبہ کیوں کر حاوی ہو گیا۔ کہنے لگے صحیح پوچھو زندگی کا مفہوم اب سمجھ میں آیا ہے۔ میں نے اگر ایک انسان کو دکھ سے نجات دی تو میں نے ساری انسانیت کا دکھ بانٹ لیا۔ یہ بڑی عبادت ہے۔ ان کا شوق اور آگاہی کا یہ عالم تھا کہ اپنی تمام علمی اور ادبی کتابیں تعلیمی اداروں کو مفت دے دیں۔ ان کی جگہ ہومیو پیتھک کی لائبریری کوئی 4 ہزار روپیہ خرچ کر کے فراہم کر لی۔ ایک مست قلندر میز کے پاس بیٹھا ہے۔ یورپ سے دوائیں آرہی ہیں یہ دنیا فانی سے مکمل طور پر قطع تعلق کر چکا ہے۔

فوج کی ملازمت کے سے فارغ ہو کر آپ نے پھر ایک ہفت روزہ ''غازی'' جاری کیا جو باقائدگی سے دس سال تک چلتا رہا۔ اس میں نعتیہ کلام اور ہومیو پیتھک طریقہ علاج کے متعلق مضامین ہوتے۔ اب تبسم کی شعر و سخن سے وابستگی ضمنی حیثیت اختیار کر گئی بلکہ کہا کرتے تھے میں شعر ذہنی کوفت دور کرنے کے لئے لکھتا ہوں۔ اس دور میں پنجاب شاعری کا احیاء ہو چکا تھا۔ لوگ اپنی پنجابی میں بڑی شد و مد سے شعر کہنے لگے۔ تبسم صاحب نے بھی پنجابی میں بہت کچھ لکھا۔ فارسی میں مزے دار شعر کہتے رہتے تھے۔ میں اکثر ان کو فارسی میں لکھنے کے لئے اکساتا رہتا۔ عسکری زندگی اور خانہ نشینی کے دوران تبسم کی شاعری کاوشوں کا چرچا اتنا نہ رہا جیسا کہ محبِ کساں کی ادارت یا زمیندار ہائی سکول کی ملازمت کے

Marfat.com

دوران تھا۔ تبسم کی طبعی استغنا اس پر مستزاد تھی۔ میں اس دوران گوجرانوالہ سے گجرات آ گیا۔

گجرات میں میرا یہ معمول تھا کہ ہر تیسرے چوتھے روز عصر کے بعد تبسم صاحب کے پاس جانا اور گھنٹوں محفل رہتی وہ بھی شدت سے منتظر رہتے۔ میرے حاضر ہوتے ہی بڑے شیریں الفاظ میں کہتے آؤ جی پروفیسر صاحب آپ کو چار پانچ غزلیں سنائیں جو تازہ بہ تازہ لکھی ہیں۔ ہر تیسرے چوتھے روز وہ دس بارہ نئی غزلیں فارسی اور پنجابی میں سنا دیتے۔ جن میں روائت کا احترام اور استحکام ہوتا۔ باہر کی دنیا بدل چکی تھی۔ مغرب نے مشرق پر اپنی بالادستی تسلیم کروالی لیکن تبسم کو یہ روش پسند نہ تھی۔

میرے ایک دوست سید سبط حسن رضوی ان دنوں تہران یونیورسٹی ایران میں پی ایچ ڈی کے لئے مقالہ لکھ رہے تھے۔ فارسی گویاں پنجاب ان کا موضوع تھا۔ ان کو پنجاب کے فارسی گویاں کی تلاش تھی۔ میں نے بہت سے لوگوں کے کوائف اور نمونہ ہائے کلام رضوی کو ایران بھیجے ان میں تبسم کا بھی کلام تھا۔ رضوی کا خط آیا کہ تبسم صاحب کا کلام ایران میں بہت پسند کیا گیا ہے۔ مزید کلام ارسال کیا جائے۔ تبسم صاحب اپنا کلام مرتب کر کے نہیں رکھتے تھے۔ کہیں ڈائریوں پر کہیں پریشان اوراق کی صورت بکھرا پڑا تھا۔ جس کو تبسم صاحب بھول چکے تھے۔ ان کو تلاش کرنے میں دقت محسوس کرتے۔

اس واقعہ کے بعد میں انکے پیچھے پڑ گیا کہ اپنا کلام ترتیب سے جمع کریں تاکہ یہ تباہ ہونے سے بچ جائے۔ آپ اس طرف مائل نہیں ہوتے تھے۔ بالآخر بار بار اسرار کے بعد یہ سلسلہ شروع ہوا اور اولیت فارسی اشعار کو نصیب ہوئی۔

اس دوران حکومت پاکستان ایران کی مشترکہ مساعی اور راولپنڈی میں مرکز تحقیقات فارسی ایران پاکستان قائم ہوا جس کا ایک شعبہ پاکستانی شعرا کی حوصلہ افزائی کا تھا۔ اس ادارے کے وزیر اعلیٰ سید علی اکبر جعفری سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے اخی المکرم تبسم صاحب کے اشعار کا ذکر کیا۔

ڈاکٹر صاحب تبسم سے ملاقات کرنے کے مشتاق ہوئے جس کی ترجمانی ان کے رفیق کار علامہ آقائے محمد حسین تسبیحی کے درمیان رابطہ کا کام سرانجام دینا تھا۔

ایک دن تبسم نے محمد حسن تسبیحی کو فارسی منظوم خط لکھا۔

محمد باحسن آقائے نامی — بہ علم و فضل نام تو گرامی
سلام شوق بہ پذیر از فقیرے — رفیقی ہست بہری خستہ گامی
بمن امروز خواند احمد حسینم — برادر ہست از تحقیق نامی
تبسم را بیاری بہ شفقت — مرا سرمایۂ صد شادکامی
زمستاں درر اہم سنگ گراں است — بہ دیدارت نہ کردہ خوش خرامی

Marfat.com

ملاقات تو اگر چہ بے قرارم   ایں مکتوب است نصف ہم کلامی

بہ سوئت نامہ ام پرواز دارد   فرستم بہ پاس تو اشعار عامی

گرت آئت پسند الحمدللہ   وگرنہ معذرت خواہم تمامی

تبسم کردہ ایں مکتوب منظوم

بنام ناقد سحر الکلامی

یہ خط تسبیحی صاحب کو ملا۔ وہ ملاقات کے لئے بے قرار ہو گئے آخر ایک دن گجرات تشریف لائے اور تبسم صاحب کے ہاں پہنچے۔ تبسم صاحب نے اشعار آپ کی نذر کیے۔

تبسم خانہ بہ شگفتہ بہ استقبال تسبیحی

بہ رقص آمد شگوفہ ہائے شعرم تفصیحی

علم کاری کلکش نقش بندگلشن معنی

زہیر خوش بیانی می کند افکار تلویحی

فضائش ناقدانہ ویگانہ مصدرت براورش

چہ فہمش چہ تابعیش بہ اسلوب ترجیحی

کند فکر سمینش چہرہ علم و ادب روشن

بہ ہر تحریر سنجیدہ بر ہر تحریر تفریحی

بہ مکتوب او ایں نکتہ برمن آشکار آمد

کہ اسپ طبع رکنا ہست درمیداں تشریحی

چہ ماموریت ادبی صحیفہ ہم سفرنامہ

بسے بے سیر عجم کردم بتو ضیعات تسبیحی

ادب گاہ زمین پاک وایرانم ازو خنداں

زمشک بوئے خامہ اش تبسم زار تر ویحی

پس کیا ہوا کہ ہر دو صاحبان سخن فہم میں گہرا رابطہ اور دوستی کا رشتہ مستحکم ہو گیا۔ میرے اسرار پر اور تسبیحی کے تکرار پر تبسم صاحب نے اپنے فارسی کلام کا پہلے مجموعہ خم خانہ دل کے نام سے ترتیب دیا۔ اور اس کی اشاعت کا اہتمام ہونے لگا اور پریس میں دیدیا۔

اس دوران سقوط مشرقی پاکستان کا سانحہ نمودار ہوا۔ مغربی پاکستان پر مایوسیوں کی سیاہ رات چھا گئی۔ حسب معمول ایک دن میں حاضر ہوا۔ پہلے خم خانہ دل کی طباعت کے متعلق باتیں ہوئیں۔ آخر

Marfat.com

حالات حاضرہ پر قصیدہ کرتے ہوئے منہ سے حالی کا مصرعہ نکل گیا۔

اے خاصہ خاصاں رسل وقتِ دعا ہے

یہ مصرعہ اس دردمند انسان پر کچھ اس طرح اثر کیا کہ جب میں تیسرے دن کا حاضر ہوا تو حسب معمول کہنے لگے پروفیسر صاحب آج آپ کو ایک نظم سنائیں آپ نے حالی کی نظم اے "خاصہ خاصاں اس وقت دعا ہے" کا فارسی ترجمہ کرر کھا تھا۔ اور بڑے دردمند لہجے میں سنایا۔

فارسی دیوان کی طباعت کے باعث طبیعت پر فارسیت غالب تھی۔ میں نے تفنن طبع کے لئے کہا بھائی جان آپ نے یہ نظم ایرانیوں کے لئے لکھی ہے یا پاکستانیوں کے لئے؟ میری بات پر فوراً تاڑ گئے اور کہنے لگے اچھا کل سہی۔ میں دوسرے دن حاضر ہوا تو تریسٹھ اشعار کا دلکش پنجابی نظم میں حالی کی اردو نظم ڈھل چکی تھی۔ فارسی دیوان طبع ہو چکا تھا۔ یہ نظم اس میں شامل نہ ہو سکی۔ بڑے جذبے سے کہنے لگے اس کو علیحدہ شائع کریں گے۔

افسوس کے قدرت نے مہلت نہ دی کہ آپ کی یہ آرزو پوری ہوتی۔ آپ فارسی دیوان خم خانہ دل شائع ہوا شام کو لاہور سے کاپیاں چھپ کر آئیں۔ صبح سویرے ایرانی بھائیوں کے پاس گئے۔ ایرانیوں نے تمام کی تمام کاپیاں متاع گراں سمجھ کر خرید لیں۔ تبسم صاحب ایرانیوں کے ہاں دو دن مہمان رہے۔ ان کو اپنے شعر سناتے رہے اور داد وصول کرتے رہے۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۷۳ء کو راولپنڈی سے واپس آئے۔ صبح سویرے ہشاش بشاش اٹھے قدرت نے کہا کہ آپ کی محنت ٹھکانے لگی اب آپ کی شمع شعر و سخن کوئی نہ بجھا سکے گا آپ کا کام مکمل ہوا۔ صبح سات بجے اچانک دل کا دورا پڑا اور تبسم صاحب پندرہ منٹ کے اندر اندر خاصہ خاصان رسل اس وقت کی دعا کی التجا الاپتے ہوئے بارگاہ حقیقی میں جا پہنچے۔

انا للیہ و انا اللہ علیہ راجعون O

امیدوں پر چھانے لگی ہے خزاں
تبسم گیا شعر خوانی گئی

قریشی احمد حسین قلعہ داری نے قطعہ تاریخ حسب حال لکھا

محبت گئی رت سہانی گئی — وہ جذبات کی باغبانی گئی
اخی المکرم تبسم نشاں — تھا اسلاف کی اک نشانی گئی
اجل نے جہاں سے اٹھایا اسے — لٹی دھر میں زندگانی گئی
اسی کا کہا شعر ہے یادگار — اسی کی کہی بات مانی گئی

بہ اندوہ دل سوز سالِ وصال

Marfat.com

تبسم گیا شعر خوانی گئی

آپ کے سعادت مند بیٹے افتخار محمود قریشی کو آپ کی دل آرزو یاد تھی۔ آپ کی روح کو مزید تسکین دینے کے لئے مناجات کے دونوں تراجم آپ کے حسب منشا شائع کرائے اللہ سارے جہاں کو ایسے سعادت مند فرزند عطا فرمائے جو والد کی دلی آرزوؤں کو ان کی عین منشا کے مطابق پورا کرے۔

کلام کی تدون میں اخی المکرم نے میرے ساتھ مل کر یہ پروگرام بنایا تھا اور کہا تھا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنا تمام کلام مختلف مجموعوں کی صورت میں لکھ کر جلد کرا کر رکھ کر دوں۔ بے شمار نظمیں۔ متفرق اوراق۔ ڈائریوں میں لکھی ہوئی کہیں جس کا کسی کو علم نہیں اس طرح میرا کلام محفوظ ہو جائے گا شاید کہیں صورت بن جائے تو شائع ہو جائے گا۔ بھائی جان کے کلام کی تدوین کی صورت ایک کاغذ پر یوں بنائی تھی۔

فارسی کلام

خم خانہ دل

قند پارسی وہ کلام جو پہلے مجموعے میں شامل نہ ہو سکا۔

اردو کلام

دیوان اول۔ پانچ شعری غزلوں کا مجموعہ کوئی 300 غزل

دیوان دوئم سات شعری غزلوں کا مجموعہ

دیوان سوئم نو شعری غزلوں کا مجموعہ

دیوان چہارم گیارہ شعری غزلوں کا مجموعہ

دیوان تبسم۔ منظومات۔ نعتیہ کلام۔ غیر مطبوعہ کلام کے علاوہ۔

حیات تبسم۔ عرض تبسم اس میں شامل ہیں

دیوان پنجم سیرت النبی کے تین مجموعہ خورشید رسالت محبوب الٰہی۔ سید البشر غم آشام۔ دیوان ہفتم اصلاح اسلامی رسوم۔ اسلام خاتون و تہذیب نو۔ پیام رسالت۔ ارشاد رسالت۔ اطاعت والدین۔ چہل حدیث ترجمہ پنجابی۔

سر سید و حالی

دیوان ہشتم مدحیہ۔ استقبالیہ قصائد۔ مراثی۔ قطعات۔

دیوان نہم۔ قطعات تاریخی۔

دیوان دہم۔ اصلاح معاشرہ۔ دیہات سدھار۔ اتحادی نغمے۔ پنجاب نامہ۔

Marfat.com

دہقاں کا گیت۔ضیائے خورشید۔منظوم اپیل ریڈ کراس۔

دیوان یازدھم۔جنگی نظموں کے مجموعہ سپاہی اور ہمارا فرض

دیوان دوازدھم غزلیات پنجابی کلام

دیوان سیزدھم۔منظومات پنجابی وسی حرفی

دیوان چہاردھم۔ترجمہ پیام مشرق علامہ اقبال

نثری درسی کتب جیبی لغات۔

بیاض مضامین

ضلع گجرات کی قلمی تصویر۔ترجمہ ناول

حیات نواب فضل علی۔

ہومیو پیتھک کتب:

معائنہ مریض وتلاش دوا

مشہور ادویات کی کلیدی خصوصیات

دانتوں اور مسوڑوں کی تکالیف کا مکمل ہومیو پیتھی علاج

ذہنی معالج

کالی کھانسی

اخبار ورسائل:

فائل محب کساں

فائل غازی

فائل رسالہ اقبال

یہ تمام چیزیں تا حال پریشان اوراق کی صورت میں تبسم خانہ میں بکھری ہوئی ہیں۔تبسم کی اچانک موت علمی ادبی اور شعری دنیا کو نا قابل تلافی نقصان دے گئی۔

ان کے اٹھ جانے ایک روائت اٹھی

اذا هلک قیس هالک هلک واحد

ولا کنه بنیان قوم تحد ما

پاکستانی بھائیوں کو اور بالخصوص ایرانی بھائیوں کو بہت صدمہ ہوا۔بزم سازمان فارسی نے آپ کی یاد میں ایک عظیم الشان جلسہ راولپنڈی میں کیا جس کی صدارت نامور شاعر فیض احمد فیض نے کی

Marfat.com

اور متعدد ایرانی بھائی اس میں شریک ہوئے انہوں نے بہ یادِ تبسم ایک کتابچہ شائع کیا جس میں تبسم کے فن کے متعلق ایرانی اور پاکستانی دوستوں کی منظوم نگارشات درج ہیں۔

ہفتہ وار فردا۔ تہران۔ ایران میں آپ کے متعلق ایرانی دوستوں نے تفصیلی مقالات شائع کیے ہیں۔ جس میں آپ کے فن کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے۔

گجرات میں حلقہ اربابِ ذوق کے زیرِ اہتمام آپ کا دن منایا گیا۔

مر گئے ہم تو زمانے نے بہت یاد کیا۔

تبسم کو رخصت ہوئے اس دنیا سے ایک سال ہو گیا ہے۔ لیکن اس کی یاد اب تک دلوں میں باقی ہے۔ اس کی یاد لوگوں کے دل سے محو نہ ہوگی اور دردمند لوگ ہمیشہ یاد کرتے رہیں گے۔

اے خاصہ خاصاں رسل وقت دعا ہے۔

وہ خدا کے حضور خود لے کر گئے اور دردمند لہجے میں پڑھتے ہونگے ہم آج ان کے بعد ان کے پیچھے یہی دعا کریں کہ دن رات پنجابی۔ اردو اور فارسی میں پڑھ دیں اور آقائے نامور سرکارِ دو عالم کے حضور اس کے مستجاب ہونے کی عملی صورت دیکھنے کے منتظر ہیں۔

اے خاصہ خاصاں رسل وقت دعا ہے

امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

نوشتہ محمد حسن تسبیحی

ترجمہ محمد نذیر رانجھا

مرگِ تبسم قریشی

ہر قوم میں چند ایسی برگزیدہ ہستیاں ہوتی ہیں جن کی زندگی کا مقصد قومی خدمت۔ حسن اخلاق و انسانیت شناسی کا پرچار ہوتا ہے۔ یہ ہستیاں اپنی خدمات کی وجہ سے جتنی مقبول اپنی زندگی میں ہوتی ہیں اتنی ہی مشہور بعد از مرگ بھی ہوتی ہیں۔

جہاں عالم اپنی موت کے بعد ایک اچھی کتاب ورثے میں چھوڑ جاتا ہے۔ حکیم اصولِ حکمت کی تصنیفات کر جاتا ہے وہاں شاعر اپنے دلنشین کلام کا مجموعہ اپنے مداحوں کے درمیاں لئے ورثہ میں چھوڑ جاتا ہے تاکہ اس کے دوست اس کو پڑھ کر لطف اندوز ہوتے رہیں۔ ایک شخص اگر مذکور بالا اوصاف کا مالک ہو تو میرے خیال میں وہ قدرتِ خداوندی کا حسین کرشمہ اور اس کے لطف و کرم کا مجموعہ ہوگا۔ ایسی ہی برگزیدہ ہستیوں میں ایک ہستی کیپٹن محمد رمضان تبسم قریشی مرحوم کی تھی۔ مرحوم کی ہستی حسن

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

اخلاق۔ حکمت و دانشوری اور شاعری کا مرجع تھی۔

تبسم مرحوم و معفور کے ایک قریبی دوست دانش مند ادب پروران ے بارے میں فرماتے ہیں کہ "جب میں گجرات اور قلعہ دار گاؤں کے کتاب خانوں کو دیکھنے کی غرض سے گیا تو ایک شاعر سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ جو فارسی زبان میں دلنشین غزلیں کہنے کے علاوہ نثر فارسی میں بھی کمال مہارت رکھتا ہے۔ اس کا اسم گرامی کیپٹن محمد رمضان تبسم قریشی تھا۔ تبسم تخلص کرتے تھے۔ اس ملاقات سے قبل چند باران سے خط و کتابت کر چکا تھا۔ اور مجھے معلوم تھا کہ وہ پروفیسر احمد حسن احمد قلعہ داری کے بڑے بھائی ہیں۔ جس کے توسط سے ہی میں نے ان کے شرح احوال۔ چند غزلیات اور تصویر حاصل کر کے روزنامہ فرد تہران میں نشر کرائی۔

تبسم مرحوم نے جو خطوط اس ملاقات سے پہلے میری طرف لکھے تھے ایک میں لکھتے ہیں۔

"دعا فرمائیں رب العالمین اپنی قدرت سے بزرگوں کے نقش پا پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے میں نے جو کچھ سیکھا ہے اپنے جد بزرگوار حضرت مولوی فضل احمد مرحوم معفور سے سیکھا ہے۔ میں نے قانون بوعلی سینا کو 1337ھ میں انہیں سے پڑھا ہے۔ میں نے فارسی کے اسباق کچھ چچا مرحوم اور کبھی والد بزرگوارم سے پڑھ لیا کرتا تھا۔ اپنی عمر میں ہزاروں اشعار بزبان فارسی۔ اردو اور پنجابی کہہ چکا ہوں۔ لیکن شومئے قسمت اور زمانے کے دھندوں نے ان کو چھپوانے کا موقع نہیں دیا۔ صرف چند موقعوں پر دوستوں کی تحسین میں کہے ہوئے تقریباً 20 صفحات شائع ہو چکے ہیں۔ میں نے قدیم فارسی پڑھی ہے۔ اور اس کی روش سے لکھتا ہوں اور شعر کہتا ہوں۔ اب جب کہ آپ نے شوق دلایا ہے تو بڑے شوق و ذوق سے فارسی غزلیات کہتا ہوں۔

آگے چل کر تبسم مرحوم لکھتے ہیں کہ یہ ہیچ میرزادہ ہیچمدان تخلص سے مشہور ہے۔ یکم رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ بہ مطابق ۱۳ جنوری ۱۸۹۹ء بروز ہفتہ بوقت عصر کتم عدم سے دنیائے فانی میں عمر پیدا ہوا۔

شورے شود از خواب عدم چشم کشودیم

آگے تحریر فرماتے ہیں میری پیدائش سے قبل ایک بزرگ میرا نام برکت علی تجویز فرما چکے تھے۔ چونکہ میں رمضان المبارک میں پیدا ہوا اس لئے بزرگ نے اسی مناسبت سے میرا نام محمد رمضان رکھا۔ تبسم مرحوم کے دوست آگے چل کر فرماتے ہیں کہ تبسم مرحوم محلہ اقبال گنج گجرات کے شہر میں رہائش پذیر تھے۔ وہ ۱۹۴۴ء سے ہومیو پیتھک ڈاکٹر تھے۔ تشخص امراض میں ماہر تھے۔ وہ علاج فی سبیل اللہ کرتے تھے۔ اس فن میں ماہر ہونے کی وجہ سے وہ گجرات شہر میں بڑے مشہور تھے۔ انہوں نے طب قدیم ہومیو پیتھک میں تقریباً ۶۰ کتب چھوٹی بڑی لکھی ہیں۔ جو بڑی مقبول ہیں انہوں نے ء اپنے خود

Marfat.com

گفتہ اشعار ''خم خانہ دل'' کے نام سے ایک کاپی پر رقم کر رکھے تھے۔ دوستوں نے انہیں نغمہ ہائے تبسم کا نام دے رکھا تھا۔ ان کے ہاں طب قدیم کے خطی اور چھاپی کتابوں کا ایک قیمتی ذخیرہ موجود تھا۔ مجھے اپنے کتاب خانے کی زیارت کرنے کی دعوت دی میں وہاں گیا اور انہوں نے سریلی دل نشین آواز میں یہ غزل کہی۔

بہتر ازما ہست پیش مخلصان تصویر ما
ترجماں حال وقال سوز دل تحریر ما
در محبت وصل ہجر یار را نہ آید قرار
کس بجز عاشق نہ فہمد خواب ما تعبیر ما
جز زر گل درد دل ہرگز ندارد ہیچ زر
گلشن بہ شگفتہ شعر و سخن کشمیر ما
ہیچ کس درراہ الفت غم گسار دل نہ شد
ہم صفری بے ریا شد نالہ شب گیر ما
حد امکاں جہاں راکس نمی یا بدیگر
ہر چہ عقل و فکر ما آراستہ جاگیر ما
درفضائی دل شعاع تابش مہر علی
ہست از الطاف ایزد منبع تنویر ما
ما امام خویش کردہ ہر رضائے یار را
می رود تدبیر ما ہمراہی تقدیر ما
ہر نفس دریادِ جاناں، مشکبوئی و مشک باد
شد بہار باغ عالم خوشبوی تعمیر ما
ازعدم بگریختہ ماسوئے ہستی آمدیم
کن فغاں شد راہنمائے حسن عالمگیر ما
ہر قدم در وادی عرفان خود ثابت قدم
مابہ عرفان خودی کردیم خود تسخیر ما
گوشئہ عزلت گزینی بد تبسم راپسند
گشتہ تسبیحی بہ لطفش درپئی تشہیر ما

Marfat.com

ایک دفعہ ایک ادبی مجلس میں جس میں ادیبوں اور شاعروں کی ایک جمیعت موجود تھی۔ اک دانش مند ادب پرور نے تبسم مرحوم سے کہا تبسم صاحب اپنے اشعار سے صرف دو شعر مجھے سنایئے اور بس۔ تبسم مرحوم کے لبوں پر پر معنی مسکراہٹ ابھری اور انہوں نے حسب معمول سریلی دلنشیں آواز میں صمیم دل اور روشن ضمیر سے یہ غزل کہنی شروع کی۔

زندگی شاداب شد از روئے تو — در مشام جان من خوشبوی تو
بہ نیازم از جمال ایں و آن — دیدہ و دل باختم در کوئے تو
جسم و روحم را دھد تاب و تواں — آفتاب حسن تو مہ روئے تو
قبلہ حاجات و محراب نجات — در دو گیتی دلکشا آبروی تو
نور آزادی دہد ابرار را — دل اسیر حلقہ گیسوئے تو
خور و غلماں را نمی دارم ہوس — رشک فردوس بریں کوئے تو
ساقی مہر علی دادہ مرا — قطرہ آب بقا از جوی تو
چوں متاع درد مہرت یافتم — می دوھر دم خیالم سوئے تو
در دو عالم خواستم خواہم ہمیں — رحمۃ العالمین پہلوئے تو
در پریشاں حالی و در ماندگی — بازوی در رو دلم بازوی تو
تو بدہ جانِ تبسم راہ پناہ — یارسول اللہ شفاعت خوئے تو

وہ دانش مند جنہوں نے تبسم مرحوم سے صرف دو شعر کہنے کو کہا تھا اس غزل کے سماع پرسوز سے مبتلا وجد ہو گئے اور دیگر غزل پڑھنے پڑھنے کا اصرار کرنے لگے۔ پھر کیا تھا۔ تبسم صاحب دو گھنٹے شعر کہتے رہے اور شرکائے محفل محفوظ ہوتے رہے۔ تبسم مرحوم نے اپنی تازہ تصنیف خم خانہ دل میں اس مجلس کی تعریف ان اشعار میں کی

زندہ باد اے مرکز پاک و عجم — شاد زی اے محفل اہل قلم
گرد آوردی محبانِ ادب — نکتہ دان و شہر یاران ادب
ہر یکے را علم و ادب را مشغلی — ہر یکے مرد محقق کاملے
ہر یکے در جستجویش غوطہ زن — راز دار گوہر تنویرِ فن
رشک گلشن کردہ ای عرفاں را — رونق افزودی دل مہماں را
صحف کہنہ زیب تن پوشاک نو — گم بہ حیرت دیدہ ادراک نو
سال خوردہ ہم جواں تازہ دم

Marfat.com

بر درِ ت ہیم سرِ تسلیم خم

یہی دانش مند فرماتے ہیں کہ مرحوم تبسم نے 10 دسمبر کو میری طرف گجرات سے ایک خط لکھا کہ میری کتاب خم خانہ دل چھپ چکی ہے۔ اور میں انشاءاللہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے 15 دسمبر تقریباً گیارہ بجے صبح راولپنڈی آ رہا ہوں۔

15 دسمبر کو ہم سبھی منتظر تھے کہ ابھی تبسم صاحب تشریف لائیں گے۔ صبح گیارہ بجے تھے کہ تبسم مرحوم دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے اپنے روایتی انداز میں مسکراتے ہوئے کمرہ میں داخل ہوئے۔ وہ آج سے پہلے سے کچھ زیادہ خوش نظر آ رہے تھے۔ ان کی شائد کوئی بڑی آرزو پوری ہوگئی تھی۔ بقول ان کے وہ آرزو تھی خم خانہ دل چھپوائی۔ اس کو چھپوا کر وہ ساتھ لائے تھے تاکہ وہ اپنے ادب پرور دانش مند دوستوں کو نذرانہ عقیدت پیش کریں رسمی خیر خیریت پوچھنے کے بعد تبسم صاحب فرمانے لگے بھائی ایسا مجھے گولڑہ شریف جاتا ہے وہاں اپنے محترم پیرومرشد سے کی زیارت کرنی ہے۔

15 دسمبر کو ہی تبسم مرحوم گولڑہ شریف چلے گئے وہاں اپنے پیرومرشد سے آخری ملاقات کی۔ مرحوم کو کیا خبر تھی کہ میری مرشد سے آخری ملاقات ہے۔ 17 دسمبر کو تبسم مرحوم تین بجے اپنے دوستوں سے اجازت طلب فرمانے لگے۔ کیونکہ انہیں ساڑھے تین بجے ریل کار کے ذریعے واپس گھر جانا تھا۔ آج تبسم مرحوم پہلے سے کچھ زیادہ جلدی میں تھے۔ انہیں جلدی میں ہونا بھی چاہیے تھا۔ کیونکہ داعی اجل ان کے ساتھ ساتھ تو تھا ہی بھلا وہ انہیں کس جگہ دیر کہاں ہونے دیتا۔

آخر سب دوستوں نے تبسم مرحوم کو الوداع کیا وہ سبھی کے ساتھ گرم جوشی سے گلے مل رہے تھے۔ انہیں ایسا کرنا بھی تھا کیونکہ یہ ان کی یادگاری ملاقات تھی اس میں کسی قسم کی کمی کیسے ہوتی۔ تین بج کر 10 منٹ پر میں اور تبسم صاحب سٹیشن پر پہنچے گاڑی ریل کار کے روانہ ہونے کا ٹائم اناؤنس کیا جا رہا تھا۔ اور تبسم مرحوم بڑے غور سے سن رہے تھے۔

آخر پلیٹ فارم پر لگی ہوئی گھڑی نے ساڑھے تین بجائے گاڑی نے وسل بجایا اور میں تبسم صاحب کو انکی سیٹ پر بٹھا چکا تھا اور ان سے اجازت طلب کی فرمایا بیٹا انشاءاللہ عیدالبقر کے بعد دوبارہ آؤں گا۔ کیونکہ گولڑہ شریف جانا ہے۔ اچھا اب خدا حافظ۔ میں ڈبے سے اترا ہی تھا کہ گاڑی نے دوبارہ وسل بجایا اور چل پڑی اسے چلنا بھی تھا کیونکہ قانون قدرت کے تابع تھی۔

18 دسمبر کو ہم سب لوگ اپنے کام میں مگن تھے کہ ہمارے ایک دوست ساتھ والے کمرے میں آئے اور ہمارے دانشمند و ادب پرور آفیسر جو کہ تبسم مرحوم کے مداح خاص تھے تو مخاطب کیا کہ آپ کا گجرات سے ٹیلی فون آیا ہے۔ تبسم صاحب کے صاحبزادے آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں

Marfat.com

خیال کیا تبسم صاحب گھر پہنچ گئے ہونگے اور شکریہ ادا کرنا چاہتے ہونگے۔

چند منٹ کے بعد تبسم کے دوست اندر داخل ہوئے ان کے قدم میں ہے کی طرح تیزی نہ تھی۔ بلکہ قدرے لڑکھڑا رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو رواں تھے۔ سب حیران ہو کر بولے جناب کیا بات ہے۔

کہا تبسم صاحب فوت ہو گئے ہیں۔

پھر کیا تھا ہم سبھی لوگ خاموش تھے مگر آنکھوں سے آنسو رواں تھے دل ہی دل میں کہہ رہے تھے۔

ایک چہکتی بلبل کا گلہ کیوں گھونٹا
ہائے او موت تجھے موت ہی آئی ہوتی
کیا اندھیرے اوباد فضا کے جھونکو
آہ یہ شمع تو تم نے نہ بجھائی ہوتی

چند منٹ کی خاموشی کے بعد ہم لوگ بولے انا للیہ وانا علیہ رجعون اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس نصب فرمائے اور مرحوم کے پس ماندگان کو صبر وجمیل عطا فرمائے۔

جن دوستوں نے مرحوم کے جنازے میں شرکت کی واپسی پر تبسم مرحوم کی ناگہانی موت کا واقعہ یوں بیان کیا کہ 18 دسمبر کو تبسم مرحوم حسب معمول اپنے کمرے میں صبح دس بجے تشریف فرما تھے۔ اور شعر کہہ رہے تھے۔ انہوں نے ایک کتاب سید البشر صل اللہ علیہ وسلم شروع کر رکھی تھی جو بیک وقت تین زبانوں میں۔ اردو۔ فارسی۔ پنجابی میں لکھ رہے تھے۔ تقریباً پانچ سو صفحات لکھ چکے تھے۔ تبسم اسے جلدی مکمل کرنا چاہتے تھے مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کو منظور نہ تھا بلکہ وہ تبسم کو اپنے پاس بلانے والے تھے۔ تقریباً سوا دس بجے کے قریب آپ کے کمرے میں گھر کا ایک آدمی داخل ہوا تو تبسم مرحوم اپنی کرسی پر بیٹھے تھے۔ جیسے وہ کسی گہری سوچ میں لگے ہوں۔ تبسم مرحوم کے گھر والوں کا کہنا ہے کہ ان کو ہارٹ فیل ہونے سے ان کی موت واقع ہوئی۔ ان کی میز سے ایک کاغذ ملا جس پر تازہ شعر تحریر تھا۔

کاروان حیات می گزرد
منزل بے ثبات می گزرد

تبسم مرحوم کی موت اہل ادب اور دانش مند دوستوں کے لئے بڑا حادثہ ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔

تبسم مرحوم جو تازہ اور آخری تصنیف فرمائی وہ نامکمل رہ گئی مگر انشاءاللہ ان کے دوست اس

Marfat.com

کتاب یعنی سید البشیر کو ضرور چھپوائیں گے۔ مرحوم کی وہ کتاب جوان کے ہوتے ہوئے شائع ہوئی وہ "خم خانہ دل" ہے۔ اس کی ایک ہزار جلدیں تبسم مرحوم نے اپنے خرچ پر چھپوائیں۔ خم خانہ دل نو حصوں پر مشتمل ہے۔ جس میں حمد باری تعالیٰ۔ نعت رسول مقبول۔ شہید کربلا۔ ہدیہ تحسین ونذرانہ نعت۔ سید مہر علی شاہ کی خدمت عالیہ میں حکیم الامت کی خدمت میں خراج عقیدت گلہائے رنگارنگ۔ آثار رفتگاں غزلیات اور قطعات کی تحریر کیں۔ دانش منداور ادب پرور دوستوں نے اس کتاب کو بہت پسند فرمایا۔ اس کتاب کے سرورق پر شعر تحریر ہے۔

منم سرشار از خم خانہ دل
پراز مئے روز و شب میخانہ دل

مقولہ میں یہ شعر تحریر ہے جسے سبھی نے بہت پسند فرمایا۔

نخواہی دید برلب ہا دگر رقص تبسم را
اگر اے دل بروں از حلقہ پیر مغان رفتی

مرحوم تبسم کی یہ کتاب ادب پرور کور دانشمند دوستوں کی نظر میں ان کا چھوڑا ہوا ورثہ ہے۔ جسے وہ پڑھ کر مرحوم کی یاد میں اشک بہاتے رہیں گے اور دل میں گنگناتے رہیں گے۔

اک چہکتی بلبل کا گلا کیوں گھونٹا
ہائے او موت تجھے موت ہی آئی ہوتی
کیسا اندھیر ہے او باد فنا کے جھونکو
آہ یہ شمع تو تم نے نہ بجھائی ہوتی

(بہ یاد تبسم قریشی)

سازمان فارسی راولپنڈی (پاکستان)

از ڈاکٹر علی اکبر جعفری

مدیر مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان

بتی ناتمام

نخستیں باری کہ تبسم را دیدم، در محفلی بود از دوستاں، تبسمی بود بہ تمام معنی: خندہ برلب فروبستہ، چشم برزمین دوختہ، خاموش، آرام۔ ازش درخواستیم تابیتی چند از خود بخواند۔ بہ آرامش خواند اما آرامش محفل را برہم زد۔ آفرین ھاگفتیم، داد سخن دادیم، او ھم بہ جوش آمد۔ او دیگر تبسم نبود، قہقہہ می بود بلند، لرزندہ،

Marfat.com

لرزانندہ، او شعر ھمی خواندو ما آفرین ھمی گفتیم۔ او بیت ھا گفت و ما بہ ھا۔

ماہ ھا گذشت۔ می شنیدیم کہ ہمہ تن بہ چاپ شعرھای فارسی خود مشغول است تا چندی پیش نامہ نی نوشت کہ دعای معروف:

ای خاصۂ خاصان رسل وقت دعا یست

سرودہ مولانا الطاف حسین حالی شاعر ملی اردو را بہ فارسی و پنجابی برگردانیندا است اما چون معنی و مترادف فارسی ''گھڑ ناؤ'' را نمی داند، یک بیت ناتمام ماندہ است۔ کمکی می خواشت سہ روز دیگر خودش رسید و ''خمخانہ دل'' را چاپ کردہ بہ عنوان رہ آورد آورد۔ از آں کلمہ پرسید۔ گفتم ''شما کہ حالا حالا ھا اینجا ھستید۔ انشاء اللہ فردا''۔ عجلہ ھم داشت زیرا فرزند خود اختر را با خود آوردہ بود تا او را در پیش پیر خود بردہ، بیعت کناند۔ دو ساعت پس از آں تسبیحی آمد و خبر داد کہ تبسم ھنوز در کتابخانہ، پی کلمہ فارسی ''گھڑ ناؤ'' می گردد! برخاستم و نخست پی معنی کلمہ رفتم۔ دریافتم کہ گھڑ ناؤ نیست و گھڑ ناؤ است و آن کشتی را گویند کہ از بستن چھار چوب بر خمھای سفالین سازند تا از آب گزرد۔ بہ یاد کلک ایرانی افتادم کہ بہ جای خم در آن مشک پر باد بہ کار برند۔ بہ او ھم معنی و ھم مترادف فارسی را گفتم۔ دیگر آں تبسم آرام نبود، دیگر آن قہقہہ لرزندہ نبود، رقص بود پر حب و جوش۔ ھم چناں چمان چماں بدرود گفت و رفت۔

روز دیگر، یک ساعت گذشتہ از ظہر، از گجرات تلفنی گفت کہ تبسم درگذشت۔۔۔۔

در تشییع جنازہ اش۔ برادر گریانش می گفت صبح زود مرا خواست و گفت کہ معنی و فارسی گھڑ ناؤ را یافتہ است اما اجل نگذاشت کہ آں بیت را تمام کند پسرش گفت او چند لحظہ پیش از افتادن و در گذشتن چیزی را زمزمہ می کرد۔ شاید ترجمہ بیت حالی بود کہ بر کاغذ نیامد۔

اینک آں بیت را بہ تکمیل رسانیدہ پیشکش می کنم تا آن دعا، طبق آرزوی آن شادروان۔ بہ سہ زبان اردو، فارسی و پنجابی چاپ و پخش گردد:

اردو

در یائے پر آشوب ہے اک راہ میں حائل
اور بیٹھ کے گھڑ ناؤ پر یاں قصد شنا ہے

حائل شدہ دریائے پر آشوب در ایں راہ
در کشتی بہ شکستہ مرا قصد شنا یست

خدا ایش بیامرزاد (بہ یاد تبسم قریشی)

سازمان فارسی راولپنڈی (پاکستان)

روشنی کا سفر

Marfat.com

از دکتر سید سبط حسین رضوی

استاد دانشکدہ دوستی راولپنڈی

تبسم قریشی یادش بخیر

روز ۱۸ دسمبر ۱۹۷۳ء شاعر نغز گوی گجرات محمد رمضان تبسم قریشی زندگانی سراسر افتخارش بہ پایاں رسید و بدوں علالتی ناگہان قلبش از حرکت افتادہ بہ رحمت ایزدی پیوست و خانوادہ و دوستاں و ہمہ ادیباں و شاعراں را غرق درا ندوہ و ماتم ساخت۔

طبق نامہ ہائے کہ بہ نگارندہ ایں سطور نوشتہ معلوم می شود کہ دے دراول ماہ ژانویہ ۱۸۹۹ء میلادی رمضان ۱۳۱۶ ھ ق در گجرات پا بہ عرصہ وجود نہاد پدرش علامہ محمد عبدالکریم قریشی ابن مولوی فضل احمد ابن خان محمد قریشی بود کہ در علم و فضل در آں ناحیہ شہرتی تمام داشت۔ تبسم تحصیلات مقدماتی۔ رانز جدو پدر خود بر پایاں رسانید۔

در سال ۱۹۱۹ م در ارتش استخدام شد و پس از دو سال استعفا کرد و بہ نہضت حای آزادی خواہی و تحریک خلاف پیوست و بہ خدمت ملک و ملت پرداخت۔ وی در سال ۱۹۲۳ م بہ خدمت فرہنگ درآمد و معلم شد تا ۱۹۲۳ م بہ ایں کار ادامہ داد۔ سپس مجدداً در خدمت ارتش درآمد و در سال ۱۹۵۳ م با درجہ سروانی بازنشستہ شد و پس از آں در رشتہ ہومیو پیتھی بہ پزشکی پرداخت و چون بہ مستمندان و بیماران توجہ خاص داشت۔ برای بہبود وضع آناں بیمارستانی بہ نام عامر ہومیو پیتھک شفاخانہ در محلہ اقبال گنج گجرات تاسیس نمود و بدیں وسیلہ تا آخر عمر خود خدماتی بزرگ بہ مردم انجام داد۔

تبسم چندی روز نامہ نویس ہم بودہ است در ماہ یانویہ ۱۹۳۲ م مجلہ ماہنامہ بہ نام اقبال منتشر ساخت کہ پس از ہفت ماہ تعطیل شد پس از آں در سال ۱۹۳۲ م اخبار ہفتگی بر نام محب کساں انتشار داد کہ خود صاحب امتیاز و مدیر مسوول ایں خبر نامہ بود اما در سال ۱۹۴۳ م بہ علت اشتغال مجددی بہ خدمت ارتش آں خبر نامہ را نیز تعطیل نمود۔ در ایام نشستگی در سال ۱۹۵۷ م ہفتہ نامہ لحابہ نام غازی منتشر کرد کہ آں ہم چند سال بیشتر دوام نیافت مقالات عمدہ را در ایں مجلات تبسم خودی نوشت۔

او ذوق شعر شاعری را از جد و پدر بہ ارث بردہ بود واز اوان کودکی نمایلی خاص بہ شاعری داشت و اولین اثر منظوم را در کلاس ہفتم سرود۔ تبسم در شعر گوبی تلمیذ مولانا سید وحید الدین سلیم پانی پتی استاد جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن بود۔ وی در سہ زبان فارسی، اردو و پنجابی شعری سرود در فن شعر پیرو اساتید متقدم و مقید بہ رعایت قواعد و قوانین اصیل شعر فارسی است و سبک شعری وی بیشتر بہ شیوہ غزل سرایان دورہ معاصر

Marfat.com

پاکستان است ونکتہ نجی ھا وباریک اندیشی۔ ھای سبک ہندی نیز گاھگاہی دراشعار وی دیدہ می شود۔ اما مفاھیم ومعانی جدید وابتکاری کہ مخصوص طرز تفکر واندیشہ حساس شاعران روشن بین دوران معاصر است، آثار وی راجلوہ خاصی بخشیدہ است۔

تبسم در دیباچہ مجموعہ اشعار فارسی خود کہ بہ نام خمخانہ دل یک روز پیش از وفات خود انتشار داد، راجع بہ نگارندہ، این طور نوشتہ است۔ آقای سید سبط حسن رضوی نوشتہ بود کہ غزلیات سروان تبسم قریشی را کہ برای من فرستادہ بودی، استادان ودانشوران دانشگاہ تھران بہ نظر استحسان نگریختہ اند و پرواز فکر تبسم را بسیار ستودہ واورا بہ آفرین ھا نواختہ اند۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اینگونہ کلمات تحسین وآفرین از دانشمندان دانشگاہ تھران موجب انبساط وبھجت وفخر ومباھات گردید ومرا بہ مقام شعری وادبی تشویق کردہ بودند۔۔۔۔۔"

واقعاً تبسم در جمع اصحاب چوں شمع می درخشید وقلوب ستائیدگان رامی ربود ونگارندہ خوش حال است کہ سھم خود را تشویش پارسی گوئی تبسم انجام داد واز کنج عزلت گجرات آں شاعر نغز گفتار وآزادہ بیروں کشید ومحافل تہران ومجالس راولپنڈی رااز صحبت ھائے آن خوش سرائے گجرات بہ جب جوش آوردتا این کہ دوستان دی رابرائے چاپ مجموعہ فارسی مایل کردند لی حیف شد کہ یک روز پیشتر از چاپ این نگذشتہ بود کہ اوداعی اجل رالبیک گفت واز رحلتش فرقت جانگدازی بہ عالم شعروادب وارد شد۔

سازمان فارسی کہ انجمنی است فارسی راولپنڈی از پانزدہ سال پیش برائے زبان وادبیات فارسی خدماتی شائستہ انجام دادہ است تصمیمی گرفتہ بود کہ برائے معرفی کتاب خم خانہ دل جلسہ ای بزرگ برپا بکند وفکر وہنر تبسم را بہ دوستان دیگر بہ شناسدمادن وتجلیل از این شاعر پارسی گولی بکند ولی۔

مادر چہ خیالیم وفلک در چہ خیال

شادرواں تبسم قریشی یک روز پیش از وفات برائے توزیع خم خانہ دل درمیان دوستان بہ راولپنڈی وگولڑہ شریف آمد اما چہ کسی می دانست کہ این آخرین سفر تبسم قریشی بہ راولپنڈی است کہ با اخلاص ومحبت نسخہ ھائے خم خانہ دل" را بہ یکا یک دوستاں خود تقدیم می کند واین ھدیہ آخرین ھدیہ ای است کہ از دست کہ آن دوست مہربان بہ ما می رسید۔

حیف در چشم زدن صحت یار آخر شد
فصل گل سیر نہ دیدیم وبہار آخر شد

چہ کسی می دانشت کہ سازمان فارسی بجائے جلسہ تجلیل از او وتعریف از خم خانہ دل جلسہ تسلیت منعقد می کند کہ در آں دوستاں با چشم ھائے اشکبار خاطرات آن دوست گم گشدہ را بیان می کند می کند وآہ می

Marfat.com

کشند۔

نگارندہ این ضایعہ جبران ناپذیر را خانوادہ محترم قصید پویشرہ بر ہمسر محرم و یگانہ فرزندیش و برادرانش و دوستانش تسلیت عرض می کند و از یزدمتعال برائے بازماندگان او صبر و شکیبائی و برائے خود اور رحمت مغفرت بی پایان مسئلت وارد گرچہ امروز بہ صورت ظاہر تبسم قریشی از میان مارفتہ است دلی نام و یاد تبسم قریشی واشعارِ خم خانہ دل ہموارہ در دلھائے ماطنین انداز خواھد بود۔

بعداز وفات تربت مادرزمیں مجوی
درسینہ ہائے مردم عارف مزار ماست

(بہ یاد تبسم قریشی)

سازمان فارسی راولپنڈی (پاکستان)

ڈاکٹر عبداللہ مظاہری

رایزن فرہنگی سفارت
شاہنشاہی ایران اسلام آباد۔

دیر مغاں ء

ازآں بدیر منانم عزیز می دارند
کہ آتشی کہ نہ میرد ہمیشہ دردل ماست

سازمان فارسی راولپنڈی کہ خدمات آن در گسترش و ادبیات فارسی در سرزمین پاکاں و برھمگان مشہود است از من خواستہ اند احساسات خود را در بارہ فقید سعید سروان محمد رمضان قریشی تبسم بنویسم تا آن را در نشریہ یی کہ بہ مناسبت مجلس یاد بود آن شادرواں ترتیب خواھند داد درج کنند۔

من از در گذشت دوست عزیز وار جمند تبسم بسیار متاثرم و بیشتر تاسف من از این است کہ خیلی دیر باھم آشنا شدیم و داس اجل زودتر از آنچہ انتظار می رفت رشتہ دوستی ما را از ھم گست۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
بوئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

گرچہ ھمگی در مرگ تبسم غمگینیم دلی تاثر من اُز دیگران بیشتر است۔ احساسات مرا در این بادہ دوستان گرامیم دکتر جعفیر و تسبیحی بیشتر احساس می کنند، چہ تبسم در آخرین روزھای زندگی مھمان ما در

Marfat.com

راولپنڈی بود وازاو خاطرات فراموش ناشدنی داریم۔شادی فوق العاده وراازاینکه به یک کرشمه دوکار کرد
هیچ وقت فراموش نخواهیم کرد یعنی هم خمخانه دل رابعنوان ره آورد سفر برای ما آورد وهم توانست برای فرزند
برومند خود افتخار محمود اختر قریشی از پیرو مراد خود در گولڑه شریف بیعت بگیرد و باری ما عجیب تر آن بود که
باوجود خوشحالی ومسرت فوق العاده ای که از خود نشان می داد خستگی وافسردگی راه حالت خاصی دراو بوجود آورده
بود و بکرات این بیت را۔

"کاروان حیات می گزرد منزل بی ثبات می گذرد"

با این حال همواره از آنچه در آینده خواهد کرد، اشعاری که خواهد سرود، کتابهایی که تالیف
خواهد کرد، عریضه هایی که برای تقدیم دیوان خود به بزرگان وعزیزان خواهد نوشت گفت وگومی کرد۔
حیرت وسرگشتگی ودرماندگی ما پس از شنیدن خبر دردناک درگذشت بنا بهنگام تبسم قریشی اندازه نداشت
بخصوص که بحکم دوستی عمیمان ووظیفه فرهنگی که داریم خود را موظف میدانیم که پاره ای از آرزوهای اورا
جامه عمل بپوشانیم۔آنان که با افکار وعقاید آن مرحوم آشنا هستند وخلق وخوی اورادرک کرده اند ونظم ونثر
ساده ودل نشین اوراخوانده اند می دانند که گفتار او از دل بر می آمد وبر دل می نشست می توانند به حساسیت و
اهمیت وظیفه ای که اخلاقاً به عهده گرفته ایم پی ببرند زیرا که بیان تاثرات واحساسات وعواطف تبسم بازبان و
قلم دیگری کار آسان وساده ای نیست۔

تبسم قریشی فرزند شایسته خانواده ای دیندار وپرهیزگار وباایمان وعالم بود، تحت تاثیر تعالیم عالی
والدین خود، افکار وعقاید مذهبی در کلیه امور وشئون زندگی وی ریشه دوانده بود وآثار واشعارش چاشنی دین و
ایمان داشت۔دانش پژوهی وخوشه چینی از خرمن علم ودانش بزرگان را از خاندان گرامی خود به ارث برده
بود۔بازبانهای گوناگون آشنایی داشت۔بمطالعه در طب قدیم وجدید عشق می ورزید ومانند نیاکان فارسی
گوی خود به زبان وادبیات فارسی سخت دل بسته بود وهر وقت فرصت می یافت به آن زبان طبع آزمائی می
کرد۔گرچه در کسوت سربازی خدمتگزار ملک وملت خود بود ولی هیچ گاه از دانش آموزی غافل نبود وحاصل
مطالعات خود را به صورت کتابها ورساله های گوناگون در پزشکی واشعار زیبا ونغز ولطیف بزبانهای فارسی و
اردو وپنجابی در دسترس همگان می گذاشت۔لحنی با احساس وصدایی دلچسپ داشت وگاه گاه سروده های خود
را باشور وحال زیادی ترنم می کرد۔

هیچ چیز بقدر خواندن کتابی تازه ونوا وراخرسند نمی نمود۔درمطالعه کتاب وقت زیادی تاحد وسواس
داشت گویا می خواست از لابلای سفیدی وسیاهی اوراق کتاب وحروف ونقوش آن، حقیقت وواقعیتی را
درک کند که دیگران در فهمیدن آن کوتاهی وقصوری کردند۔از ایزو تبسم مردم را بهتر می شناخت وآنچه راکه می

Marfat.com

دید و می شنید بیشتر درک می کرد و چون صدیق و امانت دار بود، بهتر می توانست مشهودات خود را به دیگران عرضہ کند و در شنوندگان و خوانندگان تاثیر بگذارد۔

پس از بازنشستگی از خدمت ارتش عبادت پروردگار لایزال و خدمت خلق خدا را پیشہ ساخت و با مداوای بیماران و نوشتن کتاب و سرودن اشعار بہ ملک و میہن عزیز خود خدمت می کرد۔ چون مردی وارستہ و بہ مال و منال دنیا بی اعتنا بود نہ تنہا بسیاری از مریضان را بہ رایگان معالجہ می کرد بلکہ هزینہ دارو و درمان آنان را نیز از کیسہ پر فتوت خودی پرداخت۔ تبسم قریشی گوشہ نشین و منزوی فروتن و مردم دار بود و فرمائش حافظ لو شیرازی علیہ الرحمة را کہ فرمودہ

آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرف است

با دوستاں مروت با دشمناں مدارا

نصب العین خود ساختہ بود در جلب دوستی اطرافیان و جلوگیری از اختلاف و تحریک حس حسادت دیگران بحدی مراقبت داشت کہ از شہرت نیز گریزان بود۔ در عشق و علاقہ نسبت بہ خانوادہ و دوستان و استادان و روحانیوں و علمای واقعی و عامہ مردم یگانہ بود۔ در حق شناسی و سپاسگواری از دوستان بی ریا و تظاهر خود نظیر و همتا نداشت و در ابراز احساسات واقعی خود نسبت بہ آنان تا بدانجا پیش می رفت کہ غالباً دوستان را از علو طبع وسعہ صدر خود شرمندہ می ساخت۔ آثار نظم و نثر او شاهد عادلی از افکار پاک و احساسات پسندیدہ انسانی او است، از آن جملہ است جملاتی کہ در پایان مقدمہ دیوان خود بدین ترتیب نگاشتہ است۔

"از هر کس کہ از روش فکر و پیرایہ اشعارم فایدہ می یابد بہ الحاح درخواست می کنم کہ مرا با دعا یاد کند۔ زیرا خداوند بخشندہ و بخشایش گر مرا توفیق و همت ارزانی داشت تا بیش از این بتوانم خدمت ملک و ملت و ادب فارسی وار دو را سرانجام دهم کہ بہ تصدیق آقای تسبیحی میراث بزرگ خاندانم است کہ بہ تنہایی می تواند معرف سجایا و خصایص اخلاقی او باشد و از پرستش خداوند بزرگ و رسوخ افکار و عقاید مذهبی در وی گرفتہ تا فروتنی و تواضع و شوق خدمت بخلق و عشق بہ میہن و ملت عزیز خود و علاقہ بہ علم و دانش و احترام بہ گذشتگان و افکار و عقاید مردم و سپاسگواری و حق شناسی از دوستان صمیم و مخلص را در آن یافت۔

من از طرف خود و فرهنگیان ایران این مصیبت بزرگ را بہ خاندان ارجمند و دوستان مخلص و پاسداران زبان و ادبیات فارسی کشور دوست و برادر پاکستان و کلیہ کسانی کہ گسترش روابط دوستی دیرین و عمیق دو ملت دوست و برادر پاکستان و ایران را وجہہ همت خود ساختہ اند صمیمانہ تسلیت می گویم و آسایش روح آن شادروان و بقای عمر باز ماندگان عزیزش را از خداوند متعال مسئلت می کنم و دوستداران واقعی او را بشارت می دهم کہ بہ مصداق فرمودہ شادروان سرمد پارسی گوی معروف ایران:

Marfat.com

حیات صورتش ارطی شده است طی نشود

حیات سیرتش ارطی شود ہزاران سال

تبسم عزیز مانمردہ است ونام پرافتخار وگرامیش ہمیشہ جاودان وابدی خواہد بود۔

(بہ یاد تبسم قریشی)

سازمان فارسی راولپنڈی (پاکستان)

مولوی محمد حیات قریشی

مولوی عبدالکریم صاحب کے دوسرے بیٹے ہیں۔آپ نے عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم گھر سے حاصل کی پھر آپ سرکاری سکولوں میں داخل ہو گئے۔سرکاری سکولوں سے آپ نے دسویں جماعت تک تعلیم حاصل کی اور محکمہ تعلیم میں مدرس ہو گئے۔

جنگ عظیم دوئم کے دوران آپ اپنی خدمات انگریزی فوج کے حوالہ کر دیں۔آپ نے فوج کی نوکری کے دوران فیروز پور میرٹھ۔بریلی۔اور لکھنو کی چھاؤنیوں میں اپنی خدمات سرانجام دیں۔جنگ کے اختتام پر آپ فوج کی نوکری سے فارغ ہو گئے۔اسی دوران پاکستان معرض وجود میں آچکا تھا۔آپ نے اپنی خدمات پاک فوج کے حوالہ کر دیں اور کیمل پور میں آرٹلری سنٹر میں تعینات ہوئے۔خانگی وجوہات کی وجہ سے آپ کی نوکری برقرار نہ رکھ سکے۔آپ نے یہ نوکری چھوڑ کر اسلامیہ ہائی سکول کنجاہ میں مشرقی علوم کے استاد مامور ہو گئے۔

اسلامیہ ہائی سکول کنجاہ میں آپ نے پون صدی تک پڑھاتے رہے۔اور علاقہ کی کئی نسلوں کے استاد بنے۔

آپ کے چچا مولوی محمد عالم تحصیل گجرات کے قاضی تھے۔اور قلعہ دار میں جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے۔آخر عمر میں وہ بیمار رہنے لگے۔تو جمعہ کا خطبہ دینے کی سعادت آپ کے ذمہ آئی۔اپنے بڑے بھائی تبسم قریشی کی مانند آپ کی بھی لحن داؤدی کی دولت سے مالا مال تھے۔فن خطابت میں آپ کی صلاحیت خداداد تھی۔قرآن شریف کی قرائت میں آپ ممتاز تھے۔جلد ہی آپ کی شہرت بطور خطیب دور دور تک پھیل گئی۔علامہ محمد عالم قریشی کی وفات کے بعد آپ مستقل طور پر جامع شاہی قلعہ دار میں جمعہ کا خطبہ دینے لگے۔اور یہ خدمت آپ بلا معاوضہ اور بلا ناغہ 25 سال تک سرانجام دیتے رہے۔طرز تخاطب آپ کا مولوی محمد عالم کی کاربن کاپی تھا۔علاقے نے ربع صدی تک مولوی محمد عالم کی کمی محسوس نہ کی۔آپ کا خطاب فرقہ وارانہ تعصبات سے پاک قرآن حکیم کی تعلیمات پر مبنی ہوتا۔موضوع۔اخلاقی

Marfat.com

معاشرتی اور معاشی قدروں کی ترویج ہوتا۔

آپ کے مخصوص خطاب جو سال میں دو مرتبہ آپ دیتے کی دھوم پورے علاقے میں پھیل چکی تھی۔اس خطاب کا انتظار لوگ سال بھر کرتے اور جب موقع آتا تو لوگ جوک در جوک قلعہ دار میں آنا شروع کر دیتے۔

اسلامی سال کے شروع میں امام عالی مقام کی شہادت کا بیان ہوتا تو تقریباً سارا محرم جاری رہتا۔شہادت کا فلسفہ۔امام عالی مقام کے مصائب اور اولعزمی اور ثابت قدمی کی تفاصیل بیان ہوتیں۔ علامہ راشد الخیری نے اس موضع پر منظر نگاری کا حق ادا کر دیا تھا۔اور مصور غم کا لقب حاصل کیا۔مولوی محمد حیات پنجابی زبان میں منظر بیانی میں علامہ سے کس قدر کم نہ تھے۔آپ کا بیان شروع ہوتا تو سامعین کربلا کے منظر میں آپ کو شریک سمجھتے تھے۔ مسجد آہوں اور سسکیوں میں ڈوب جاتی اور ماحول میں آہ و بکا کے سوا اور کچھ نہ ہوتا۔ مولوی محمد حیات بیان کرتے جاتے اور ہر آنکھ سے آنسو بے اختیار برسنے لگتے۔اہل تشیع حضرات بھی آپ کا بیان سننے کے لئے مسجد میں آتے اور یہ کہتے ہوئے رخصت ہوتے۔مولوی محمد حیات اعتقاد کا سنی ہے۔مگر جذبات میں اہل تشیع سے بڑھ کر ہے۔

دوسرا مخصوص بیان جو علاقہ میں مشہور تھا اور جس کا انتظار علاقے کے لوگوں کو مہینوں کرتے وہ معراج نبی کا واقعہ تھا لوگ معراج کی رات دُور دراز علاقوں سے آتے اور رات مسجد میں ٹھہرتے۔اور رات گئے تک یہ محفل جاری وساری رہتی۔مولوی محمد حیات معراج کے سفر کی جزیات بڑی تفصیل سے بیان کرتے جاتے اور سامعین سر دھنتے جاتے۔یہ آپ کے حسن بیان کا کمال تھا کہ سامع یہ محسوس کرتا کہ جو منظر مولوی محمد حیات بیان کر رہے ہیں وہ خود اس کا حصہ ہے۔معراج کے سفر کا منزل بہ منزل لحہ بہ لحہ نمو پذیر ہونے والے واقعات قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کرتے جاتے اور معراج کی غرض وغائت اور فلسفہ پر روشنی ڈالتے۔

آپ ۷ افروری ۱۹۷۵ء میں ایک حادثہ کا شکار ہو کر اللہ کے ہاں حاضر ہوئے۔

آپ ایک علمی ادبی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔باپ عربی۔فارسی۔کا اجل عالم۔چچا عربی۔فارسی۔قرآن حدیث فقہ تفسیر کا ممتاز عالم اور علمی حلقوں احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ہم نشیوں کا جمال آپ پر اثر انداز ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔آپ شعر موزوں کرنے کی قدرت رکھتے تھے۔آپ نے اپنی شاعری کا کوئی باقاعدہ دیوان ترتیب نادیا۔البتہ کچھ اوراق پریشاں کی صورت میں آپ کی عربی۔فارسی۔پنجابی منظومات ملتی ہیں۔

آپ کی فارسی غزل:

Marfat.com

الغیاث اے چارہ ساز درد مارا الغیاث
ماندہ ام در بحر عصیانم خدارا الغیاث
چون نہ گردو از در لطفت کسے گاہ بے مراد
ہاں مگر واں از در خود بے نوا را الغیاث
بے کس و درماندہ ام در خاک وخوں افتادہ ام
اے نگاہ لطف پرور ایں گدارا الغیاث
اے شہ لولاک دوراں خواجہ ہر دوسرا
ایں اسیر بندہ حرص و ھوا لاالغیاث
تا بکے منت کش الفاظ و معنی می شوم
گنج اسرار نہاں دہ خوشنوارا الغیاث

آپ کی اولاد میں تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔
محمد یونس قریشی۔آپ کے بڑے صاحبزادے واپڈا سے گریڈ 17 میں ریٹائر ہوئے۔
محمد ریاض قریشی۔آپ ایک آئل کمپنی میں اکاؤنٹنٹ کے محکمہ میں تھے۔حال ہی میں ریٹائر ہوئے۔
ظفر اقبال قریشی۔آپ یونائیٹڈ بنک میں مینجر کے عہدہ پر ملازم ہیں۔
ثریا اختر اور کوثر محکمہ تعلیم سے متعلق ہیں۔

احمد حسین قریشی

مولوی محمد عبدالکریم کے تیسرے بیٹے ہیں۔آپ 30 مارچ 1923ء کو جمعۃ المبارک کے دن قلعہ دار میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد ملازمت کے سلسلے میں گورنمنٹ ہائی سکول جہلم میں تعینات تھے۔آپ کے چچا علامہ محمد عالم قریشی اپنے بھائی کو بیٹے کے تولد کی خوش خبری ایک پوسٹ کارڈ پر منظوم صورت میں بھیجی۔

آپ نے ایک علم پرور خاندان میں آنکھ کھولی۔والد معلم تھے اور اعلیٰ پائے کے عالم دین بھی۔چچا عالموں میں معتبر حیثیت کے مالک تھے۔تصنیف تالیف دونوں بھائیوں کا مشغلہ تھا۔احمد صاحب کی تعلیم عربی۔فارسی گھر سے شروع کردی گئی۔چھوٹی عمر میں واحد باری۔کریما سعدی۔وغیرہ پڑھ لیں سکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عربی۔فارسی کی تعلیم بھی جاری رکھی۔ہائی سکول کی تعلیم ختم کرنے تک آپ صرف۔نحو۔

Marfat.com

عربی اور فارسی میں سکندر نامہ بری تک پڑھ چکے تھے۔

۱۹۳۰ء میں پرائمری سکول میں داخلہ لیا۔ پانچویں جماعت شادیوال میں سناتن دھرم سکول میں پڑھنے گئے۔ چھٹی جماعت میں اسلامیہ ہائی سکول کنجاہ میں داخلہ لیا اس سکول میں آپ کے استاد چودھری لال دین مفتی نیاز احمد۔ اور امتیاز الحق تھے۔ زمیندار سکول گجرات کو جب انٹر کا درجہ دیا گیا تو آپ کے بھائی تبسم قریشی اس سکول میں معلم تھے۔ آپ زمیندار سکول گجرات چلے گئے اس لحاظ سے آپ اس کالج کے کاغذات میں پہلے طالب علم تھے۔ جب یہ کالج ڈگری بنا تو نویں۔ دسویں جماعت کو الگ الگ کر کے پھر زمیندار سکول میں بھیج دیا گیا۔ آپ وہاں سے تعلیم چھوڑ کر کرسری کرشن ہائی سکول کنجاہ میں آ گئے۔ آپ نے وہاں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

میٹرک کا امتحان پاس کرنے تک آپ درس نظامیہ کا کورس مکمل کر چکے تھے۔ میٹرک کے بعد آپ زمیندار کالج میں داخل ہو گئے۔ زمیندار کالج کا شمار پنجاب کے اچھے کالجوں میں ہوتا تھا۔ اس دور میں ڈاکٹر جہانگیر اور بعد میں تاج محمد خیال پرنسپل تھے۔ آپ کے انٹرمیڈیٹ کے اساتذہ میں پروفیسر غلام جیلانی اصغر۔ پروفیسر مقصود احمد خان اور ڈاکٹر بشیر تھے۔ ۱۹۴۴ء میں ایف اے پاس کیا۔ اور بی اے میں داخلہ لے لیا۔ ۱۹۴۹ء میں بی اے کا امتحان ہونے کے بعد اسلامیہ ہائی سکول میں ٹیچر ہو گئے۔ ۱۹۵۳ء میں پاکستان اسلامیہ ہائی سکول شادیوال اور پھر محبوب عالم ہائی سکول گوجرانوالہ میں ٹیچر رہے۔

۱۹۶۲ء میں آپ نے ایم اے فارسی اور بی ایڈ کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۶۳ء میں ایم اے اردو۔ ۱۹۶۴ء میں ایم اے عربی کے امتحان پاس کیے۔

۱۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء میں زمیندار کالج میں بطور پروفیسر اردو عربی مقرر ہوے۔

آپ قادر الکلام شاعر ہیں۔ اردو۔ فارسی۔ عربی۔ پنجابی میں شعر کہتے ہیں۔ آپ نے شاعری کا آغاز دو معجزات نبی کو نظم کرنے سے کیا۔ احادیث نبوی میں جنتی۔ دوزخی لوگوں کی پہچان جو بیان ہوئی ہے انہیں حدیثوں کو نظم کے قالب میں ڈالا۔ یہ پنجابی شاعری کا آغاز تھا۔ ۱۹۳۷ء میں سہ حرفیاں لکھیں۔ اس کے بعد اردو اور فارسی میں طبع آزمائی کی قطعات لکھے۔ نواب سر فضل علی کی وفات پر عربی اور فارسی زبان میں قطعہ لکھا۔ بڑے بھائی (تبسم قریشی) سے متاثر ہو کر غزل کی طرف متوجہ ہوئے۔ زمیندار کالج کی تعلیم کے دوران آپ کی اردو اور فارسی غزلیات کالج کے مجلہ شاہین میں طبع ہوتی اس زمانہ میں کلام کی اصلاح کے لئے آپ شاداں بلگرامی سے رجوع کرتے۔

اسلامیہ ہائی سکول کنجاہ کی ملازمت کے دوران آپ نے غنیمت کنجاہی کی مثنوی کے جواب میں فارسی میں ''مثنوی فرہنگ عشق'' لکھی۔ یہ عشق حقیقی کی واحد مثال تھی۔ قصہ حضرت بلال کے عشق

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر، ڈاکٹر احمد حسین احمد قریشی قلعداری

Marfat.com

Marfat.com

رسول کی روداد ہے۔ اس مثنوی کے معیار کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب ایران میں شہنشاہ ایران کا ڈھائی ہزار سالہ جشن منایا جارہا تھا۔ پاکستان کے فارسی کے مشہور عالم اور ادیب کرنل خواجہ عبدالرشید جو کہ پاکستان کے سفارت خانہ میں کلچرل اٹیچی تھے۔ ''فارسی شاعری پنجاب میں'' کے عنوان سے ایک تذکرہ ترتیب دیا اور شہنشاہ کی خدمت عالیہ میں پیش کیا۔ اس کتاب میں احمد حسین قریشی کی مثنوی فرہنگِ عشق کے اکتساب شامل تھے۔ جن کی تمہید خواجہ صاحب نے ان الفاظ سے شروع کی ''شاعر خوش سلیقہ اور خوش طریقہ''۔

جب تحریک پاکستان زوروں پر تھی اس زمانے میں آپ نے اردو ایک مثنوی ''سیاسیات حاضرہ'' علامہ اقبال کے ساقی نامہ کی بحر میں لکھی۔ جب لوگ قائداعظم پر طنز و تشنیع کے تیر برسا رہے تھے۔ تو آپ قائداعظم کی مداح میں نظم مستزاد کی شکل میں لکھی۔

پروفیسر ضیا محمد قلعہ داری (مصنف یادگار وارث) نے حضور نبی ﷺ کی شان میں قصیدہ نعتیہ لکھا۔ جو کہ قصیدہ کے لوازمات سے مبرا تھا۔ آپ نے اس کے جواب میں قصیدہ حضور کی شان میں لکھا۔

آپ نے قصیدہ گوئی کی صنعت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور صنعت توشیخ میں متعدد قصائد لکھے۔ یہ وہ زمین ہے جہاں شاعر خون تھوک دیتا ہے۔ اس دور میں اس صنعت میں قصیدہ لکھنے والا اور کوئی نہیں تھا۔

آپ کا قصیدہ اپنے استاد کی مدح میں

1- گنج جود جناب تاج محمد خیال ۱۳۸۰ھ بسلسلے اگر بہ حساب ابجد اعداد جمعہ مصرعہ ہائے اول جمع کنیم از ہر یک مصرعہ ہائے اول سن ہجری ۱۳۸۰ھ حاصل می شود

2- و اگر اعداد جملہ مصرعہ ہائے ثانی بہم کنیم از ہر یک مصرعہ ثانی عیسوی ۱۹۴۱ء ظاہر شود۔

3- اگر سر جملہ مصرعہ ہائے بہم کنیم نام موصوف گنج جود جناب تاج محمد خیال حاصل می شود

4- واز ترقیمہ ایں نظم دعا گوئے احمد حسین قلعہ داری ہم سن ہجری آشکار است

گ۔	گرامی قدر میرے باکمال است	1380ء
ن۔	نظر او بہ اہل رائے محال است	1941ء
ج۔	جہاں از فیض او شد ساطع نور	1380ء
ج۔	جہالت را از و برتر زوال است	1941ء
د۔	دفور رحمت حق زیب جا شد	1380ء
د۔	درخشاں نو بہ نو علم کمال است	1941ء

Marfat.com

ج۔	جبیں محترم شدیاردم ساز	1380ء
ن۔	نمایاں اختر موج کمال است	1941ء
ا۔	الا بخت مبارک بادگویم	1380ء
ب۔	بیا آثارے اقبال خیال است	1941ء
ت۔	تبسم ریز شدنو صاحب عقل	1380ء
ا۔	الا اسرارداں بادشال است	1941ء
ج۔	جہاں رامجدہ نوخری باد	1380ء
م۔	مبارک خاص آں تاج کمال است	1941ء
ح۔	حمیت کش والاشان صفا گو	1380ء
م۔	مروت پیشہ مہ بے احتمال است	1941ء
د۔	دل اومخزن الطاف تجدید	1380ء
ص۔	صلاسش حرف عقل بے مثال است	1341ء
ا۔	اگر درصفت او باشم زہے جود	1380ء
ح۔	حلاوت ابجد تاج خیال است	1941ء
ب۔	بہ لطف شعر من المدح شورے	1380ء
خ۔	خمار شعر از آب زلال است	1941ء
ی۔	یگانہ گوہر پیوستہ ہفتم	1380ء
ا۔	چنیں سخن این اے مستال است	1941ء
ل۔	لب پر مصرعہ نانامش فروزاں	1380ء
ھ۔	دلش اے احمد مشلمشل سال است	1941ء
	گنج جود جناب تاج محمد خیال	
	دعا گو قریشی احمد حسین احمد قلعداری	1380ء

تاج محمد خیال

حروف ابجد کے حساب تاریخ گوئی کا فن صدیوں پرانا ہے۔ مگر اس فن کے لوگ اب کم کم ملتے ہیں۔ بلکہ اس صفت کو سمجھنے والے بھی کم یاب میں قریشی صاحب اس فن میں بھی طاق ہیں۔

۱۹۵۰ء کی دہائی میں پنجابی زبان کی ترویج کا سلسلہ چلا۔ اس سے پہلے پنجابی زبان میں

Marfat.com

شاعری کرنا۔ پنجابی میں لکھنا۔ بولنا۔ لاعلمی کی نشانی سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ معیوب سمجھا جاتا تھا۔

پنجابی زبان کی طرف توجہ سب سے پہلے قلعہ داریوں نے کی۔

پنجابی زبان کی کتاب ہیر وارث شاہ پر سنجیدہ تحریر پروفیسر ضیا محمد قلعداری کی قلم سے یادگار وارث کے نام سے نکلی۔ آج تک یہ کتاب محققین اور ادیبوں کے لئے بطور حوالہ پیش کی جاتی ہے۔ قلعہ دار کے علماء کی زبان پنجابی ہے۔ یہ لوگ فارسی عربی کے اجل عالم تھے۔ ان زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ نثر میں مقفہ اور مسجع عبارت تحریر کرنے میں ماہر تھے۔ مگر ان کا ذریعہ اظہار پنجابی تھا۔ خطاب پنجابی میں کرتے۔ پنجابی میں تحریریں ان کی مقدم ہیں۔

علامہ سید احمد کی کتاب ارشاد الجاھلین۔ فقہ کے مسائل پر پنجابی نظم میں کتاب

علامہ کے صاحب زادے مولوی نجم الدین فائز کی 26 کتابیں پنجابی نظم میں فصائل اصحابہ۔ فضائل خلفائے اربعہ۔ شہادت نامہ امام حسین نماز احمدی وغیرہ۔ پنجابی نظم میں

مولوی محمد عبدالکریم کی کتاب روح العباد۔ حضور کا تاولد نامہ پنجابی نظم میں آپ ہی کتابیں تاریخ فتح مکہ۔ تاریخ صلح نامہ حدیبیہ۔ پنجابی نظم میں علامہ محمد عالم قریشی کی تفسیر سورت اخلاص۔ اسلام امیر حمزہ پنجابی نظم میں۔

پنجابی زبان کی تحریک چلی تو دو تین کتابیں پنجابی ادب کی تاریخ اور تذکرہ کی صورت میں مارکیٹ میں آگئیں۔ دو پرچے پنجابی زبان اور ادب کے ترجمان بن کر پہنچ دریا۔ پنجابی شائع ہونے لگے۔

پنجابی ادب کا میدان خالی تھا۔ تنقید و تبصرہ بھی سے بھی قدرے محفوظ وجہ لوگوں میں ابھی پنجابی ادب اور زبان کا ادراک نہ تھا۔

تحقیق اس زبان کا محفوظ اور آسان ترین شعبہ تھا۔ کتابیں تاریخ اور تذکرہ کا امتیاز کئے بغیر شائع ہونے لگیں اس کی وجہ پنجابی زبان کے ماخذوں تک نارسائی۔ کم علم رکھنے والے اس میدان میں آدھمکے چھپنے کا شوق۔ مطالعہ کا فقدان۔ مصنفین کی غلط کاروائیوں کی شکل میں نکلا۔

احمد حسین قریشی نے وراثت میں ایک ایسی لائبریری پائی جس میں جدید اور قدیم۔ ہر زبان اور ہر موضع پر کتاب دستیاب تھی۔ مطالعہ کا شوق اس پر مستزاد تھا۔ مارکیٹ میں چھپنے والا مواد غلطیوں سے بھرپور تھا۔ ان کا تذکرہ ڈاکٹر وحید قریشی سے کیا گیا۔

احمد حسین ان دنوں گوجرانوالہ میں ایم اے اسلامیہ ہائی سکول میں تعینات تھے۔ ڈاکٹر وحید قریشی صاحب سے اس زمانے میں تعلقات استوار ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کی ایما پر ان غلطیوں کی نشان

Marfat.com

دہی پنجابی ادب نے ”پنجابی ادبی تذکریاں پر تنقیدی نظر“ کے عنوان سے شائع کر دی۔ یہ کتاب بغیر کسی سیاسی حوالے کے میرٹ پر انعام کی مستحق ٹھہری۔

اس کے بعد آپ کے قلم سے پنجابی ادب کی تاریخ نکالی اس کی تلخیص مختصر تاریخ ادب پنجابی کے طور پر میری لائبریری والوں نے چھاپ دی۔

پنجابی ادب کے تاریخ دانوں نے اپنی غلطیوں کا دفاع کرنے کی بجائے دلیل کی جگہ دشنام سے کام لیا۔ ادب کا مطالعہ ان وہ شائستگی پیدا نہ کر سکا۔ جو کسی ادیب کی شخصیت کا حصہ ہوتی ہے۔ لہٰذا جو کچھ کسی کے دامن میں تھا وہ اس نے انڈیل دیا۔ قریشی صاحب طعن و تشنیع اور دشنام کی زد میں آ گئے۔

قریشی صاحب نے پنجابی زبان میں گجرات کی تاریخ لکھی جو پنجابی ادب بورڈ نے شائع کی یہ مسبوط تاریخ ہے جو کہ پنجابی زبان میں لکھی گئی۔ قریشی صاحب نے علامہ اقبال کی کتابوں کا پنجابی نظم میں ترجمہ کرنا شروع کیا کسی زبان کا دوسری زبان میں مافی ضمیر بیان کرنا افراط و تفریط کا لحاظ رکھتے ہوئے استرے کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔ قریشی صاحب اس امتحان میں کامیاب و کامران نکلے

تراجم کی تفصیل:

ترجمہ مثنوی مسافر	فارسی علامہ اقبال	پنجابی نظم
ترجمہ اسرار خودی	فارسی علامہ اقبال	----
ترجمہ پس چہ باید کرد	فارسی علامہ اقبال	----
ترجمہ گلشن راز جدید	فارسی علامہ اقبال	----
ترجمہ شکوہ جواب شکوہ	اردو علامہ اقبال	----
ترجمہ بندگی نامہ	اردو علامہ اقبال	----

دیگر تراجم:

قصیدہ بردہ	عربی علامہ بوصیری	پنجابی نظم
قصیدہ بانت سعاد	عربی کعب بن زھیر	پنجابی نظم
ترجمہ قرآن حکیم:	اردو نظم	

ترجمہ احادیث نبوی اور سراپائے حبیب پنجابی۔

شاعری کی دوسری اصناف جن میں غزل۔ نظم۔ قطعات۔ مراثی۔ مکتوب۔ عربی۔ فارسی۔ اردو اور پنجابی شامل ہیں ان کے چھ مجموعہ ہائے دیوان ہیں۔

ان کے علاوہ سیرت رسول میں

Marfat.com

حیات جاوداں۔ فارسی نظم

سیرت رسول اردو نظم

مثنوی اشک وآہ۔ مشرقی پاکستان کے سانحہ کی روداد

پاکستان نامہ اردو اور فارسی زبان

اپنے بزرگوں سے عربی۔ فارسی۔ اور دینی علوم حاصل کرنے کے علاوہ انہوں نے وراثت میں ایک نادر و نایاب کتابوں کا ذخیرہ بھی پایا ان میں بعض کتابوں کا صرف ایک ہی نسخہ موجود ہے۔ جو ان کے پاس محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ کتابیں جمع کرنے کا شوق بھی اپنے چچا اور والد سے پایا۔ آپ نے بڑی نادر و نایاب کتابیں دریافت کیں اور وہ لا کر اپنے والد کو دیتے۔ جو ان کا قلمی نسخہ تیار کر کے ان کے حوالے کرتے۔ انہوں نے ملا غنیمت کنجاہی کا دیوان کنجاہ سے حاصل کیا جو کافی بوسیدہ ہو چکا تھا۔ ان کے والد نے اس کی تجدیدی نقل تیار کر دی۔

قریشی صاحب نے متعدد فارسی گو شعرا کی دیوان نہ صرف دریافت کئے بلکہ ان کو مرتب کیا۔ ان میں دیوان منیر لاہوری دیوان اللہ جو ایا شوق۔ دیوان محمد صالح کنجاہی۔ دیوان غلام محی الدین کنجاہی۔ دیوان قاسم۔ دیوان تاثیر۔ دیوان قاضی راحت وزیر آبادی شامل ہیں۔ دیوان ثنا اللہ خراباتی ان کی دریافت ہے جس کو اہل ایران نے شائع کیا۔

آپ کے مقالوں کی تعداد 100 سے زیادہ ہے۔ ان میں گجرات کی قدیم دینی درس گاہیں اور علماء کرام۔ گجرات کی تاریخ بہ عہد قدیم و جدید ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی۔

آپ نے تاریخ و تحقیق کے سلسلہ میں تواریخ کی بہت سی کتابیں جمع کیں ان میں ثواقب المناقب محمد ماہ صداقت کنجاہی رسالہ احمد بیگ لاہور۔ تذکرہ نوشاہیہ۔ سکینۃ الاولیا مصنفہ دراشکوہ۔ شجرہ سادات شامل ہیں۔

درخت اپنے پھل سے اور آدمی اپنے دوستوں سے پہچانا جاتا ہے۔ دوست آدمی کا تعارف ہوتے ہیں۔ آپ کے چیدہ چیدہ دوستوں میں سید علی جمال خوارزمی۔ اکرام اللہ شرر قریشی۔ عبدالکریم خالد کالج کے زمانے میں دوست ہیں۔ گوجرانوالہ قیام کے زمانے میں آپ کی دوستی کا حلقہ علامہ غلام یعقوب انور۔ مرزا منور۔ ڈاکٹر وحید قریشی۔ جبکہ گجرات شہر میں آپ کا حلقہ احباب میں رشید ٹھیکیدار۔ میاں محمد اکبر۔ مسعود احمد اسیر۔ حکیم عارف اور پیر فضل گجراتی شامل ہیں۔

کنجاہ کے قیام کے دوران شریف کنجاہی۔ ضیاء محمد ضیاء احسان الحق سلیمانی دوستی کے رشتہ میں شامل ہوئے۔

Marfat.com

گجرات سے باہر خواجہ محمد صفدر۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی ڈاکٹر احسان الٰہی رانا۔ عبدالحمید فارانی۔ فاضل زیدی۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری۔ سید شریف احمد شرافت۔ کرنل خواجہ عبدالرشید۔ میر حسام الدین راشدی۔ سجاد حیدر۔ فیض احمد فیض۔ ریاض چشتی چکوالی۔ اکرام ہاشمی۔ عبدالقدیر نجمی۔ سید عارف نوشاہی۔ ڈاکٹر شہباز ملک۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی۔ غلام رسول مہر۔ افضل خان ظہور الدین شعبہ فارسی۔ ڈاکٹر ظہور احمد۔ پروفیسر حامد حسن شامل ہیں۔

گوجرانوالہ کے قیام کے دوران ڈاکٹر وحید قریشی سے دوستی کا رشتہ استوار ہوا۔ تو ڈاکٹر صاحب نے آپ کو پی ایچ ڈی کرنے کا مشورہ دیا۔ اور موضوع تجویز کیا خوب چند ذکا کی کتاب عیار الشعرا کا تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ۔ مقالے کے نگران ڈاکٹر عبادت بریلوی مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کی عدم دلچسپی سے یہ مقالہ دو سال تک یونیورسٹی میں داخل نہ ہو سکا۔

عیار الشعرا کے تحقیقی اور تنقیدی مطالعے میں قریشی صاحب نے اردو فارسی کے تمام تذکروں کا عرق ریزی سے مطالعہ کرنے کے بعد ان کو یک جا کر دیا۔ اس میں انہوں نے تمام تذکروں کے اختلافات پر بحث کی ہے۔ اور غلط واقعات کی درستگی کی۔ یہ ضخیم مقالہ اردو ادب میں ایک سنگ میل ہے۔

بعد از خرابی بسیار آخر کار یہ مقالہ پی ایچ ڈی کے لیے منظور ہوا۔

ڈاکٹر عبادت بریلوی کی بے اعتنائی کا قصہ مشہور ہوا تو قریشی صاحب کی ملاقات اورینٹل کالج میں عربی ادبیات کے صدر نشین ڈاکٹر احسان الٰہی رانا سے ہوئی۔ انہوں نے آپ کو عربی میں پی ایچ ڈی کرنے کا مشورہ دیا۔ مقالہ کا عنوان تھا عربی ادبیات کی تعمیر میں علمائے لاہور کا حصہ۔ یہ مقالہ انگریزی زبان میں لکھا گیا۔ اس مقالہ پر آپ کو عربی زبان میں پی ایچ ڈی دی گئی۔

آپ کے عربی مقالہ پر زبان کے ماہرین کی رائے۔

Mr. M.B. Serjeant.

Mr. Ahmed Hussain Ahmed has carefully traced a veriety of soures, the information relating to Islamic Scholars who were either native or connected with city of Lahore.

This local setting in which they worked, his approach method and presentation follow the

Marfat.com

established cannons of Scholarship and there is much of interest in his thesis though only a relatively small propratin of information appear to be new. The value of thesis indeed his rather in the assambly of scattered data with connected narrative.

Mr. Ahmed is already well trained and promising student of in the field of Islamic Study.

اسلامک سٹڈی کے پروفیسر فضل الرحمان کا تبصرہ

Intersting and information indeed for the first time the issue has been dealt with comprehensively and systametically, I, therefore, recommend that it should be accepted for the degree of PHD. Since there is no doubt that it is in this thesis original contribution to the knowlede. It is also to the credit of Mr. Ahmed that he has been able to utilise the unpublished matarial in manuscript from".

ڈاکٹر احسان الٰہی رانا کا تبصرہ

I am very much impressed by the industry of the candidadate with which he has collected the material. Its method of investigation is imposing how judicialy weighes the different. statements and draws new and original conclusion is all more admirable. I am confident that if published this thesis shall fetch the credit worthy of the name to the University of the Punjab.

آپ کی علمی ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے حکومت پاکستان نے آپ کو تمغہ امتیاز

Marfat.com

سے نوازا

ایوان صدر میں پڑھی گئی تحریریں　　پروفیسر احمد حسین قریشی قلعہ داری　اعزاز تمغہ امتیاز

شعبہ ادب

پروفیسر ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعہ داری کو السنہ شرقیہ نے دو بار پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کا بے مثال امتیاز حاصل ہے۔ آپ نے گجرات میں اپنے قیام کے دوران بطور استاد فرائض انجام دیتے ہوئے اردو۔ فارسی ادب کے ایک عظیم سکالر کے طور پر شہرت پائی جس کا اعتراف ایران اور مصر میں بھی کیا جا چکا ہے۔

پروفیسر احمد حسین قریشی قلعہ داری نے تصنیف و تالیف میں بہت سا کام کیا ہے۔ آپ نے تاریخ پنجابی ادب مرتب کی قرآن حکیم کا منظوم ترجمہ اور علامہ اقبال کی دو کتابوں کا منظوم پنجابی ترجمہ کیا۔ آپ نے مطبوعہ مقالات اور مضامین کی تعداد اتنی ہے کہ انہیں گنوانا ممکن نہیں آپ قدیم کتابوں اور تحریروں میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ نے ایسے تین ہزار مخطوطات کی فہرست تیار کی ہے۔ اس عالمانہ موضع پر آپ نے ایک کتاب لکھی ہے جسے مرکز تحقیقات فارسی ایران شائع کر رہا ہے۔

ادب کے شعبہ میں آپ کی خدمات کے اعتراف میں صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان نے پروفیسر احمد حسین قریشی قلعہ دار کو تمغہ امتیاز عطا کیا ہے۔

اک ایرانی عالم محمد حسین تسبیحی کا منظوم خراج عقیدت۔

سرور ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی

روح گجرات

پروفیسر ڈاکٹر۔ قریشی احمد حسین قریشی قلعہ داری استاد دانشمند پاری گوی گجراتی

الٰہی زندہ باشد قلعہ داری　　خوش بوئیدہ باشد قلعہ داری

نہ باشد رنج و غم در کار و بارش　　گل بوئندہ باشد قلعہ داری

قریشی احمد آمد روح گجرات　　حنین زندہ باشد قلعدا ری

سفر کردم بہ ہمراش شب و روز　　لبش پُر خندہ باشد قلعہ داری

بہ علم معرفت باشد سزاوار　　خدا دانندہ باشد قلعہ داری

نہال علم و دانش در دل او　　مہ تابندہ باشد قلعہ داری

بود گنجینہ علم الٰہی　　نبی خوانندہ باشد قلعہ داری

Marfat.com

کتب خانہ ش بود دریائے جہلم
یم جوشندہ باشد قلعہ داری

تنم پوئیندہ راہ حقیقت
بہ حق جوئیندہ باشد قلعہ داری

نوشم بانیاز ناز نامہ
نیاز آرندہ باشد قلعہ داری

صفا و خرمی درخانہ او
وفا دارندہ باشد قلعہ داری

نوشہ او کتاب خوب و زیبا
بسی نازندہ باشد قلعہ داری

قلم باشد بہ دست او سخن ور
غزل گوئیندہ باشد قلعہ داری

بہ شعر فارسی دل بستہ باشد
سخن آگندہ باشد قلعہ داری

زبان فارسی را دوست دارد
عزیز بندہ باشد قلعہ داری

کند پیوستہ شانہ زلف اردو
بہ دل گوشندہ باشد قلعہ داری

بہ پنجابی کنند گویندگی ھا
زمین دارندہ باشد قلعہ داری

بود منظومہ اش تفسیر قرآں
کتب کاوندہ باشد قلعہ داری

نوا خواندہ ہمیشہ در نیستاں
خم نوشندہ باشد قلعہ داری

رھا ای بے نوا شد ھم نوایش
کرم بخشندہ باشد قلعہ داری

پروفیسر سید سجاد حسین شیرازی

بندہ ایمد سین

ان سے ملئے جناب پروفیسر احمد۔۔۔ لیجیے وہ خود ہی اپنا تعارف کرانے لگے۔ بندہ ایمد سین (احمد حسین کا پنجابی تلفظ) سب ہنس دیے جی آپ بندہ ہیں اور دوسرے آپ کو بندہ نظر نہیں آتے۔ بندہ صاحب بھی اس پر ہنس دیے۔ اور بات آئی گئی ہوگئی۔ پھر رسماً ایک دوسرے کی خریت دریافت کرنے کے بعد سب اپنے اپنے کام کو چلا یئے۔ اس ''بندے'' سے میری پہلی ملاقات 16 اپریل 1985ء کو زمیندار کالج گجرات کے سربراہ ادارہ جناب چوہدری فضل حسین کے دفتر میں ہوئی۔ مجھے اپنے تبادلے کے سلسلہ میں پرنسپل صاحب سے ڈی۔ او حاصل کرنا تھا۔ چوہدری صاحب نے کمال لطف و کرم سے کام لیتے ہوئے نہایت موثر ڈی او مرحمت فرمایا۔

جس کے سبب میرا تبادلہ دو دن کے اندر یزماں (چولستان) سے زمیندار کالج گجرات (بہارستاں) میں ہو گیا۔ میں چودھری صاحب کے دفتر میں بیٹھا تھا کہ ایک کہنہ سال دبلے پتلے صاحب داخل

Marfat.com

دفتر ہوئے۔ چودھری صاحب نے ہمارا باہمی تعارف کرایا باہمی کا لفظ تو ویسے ہی زبان قلم سے ٹپک پڑا ورنہ در حقیقت تعارف صرف آنے والے شخص کا ہی تھا۔ کیونکہ مجھ جیسے درویشوں کا تعارف نام بتانے کے بعد موقوف ہو جاتا ہے۔

ان سے ملئے (پروفیسر ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعہ داری)

ایم اے عربی۔ ایم اے فارسی۔ ایم اے اردو۔ پی ایچ ڈی عربی پی ایچ ڈی اردو۔ چوہدری صاحب نے ایک ہی سانس میں یہ سب کچھ کہہ ڈالا۔ ان صاحب نے بڑی شان استغنا سے میری طرف دیکھا اور بڑی بے دلی سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو گویا ہوئے ''بندہ ایمد سین'' میں نے بے تکلفی سے بندہ سرتاپا دیکھا اور مصافحہ کیا۔ بندہ بھانپ گیا اور اپنی کلاہ کج کو مزید کج کیا۔ اپنی میلی سی مونچھوں کو تاؤ دیا اور مجھے اپنی خشمگیں نگاہوں سے گھورا۔ ہاں یاد آیا اس دوران میں ''بندہ'' نے اپنی چھوتی چھوٹی آنکھوں میں غصہ اور رعب وجلال کی علامت طاری کرنے کی بھی کوشش کی جس کے نتیجہ میں وہ مزید چھوٹی اور سرخ ہوگئیں۔ بندہ کی ہیت کذائی دیکھ کر میں کھڑا ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ نہایت ادب کے ساتھ دوبارہ مصافحہ کا شرف حاصل کیا اور اپنا بایاں ہاتھ اپنے دل کی طرف لے گیا اور اپنے چہرے پر مصنوع اخلاق آمیز ہنسی ایسی طاری کی۔ جو کہ گھسیانی ہنسی کی سرحدوں کر بڑے قرینے کے ساتھ چھو کر واپس آگئی۔ میں نے عرض کیا جناب آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی اور جناب میں آپ کا ماتحت بننے والا ہوں۔ بندہ نے میری دونوں باتوں کا کوئی نوٹس نہ لیا جیسے زبان حال سے کہہ رہے ہوں کہ پہلی بات دروغ مصلحت آمیز ہے۔ اور دوسری بات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔ آپ کی بے نیازی اور بے مروتی مجھے اچھی نہ لگی اور میں نے جی ہی جی میں انہیں بداخلاق قرار دیا۔

کیونکہ دوسروں کے بارے میں ایسے فیصلے دیتے ہوئے عموماً دل کو بڑی تسکین ملتی ہے۔ اس دوران بندہ کی وضع قطع سے اندازہ لگا تھا کہ سرکار کے ہاں ان کا دانہ پانی اٹھنے والا ہے۔ لیکن پھر بھی اپنی تسلی کے لئے بندہ کے چلے جانے کے بعد میں نے جناب پرنسپل سے براہ راست استفسار کیا کہ ڈاکٹر احمد حسین کی مدت ملازمت کتنی باقی ہے۔ چوہدری صاحب نے ایک مسکراہٹ زیرلب کے ساتھ فرمایا ''بس تھوڑے ہی دن بقایا ہیں'' یہ سن کر میرے دل کی کلی کھل اٹھی۔ میرا دانہ پانی مجھے سرزمین گجرات تک کھینچ لایا ہے۔ تبادلہ کے احکام جاری ہوئے تعینات زمیندار کالج میں ہوگئی اور پڑھانے میں مشغول ہوگیا۔ ایک دن سٹاف روم میں بیٹھا تھا کہ بندہ تشریف لائے مجھے دیکھا قریب آکر کہنے لگے ''تم میرے دفتر میں کیوں نہیں آتے تمہیں پتہ نہیں میں صدر شعبہ ہوں'' قریب کے ایک ساتھی نے مستزاد کہا اور کنٹرولر امتحان بھی پھر اگلے دن بندہ پھر آٹپکے اور فرمانے لگے میں آج کل سالانہ امتحان کے نتائج مرتب

Marfat.com

کر رہا ہوں اور مصروف ہوں آ کے تم میرے پیریڈ میں پڑھا دیا کرو۔ میں نے جواباً انکار کر دیا جنکی بندہ کو شائد توقع نہ تھی لہذا سیخ پا بلکہ چراغ پا ہو کر رہ گئے دراصل دوران طالب علمی کی یاد کی ہوئی انگریزی ضرب المثل

First Impression is the Last Impressiion

میرے انکار کی بنیاد بنی تھی

بندہ کے چلے جانے کے بعد احباب نے میرے اس ٹکا سے جواب کو بہت سراہا۔ اور اسے جرائت مندانہ قرار دیا۔ اور پھر اس خوشی میں چائے کی ایک پیالی سے ضیافت کی۔ اور اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلاتے ہوئے کہا کہ اس انکار کے جواب میں بندہ نے اگر میرے خلاف کوئی اقدام کیا تو سب میرا ساتھ دینگے۔ میں مطمئن ہو گیا۔ اس سانحہ کے بعد بندہ گا ہے بگا ہے ملاقات ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ میں یہ واقعہ بھول گیا۔ میں عموماً لیکچر دینے کے بعد اپنے ہم خیال کے یارانِ باصفا کے ساتھ کالج کینٹین پر چائے نوش کرتا۔ خوش گپیاں ہوتیں نوجوان نسل کے مسائل ان کے حل جیسے موضوعات پر گرما گرم بحث ہوتی ناپسندیدہ شخصیات کو کوسا جاتا۔ سادہ لوحوں کا مذاق اڑایا جاتا اور پھبتیاں کسی جاتیں۔ ایسی ہی ایک محفل میں بندہ کی ذات بھی ہدف تنقید بنی ایک دوست فرمانے لگے یار حیرت ہے اسے کس بے وقوف نے پروفیسر بنا دیا اسے تو کسی مسجد میں امام ہونا چاہیے تھا۔ ایک دوسرے نے گرہ لگائی اس کے باپ دادا بھی یہی کام کرتے تھے۔ مولوی تھے ایک قہقہ اٹھا۔ مگر میرا دل بیٹھ گیا کہ مسلمانوں کے نزدیک امامت اتنا گرا ہوا کام ہے کہ اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ کیا مولوی یا عالم ہونا اس دور میں طعنہ بن چکا ہے۔ دوستوں کی گفتگو سے پہلی بار رنجیدہ ہوا۔

معلموں کی زبان سے علم کی تحقیر مجھ سے برداشت نہ ہو سکی۔ بندہ کی ذات سے ایک گونہ ہمدردی کا احساس جاگا۔ اب میں اکثر بندہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ اس دوران میں نے یہ بات محسوس کی کہ بندہ کسی کی برائی نہیں کرتا عموماً اپنی علمی دنیا کے بارے میں باتیں کرتا ہے۔ جو دقیق اور معنی خیز ہوتی ہے۔ اور فیصلہ کن ہوتی ہے کبھی کبھی دوستوں کو تحریک دینا

کی چلو ڈاکٹر صاحب کے پاس چل کر بیٹھتے ہیں وہ ہمشہ مجھے ایک سکہ بند جواب دیتے چھوڑ یار وقت ہی ضائع ہوگا۔ وہ پڑھنے لکھنے کی ہانکے گا۔ چلو کینٹین پر چلتے ہیں۔ میں ایک روز اس بات کا تجربہ کرنے بیٹھ گیا کہ آخر کیا بات ہے۔ جو ہمیں بندہ کے قریب بلکہ عنقریب بھٹکنے نہیں دیتی۔ میں نے اپنے آپ سے پوچھا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان کے پاس جا کر ہمیں اپنی علمی پستی کا احساس ستاتا ہو۔ کہیں یہ تو نہیں کہ ہمارا بودا پن ہم پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ کیا ہم ان کی بڑھائی اور خوبیاں اس لئے تسلیم نہیں کرتے کہ خود

Marfat.com

چھوٹے ہو جاتے ہیں۔ ضمیر کے اٹھائے ہوئے ان سوالوں کا تسلی بخش اور شافی جواب دینے سے کترا رہا حتیٰ کہ نوائے سروش چپکے سے کان میں کہہ گئی۔

حسد سے دل اگر افسردہ ہے گرم تماشا ہو
کہ چشم تنگ شائد کثرت نظارہ سے وا ہو

بس میں شب و روز محو تماشا ہو گیا۔ افراد اور باوقار مقامات دلنشیں مناظر دل فریب نظارے نظر گزرے مگر دل افسردہ رہا چشم دل کثرت نظارہ کے باوجود وانہ ہوئی۔ اس کشمکش میں شب و روز گزرنے لگے حتیٰ کہ ایک روز کینٹین پر بندہ سے ملاقات ہوگئی۔ بندہ کے ساتھ گرم چائے کی پیالی پیتے ہوئے گرم تماشا ہوتا بہ فریاد آ گیا۔ میں نے بہ غور دیکھا چھوٹا سا قد۔ ننھے ننھے ہاتھ پاؤں عینک کے شیشوں کے پیچھے جھانکتیں ئیں سپاٹ آنکھیں شکن آلود ملگجی چہرہ اس سے ملتا جلتا لباس تسکین نگاہ کا کچھ بھی سامان نہ تھا۔ مجھے بے حد مایوسی ہوئی۔ پھر گفتگو کا آغاز ہوا اور بتدریج سرود گوش اور سرود قلب کا سامان فراہم ہونے لگا۔ مجھے اس کیفیت پر بڑی حیرت ہوئی۔ گفتگو کے خاتمے پر بندہ نے مجھے در دولت پر آنے اور اپنا ذاتی کتب خانہ دکھانے کی دعوت دی۔ جسے میں بسروچشم قبول کیا کہ کتب خانوں کی زیارت کو میں عبادت سمجھتا ہوں۔ میری زندگی کا وہ یادگار دن تھا جب میں نے بندہ کے کتب خانے کا دیدار کیا۔ میرا وجود سراپا چشم بنا معجزہ ہائے فن کی نمود دیکھ رہا تھا۔ فن پاروں جمال وجلال مبہوت کیے دیتا تھا۔ قرآن کریم کے جنت نگاہ نسخے خطاطی کے عجوبہ روزگار نمونے خدایان علم وفن کے گہرے ہائے بے بہا دانایاں مشرق ومغرب کے تذکرہ ہائے یکتا۔ مخطوطات نایاب مطبوعات کم یاب مثل شعر مجموعہ بے بدل نثری گل دستے کتب ہائے بتاریخ وتنقید شروح ونعت بیان ہائے منطق وفلسفہ سے طب وحکمت سے آراستہ دوادین کے نسخوں سے مالا مال نادر قدیم یہ کتب خانہ بے مثال۔ بندہ کی ذاتی تصنیفات و تالیفات ومطبوعت دوادین اردو فارسی غیر مطبوعہ شخصی سے پیراستہ اور سب سے بڑھ کر منظوم ترجمہ قرآن سے مزین اس عظیم کتب خانے کی سیر سے برسوں کا تکدر اور افسردگی جاتی رہی دل از سر نو شاد۔ زندہ تابندہ او بامراد ہوا۔ چشم دل علم وفن کے نظارے سے وا ہوگئی اور میں سوچنے لگا کہ اس کتب خانے کی روح لوان احمد حسین قریشی قلعداری واقعی بندہ ہے اور اپنی بندگی کے بدلے شان خداوندگی بھی قبول نہیں کرتا کیونکہ اس کے تصرف میں متاع بے بہا اور اعجاز حیرت افزا ہیں۔ میں نے اس کی بندگی کے احترام میں آنکھیں جھکا لیں چشم دل وا کی اور بندہ کو نظر بھر کر دیکھا نگاہ مایوس نہیں ہوئی۔ بلکہ زبان وال سے پکار پکار کر کہنے لگی۔

زفرق تا بہ قدم ہر کجا می نگرم — کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است

Marfat.com

فضل حسین قریشی

مولوی محمد عبدالکریم کے چوتھے صاحبزادے اپنی ذہانت اور فطانت کی اپنی مثال آپ ہیں۔
پ کی تعلیم انگریزی سکولوں میں ہوئی۔ فارسی کا مضمون ان سکولوں میں اضافی پڑھایا جاتا تھا۔ اس کے
جو آپ فارسی ادب کا شستہ ذوق رکھتے تھے۔ میٹرک کا امتحان ایم بی ہائی سکول وزیر آباد دے کر پاس
یا۔ نہ صرف سکول بھر میں اول آئے بلکہ خاندان کے سارے لڑکوں سے زیادہ نمبر حاصل کیے۔ ان کا
زلٹ سن کر ان کے خالو میجر محمد شفیع نے ان کے والد کو خط لکھا کہ فضل حسین کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا
قع فراہم کیا جائے۔

آپ نے زمیندار کالج میں داخلہ لیا اور ۱۹۴۷ء میں ایف ایس سی کا امتحان پاس کرنے کے
ر گورنمنٹ انجینئرنگ سکول رسول میں داخل ہو گئے۔ ۱۹۴۹ء میں اورسیری کا ڈپلومہ حاصل کرنے کے
ر گورنمنٹ کے ٹیوب ویل کے محکمہ میں نوکری اختیار کر لی۔

آپ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہاں اخلاص۔ محبت۔ ایمانداری۔ مروت اور حسن
اق کا دور دورہ تھا۔ جس محکمہ میں آپ نے نوکری کا آغاز کیا وہاں یہ سب قدریں عنقا تھیں۔ اپنی
بیعت کے خلاف آپ نے بڑی بامردی سے محکمہ میں مکروفریب۔ دھوکہ بازی۔ بے ایمانی کا مقابلہ کیا۔
خر انہوں نے اس نوکری کو خیرباد کہہ دیا اور NES PAK (نس پاک) میں نوکری کر لی۔ اپنے
کری کی حد تک کی عمر پوری کرنے کے بعد ریٹائر ہو گئے۔

جگر کے عارضے سے فوت ہو گئے۔ آپ کے پسماندگان میں دو صاحبزادے۔

افتخار احمد قریشی۔ بی اے۔ کینڈا میں ہوتے ہیں۔

آفتاب احمد قریشی ایم اے ایل ایل بی وکیل ہیں

صابزادی آسیہ قریشی ہے۔ ہومیو پیتھک ڈاکٹر ہے

Marfat.com

مظہر حسین قریشی

راقم الحروف کرنل مظہر حسین مولوی محمد عبدالکریم کا سب سے چھوٹا بیٹا ۱۲۷ کتوبر ۱۹۳۶ء کو پیدا ہوا۔ پرائمری تعلیم قلعہ دار کے پرائمری سکول میں حاصل کی پھر مڈل سکول شادیوال میں دو سال زیر تعلیم رہا۔ آٹھویں۔نویں۔ جماعت اور دسویں کا ابتدائی حصہ ایم بی ہائی سکول وزیر آباد میں رہا۔ میٹرک کے دوسرے حصہ یعنی ستمبر کے بعد اسلامیہ ہائی سکول کنجاہ میں داخل ہوئے اور میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔

ایف ایس سی زمیندار کالج سے پاس کر کے نشتر میڈیکل کالج ملتان میں ایم بی بی ایس کی کلاس میں داخلہ لیا۔ ایم بی بی ایس کرنے کے بعد فوج میں کمیشن لے لیا۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ ختم ہونے کے بعد اے ایف آئی پی راولپنڈی سے پیتھالوجی میں تخصص حاصل کرنے کے لئے ایک سال تک زیر تربیت رہا۔

مارچ ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان میں بغاوت پھوٹ پڑی بغاوت کے اسباب کی وضاحت سنسکرت کی ایک پرانی تمثیل سے ہوتی ہے۔

تمثیل ۔ایک گرو اور اس کا چیلا سیر وسیاحت کے لئے نکلے تو وہ ایک بستی میں پہنچے جہاں ہر چیز ٹکہ سیر کے حساب سے بک رہی تھی۔ سونے جیسی قیمتی دھات کے ایک سیر کی قیمت ایک ٹکہ تھی اور گھاس جیسی کم مایہ جنس بھی ٹکہ سیر بک رہی تھی۔ چیلے کو یہ بستی بڑی پسند آئی اس نے گرو سے کہا کہ اس بستی میں بس جاتے ہیں۔ جہاں دیدہ گرو نے کہا کہ یہ جگہ بڑی خطرناک ہے۔ جہاں سونا اور گھاس میں تمیز نہیں وہاں خطرے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ چیلے نے اس بستی میں رہائش اختیار کر لی گرو چلا گیا۔
ایک دن اس بستی میں ایک دیوار گری اور اس کے نیچے ایک آدمی آ کے مر گیا۔ لوگ حاکم وقت کے پاس گئے اور دادرسی چاہی۔ بادشاہ نے پوچھا دیوار کس نے بنائی تھی جواب ملا معمار نے۔ بادشاہ کا حکم ہوا معمار کو پھانسی کے پھندے پر لٹکا دو۔ معمار کو پھانسی پر لٹکانے لگے تو پھندا معمار کی گردن پر فٹ نہیں آتا تھا۔ عوام نے بادشاہ سے راہنمائی طلب کی کہ بادشاہ بڑا انصاف پرور تھا حکم ملا انصاف کا تقاضا ہے کہ ایک آدمی مرا ہے اس کے بدلے ایک آدمی مارنا ہے۔ لہٰذا یہ پھندا جسکے گلے میں فٹ آئے اس کو پھانسی دے دو۔ پھندا چیلے کی گردن میں فٹ آ گیا۔ جب چیلے کو پھانسی دینے لگے تو گرو کا وہاں سے پھر گزر ہوا۔ چیلے نے گرو کو آواز دی مجھے بچاؤ گرو نے چیلے سے کہا کہ میں نے نہ کہا تھا یہ بستی خطرناک ہے یہاں سے جلدی نکل چلو۔

Marfat.com

اس تمثیل سے ایک حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ جہاں سونے اور گھاس میں تمیز نہ ہو۔ جہاں گدھا اور گھوڑا ایک ہی لاٹھی سے ہانکے جائیں۔ جہاں صلاحیتوں کی کوئی قدر نہ ہو۔ حکومت سازی کے سلسلے میں جج اور ریڑی بان کی رائے ایک برابر سمجھی جائے وہاں پھانسی کا پھندا عوام کے گلے میں ہوتا ہے۔ جس ملک میں تعلیم کا تناسب 16 فیصد ہو اور عوام ملک کے مسائل سے بے بہرہ ہوں یا سمجھنے سے قاصر ہوں وہاں طالع آزما لوگوں کی بن آتی ہے۔ قومی مفاد پر ذاتی مفاد غالب آجاتے ہیں۔ قومیں ذلت کے گڑھوں میں ڈوب جاتی ہیں۔

راہنما کے انتخاب کے لئے اللہ تعالیٰ نے معیار مقرر کر رکھا ہے۔ کیا جاننے والا نہ جاننے کے برابر ہوسکتا ہے۔ کیا دیکھنے والا نہ دیکھنے والے کی برابری کر سکتا ہے۔ ریڑھی بان کسی جج کے برابر نہیں ہوسکتا۔ سونا گھاس ایک بھاؤ نہیں بک سکتے۔ رائے اس سے حاصل کرو جو رائے دینے کا اہل ہے۔ انبوہ جاہلاں سے حکومت سازی کے لئے رائے نہ لو۔

ان ارشادات سے روگردانی ذلت اور شرمندگی کے سوا کچھ نہیں ملتا

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں اگر پاکستان کی سیاسی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو مشرقی پاکستان کی بغاوت کے اسباب واضع ہو جاتے ہیں۔

برصغیر میں مسلمانوں نے ایک ہزار سال تک حکمرانی کی اس کے باوجود 1000 سال کے بعد بھی برصغیر کی آبادی میں مسلمانوں کا تناسب 40 فیصد تھا۔

دسمبر ۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس کا قیام وجود میں آیا اس کا محرک ایک انگریز تھا۔ اس کا مقصد ایک ایسی جماعت کو وجود میں لانا تھا۔ جو ہندوستان کے باشندوں کو انگریز کی ہندوستانی حکومت میں مناسب نمائندگی دلا سکے۔ مجلس قانون ساز میں نمائندگی ہو۔ اعلیٰ سرکاری عہدوں پر یہاں کے باشندوں کو شامل کیا جا سکے۔ اور ملک میں آئینی حکومت بنائی جا سکے۔ اس جماعت کی تشکیل سے ہندو اور سکھوں کو تو مراعات حاصل ہو گئیں مگر مسلمانوں کو ان کا چوتھائی حصہ ملا۔

اعلیٰ ملازمتوں کے دروازے مسلمانوں پر بند تھے۔ اعلیٰ تعلیم ان کو میسر نہ تھی۔ تجارت پر ہندو غالب تھے۔ مجلس قانون ساز میں نمائندگی نہ ہونے کے برابر تھی۔

مسلمانوں کو اپنے حقوق کے تحفظ کے واسطے ان کے حصول کی خاطر ۱۹۰۶ء میں ایک نمائندہ جماعت تشکیل دینا پڑی اس کا نام مسلم لیگ رکھا گیا ۱۹۴۰ء میں علامہ اقبال نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر پاکستان کا تصور پیش کیا۔ مسلمانوں کی طویل جدوجہد۔ بے پناہ قربانیوں کے علاوہ قائداعظم کی ولولہ انگیز قیادت میں ۱۹۴۷ء میں پاکستان حاصل کیا۔

Marfat.com

پاکستان جب معرض وجود میں آیا تو وہ دو حصوں میں منقسم تھا۔ مشرقی حصہ بنگال پر مشتمل تھا اور مغربی حصہ پنجاب سرحد سندھ اور بلوچستان کے صوبوں پر مشتمل تھا۔ ان دونوں کے درمیان ۱۳۰۰ میل کے فاصلہ پر ہندوستان کا علاقہ تھا۔

مشرقی حصہ ایک لسانی اکائی تھا اور 56 فیصد آبادی کی نمائندگی کرتا تھا۔ مغربی حصہ 4 قومیتوں پر مشتمل تھا۔ ان سب اکائیوں میں اسلام قدر مشترک تھا۔ یہ ملک اسلامی اقدار کی بنیاد کے فروغ کے لیے حاصل کیا تھا۔ مگر مسلمانوں کی سوچ انگریزی جمہوری قدروں پر عمل پیرا تھی۔ گھاس اور سونا ایک دام بکنے لگے۔ اہل بنگال کے لئے پاکستان 56 فیصد آبادی کے حصہ کا نام تھا۔ جو مشرقی حصہ تھا۔

پاکستان کو فوج جو انگریز کی وراثت میں ملی تھی 80 فیصد مغربی حصہ کے افراد پر مشتمل تھی۔ اہل بنگال کی نمائندگی کم تھی۔ یا تو بنگالی فوجی صحت کے معیار پر پورا نہ اترتے تھے یا انگریز کی پلاسی لڑائی کا زخم نہ بھولا تھا۔

مشرقی پاکستان کے بارڈر نرم بارڈر تھے۔ ہندوستان کے ساتھ مشرقی حصہ کا کوئی تنازعہ نہ تھا۔

ان پانچ اکائیوں میں پنجاب قدرے ترقی یافتہ تھا۔ یہ انگریز کی نظر عنائت تھی اور وہ بھی مفت ہی میں نہ تھی۔ پنجاب کی زرخیز زمینوں سے اس کی خوراک کی ضرورت پورا کرتے اور پنجابی عورت کے بچے زبردستی جنگ کی بھٹی میں جھونک دیے جاتے تھے۔ ان وجوہات کی بنا پر انگریز نے اس علاقہ کی ترقی میں دلچسپی لی۔ صوبہ سرحد۔ سندھ۔ بلوچستان پنجاب سے چھوٹے تھے۔

بنگال۔ سرحد۔ سندھ۔ بلوچستان پنجاب سے معاندانہ رویہ رکھتے ہیں۔

۱۹۴۲ء میں انگلستان میں اٹیلے کی حکومت تھی۔ چرچل حزب اختلاف میں تھا۔ ہندوستان کی نو آبادی کو آزادی کا بل جب پارلیمنٹ میں پیش ہوا تو چرچل نے رائے دی کہ ابھی ہندوستان کے سیاست دان سیاسی طور پر بالغ نہیں ہوئے۔ یہ عوام کے لئے مصیبت کا باعث بنیں گے۔

اگست ۱۹۴۷ء میں ہندوستان دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ چرچل کی رائے پاکستان کے سیاست دانوں پر سچ ثابت ہوئی۔

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد قائداعظم ڈھاکہ گئے تو اعلان فرمایا کہ پاکستان کی سرکاری زبان اردو ہوگی۔ اس جلسے میں اہل بنگال نے احتجاجی مظاہرہ کیا جس کی قیادت مسلم لیگی سیاسی طور پر نابالغ راہنما مجیب الرحمان کر رہا تھا۔

Marfat.com

کرنل مظہر حسین قریشی

Marfat.com

Marfat.com

یہ عددی برتری کا احساس تھا جو کہ ہضم نہ ہو رہا تھا ۵۶ فیصد آبادی کی زبان سرکاری زبان بنانے کا مطالبہ تھا۔

فوجی ہیڈکواٹر مشرقی حصہ میں منتقل کرنے کا دوسرا مطالبہ تھا۔ جب کہ دشمن ملک سے خطرہ مغربی حصہ کو تھا۔

۵۳-۱۹۵۲ء میں ۵۶ فی صد آبادی والے حصہ کو زبان کو بھی سرکاری درجہ دے دیا گیا۔ ایک ملک دو زبانیں۔ ملک کی تقسیم کی بنیاد رکھ دی گئی۔ سیاسی نابالغی کی خوفناک مثال تھی۔

سیاسی سوجھ بوجھ پہ تہی دامن راہنما 8 سال تک کسی آئین پر متفق نہ ہو سکے۔ اسلامی طرز جمہوریت سے گریز تھا۔ یا کچھ سیاست دانوں کو یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا تھا۔

۵۶ فیصد آبادی کی نمائندگی کا حل مغربی پاکستان کی رقبہ میں فوقیت میں ڈھونڈا گیا۔ اور برابری کی سطح پر سمجھوتا کر لیا گیا۔ مغربی پاکستان کو ایک وحدت میں سپرد کر دیا گیا۔

۱۹۵۶ء میں پاکستان کا آئین بنایا گیا۔ مگر یہ آئین دو سال سے زیادہ نہ چل سکا۔ ملک خانہ جنگی کے دہانہ پر پہنچ گیا۔ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں فوج کے سپہ سالار نے (ایوب خان) آئین معطل کر کے ملک میں مارشل لا نافذ کر دیا۔

۱۹۶۲ء میں ایوب خان نے بنیادی جمہوریت کا تصور دیا اور اسی نظام کے تحت الیکشن کروائے۔

ایوب خان کے زمانے میں ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہوا اور بڑی تیزی سے ترقی کر رہا تھا۔ بلکہ دوسرے ترقی پذیر ملکوں کے لئے مشعل رہنا۔

ایوب خان نے ہندوستان کے ساتھ نہری پانی کا جھگڑا نپٹایا۔ سندھ طاس معاہدہ کی شکل میں۔ دو ڈیم منگلہ اور تربیلہ ڈیم بنائے۔ ملک خوراک میں خودکفیل ہوا۔ سیاست دانوں کے دامن میں عوام کے لئے کچھ نہ تھا۔ انہوں نے عوام کے جذبات سے کھیلنے کے لئے محترمہ فاطمہ جناحؒ کو ایوب خان کے مقابلے میں الیکشن میں حصہ لینے کی درخواست کی محترمہ فاطمہ جناح الیکشن میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

کشمیر ہندوستان کی تقسیم کا نامکمل ایجنڈ ہے۔ اس ریاست کی 98 فیصد آبدی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ تقسیم کے طے شدہ اصولوں سے انحراف کرتے ہوئے ہندوستان نے طاقت کے بل بوتے پر اس پر قبضہ کر لیا۔ کشمیر میں مسلمانوں نے آزادی کے لئے مسلح جدوجہد شروع کی تو ہندوستان نے پاکستان کو اس میں ملوث قرار دے کر پاکستان پر حملہ کر دیا۔

پاکستان نے اپنی بقا کے لئے سیٹو اور سینٹو جیسے معاہدوں میں شامل ہوا۔ پاکستان کی افواج کو

Marfat.com

اسلحہ امریکہ نے دیا اور اس شرط پر کہ یہ صرف کمیونسٹوں کے خلاف استعمال ہوگا۔

پاکستان پر حملے کی حالت میں پاکستان نے یہ اسلحہ ہندوستان کے خلاف استعمال کیا۔ امریکہ نے پاکستان کی امداد بند کردی۔

پاکستانی فوج نے اپنے سے 5 گنا بڑے دشمن کے نہ صرف حملے پس پا کردیے بلکہ ہندوستان کی جنگ بندی پر مجبوری ہوگیا اور جنگ بندی کی درخواست لے کر عالمی برادری کے پاس چلا گیا۔

روس (جو ہندوستان پر ور طاقت تھی) نے ہندوستان اور پاکستان کے لئے ثالثی کی پیش کش کی۔ اس کے نتیجہ میں معاہدہ تاشقند عمل میں آیا۔

معاہدہ تاشقند پاکستانی عوام نے مسترد کردیا۔ اور ایوب خان کے خلاف مظاہرے شروع ہوگئے۔

پاکستان کے وزیر خارجہ حکومت سے علیحدہ ہوگئے اور اپنی سیاسی جماعت پیپلز پارٹی کی بنیاد رکھی۔

۱۹۶۷ء میں شیخ مجیب الرحمان نے اپنے منشور میں چھ نقاط کا ڈول ڈالا۔ یہ نقاط حکومت سے علیحدگی کے غماز تھے۔ اور کسی بھی حکومت کی حاکمیت سے انکار کے مترادف تھے۔

اسی دوران اگرتلہ سازش کا واقعہ پیش آیا۔ اگرتلہ ہندوستان کی ریاست تری پورہ کا قصبہ جہاں پاکستان (مشرقی حصہ) کے لوگ سویلین اور فوجی ہندوستانی فوج کے افسروں سے مل کر طاقت کے زور سے مشرقی حصہ کو علیحدہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ بجائے اس کے اس واقعہ کی انکوائری میں اپنی بریت کا ثبوت پیش کیا جاتا اس کو سیاسی رنگ دے کر مظاہروں کا سلسلہ شروع کردیا گیا۔

ایوب خان کی حکومت ختم ہوگئی یحیٰی خان نے اقتدار سنبھال لیا۔ یحیٰی خان نے الیکشن کرانے کا اعلان کردیا۔ الیکشن سے پہلے دو کام کیے جو کہ مجیب الرحمان اور پیپلز پارٹی کے ایما پر سرانجام دیے گئے۔

1- ون یونٹ توڑ دیا گیا۔ یہ پیپلز پارٹی کی ضرورت تھی

2- ایک آدمی ایک ووٹ۔ برابری کا اصول بھی ختم کردیا گیا۔ 56 فیصد آبادی ملک پر حکمرانی (بلاشرکت غیرے) کے خواب دیکھنے لگی۔

الیکشن ہوئے۔ مغربی حصہ میں پیپلز پارٹی جیتی۔ مشرقی حصہ میں مجیب الرحمٰن کی پارٹی۔ مغربی حصہ میں مجیب الرحمان کو ایک ووٹ نہ ملا۔ یہی حالت پیپلز پارٹی کی تھی مشرقی پاکستان میں کوئی ووٹ نہ حاصل کرسکی۔ سیاست دانوں نے ملک تقسیم کرلیا۔ سیاسی نابالغی اور دیوالیہ پن کا ثبوت دیا گیا۔

Marfat.com

قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کیا گیا۔ تو بھٹو صاحب (پیپلز پارٹی کے چیئرمین) نے اسمبلی میں بیٹھنے سے انکار کر دیا۔

مغربی طرز کی جمہوریت کے لحاظ سے مجیب الرحمان کو اکثریت حاصل تھی۔ حکومت بنانے کے لئے اسے بھٹو صاحب کا حمایت کی ضرورت نہ تھی۔ بھٹو صاحب حکومت میں حصہ لینا چاہتے تھے مجیب الرحمٰن دینے کے لئے تیار نہ تھا۔

قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر دیا گیا۔ مشرقی پاکستان میں فسادات پھوٹ پڑے۔ اہل بنگال نے بغاوت کر دی اور غیر بنگالی آبادی پر وہ ظلم ڈھائے کہ چنگیز خان بھی شرم سار ہو گیا۔ ان فسادات کی شدت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ بوگرہ کے قریب ایک قصبہ سنتھار تھا۔ وہاں ایک دن غیر بنگالیوں کی قتل کی واردات میں 80,000 لوگ موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ اس قصبہ کا نام شہید پور رکھا گیا۔

ہندوستان اپنی فوج سفید کپڑوں میں مشرقی پاکستان میں داخل کر چکا تھا اور وہ قتل۔ لوٹ۔ اور تباہ کاریوں میں مصروف تھی۔ پاکستان کے مشرقی حصہ میں حکومت کی اتھارٹی قائم کرنے کے لئے فوج طلب کر لی گئی۔

بنگال کے فسادی ہندوستان بھاگ گئے اور وہاں نے غیر قانونی جلا وطن حکومت قائم کر لی۔ اور دہشت گردی کی تربیت کے کیمپ کھول دیے گئے۔

پاکستان کے دفاع کے لئے 44000 ریگولر فوج ہندوستان کے مقابلے کے لئے بھیجی گئی۔ ہندوستان کی 12 ڈویژن فوج۔ ہوائی۔ اور دیو قامت بحری جہاز خلیج بنگال میں موجود تھا۔ جب کہ پاکستان کے پاس بحری فوج کا اثاثہ 25 گن بوٹ تھیں۔ اور اکلوتا ہوائی اڈا اور ایک سکوارڈن طیاروں کا تھا۔

پاکستانی عوام اور دانشور فوج سے معجزات کی توقع کر رہے تھے۔ اور پاکستان کی فوج کی حالت یہ تھی۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

2 نومبر کو ہندوستان کے مشرقی پاکستان پر حملہ کر دیا۔ ہندوستانی فوج کو دو بدو مقابلہ میں دقت پیش آئی۔ بنگال میں توحید کے متوالے خدا سے مایوس ہو کر بتوں کا سہارا لینے لگے اور بت پرستوں (ہندوستانی فوج) کی اعانت حرم کے پاسبانوں کے خلاف کر رہے تھے۔ اہل بنگال کی راہنمائی

Marfat.com

میں پاکستانی فوج سے مقابلہ کرنے کی بجائے انہیں گھیرے میں لیکر ڈھاکہ پہنچ گئے۔

اس بے سروسامانی کی صورت میں پاکستانی افواج نے ایسٹرن کمانڈر کے حکم سے ہتھیار ڈال دیے۔

راقم الحرف کے برادر محترم نے سانحہ مشرقی پاکستان پر ایک مثنوی لکھی یہ مثنوی ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ مقالہ پوری مثنوی شامل کرنے کی اجازت نہیں دیتا البتہ اس کے اقتسابات درج کیے جاتے ہیں۔

راقم الحروف راولپنڈی سے رنگ پور (مشرقی پاکستان کا شمالی علاقہ) کے لئے روانہ ہوا۔ ۴ نومبر ۱۹۷۱ء کو اپنی یونٹ ۱۰ فیلڈ ایمبولینس میں بطور پیتھالوجسٹ حاضر ہو گیا۔

میرے بھائی نے مجھے ایک طویل منظوم خط لکھا۔

شادکام آنا میرے بھائی محاذ جنگ سے

سن رہا ہوں جنگ کے چرچے میں رنگا رنگ سے
حق کو للکارا۔ ہے باطل نے پھر اک نیرنگ سے
واسطہ اسلام کو ہے پھر نموذ و ننگ سے
خشت کا دے کر جواب آنا ہے تو نے سنگ سے

شاد کام آنا میرے بھائی محاذ جنگ سے

سب سے پہلے یہ بتا تیرا وہاں کیا حال ہے
چل رہا ہے اسلام سے دشمن جو ٹیڑھی چال سے
سن رہا ہوں جل رہا ہے آگ میں بنگال ہے
سرد کردے دشمنوں کے ولولے آہنگ سے

شاد کام آنا میرے بھائی محاذ جنگ سے

تو مسلماں ہے مسلماں سربلندی کا نشاں
دہر میں انسانیت کا ہے فقط تو ترجماں
تو نے دکھا دی ہے دنیا کو مسلمانوں کی شاں
پیچ وخم سب کھول دے دشمن کی جاں تنگ سے

شاد کام آنا میرے بھائی محاذ جنگ سے

Marfat.com

تو نے دکھلانے ہیں دشمن کو دِلوں کے ولولے
طے ابھی کرنے ہیں کچھ بدرو اُحد کے مرحلے
کفرو باطل کے محلوں میں اٹھا کر زلزلے
نعرہ تکبیر کے نقشے دکھا اک رنگ سے
شاد کام آنا میرے بھائی محاذ جنگ سے

آبرو رکھنی ہے تو نے عظمت و اسلاف کی
راہنمائی کردکھلانی ہے ابھی اخلاف کی
تو اسی راہ پر چل جو ہو عدل کی انصاف کی
نہ کبھی ہونا حراساں فکرو ریو رنگ سے
شاد کام آنا میرے بھائی محاذ جنگ سے

دشمنوں کے دل سے پھر اٹھے ارادے ہیں بلید
جاگ اٹھی ہند میں پھر فطرت و روح یزید
تیری ہمت سے نہیں میں دیکھتا ہرگز بعید
صفحہ ہستی سے تو یکسر مٹا دے ڈھنگ سے
شاد کام آنا میرے بھائی محاذ جنگ سے

کفر کی کثرت تجھے ہرگز ڈرا سکتی نہیں
اورہتھیاروں کی کثرت دل کو دہلاسکتی نہیں
کوئی شے تجھ سے عدو کو اب بچا سکتی نہیں
دیکھتا ہوں صاف ظاہر تیرے ہر ہر رنگ سے
شاد کام آنا میرے بھائی محاذ جنگ سے

تو مئے توحید سے ہے سرمست ہے سرشار ہے
دشمن دیں وطن سے برسر بیکار ہے
جیت تجھ کو اور تیرے دشمنوں کو ہار ہے
کیا مقابل میں کھڑے ہوں مست ہوں جو بھنگ سے
شاد کام آنا میرے بھائی محاذ جنگ سے

تیری ہمت کو عطا حق شعلہ سامانی کرے

Marfat.com

خاک ڈھا کہ تیری خدمت کو ثنا خوانی کرے
دشمنوں کے گھر میں تو اس طرح ویرانی کرے
نعرہ تکبیر گونجے موج آب و گنگ سے
شاد کام آنا میرے بھائی محاذ جنگ سے

تیری ہستی سے سراپا مظہر اسلام ہو
دشمنوں سے معرکہ میں تیرا اظہر نام ہو
اک نمونہ آنے والوں کو تیرا ہر کام ہو
کھیل کر اس بت غدار شوخ و شنگ سے
شاد کام آنا میرے بھائی محاذ جنگ سے

ولولہ تونے دکھانا ہے یہاں ایمان کا
نام اونچا کر دکھانا ہے پاکستان کا
حق محافظ ہے نہ رکھ خدشہ تو اپنی جان کا
اور نہ رکھ واسطہ کچھ حکمت افرنگ سے
شاد کام آنا میرے بھائی محاذ جنگ سے

موت کے دھانے پر خود آیا ہے بھارت دیکھیے
غازیان دین کی آؤ جسارت دیکھیے
ہورہے ہیں کس طرح کفار غارت دیکھیے
جان ان کی اور بھی تنگ ہے سوز و تنگ سے
شاد کام آنا میرے بھائی محاذ جنگ سے

فخر تجھ پر ہے ہمیں تو غازی اسلام ہے
غازیاں دین میں تیرا نمایاں نام ہے
تجھ کو حق کی خوشنودی سے ہر دم کام ہے
کامرانی تیری راہ چومے گی ہر فرسنگ سے
شاد کام آنا میرے بھائی محاذ جنگ سے

تیری اماں ہے دعا گو رات دن تیرے لئے
کہہ رہی ہے حق ہے رو روداد دن تیرے لئے

Marfat.com

ہو وہی جسمیں بھلا ہو رات دن تیرے لئے
لوٹ کر آئے میرا بیٹا نمود و ننگ سے
شاد کام آنا میرے بھائی محاذ جنگ سے

احمد خستہ دروں کی ہے خدا سے یہ دعا
ہے یہی اس بارگاہ حق میں میری التجا
لب پہ ہے یہ تذکرہ ہر لحہ ہر صبح و مسا
اٹھ رہی ہے یہ دعا دل سے رباب و چنگ سے
شاد کام آنا میرے بھائی محاذ جنگ سے

یہ خط مجھے نہ ملا۔ لڑائی بھرپور جاری تھی رسد ورسائل کے سلسلے منقطع ہو چکے تھے۔
۲۲ نومبر عید کے روز عید کا خطبہ چھوڑ کر ہم ہسپتال آ چکے تھے۔ زخمی مجاہد داد شجاعت دے کر اپنی مرہم پٹی کے لئے پہنچے تھے اور طبل جنگ زور وشور سے بج رہا تھا۔ ۱۶ دن کی لڑائی کے بعد دشمن ہمارے کسی شہر پر قابض نہ ہوسکا۔ البتہ بنگال والوں کی راہنمائی سے وہ ڈھاکہ پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔
۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کا منحوس دن آن پہنچا۔ مجاہدین نے بادلِ نخواستہ ہتھیار دشمن کے سامنے رکھ دیے اس وقت میری اور میرے ساتھیوں کے جذبات کی ترجمانی یہ شعر کرتے ہیں۔

بہ پاکستانیاں غالب ھنود ست — عجیب ایں حادثہ آہ رونمود است
نہ در عالم چنیں گاہے نہ بودہ — نہ ایں قصہ کے گاہے شنیدہ
دریغا رونمودہ روسیاہی — تباہی یا رسول اللہ تباہی
برائے دیدن اس روئے دادے — مرا اے کاش کے مادر نہ زادے
اگر زادے نہ انیاں کاش بودے — زمیں را کاش شک گشتے وجودے
فلک را چشم ہا تاریک بودے — قیامت کاش کے نزدیک بودے
نے بودیم زندہ در جہاں کاش — نہ بودے در وجودم بند جاں کاش

قومی سطح پر جذبات کا کیا عالم تھا۔ پنجابی زبان کی یہ نظم ان کا اظہار کرتی ہے۔

لال قلعے دے سائیں جاگن مڑ گونجن تکبیراں
اج نہ دل دیاں پچھو لوکو آج نہ بولو لوکو
میرے دردغماں دیاں گلاں آج نہ پچھو لوکو
پھیرے رخ بہاراں۔ باغیں پیاں انت اجاڑاں

Marfat.com

آج دریاویں نیر اکھیاں دے اج غم وانگ پہاڑاں

آج اکھیاں نے اس دھرتی تے ویکھی گل انوکھی
دسی وی نہیں جاندی جیڑھی رکھن دی ہن اوکھی
چین آرام گئے اٹھ جانوں وحشت دے تیرناں
دیوے موت وکھالی اگوں اج دنیا دا جیناں

ویریاں نے گھر وسدے اندر چنک چوائی لائی
ہوگئے خویش بیگانے جس توں گئے بھائیاں توں بھائی
دھروں جنابوں اج اساڈیاں ہر گیاں تقدیراں
اج بھائیاں نوں دکھ اُٹھے تے سہن پیاں تقصیراں

شاہ زوراں نے کمزوراں اتے اج نے غلبے پائے
اج نصیباں نے منہ پھیرے بختاں رنگ وٹائے
شہتیراں تو چھپے پائے کرلی ذات نمانی
اج ایہہ حقا سچا قصہ اج ایہہ ٹھیک کہانی

چھیڑے کدی نہ ہارے آہے اج اونہاں نوں ہاراں
خاص جنابوں خورے وگیاں اج کہیاں نے ماراں
جناں کدی نہ جتی بازی جت انہاں اج لیکھے
وہم گمانوں ہستی اُوچی ویکھن والا دیکھے
بدلیاں رتاں چھ دے اندر رتاں دے ترہائے
اج دلاں دیاں آساں اوتے گھور غماں دے سائے

ننگ نمود اپنے نوں لگیاں اج اجیہاں لیکاں
نہ ساکاں وچہ بہنے جوگے نہ ہن وچ شریکاں
اج بے نمو چانے پھر دے غازی مرد خدادے
اُچے محل ہوئے ڈھ ڈھیری ویری اج ارادے

چک لیاں تلواراں رتاں جنیاں پے گیاں ونگاں
اج میں اکھاں چک نہ سکاں اج گل کردیا سنگاں
اج شیراں نوں نتھاں پایاں کھرکھ ونجایاں پھیڑاں

Marfat.com

اَج رناں نے کھیڈ وکھایاں جھیاں والیاں کھیڈاں

کیوں پہن اُجاڑاں ڈیکن ویری چار دوالے
بن جاون جس تھاویں گدڑ واڑے دے رکھوالے
پیش پئے اَج ڈونگے پنڈے ڈونگیاں کالیاں راتاں
اَج نہ چھیڑو ویر بھراؤ دیس میرے دیاں باتاں

کالیاں راتاں قہر الٰہی بن بن سرتے مٹے
دھمے خورے کدوں اساڈی کدخورے پوہ پھوٹے
خورے فیر کوئی غم پوچھیاں دل دیاں گنڈاں کھولے

مڑ کوئی قاسم جایا آوے مڑ کوئی غزنیوں بولے
اَج دِتی نوں بھل گیاں نے شوک دیاں تلواراں
اَج تے کندھاں بولدیاں نیں کی سُنیاں للکاراں

خورے موڑ کوئی رب موڑے مُڑ پرتن تقدیراں
لال قلعے دے سائیں جاگن مُڑ گونجن تکبیراں
مُڑ ویراں دے ویر پیارے توڑن بندی خانے
مظہر حسین دِلاں دے ہوون ہسدے باغ سُہانے
دِل دِیاں لکھاں پوریاں ہوون پورے مان اَساڈے
اَجے تے کالیاں لمیاں راتاں اَجے تے محل دوراڈے

سقوط پاکستان کی تاریخ مشرقی پاکستان حسرت نشاں

بگویم سال از روئے ندامت
وقار ملک پاکستان نہاں شد ۱۳۸۱ء

مسیح سال می گویم زشیطاں
ندامت بہر پاکستان نہاں شد ۱۹۷۱ء

قطعہ تاریخ اسیر شدن برادر عزیز کیپٹن ڈاکٹر مظہر حسین قریشی
ایم بی بی ایس ۔ اے ایم سی ۔

Marfat.com

دریغا حسرتا فریاد فریاد
وقار ملک و ملت گشت برباد
سقوط ڈھاکہ هالہ ها زد
کہ بر اسلامیاں اُفتاد بے داد
عزیز از جاں مظہر غازی دیں
بہ قید کافراں افتاد ناشاد
بحال او زدو مصرعہ دو سالش
چنیں طبع ملوم کرد ارشاد
چو ازما لطف حق آہ رو کشاں شد
سقوط خاک ڈھاکہ درمیاں شد

بدام کج سیّر افتاد مظہر ۱۹۷۱ء
بدستِ هندیاں فکری چہ افتاد ۱۳۸۱ء

۲۸ جنوری ۱۹۷۲ء

یکم جنوری ۱۹۷۲ء کا سورج ہم نے قید خانے میں رانچی کے مقام پر دیکھا۔ دشمن کا کرنل عیسائی تھا۔ H.J. Hose کچھ ہدایات دے رہا تھا۔ کچھ دھمکیاں۔ اب یہ معاملہ نہ جانے کتنی دیر درپیش رہے۔

رانچی سے مجھے نکال کر فروری ۱۹۷۲ء کو روڑکی کے مقام پر لے آئے۔ باقی عرصہ روڑکی میں گزارا۔ وہاں میں کن حالات میں گزرا۔ اس کی روداد اپنے ایک قیدی ساتھی کیپٹن اختر جعفری کی اس نظم سے عیاں ہے۔

سحر کرتی ہے گزری رات کا ماتم جہاں میں ہوں
یہاں تلتی ہے نوک خار پر شبنم جہاں میں ہوں
یہاں نشتر چبھوئے جاتے ہیں احساس کے دل میں
یہاں ہے زخم تازہ زخم کا مرہم جہاں میں ہوں
لہو انسان کا جلتا ہے تمناؤں کے کاسہ میں
شگفتہ زندگی کے دیپ ہیں مدھم جہاں میں ہوں

Marfat.com

اجل کو زندگی ملتی نہیں اور زندگی کو موت
عجب ہے جستجوئے زیست کا عالم جہاں میں ہوں
سلگتے ہیں یہاں لمحوں کے دامن شدت غم سے
عروس وقت کی زلفیں ہوئی برہم جہاں میں ہوں
یہاں سود و زیاں تلتے ہیں سانسوں کے ترازو میں
یہاں دیوانگی ہے لذت پیہم جہاں میں ہوں
یہاں پتھر سے موتی کو تراشا جاتا ہے اختر
تماشا گاہ آدم ہے دل آدم جہاں میں ہوں

پاکستان میں جنگی قیدیوں کے لواحقین کا کیا ہے۔ مثنوی اشک و آہ ان رشتوں کے جذبات کی ترجمانی ظاہر کرتی ہے۔ جو جدائی اور بے یقینی کی آگ میں سلگ رہے تھے۔ میرے گھر کے افراد کے احساسات سب جنگی قیدیوں کے گھر کے افراد کے احساسات تھے۔ دکھ یکساں تھا اور درد کی شدت میں بھی کوئی کمی نہ تھی۔

جے واہ فجر ویلے دی میرا لے سنیہا جاوے — درمنداں نوں دردمنداں دے جا پیغام سناوے
توں کلا وجہ بندی خانے اندر دیس پرائے — سانوں گھر اٹھ کھاون پیندے توں نظریں نہ آئے
ہر ویلے پے تکن دیدے جو سر تیرے تے آوے — تو کلا ئیں پلکاں ساڈیاں سر تیرے تے سائے
بھادیں سورج نت پیا چمکے سانوں اُن ہنیرے — مردہ جسم اےتھے پے ڈولن جند قیدی سنگ تیرے
ساڈے دل دی دھڑکن تیری ہر ہر دھڑکن جاپے — یادیں ہوش ساڈے دیرا تیرے باجھ گواچے
ہر ہر دا کی حال سُناواں کی کجھ کرداہاڑے — کِکن گزاریا جاندا ویلا جیون چار دیہاڑے
اک درگاہ خدا دی اندر رورو کرے دعائیں — چھری وچھیاں نوں توں مولا جلدی میل کرائیں
اک دُھکاں دے شعر بنا کے سُتے روگ جگائے — درد دلاں دیاں گلاں چھیڑے چھیک کلیجے پائے
اک پیا وانگ سودایاں ہر دم لہندے چڑھدے دوڑے — بندی خانے کیا کجھ خبراں ہر ہر پاسیوں لوڑے
اک پئی اندر رہاں اپنا مردہ جسم دھر یکے — نت لوکاں توں خبراں پچھے نت پئی خط اوڈیکے
اک پئی رملیاں کولوں جا جا تیری فال کڈھائے — اک جنیریوں کاواں تائیں ٹُٹ ٹُٹ چوریاں پائے

یہ ان جذبات کا اظہار ہے جو ان رشتوں کا تقاضا تھا جنہیں درد اور غم کے طوفان نے گھیر رکھا تھا۔

قید میں ہر شب شب غم بھی تھی اور خوں فشاں بھی اور ہر سحر آتشیں اور مصائب کو نئے روپ

Marfat.com

میں لے کر آتی۔ خط و کتابت پر قدغن تھی چار ماہ پرانے خط ملتے ان کو تازہ سمجھ کر خوش ہونے کے بہانے تلاش کیئے جاتے۔ ہر قیدی کا خط اپنا خط سمجھا جاتا تھا۔

بردرم محترم کا ایک منظوم خط ملا:

بنام اسیرِ جنگ ڈاکٹر محمد مظہر حسین قریشی کیمپ نمبر 33 بمقام روڑ کی

میرے جان برادر دلستانی — الم ہے درد ہے تیری کہانی
مصائب میں ہوا تو مبتلا ہے — اسیر پنجہ جور و جفا ہے
کہیں ہم کیا کہیں تیری جدائی — سفیدی پر جہاں چھائی سیاہی
تیرے دکھ سے یہاں کے دکھ سوائیں — جدائی میں تیرے یوں مبتلا ہیں
جو ملتے ہیں یہاں پر خط تمہارے — ہماری زندگانی کا ہیں سہارے
خدا تجھ کو سدا محفوظ رکھے — نگاہ لطف سے محفوظ رکھے
رہائی کے لئے تیری دعائیں — میری ہر روز و شب کرتی ہیں آہیں
خوشی سے تو وطن کو لوٹ آئے — بہار زندگی ہم کو دکھائے
گزر جائے گا دور ابتلا یہ — نہ گھبرائیں تجھے رنج و بلا یہ
اسیری اعتبار افزا یہی ہی ہے — کہا اقبال کا حقا یہی ہے
خدا کو یاد کر حق سے دعا کر — خشوع قلب سے یہ التجا کر
خوشی سے ہم کو خود مولا ملا دے — بہار اپنی وطن کو لوٹ آئے

نگاہیں دیکھتی ہیں ہر روز راہیں
تیرے خط سے شام فگاہ میں

اس خط کا جواب بھی میں نے منظوم ہی دیا

براردم محترم سلامت باشید

سلام مسنون آپ کا خط ملا۔ چند شعر عرض کرتا ہوں۔

یہ مانا پنجہ جور و جفا ہے — سیاہی کے لئے لیکن یہ کیا ہے
سفیدی اور سیاہی کا وہ مالک — جو ہے پتھر میں بھی کیڑے کا بھی پالک
ہزاروں رنگ دکھلائے جدائی — جدا ہونگے کہاں بھائی سے بھائی
صحیح ہے خط میرے تسکین جان ہیں — سہارے لم یزل کے جاوداں ہیں
حریم دل میں گر لا تقنطو ہو — تو چشم منتظر بھی باوضو ہو

Marfat.com

جدائی پھر کہاں ہوگی جدائی
نظر آئے گی ہر سو کبریائی

رہائی کے لئے میری دعائیں
نہ روز و شب برادر لب پر لائیں

میری جاں جاتی ہے جائے بلا سے
وطن محفوظ ہو جور و جفا سے

وطن قائم ہے تو میں بھی قائم
سپاہی کا یہی ہے عہد دائم

اسیرِ غم کی اتنی التجا ہے
وطن آباد ہو سب کی دعا ہے

یہ دور ابتلا بے نام سا ہے
گزر جائے گا دور جام سا ہے

یہی پیغام کہہ دیں میری ماں سے
نہ گھبرائیں کسی شک و گماں سے

اسیری میں وطن کی آبرو ہوں
میں ان کا خون ہوں اور سرخ رو ہوں

میں خیریت سے ہوں ان کی دعا سے
نہیں ہے خوف دورِ ابتلا سے

یقین محکم عمل پیہم ہے میرا
کہ کشت جاں کا غم حاصل ہے میرا

یقیں ہے کہ میں ہوں اللہ کی اماں میں
میرا دشمن نہیں کوئی جہاں میں

میرے غم میں نہ جان اپنی گھلائیں
خشوعِ قلب سے مانگیں دعائیں

خدا میرا چمن آباد رکھے
میرا رنگین وطن آباد رکھے

محبت سے فزوں تر دور ہو کر
ملیں گے ایک دن مسرور ہو کر

میرے مولا کی رحمت بے کراں ہے
جہاں میں ہوں وہیں وہ مہرباں ہے

نمی ترسم ز سنگ امتحانی
منم حرف آشنائے لن ترانی

منم بندہ او خواجہ دلنوازے
بہ فکر کار من بہ کارسازے

اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہونگے۔

کیپٹن مظہر حسین اے ایم سی۔

۸ فروری ۱۹۷۳ء

منظوم خطوط کا سلسلہ چل نکلا۔ فارسی۔ عربی میں منظوم خط آتے رہے۔ کرنل صبیح الدین طور کے نام۔ میرے قفس میں ساتھیوں کے نام۔ یہ تمام خطوط اس مقالہ میں شامل نہیں کئے جا سکتے۔ البتہ قیدیوں سے عقیدت برادرم کی اس عربی خط میں عیاں ہے۔

سلام با اسیران جنگ کیمپ نمبر 33 بمقام روڑ کی

بوساطت عزیز مظہر حسین

Marfat.com

سلام اللہ علیکم یا اساریٰ ۔۔۔ وجدت جهاد کم لی افتحارا
لاعظم عزم فی کل المصائب ۔۔۔ علی مجد الفضائل قوم سارا
عدو لکم بخسران مبین ۔۔۔ یهوداً او هنوداً اونصارا
لقد من اله لهو به مسلمین ۔۔۔ بفضل فی تقریه والدیارا
اشدا علی ا لکفار بحرب ۔۔۔ ویرهم بینهم کعلیٰ االصفاری
فانتم فائزون به فوز مجد ۔۔۔ بعزم فی المصائب کا لاساریٰ
فینجی الله من کل المصائب ۔۔۔ دعاء ما یدعو فی السحارا
الا ان یر جعون بوطن پاک ۔۔۔ بحق محمد رسل الکباریٰ
فعینان منتظران حتیٰ ۔۔۔ الا ان ینظرون علی النظارا
الایا مظهر ہا امان ربی ۔۔۔ الا یرجی الی الدیارا

یکون بااحمد تسکین قلب
ینظر کلهم فی الوطن سارا

گجرات ۱۹ اپریل ۱۹۷۳ء

۱۹۷۳ء میں ہی شملہ معاہدہ کی بنیاد رکھی گئی۔ کشمیر کی جنگ بندی لائیں لائن آف کنٹرول میں تبدیل ہوگئی۔ کشمیر کے جھگڑے کی بین الاقوامی حیثیت سکڑ کر دوطرفہ معاملے میں بدل گئی۔ ہندوستان کو پاکستان پر فوج کشی کی بھاری قیمت مل گئی۔

راقم الحروف ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو ہندوستان سے رہا ہر کر واپس پاکستان آیا۔ اور سی ایم ایچ جہلم سے دوبارہ اپنی نوکری کا آغاز کیا۔ پاکستان فوج کے مختلف ہسپتالوں میں اپنی خدمات سرانجام دے کر اکتوبر ۱۹۹۴ء میں بطور کرنل ریٹائر ہوگیا۔ میرے دو بچے ہیں۔

بیٹا اظہر وقاص قریشی پاکستان کی فوج کی انفنٹری برانچ کی پنجاب رجمنٹ میں لیفٹیننٹ کرنل ہے۔

بیٹی ڈاکٹر ثوبیہ مظہر نے ایم بی بی ایس۔ ایم سی پی ایس۔ ایف سی بی ایس۔ گائنی کالوجی کے شعبہ میں تخصیص حاصل کیا ہے۔

Marfat.com

مولوی محمد عالم قریشی

علامہ فضل احمد قریشی کے چھوٹے صاحبزادے علامہ محمد عالم قریشی علم وفن کے جہاں میں اسم باسمیٰ تھے۔ عالموں کے گھر میں پیدا ہوئے۔ فاضلوں کی صحبت میں پل کر جوان ہوئے۔ ان کی شخصیت کی تعمیر وترتیب میں اپنے وقت کے جید علماء نے حصہ لیا۔ اس ماحول میں جو شخصیت ابھری وہ عالموں کی صف میں ممتاز۔ قرآن فہمی اور قرآن دانی میں منفرد حیثیت کی مالک۔ محدثوں کی جماعت میں کج کلا۔ فقہیان شہر میں اس کے رائے محترم۔ مفسروں کی صف میں معتبر سمجھے جاتی تھی۔ شاعر قادر کلام۔ واعظ شریں بیاں ان کی صفات میں شامل ہیں۔

اوئل عمر میں جب مسجد کا انصرام واہتمام سنبھالا۔ اور ۸۰ برس تک بے لوث پند ونصائح اور درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

آپ نے جب جامع شاہی کی خطابت سنبھالی تو نواب قلعہ دار کی یہ مسجد اپنی عمر طبعی پوری کر چکی تھی۔ دریائے چناب کے کنارے وقوع پذیر ہونے کی وجہ سے اور دوسرے دریائے چناب میں پے در پے سیلا ی کا فرمائی کا دخل تھا۔ زمانے کی گردش اس پر مستزاد تھی۔ مسجدیں تعمیر کرنا شغل شاہی ہے۔ مگر اس بوریانشین نے عزم شاہی لے کر مسجد از سر نو تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ مسجد کی تعمیر میں ان کو کن دشوار طلب مراحل طے کرنا پڑے اس کا ذکر ان کے بڑے علامہ محمد عبدالکریم اپنی تصنیف روج العباد میں یوں کرتے ہیں۔

دوبارہ اوس نے مسجد چڑھائی — جیہڑی نواب صاحب سی بنائی
او مسجد ڈھیہ گئی برباد ہوئی — جوات اٹ اوس آزاد ہوئی
اگرچہ کم سی ایہہ بہت بھارا — مگر اوس کر کے رب اپر سہارا
پیا اوسدی تعمیر دے راہ — مدد ہوئی خدادی اس دے ہمراہ
ریہا منگدا دنے راتیں دعائیں — خداوندا ایہہ کم اپنا مکائیں
کیتا چندہ فراہم مل کے دیہات — گیا جہلم وزیر آباد گجرات
کیتا ہمت توں باہر کم سارا — ہوئی تعمیر مسجد تے چوبارہ
عجائب حوض دہ دردہ میانہ — دوالے اوسدے سب صحن خانہ
بنے محراب تے ممبر مصلیٰ — جویں سی اوسدے دل دی تسلی
طہارت خانے مردانے زنانے — اتے کھویاں دوالے غسل خانے

Marfat.com

۱۳۳۸ھ میں یہ مسجد دوبارہ تعمیر ہوئی۔

قاضی عطا محمد نائب تحصیلدار گجرات نے قطعہ تعمیر تحریر کیا جس کے ہر مصرعہ اور عنوان سے تاریخ تعمیر ۱۳۳۰ھ برآمد ہوتا ہے۔

تاریخ مسجد زیبا

کرد عالم زیبا چو سعی خود بلند   چاہ اعلیٰ حوض اصفیٰ لب لب از یاسین

مہدی و محقق محمد عالم آں مرد خدا   شہید آبیانا بیت اللہ رب العالمین

از حریم وطاق مہر رابش ہمی آید بگوش جاھد ولا یسجد قوم الظالمین

اے خوش و زیبا چو کعبہ انکہ عالم زد بلند

حوض اسوی مسجد عالی بنیاد قدیم

مسجد اعلیٰ و اقویٰ ہمبر بیت الحرام

بانیش علامہ کو داں ثانی عبدالحکیم

گر کر با چاہ و سبزہ مثل نہر سلسبیل

مسجد واکواب زیبا رشک جنات النعیم

اصل اسلام اندر باعجز اخلاص و نیاز

ربی الھادی اھد نا الصراط المستقیم

مسجدہ گاہ چہ گنج زیبائے کہ جب الخلود

صادق از دل شعر داں اللہ ثواب الرحیم

راہنما گردیذ ہر یک مصرعہ از سال بنا

بہ زیبا قوت از عطاولطف رحمان و الرحیم

آپ کی مسند ارشاد کا تقاضا تھا کہ آپ کے قلم سے فقہی مسائل پر متعدد فتویٰ نکلے۔ کچھ تو چوہوں کے پیٹ میں چلے گئے جو کچھ بچے وہ مجموعہ فتاویٰ کے نام سے اکٹھے کر لئے گئے۔ ان میں پیچیدہ فقہی مسائل کا حل موجود ہے۔

1- آپ ایک بالغ عاقل اور سمجھدار لڑکی کے نکاح کے لئے ضروری نہیں سمجھتے۔ اس پر ایک لمبی تحریری مناظرہ برپا ہوا۔ فریق ثانی دلیل سے تہی دامن تھا۔ شائستگی کا ساتھ چھوڑ کر گالی گلوچ پر اتر آیا۔

2- آپ کا دوسرا مباحثہ مولوی اصغر علی روحی سے ہوا آپ کا اعلان ہے کہ فرض کفائیہ کو فرض عین

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

پر فوقیت حاصل ہے۔

3- آپ کا تیسرا مباحثہ مولوی مفتی حافظ کفایت اللہ دہلوی سے ہوا آپ نے زمین خریدی اس میں کنواں لگوانے کی غرض سے کھدائی کی تو اس میں سے انسانی ہڈیاں نکلیں۔لوگ فتویٰ لینے کی غرض سے دہلی گئے۔آپ نے حافظ کفایت اللہ کے اعتراض کا شافی و کافی جواب دیا جس پر مفتی صاحب متفق ہو گئے۔

یہ عقیدہ عام ہے کہ سیدزادی سے غیر سید کا نکاح نہیں ہوسکتا ہے۔آپ نے فرمایا کہ یہ نکاح جائز ہے اس میں کوئی قدغن نہیں۔

آپ نے یہ سارے رسائل آپ کے نبیرگان کی لاپرواہی سے ضائع ہو رہے ہیں یا ہو چکے ہیں۔

آپ عربی۔ فارسی۔ پنجابی کے قادر الکلام شاعر ہیں۔آپ کی شاعری سیرت طیبہ کو نظم کرنے۔تاریخ ہائے وفات نکالنے منظوم خط لکھنے میں کام آئی۔آپ کے کلام جو کچھ بھی دستیاب ہو چکا اس کے مجموعہ کلام فارسی۔عربی اور پنجابی مرتب کیا جا چکا ہے۔

فتاویٰ عالم:

فقہی مسائل پر فتوے۔آپ تحصیل گجرات کے قاضی تھے۔آپ کے بے شمار فتوے جمع کیے گئے۔

دیوان الشعر:

آپ کے فارسی۔ پنجابی۔عربی نظموں کا مجموعہ

رسالہ نکاح:

عربی تصنیف ہے مولوی کریم بخش ساکن راکھے متصل جلال پور جٹاں کے جواب میں لکھا گیا۔

اسلام امیر حمزہ:

آپ کے اسلام لانے کا واقعہ پنجابی نظم میں علامہ واعظ الزاہدی کی جامع المعجزات سے لیا گیا واقعہ۔

اسلام اہل طائف:

اہل طائف کے اسلام لانے کا واقعہ تفسیر سورہ فیل۔ یہ تفسیر مدلل اور معتبر کتابوں کے حوالے

Marfat.com

کے ساتھ تیار کی گئی۔

تفسیر سورۃ اخلاص: پر تفصیل تفسیر

سورۃ والضحیٰ کی تفسیر:

میاں محمد کی سیف الملوک کی طرز پر لکھی گئی۔

سورۃ کہف کی تفسیر:

مرض الموت میں مبتلا ہے کہ لکھنی شروع کی۔ نامکمل تفسیر

داغ غم بر وفات اکرم:

خاندان میں جوانا مرگ کا مرثیہ

فارسی نمونہ کلام:

آپ کے بڑے بھائی مولوی عبدالکریم نے فتح مکہ کی تاریخ پنجابی نظم میں لکھی۔ واصف جھیراں والی جو کہ مولوی صاحب کا ہم عصر تھا۔ اس نے اس کی تقریظ لکھی جس میں مبالغہ سے کام لیا گیا۔ علامہ کو واصف کی یہ حرکت پسند نہ آئی۔ انہوں نے فارسی میں لمبی ہجو ملیح لکھی۔ اس میں طنز کی چبھن بھی ہے۔ اور مبالغہ کا بھرپور اظہار بھی۔ جو کہ حقائق کے برعکس ہے۔

فاعلات۔ فاعلات۔ فاعلات۔

اسمع یا واصفی تلک الصنعات

مرحبا اے واصف رطب لساں
مرحبا اے آصف شاہ جہاں

مرحبا اے طوطی شکر زباں
مرحبا اے عندلیب خوش بیاں

مرحبا اے قمری سروسخن
مرحبا اے ساقی خم کہن

اے بہر علم است عالی شان تو
صد چو بوالفضل اند شاگردان تو

اے فروغ فیض تو چوں آفتاب
صد چو فیضی شد ز فیضت فیض یاب

اے سخن پرور سخنداں جہاں
صد چو بوالخیر ات پیشت درس خواں

ھست از ناصر علی وانوری
طفل گان مکتب را برتری

در دبستان تو عرفی کودے کے
مسجدی گورگانی رودکے

اے گرامی ہم چو جامی در علوم
خوش کلامی ہم چوں مولانا لے روم

باد لائح برتو پس بعد از سلام
اے نظامی زماں شریں کلام

دیدہ ام تظمیکہ اکنوں گفتہ
وہ چہ ناسفتہ گہر ہاسفتہ

Marfat.com

ہر یکے حرف است زد در عدن — بوئے ہر حرفیست چوں مشک ختن
مریم آسا بکر زائید طبع تو — کہ بہر صنع آبیاری فرع تو
کردہ ای جادو بیانی ایں چنین — پست کرد د شاعراں را اجمعین
غالب از جادوے تو مغلوب شد — اکبر از سحر تو ہم مقلوب شد
گشت ہم بے ذوق ذوق از ذوق تو — پست شد جامی از عالی فوق تو
صاحب اقبال از اقبال تو — گشت بے بس حال ہم پامال کو
نیز صائب، در مصائب ماندہ شد — شعرالشحر ابہ نامت خواہ شد
ایں چنین دادی بہ نظم خود شعاع — زد غنیمت را غنیمت شد متاع
گر بدے امروز آن دانائے طوس — می زدے وز علم تو در طوس قوس
ہر کہ تقید متعدد کرد یاد — خانہ ز بنور را انگشت داد
گر رسیدے از تو بر جامی پیام — شکوہ کے کردے ز جام بزم خام
گر شنید ایں ترانہ خوش ادا — پس نمگفتے نے یابم صدا
شیخ خاقانی اگر زندہ برے — اوز تو ہم درس خواندہ بُدے
گر بدیدے شعر تو زیب النسا — کشورے پنجاب بخشیدے ترا
گر ز تو واقف شدے نور جہاں — جملہ بخشیدے ترا ہندوستاں
گر بغزن اندر رسیدے خبرِ تو — شاہ افزودے ز طوسی قدر تو
ایں چنیں معلوم کردد کز نخست — شعرہا و علم ہا میراث تست
در جوانی در سخن سعدی بدی — پیر گشتی ہمدرس حافظ شُدی
آنکہ بہ نوشتی سوے ماجل — کردہ سبحان را از وے خجل
لیک در وصف جناب اخویم — کردہ از حد تجاوز در رقم
ملتبس باشد جو مدح با دروغ — ہجو باشد اندرو نبود فروغ
چوں چہ حاجت قول سعدی خواندہ — بر فلک مرکب چرا بس راندہ
نیست علم کیں تمسخر کردہ — یا کہ از حسنِ ظن اظہر کردہ
پس بر وجہ کہ می گفتی رواست — ابر تو ہم مزد ظلمت بر خداست
مصطفیٰ چوں در معنی را سفت — انما الاعمال بالنیات گفت
از خدا یابی حیات جاوداں — از حوادث ہا بمانی در اماں

Marfat.com

کرد مولا بخش تو ایں چند چیز
علم و حلم و دانش و عقل و تمیز

ہم سخن دانی و تحقیق کلام
زیں شدی مشہور مولا بخش نام

وصف ایزدی گئی زیں واصفی
زیرک و دانش وری زمین آصفی

پس بہ مولا بخش مولا بخش گشت
از فنون علمائے سفت وہشت

چاردہ علم اند معمول عوام
خاصہ ات علمے است کو تنقید نام

یاالٰہی زندہ دارش جاوداں
واز حوادث ہائے دوراں در اماں

نیسم فرصت کہ تا گویم بہ غور
وایہات ابیات بنوشتم بہ غور

نیست فرصت نظر ثانی می کنم
تا بہ پیشت ارمعانی می کنم

گر بہ بینی ضعف و سقمے در سخن
قول سعدی یاد دار اصلاح کن

قول پاکاں ایں بود خذ ما صفا
پس ازاں دع ما کدر اے واصفا

گفتہ ام چوں فہلم بار بار
چوں عجالہ بہر راکب شد تیار

آرزو دارم کہ بینم روئے تو
پس کنم با ہم نشستہ گفتگو

اے خدا ایں آرزو یم را برار
واصف موصوف را اینجا بیار

ہم خدایا بخش او را نور عین
رفع کن زد آمدہ بر عین غین

نقطعہ افتادہ زیر عین او
رفع گردد تا عیں گردو غین او

لیک ایں تنقید نے ہست ایں سوال
پا بخش بائد بگوئی از خیال

با ظرافت گفتہ لفظ ظریف
با ظرافت شد بروسائل حریف

اتن قمیدی تو ایں علم دری
ہر کجا خواہی بہ آنجا مے بری

گر کنی خلش بدیں عالیت
مبدہم انعام چیرا نولیت

حکایت

کہ واصف صاحب در اشعار خود آبّ با تشدیدہ بدرج ساختہ بجائے آب

آں شنید ہستی کے در عہد عمر
گفت شخصے کے خلیفہ نامور

لفظ ابا آمد است اندر کتاب
معنی اُش بائد بگوئی با صواب

گفت فاروق مرا معلوم نیست
معنی ابا نمی دانم کہ چیست

روز آدینہ بمبر رفت و گفت
اے دلم قربان زگوہر ہا کہ سفت

کز عمر با کسے پرسیدہ است
معنی و مفہوم او طلبیدہ است

Marfat.com

گفتمش اے سائل نیکو سیر — معنی اباثمی وانذ عمر
گر نمید انذ عمر تبیان او — کم نہ گردد ہیچ چیز از شان او
معنی ایا گیاہ است اے جوان — ایں چنیں فرمودہ رب مستعان

حکایت دوئم

روزے فیصح ززباں در مشائد — والد او شکر خداوند خواہد
بیش کنم نظم پسر ہم پدر — زاں کہ ازیں نظم شوی بہرہ ور
یک طرف چوک سعد اللہ خاں — یک طرف خواجہ خضر رواں
شکر حق خواہش دلم شدہ — پسر من صاحب علم شدہ
بود دلم دست تاسف زناں — از ہے فقداں چنیں شاعراں
لیک چوں دیدم کہ چنیں شاعراں — ماہر فن اند بسیار در جہاں
شکر خداوند نمودم بسا — وآں دل من رفتہ بیاند بجا

موعظت

گر ہمی خواہی کہ باشی بے نظیر — باشریعت ساز در عمر آخیر
در نماز و روزہ حج وزکوۃ — سعی کن بسیار تا یابی نجات
گفت در تنزل خود رب العلا — لیس الانسان الا ما سعی
کلمہ توحید کن ورد زباں — روز و شب در ہر مکاں ہر زماں
نامہ عالم ہمی خواہد جواب — ختم شد واللہ اعلم بالصواب

سوال

آنکہ گوہر صفتہ فاضل گرم — معنی اش را ہم بیاں کن از کرم
چیست فاضل آہن است دیا کہ زر — یا بود از قبضہ و تیغ و تبر
یا بود از سنگ ہائے آزری — از کدامی چیز تو فاضل گری

استبرا

یا بود کرسی وکڑ دنجی است — یا کہ سیر و پادہ ہائے منجی است
فاضلت از زر بود یا از خشت — کردہ ایجاد این صنع عجب
لفظ گر بہر جاہل حاجل است — نے برائے اوستادے فاضل است
گرچہ تنفید مقعد ناروا است — خفتہ را بیدار کردن ہم خطا است

Marfat.com

اسلام امیری حمزہ کا ایک ورق:

ملک عرب کی حالت اور نبی کریم کی شان

اوآیہا ملک ریگستان عرب دا — نہ واقف سی کوئی علم وادب دا
جہالت تے سفالت نال بھرپور — کسے دے حکم وچہ لڑنا نہ منظور
لڑائی دے بڑے بھاری خبردار — مگر ہر اپنے گھر آپ سردار
جو گل آپس وچہ معمولی ہلاون — لکھاں جاناں او گھٹے دے وچہ رلاون
نہ مرنے دا کسی نوں سی ذرا ڈر — نہ کردے ترس مارن نوں ذرا بھر
درندے توں ہر اک عربی بتری — درندہ ہور کی شیر ببری
اوہناں دے وچ نبی گھلیا الٰہی — نہ والد سی نہ مائی سی نہ بھائی
نہ دولت دا کوئی ملیا خزانہ — نہ پاس کوئی جنگی توپ خانہ
نہ کوئی آدمی سی نال حامی — قبیلہ سی مگر دشمن تمامی
اکی ہتھ علم دا دیوا پھڑیا — دوجے ہتھ حلم دا گہنا پوایا
کیتی دیوے نے ایسی روشنائی — اندھیرے وچ رہیا نہ ملک کائی

مولوی محمد عالم قریشی کو عربی زبان پر کامل عبور حاصل تھا۔ خط و کتابت عربی شعروں میں کرتے۔ آپ کے چار خط منظوم خط جو انہوں نے اپنے والد بڑے بھائی اور بیٹے کو لکھے ان کے علاوہ مولوی جمال اور ساکن گوجرانوالہ کے نام لکھا شامل مقالہ کرتے ہیں۔

یہ خط آپ کے عربی زبان پر گرفت کے شاہد ہیں۔

ایک عربی منظوم خط .

ایاریح الصبا بلغ سلام — الی مخدومنا مربی الانام
جمال الله له اسم شریف — علی فی فضله اعلیٰ المقام
علی سمایه نور منیر — کبدر الاح من تحت الغام
فصیح و ناطق صدقا و عدل — منتشر بالالی فی الکلامی
زکی المعی لوذعی — نقی شیقی ذی احترام
خلیق محسن بر ادب — با الاخلاص لله سلام حام
شریف مصالح برجواد — فیاض الخواص مع العوام

Marfat.com

من احقر محمد عالم الى اخي مولوی محمد عبد الكريم

فمن بعد التحية والسلام ايا مولاي اسمع ما الكلام

لقد وصلت كتابكم من بريد رزقت بنصف رؤيتك الكرام

كتاب بل دواء بل شفاء لالام القلوب او السقام

كتاب من عزيز من بشير ليعقوب النبي ذي الغمام

فبعد نعم مسرورين جمعا الهي انت تفرح بالدوام

وليس الطعن والطاعون فينا بنا امن ممن كل العزام

لصابغين قد ركان هذا سوى الاسبني ما توا بالتمام

وزوجة ابن شيخ ام زوجي بطاعون رموا بالانفهام

توكل بالاله لكل حين فيفعل ما يشاء ما يليق

نعم يقول مولينا عليم جليل القدر مرتفع المقام

اذا ضاقت ملك الاحوال وثق بالواحد الفرد العلام

مولوی محمد عالم کا بڑے بھائی مولوی محمد عبد الکریم کے نام خط

Marfat.com

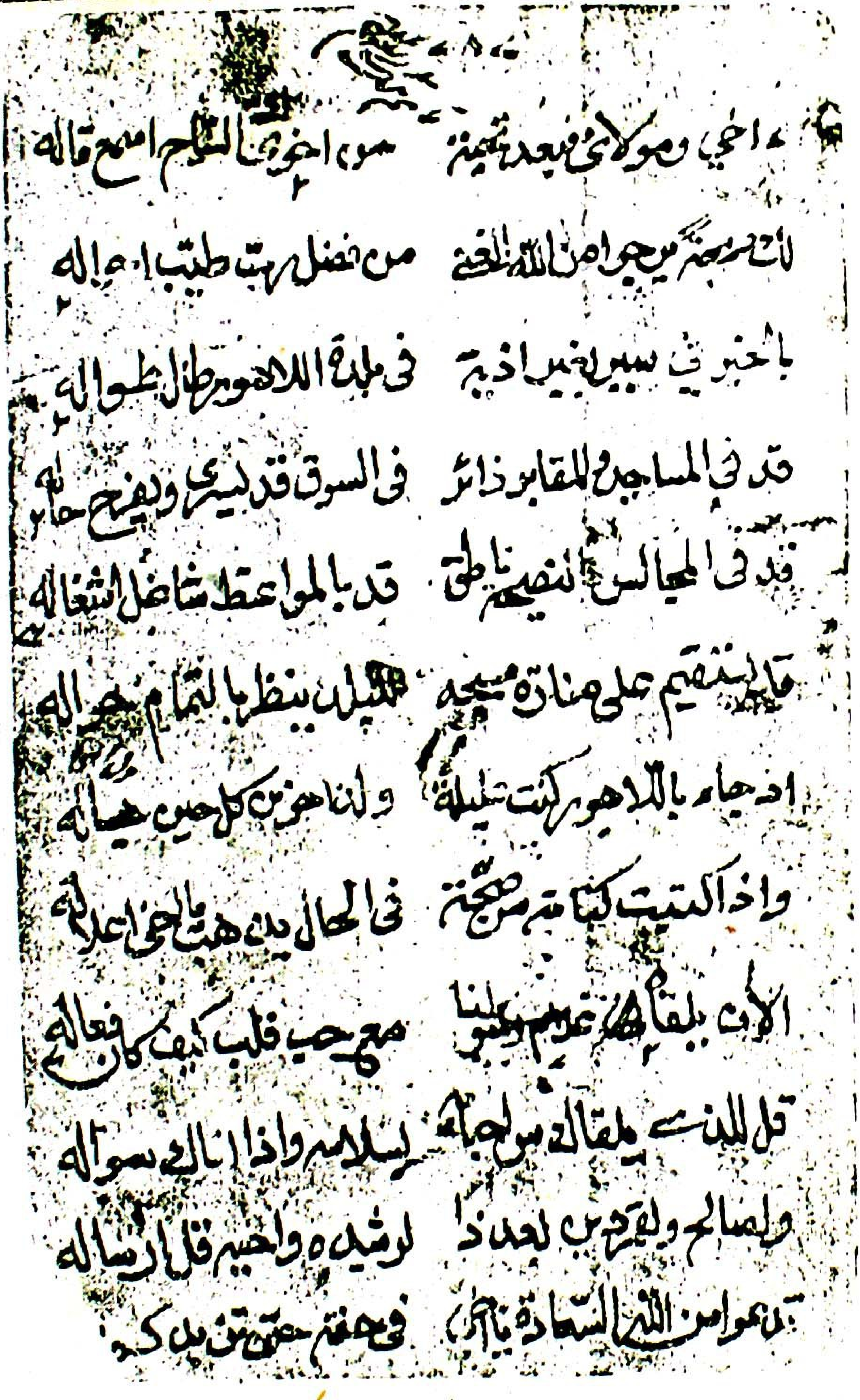
الى اخي ومولاي وبعد تحية — مني اخوكم السالم اسمع قاله

لانّ صحبته سيجوا من الله الغني — من فضل رب طيب ا اله

بالخير في سبيل غير اذية — في بلدة اللاهور طال بطواله

قد في المساجد وللمقابر زائر — في السوق قد يسير ويفرح حاله

قد في المجالس للنصيحة ناطق — قد بالمواعظ شاغل اشغاله

ما يستقيم على منارة مسجد — للكيل ينظر بالتمام جماله

اذ جاء باللاهور كنت عليلة — ولنا حزن كل حين حياله

واذا الكتب كتابه من صحته — في الحال يذهب ما لحق اعداله

الآن بلقائهم عديم ولننا — معهم حب قلب كيف كان فعاله

قل للذي يلقاك من لحيه — بسلامه واذا سالني سواله

ولصالحه ولقربي بعد ذا — لرشيده واحبه قل ارساله

تم موا من الله السعادة يا كرم — في صحفهم حق تنزيل كده

لاہور سے مولوی محمد عالم کا والد کے نام خط

Marfat.com

من القلعدار — نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

الا یا روح روحی نور عینی	طال الله عمرك الف عام
وزاد الله قدرك كل حين	تعيش برفعة بين الانام
وعلمك الاله علوم دين	كاجداد واباء انكرام
وبعد فجاء هدهد بالكتاب	وفی منقاره تحف السلام
فبشرنی واعطانی كتابا	كتابا اودواء للسقام
كتابا او طلوع هلال عيد	تلوح بضوءه كل الظلام
كتابا او قميص من بشير	اشيخ كان مفقود الغلام
كتابا او رسول من رسوله	اشيخ كان فی حزن المقام
فتحت ففاح ريح المسك منه	كان رحيق مسك فی الختام
نقر العين منه وطاب قلبی	وعطر لی دماغی من مشام
اذا هو لؤلؤ فی سلك نظم	كتا منه لسبعة فی الكلام
قرأت فقد حمدت الله حمدا	۴ فان الله اعطانی مرامی
فبعد فنحن جملتنا بخير	ونستدعی بخيرك بالدوام
ولكنا ببرد فی عقاب	وريح بارد مثل السهام
لان هناك قد مطر السماء	ببادية وغادية الغمام
فصار الارض من ماء كبحر	كذلك ما رأينا فی المنام
جميع عيالنا يدعو بخير	لكل الحی فی كل المقام
يسلمك الولی لشوق بالغ	ورحم لهم من ناس العرام

مولوی محمد عالم کا بیٹے کے نام خط

Marfat.com

یا سیدی بالعشق یا قبلتی   من ابنک الساجی اسمع قاله

یرجو من الله السلامة فیکم   من فضل رب طیبٌ احواله

بالخیر فی سیب یصیر اذ نبیۃ   فی بلدة اللاهور طال طواله

قد فی المساجد والمقابر سائر   فی السوق قد یسری و ینظر باله

قد فی الجنان فناظر اثمارها   قد فی المدارس یستمع اقواله

قد فی المجالس بالنصیحة ناطق   قد بالموعظ شاغل اشغاله

قد یستقیم علی منارة مسجد   للسل یسظر ما لتمام حواله

ابناء دینی لیعتدۃ جمعة   بالوطن یرجع بیدی اثقاله

ولامہ قل بعد الف تحیة   ولفہمها فی الکتاب مقاله

ولاختہ قل الف الف تحیة   لاحیں من هو وطن شادی واله

قال الذی یلقیک من احبابہ   بسلامہ واذا اتاک سواله

یدعوا من الله السعادة بالی   فی حقہم حتی تزید کماله

[illegible]

[illegible]

لاہور سے مولوی محمد عالم کا والد کے نام خط

مولوی محمد عالم کا بھائی کے نام خط

Marfat.com

رزین کسا بق امین — خضم مفصفع کهف الانام
نصیر انصار عین والیتامیٰ — لھم فی مالہ خیر السھام
یناجی ربہٖ فی کل لیل — وتزکر فی القعود فی القیام
ویعبد ربہ سر و جھرا — و یحفظ بالصلوٰۃ والصیام
لہ عمل اا الشریعۃ کل حین — تعاملہ الجمیع با عصام
فیحفظ سنتہ فی کل لیل — لیشرب الماء اور الکل اطعام
لہ حب علیٰ دین متین — لہ زی کا سلاف الکرام
لہ علم یو قر اھل علم — با نواغ التحیۃ والسلام
یعظم تبعظیم عمیم — یصامھم بوجہ ذی ابتسام
لہ حکم و مال ثم عزہ — فحیذر کل حزر من الحرام
وان احد من امخدام یظی — یعفو لایقوم علیٰ انتقام
وان قام العد وباحتصام — فیمنعہ باحسان تمام
ولاشانہ شان و عظیم — الیٰ باسل والا زدھام
علیٰ الحنات ولخیرات جمعا — با اخلامن حریص بالادام
محیاہ الایا ھل بیت — متی مازان طوق للحمام
سمعت الکل من احمد حسین — مع الاوصاف اسمک زواحتشام
نظمت بیباضھا ترکت بعضا — محسن القول فی قصر الکلام
وبعد فان احمد نور عینی — بظیک جاء من تلک المقام
علیک التضفا الیہ حیا — و تنصرہ بانجاح اعرامی
جزاک اللہ فی الدارین خیرا — وابقک الطامہ الی القیامی

انا معذور من طبع سقیم
نظمت یکن بسود الیل رام

۱۵ فروری ۱۹۵۵ء کو علم وحکمت کی روشنی کا یہ دیا اپنی جو ۸۰ سال تک آب و تاب کے ساتھ قلعہ دار کو روشنی سے منور کرتا رہا۔ بجھ گیا۔ قلعہ دار کی پچھلی پہر کی راتیں ایک مترنم آواز سے بارگاہ الٰہی میں دعائیں سے مزین ہوتی۔ آج وہ راتیں اس آواز سے محروم ہو چکی ہے۔ اور قلعہ دار پر سیاہ رات کا راج ہے۔

Marfat.com

کیپٹن منظور حسین نے قطعہ وفات لکھا۔

چہ می گویم کہ شب برمن چہا رفت | ہمی بینم کہ بعد کرب و بلا رفت
جگر افگار دیدہ خون و دل چاک | چہ گویم جو برمن ماجرہ رفت
شب غم ماتمش ماسوگواریم | صدائے نالہ تا فوق اسماء رفت
بہ فوت آن مکرم عم دیندار | کہ زیں دنیا سوئے دار البقا رفت
بہ گفتا ہاتم یا سوگ سالش | محمد عالم از دار فنا رفت

۱۳۷۲ھ

مولوی محمد عالم قریشی کے ہاتھ کے نوشتہ خطوط شامل مقالہ ہیں۔

محمد فقیر قریشی

مولوی محمد فقیر قریشی علامہ محمد عالم قریشی کے اکلوتے صاجزادے تھے۔آپ کی ابتدائی تعلیم گھر سے شروع ہوئی۔فارسی۔عربی زبانوں پر نہ صرف آپ نے مکمل عبور حاصل کرلیا بلکہ ان زبانوں کی لطافت اور نزاکت سے کلی طور پر بہرہ مند ہوگئے تھے۔علوم دین کے سلسلے میں تفسیر قرآن سے لے کر حدیث کے سارے مجموعے آپ کو پڑھا دیے گئے۔

فقہ۔فلسفہ۔عروض۔منطق میں آپ کی قابلیت قابل داد تھی۔آپ نے انگریزی طرز تعلیم میں میٹرک سری کرشن ہائی سکول کنجاہ سے پاس کیا اور ریلوے میں کلرک بھرتی ہوگئے۔

آپ ذاتی طور پر شرافت اور نجابت کا مجسمہ تھے۔فطرتاً شرمیلے تھے۔بات کرنے کے ڈھنگ سے کورے تھے بات کرتے وقت موقع محل کا لحاظ نہ رکھتے۔

اولاد میں آپ کے تین صاحب زادے اور ایک لڑکی تھی۔آپ نے ان کی تعلیم میں دلچسپی نہ لی اور وہ نہ ہی تو دینی تعلیم حاصل کر سکے اور نہ ہی مروجہ تعلیم سے بہرہ مند ہو سکے۔

آپ علامہ خان محمد قریشی کی لائبریری جس کو تین نسلوں نے جمع کیا تھا کے واحد وارث تھے۔ آپ کی وفات کے بعد یہ کتب خانہ نبیرگان کی نااہلی کی وجہ سے برباد ہو چکا تھا۔

مولوی قل احمد قریشی

حافظ خان محمد قریشی کے سب سے چھوٹے صاجزادے تھے حافظ صاحب نے ان کی شخصیت کی تربیت میں خصوصی دلچسپی لی۔سب سے چھوٹے صاحب زادے ہونے کی وجہ سے ان کو

Marfat.com

حافظ صاحب کا قرب وافر طور پر حاصل تھا۔ آپ نے اس محبت اور قربت کا پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم قراان کریم سے شروع ہوئی اس کے بعد حدیث کا علم حاصل کیا۔

فارسی کی تعلیم کا آغاز فارسی نامہ۔ واحد باری اللہ باری خالق باری ہفت نصاب کی کتب یاد کرنے سے ہوا اس کے بعد مخزن الاسرار۔ کریما سعدی۔ پند نامہ عطار۔ بوستان گلستان سعدی دیوان حافظ۔ سکندر نامہ۔ نظامی اور مثنوی مولانا روم پر اختتام ہوا۔

فارسی کے بعد علم فقہ میں خلاصہ کیدانی۔ منیۃ المصلی۔ قدوری۔ کنز الاقائق۔ ہدایہ۔ شرح وقایہ سبقا سبقا پڑھی۔

قرآن کے علوم سمجھنے کے لئے عربی زبان پر عبور لازم تھا۔ اس لئے صرف بہائی۔ میر۔ زرادی۔ انجانی مراح الارواح۔ قافیہ۔ شافیہ۔ شرح میۃ عامل۔ شرح ملا جامی۔ پر عبور حاصل کیا۔

منطق کے رسالے ایسا خوجی۔ قال اقوال بدیع المیز ان شرح تہذیب۔ فلسفہ میں صدرا۔ قاضی مبارک اپنے والد سے پڑھیں۔ طب میں میزان مطب بھی پڑھی۔

اس نصاب پر عبور حاصل کرنے کے لئے نہ جانے کتنے ہی شب و روز اس محنت شاقہ میں گزرے اور ''قل احمد'' کی منزل پر پہنچنے کے لئے نہ جانے کن جاں گسل مراحل سے گزرنا پڑا۔ اور جب تعلیم مکمل کر لی تو وہ واقعی قل احمد کے معیار پر پورا اترتے تھے۔

جانے کیا گزری ہے قطرے پر گہر ہونے تک۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد مولوی قل احمد صاحب نے تعلیم و تعلم کا پیشہ اختیار کر لیا۔

قلعہ دار میں سب سے پہلے سرکاری مدرسہ جامع شاہی میں قائم ہوا۔ یہ انگریزی حکومت کا قائم کردہ سکول تھا۔ کچھ عرصہ بعد یہ مدرسہ پنڈت بشیشر ناتھ کی حویلی کی ڈیوڈی میں چلا گیا۔

مولوی صاحب کی علمی شخصیت شوخی طبع، جوش ایمانی کے عوامل بھر پور تھے۔ کوئی بھی بات اسلامی شعار کے خلاف برداشت نہ کر سکتے تھے۔

انگریز کا تسلط قائم ہو چکا تھا اور وہ دن بدن مستحکم ہو رہا تھا۔ حالات پر پوری طرح فرنگی کی گرفت مضبوط نہ تھی۔ لوگوں کا دل جیتنے کے انگریز نے گاؤں گاؤں چھوٹے چھوٹے ہسپتال قائم کئے تھے۔ جہاں مفت علاج کیا جاتا تھا ان ہسپتالوں کے ڈاکٹر پادری ہوتے تھے۔ جو علاج کے علاوہ عیسائیت کی تبلیغ بھی کرتے تھے۔

ایک دن ایک ایسے ہی ہسپتال میں پادری دوائیں بھی تقسیم کر رہا تھا اور عیسائیت کا پرچار بھی جاری تھا۔ مولوی صاحب پاس سے گزرے اور ان کے کان میں یہ آواز پڑی۔ ''خداوند یسوع مسیح''

Marfat.com

آپ کا جذبہ ایمانی یہ برداشت نہ کرسکا۔نتائج سے بے پرواہو کر پادری کا گریبان پکڑا اور دو چار چانٹے جڑ دیے۔مولوی صاحب کی شخصیت کا جلال تھا یا جذبہ ایمانی کا جمال مولوی صاحب کی اس حرکت پر حکومت نے کوئی گرفت نہ کی۔

آپ کے بڑے بھائی علامہ فضل احمد سے موضع بوکن کا ایک عالم کسی فقہی مسئلے پر مناظرہ کرنا چاہتا تھا۔مناظرہ کا دن مقرر ہوا۔علامہ فضل احمد اپنی مسجع۔مقفع عبارت سے اپنا نقطہ نظر لکھ پیش کر رہے تھے تو مولوی قل احمد جو اہل زبان کی طرح بلا تکلف اور بلا تقان عربی بولنے پر قادر تھے۔اس عالم سے زبانی مقالمہ شروع کر دیا اس عالم کو عربی بولنے پر اتنی مہارت نہ تھی۔مناظرہ میں اس کا قافیہ مولوی قل احمد کی وجہ سے تنگ رہا۔

آپ سرکاری سکول کے ملازم تھے۔آپ کا تبادلہ قلعہ دار سے گجرات کے گاؤں مڑاریاں ہو گیا۔یہ قصبہ گجرات کے شمال مغرب میں 4 میل کے فاصلے پر ہے۔

اس زمانے میں فاصلے۔میلوں۔کلومیٹروں سے نہیں ناپے جاتے تھے بلکہ وقت پیائش کا پیانہ تھا۔مثلاً دو دن کا سفر یا ایک ماہ کا سفر۔لوگ پیدل آتے جاتے تھے۔قلعہ دار سے مڑاڑیاں ایک دن کا سفر تھا۔

مولوی صاحب مڑاریاں پہنچے تو تنہائی کے کرب نے انہیں آن گھیرا۔گاؤں کے لوگ عموماً سرکاری اہل کاروں سے دور رہتے تھے۔مولوی صاحب نو وارد لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ذرا کم تھا۔

آپ پر تنہائی کے لمحات نہ جانے کتنے گراں گزارے ہونگے۔آپ ان لمحوں کی تلخی کم کرنے کے لئے کھیتوں میں سیر کو نکل جاتے۔قلعہ دار کی محبت اور اس کے باسیوں کے ساتھ میل ملاقات کا وقت یاد آتا۔قلعہ دار کے در و دیوار اسے مانوس جذبے ابل ابل پڑتے۔

ایک دن سیر کر رہے تھے کہ آپ کو کیکر کا ایک درخت نظر آیا۔بے اختیار اس کو گلے لگا کر رونے لگے اور کہنے لگے۔

”میرے وطن دیا بوٹیا میں نے رزق کی تلاش وجہ آیاں ہاں توں کیوں ایتھے اُگ پیا ایں“۔

مولوی صاحب کی قلعہ دار سے محبت کی شدت اس بات سے عیاں ہوتی ہے۔

مولوی صاحب کا مرثیہ۔اور تاریخ وفات از مولوی سردار علی

گویم چساں تبادلہ دور دہر مست
بامکنات می کند از ساعت الست
جز قلب سوختن دگرے ہست انفعال

Marfat.com

غیراز شریک غم ہمی یابی کہ بندوبست
قل احمد قریشی اہم از دارگر او
دور از نگاہ حد زیارت شناخت رفت
ہیات آہ چہ نام گرامی زبان گفت
کز تجربش تجارب یونانیاں پست
درخاندان ما بشرف افتخار بود
آں فاضلِ زمانہ و آں مردِ حق پرست
آن فاضلہ کہ شہرہ فضلش مثال شد
آں عالمیکہ داشت تمارش عمل بدست
تقوئی اور تورعے اویاد می کنیم
ہر گاہ نظر کنم بہ تصور کہ قلبی مست
در انتقال حضرت عم بزرگوار
لاریب برما آمدہ یکدم بلائے سخت
بودم برائے سال و فانش بہ غور و فکر
ہاتف ندا داواز اینجا بخلد رفت

۱۳۳۸ھ

مولوی صاحب ایک علم دوست علم پرور شخصیت کے مالک تھے۔آپ کے پاس ایک ضخیم لائبریری تھی جس میں ہرفن کی نایاب کتاب دستیاب تھی۔ یہ مولوی صاحب کی علم دوستی اور کتاب سے محبت کا اثر تھا۔آپ کو جہاں کہیں بھی کسی نایاب کتاب کا پتہ چلتا آپ وہاں سے کتاب مہیا کرتے اور پہلی فرصت میں اس کی تجدیدی نقل تیار کر کے اپنی لائبریری میں داخل کر لیتے۔

سیالکوٹ میں کاغذ بنتا تھا۔سیالکوٹ کا ایک کثیر التصانیف عالم تھا۔کسی نے پھبتی کسی کہ کاغذ جو وافر ملتا ہے اس لئے یہ کتابیں لکھتا رہتا ہے۔اس عالم کو پتہ چلا تو علم صرف پر ایک مختصر ترین کتاب جو ہرلحاظ سے جامع تھی اور کمال فن کا نمونہ تھی۔قصارئی کے نام سے لکھ ڈالی۔ یہ کتاب علامہ فضل احمد کے پاس آئی۔مولوی قل احمد نے جھٹ اس کی تجدیدی نقل تیار کی اور خط نستعلیق میں اس کا ایک نسخہ ظہور پذیر ہوا۔

Marfat.com

مولوی محمد حسن قریشی

مولوی قل احمد صاحب کے بڑے صاحبزادے تھے۔آپ کی ابتدائی اور انتہائی تعلیم بھی گھر پر ہوئی۔عربی۔فارسی۔پر عبور حاصل کرنے کے بعد قرآن۔تفسیر۔حدیث کی تعلیم حاصل کی۔صرف۔نحو۔منطق۔فلسفہ میں آپ کی مہارت قابل رشک تھی۔آپ نے فارسی میں تخصص حاصل کیا۔پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔اس کے بعد آپ اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ لاہور میں فارسی کے معلم تعینات ہوگئے۔اور برسوں لاہور کی کئی نسلوں کو فارسی پڑھائی۔

حدیث سے آپ کی خصوصی دلچسپی تھی۔صحیح بخاری کا اردو ترجمہ شائع ہوا۔تو مولوی صاحب کے شوق کا عالم اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ قلیل تنخواہ کے باوجود اپنی ضروریات زندگی محدود کر کے ایک روپیہ ماہانہ بچاتے اور ایک جز صحیح بخاری خریدتے اور 3 سال میں مولوی صاحب نے اپنے شوق کی تکمیل میں پوری صحیح بخاری بمعہ اردو ترجمہ خرد کر چکے تھے۔

یہ شوق کا عالم تھا کہ علم کی پیاس تھی کہ بجھتی نہ تھی۔آپ کو لغت عربی کی کتاب تاج العروس کہیں نظر آگئی۔چھ جلدوں میں یہ کتاب عموماً ادارے خریدتے ہیں۔انفرادی طور پر لوگوں کے پاس یہ کتاب کم ہی دیکھی گئی ہے۔مولوی صاحب نے اپنی ضروریات زندگی کی پروانہ کرتے ہوئے نہ جانے کتنے عرصہ میں لوازمات حیات سے پہلوتہی کرتے رہے اور شوق کو پالتے رہے۔آپ نے تاج العروس خرید لی۔

آپ نے طب کی تعلیم بھی گھر سے حاصل کی۔ساری عمر لوگوں کا علاج مفت کرتے رہے۔
اس کے علاوہ آپ اعلیٰ درجے کے جلد ساز تھے۔کالی۔سرخ روشنیاں بنانے کے کئی نسخے آپ کے پاس تھے۔آپ اعلیٰ پائے خوش نویس بھی تھے۔آپ کی تحریر کردہ کتابیں آپ کی بنائی ہوئی روشنائیوں سے اب تلک وہ ہی چمک دمک رکھتی ہیں۔جو ساٹھ سال پہلے تھی۔

آپ نے تصنیف و تالیف کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔البتہ آپ کی ایک زندہ تصنیف آپکے شاگرد رشید۔ضیا محمد ضیا چوہاہل کی صورت میں موجود ہے۔

قلعہ دار کے مغرب میں ایک قصبہ چوہاہل ہے۔قلعہ دار اور چوہاہل کے درمیان ایک نہر اپر جہلم حد ماصل کا کام دیتی ہے۔چوہاہل کی مسجد کے پیش امام مولوی عبدالرسول سے مولوی محمد حسن سے دوستی کے تعلقات تھے۔مولوی عبدالرسول نے اپنے بڑے بیٹے ضیاء محمد کو مولوی صاحب کی شاگردی میں دے دیا۔

مولوی صاحب ضیاء محمد کی تعلیم قلعہ دار میں ہی شروع کی۔اور پھر انہیں اپنے ساتھ لاہور لے

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

گئے۔ وہاں ان کے ہونہار شاگرد نے منشی فاضل کا امتحان پاس کرلیا۔ اس کے بعد اس نے اسلامیہ ہائی سکول کنجاہ میں معلمی اختیار کرلی۔ ضیاء محمد ضیا فارسی کے صاحب دیوان شاعر ہیں۔ آج کل پسرور میں رہائش پذیر ہیں اور علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

ضیاء محمد کے کلام کا نمونہ

زدرد عشق روح بے قرارے کردہ ام پیدا
بہ جان قدسیاں ہم اضطرارے کردہ ام پیدا
جبیں چرخ نیلی فام گرد آلود می بینی
چساں از درد آہ شب غبارے کردہ ام پیدا
بگو در بستہ باشد ایں حسیں گاہے دو عالم را
من از جوش جنوں راہ فرارے کردہ ام پیدا
مبارک گوشہ خلوت مبارک سوزِ پنہانی
ضیا بر ہمت خود اعتبارے کردہ ام پیدا

قاضی نظیر اسلام قریشی

مولوی محمد حسن کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ ایک عربی شاعر کا شعر عربی معاشرے کی عکاسی کرتا ہے۔ عربوں کے ہاں دستور تھا کہ وہ اپنے مکان پر رات کے وقت شمع روشن کر کے چھت پر رکھ دیتے تھے۔ صحرا میں کوئی بھولا بھٹکا راہ گم گشت مسافر اس کو دیکھ کر صاحب خانہ کے پاس آجاتا۔ وہاں اسے راستے کی خبر ملتی اور آرام کرنے کی جگہ کے علاوہ کھانا پینا بھی صاحب خانہ کے ذمہ ہوتا۔ یہ رسم کلی طور پر قاضی نظر اسلام نے تمام عمر اپنائے رکھی۔

لاہور میں رہتے تھے۔ ریلوے میں ملازم تھے۔ لاہور سے باہر آپ کے کسی رشتہ دار۔ دوست۔ آشنا کو جب لاہور میں کوئی کام ہوتا۔ جو کہ اکثر لوگوں کو ہوتا تھا۔ آپ کے ہاں ٹھہرتا اور اپنا کام کر کے چل دیتا۔

آپ مہمان کی آمد پر جس خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرتے اور خوشی کا اظہار کرتے مہمان کے قیام کے دوران اور رخصتی تک آپ کے چہرے پر خوشی کے جذبات نمایاں رہتے تھے۔

آپ کی رہائش برنڈرتھ روڈ رام گلی نمبر 1 میں پھر آپ مصری شاہ آگئے۔

آپ منسکر المزاج۔ عابد۔ پرہیز گار۔ شب زندہ دار بردباد اور شگفتہ مزاج کی شخصیت کے

Marfat.com

مالک تھے۔ خلوص اور محبت آپ کی شخصیت کا حصہ تھی۔

مولوی محمد حسن کی وفات کے بعد آپ 15 دن کے بعد اپنے آبائی گھر میں آتے۔ قلعہ دار میں لوگوں سے ملاقات کرتے اور پھر واپس لاہور چلے جاتے۔ یہ معمول ان کا عمر بھر رہا۔ قلعہ دار سے ان کی محبت عیاں ہے۔

آپ کو اپنی زندگی میں ایک عظیم صدمے سے دوچار ہونا پڑا۔ آپ کی بیٹی صفیہ اپنے کم سن بیٹے عبدالبصیر طاہر کو چھوڑ کر ملکِ بقاء کی طرف روانہ ہوگئی۔ بیٹی کی محبت کا تقاضا تھا یا پدری محبت کا جوش آپ نے اُس کے بیٹے کی پرورش کی۔ ہونہار بیٹے نے بی ایس سی انجینئرنگ تک تعلیم حاصل کی اور آج کل ٹیلی فون کے محکمے میں ایک اعلیٰ آسامی پر متعین ہیں۔

آپ نے دسمبر 1988ء میں وفات پائی۔

آپ کے نبیرگان میں خورشید الحسن فوت ہو چکے ہیں۔

مظہر محمود الحسن ریلوے اکونٹ کے محکمہ سے ریٹائر ہوئے۔ محبوب الحسن محنت کش ہیں گڑھی لاہور شاہو میں رہتے ہیں۔

بشیر احمد قریشی

مولوی محمد حسن کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ زمیندار کالج گجرات سے ایف اے کرنے کے بعد لاہور سے مین گارڈ بھرتی ہوگئے۔ خاندانی روایت کو زندہ رکھتے ہوئے آپ نے اپنے والد سے فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ فارسی کا منتہی کورس مکمل کرنے کے بعد منشی فاضل کا امتحان پاس کرلیا۔ اس کے بعد بی اے کا امتحان پاس کیا۔ محکمانہ امتحان پاس کرنے کے بعد ریلوے میں جونیئر کمرشل آفیسر ہوگئے۔

انکے نبیرگان میں چھ صاحبزادے ہیں اور ایک بیٹی شامل ہے۔

مولوی محمد حسین قریشی

مولوی محمد قل احمد کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ دینی علوم کی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ پھر فارسی ادب گلستان بوستان سے لے کر مثنوی مولا فائے روم اپنے والد سے سبقاً سبقاً پڑھی۔ عربی زبان میں صرف نحو سے لے کر عروض۔ فلسفہ تک اپنے والد سے پڑھا۔

تعلیم سے فارغ ہوکر آپ وزیرآباد چلے گئے لارڈ میکالے کا نظام تعلیم جڑیں پکڑ رہا تھا۔ فارسی ذریعہ تعلیم ابھی تک رائج تھا۔ معلم اس وقت میں اگر نایاب نہیں تو کم یاب ضرور تھے۔ مولوی

Marfat.com

صاحب مدرسہ نظامیہ کے فارغ التحصیل تھے۔ سرکاری سکول میں فارسی۔ عربی کے معلم رکھ لئے گئے۔
آپ نے یونانی طب بھی گھر میں پڑھی۔ فی سبیل اللہ لوگوں کا علاج کرتے تھے۔ نان ونفقہ سکول سے پورا ہوتا۔

یہ اس دور کی بات ہے کہ جب آپ کی کلاس میں حمید احمد خان سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی جسٹس شیخ عبدالرحمان سابق چیف جسٹس ہائیکورٹ لاہور اور آپ کے بھتیجے کیپٹن محمد رمضان تبسم قریشی آپ کے طالب علم تھے۔

ان تینوں میں دوستی بھی تھی اور بے تکلفی بھی تھی جو ان تینوں میں آخری دم تک قائم رہی۔ ان تینوں کے دوستی پنجابی زبان میں۔ ''حمیدا'' پنجابی زبان میں حمید احمد خان کا مخاطبی نام (ماناں) جسٹس عبدالرحمان کا مخاطبی نام کیپٹن تبسم قریشی کا نام (جاناں) سے مخاطب کئے جاتے تھے۔

ایک دن مولوی صاحب کو کلاس میں آنے سے دیر ہوگئی۔ طبع موزوں کے مالک تبسم قریشی نے چاک لے کر بلیک بورڈ پر پنجابی کا شعر لکھا۔

میے لے دیاں گولیاں نہ ہرگز کرن شفا
اک گولی کھا کے تے گوریں ڈیرہ لا

مولوی صاحب نے شعر پڑھ کر تبسم قریشی کو کہا جو کہ آپ کا برادر زادہ تھا۔
''شریکا کرنیوں باز نیوں آیا''

مولوی صاحب کی سادہ لوحی:

سکول کے سالانہ معائنہ پر انسپکٹر آف سکول تشریف لائے۔ وہ اساتذہ کی سندوں کی جانچ پڑتال کر رہے تھے۔ مولوی صاحب کے پاس سند نہ تھی۔ آپ نے اپنے بڑے بھائی محمد حسن کی سند پیش کردی۔ انسپکٹر نے پوچھا آپ کا نام محمد حسن ہے۔ یا محمد حسین۔ آپ نے جواب دیا محمد حسین۔ انسپکٹر نے کہا کہ سند پر محمد حسن لکھا ہے۔ آپ نے کہا کہ لکھنے والا حسن کے نیچے نقطہ ڈالنا بھول گیا ہوگا۔ انسپکٹر نے کہا انگریزی میں نقطے نہیں ہوتے۔

آپ نے اعتراف کیا کہ یہ سند ان کے بڑے بھائی کی ہے۔ مگر ہم دونوں نے تعلیم ایک ہی باپ سے حاصل کی ہے۔ انسپکٹر آپ کی سادہ لوحی پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

آپ کے نبیرگان میں اللہ دتہ قریشی گوجرانوالہ میں ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں کلرک تھے۔ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ ان کی اولاد میں۔ عباس۔ الیاس گوجرانوالہ میں مقیم ہیں۔

Marfat.com

شجرہ نسب خاندان قریشیاں قلعدار ضلع گجرات

احمد حسین قریشی ولد محمد عبدالکریم بن فضل احمد بن خان محمد بن عبداللہ الملقب دریام بن شفیع بن محمد مبارک

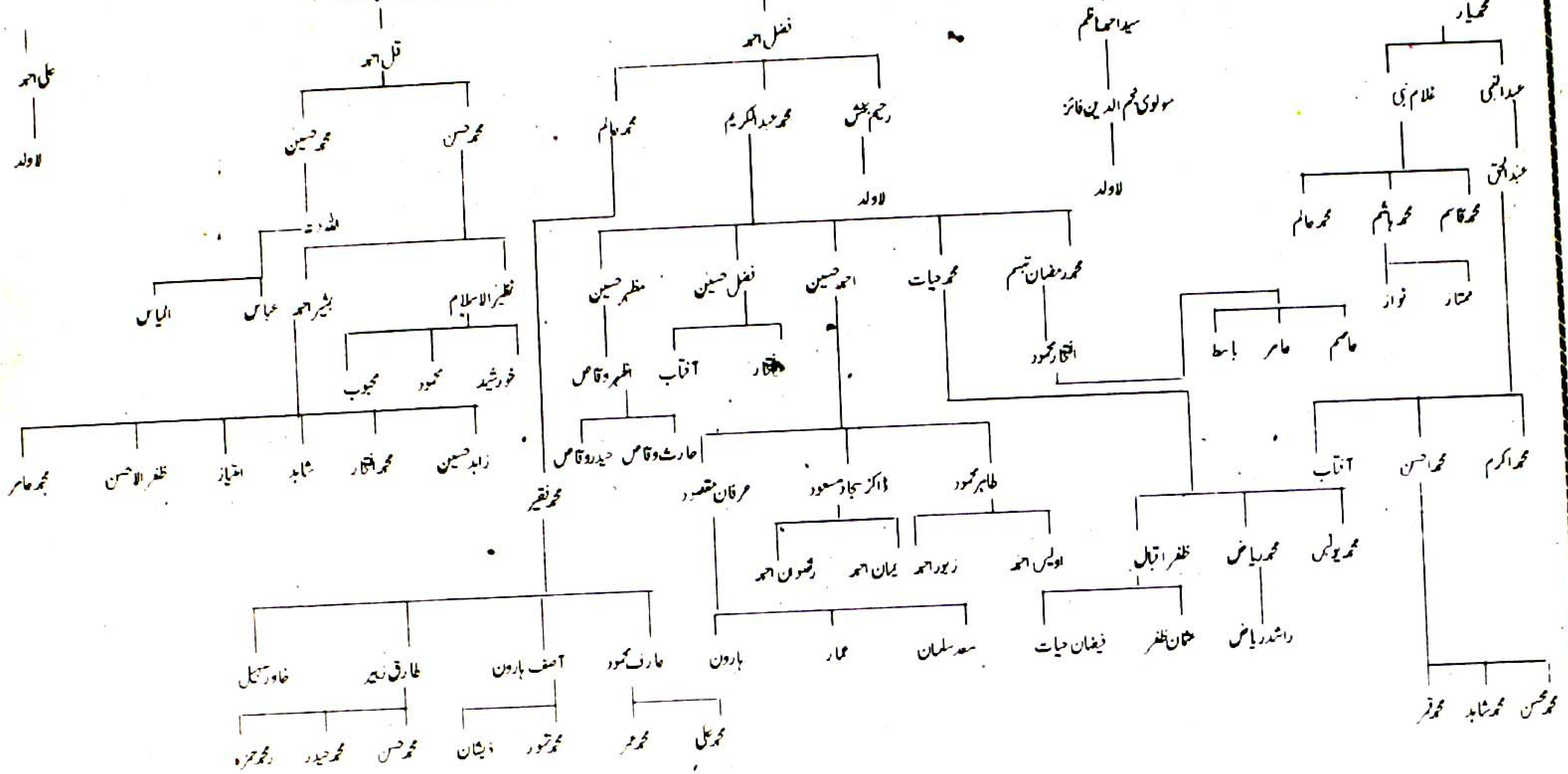

Marfat.com

دوستیاں۔ تعلق داریاں

دوستی اور تعلق داری انسان کی شناخت کا تعین کرتی ہے۔

Marfat.com

سید غلام حیدر شاہ صاحب

جلال پور شریف

جلال پور شریف دریائے جہلم کے کنارے پہاڑی علاقہ میں ایک مشہور قصبہ ہے۔ اس قصبہ کے سادات گھرانے میں سید جملہ شاہ کے ہاں سید غلام حیدر شاہ صاحب تولد ہوئے۔ سید غلام حیدر شاہ صاحب اپنے زمانے کے عظیم صوفیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ خواجہ شمس الدین سیالوی کے خلیفہ اکبر تھے۔ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی ضلع شاہ پور کے قصبہ سیال شریف میں مقیم تھے۔ آپ فاروقی خانوادہ کے فرد تھے۔ والد کا نام محمد یار نوارنی ابن کرم علی ابن علی زبیر تھا آپ حضرت خواجہ سلمان تونسوی کے خلفیہ اکبر تھے۔

اسلام میں تصوف کا تصور اور صوفیا کرام کی تنظیم محبت۔ اخوت۔ رواداری۔ تقویٰ۔ زہد کا درس دیتی ہے۔ ان کے ہاں احترام ہے۔ پیار ہے اور خلوص۔ قربانی اور ایثار ہے۔ یہ لوگ نیکی کی ترغیب دیتے ہیں۔ اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی ترغیب دیتے ہیں اور اللہ ان کو دوست رکھتا ہے۔ دغا۔ فریب مکران کے ہاں عنقا ہے۔ یہ تشدد کے قائل نہیں۔ پیار ان کا چلن ہے۔ اس تنظیم میں ''پیر بھائی'' کا رشتہ حقیقی بھائی سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔

علامہ محمد عبدالکریم حضرت سید غلام حیدر شاہ صاحب کے حلقہ ارادات میں تھے۔ آپ کی وفات کے بعد جب ان کے صاحبزادے سید فضل شاہ صاحب نے مسند ارشاد سنبھالی تو حضرت مولوی صاحب نے بیعت فضل شاہ صاحب کے ہاتھ پر کر لی۔

مولوی عبدالکریم صاحب شاہ صاحب کے خصوصی مریدوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ ان کی مجلس عاملہ کے رکن تھے۔ اور فضل شاہ صاحب کے تبلیغی دوروں کا پروگرام مرتب کرتے اور ان کی مصروفیات کے متعلق ان کو مشورے دیتے رہتے تھے۔

حضرت فضل شاہ صاحب کے مریدوں کی تعداد دو لاکھ سے زیادہ تھی۔ آپ نے ایک جماعت کی بنیاد رکھی جس کا نعرہ تھا ''ایک بنو اور نیک بنو'' یہ نعرہ حضرت فضل شاہ صاحب کی زندگی میں آپ کے حلقہ ارادات میں گونجتا رہا۔

کشمیر کا جہاد شروع ہوا۔ تو سید فضل شاہ صاحب نے نواب زادہ لیاقت علی خان کو پیش کش کی کہ میرے دو لاکھ مرید کشمیر کی جدوجہد آزادی کی اعانت کے لئے تیار ہیں۔ مگر لیاقت علی خان کشمیر میں جنگ بندی کا فیصلہ کر چکے تھے۔

Marfat.com

مولوی محمد عبدالکریم صاحب حضرت پیر فضل شاہ سے خط و کتابت کرتے رہتے تھے اور یہ خط و کتابت عربی شعروں میں ہوتی تھی۔

آپ کا منظوم خط حضرت صاحب کے نام جس میں دعا کی درخواست دی گئی ہے۔

ایاریح الصباقم لی قیاما — الی مخدو منا بلغ سلام
وقل بعد التھیه والسلام — ایا فضل الاله علی الانام
ایا من فضله فضل عظیم — علی الخدام طرا کا لغمام
ایا من نسبه نسب شریف — ایامن حسبه حسب الکرام
ایا حاجح الھرمین الشریفین — مقبل حجرا سود باستلام
به مروة الصفا الساعی بشوق — وزائربیت رب والمفام
ایامن واقف العرفات حبا — و شارب ماء زمزم فی القیام
ایا ذالمسند المرفوع قدرا — لعین الناس من خاص و عامی
وحید فی الفصاحة والبلاغة — فرید فی والمعانی والکلام
بمحفر فه النصوص بعلم الدین — تفقه کنعمان لا مام
قصاعد نظمعه کمعلقات — وانی النابیغه و ابو تمام
مما فی المشرقین له نظیر — وه فی المغربین ولا بشام
الایا ایها الشیخ المعلّٰی — دواماًعش با افضال العظام
وھاذا اعترافی من لسانی — بتصدیق الوفائد علی لدوامی
بانی اطوع لا ک من خذائک — و اولیٰ من غذائک والا دام
عیون الفضل مظھرة من اسمک — وانی مستھمام بالاقامی
وجتک مستجیرا مستغیثا — اجر وآغث من الفضل العظام
بحق شیوخ اھل البیت طرا — وحرمة حیدر اسمع کلامی
جزاک الله فی الدارین خیرا — حماک الله عن شرانتقام
مبعیا ر کنت و من نحو لثلاین — عبید سید السادات سامی
ونازعنی وخاصمنی رجاک — کیثرمن صنا دید الضحام
فماضرت نزاعمھم بشی — ولا کسرت شکا ثم عظام
بل انقلبت شکایتھم علیم — وصار والا لھبا والا الحطام

Marfat.com

اما الان قد اخرجت عنما
بلا جرم الی ارض الاکام
بارض لیس فے ھا انیس
جلیس لیس لی غیر الرکامی
فما ادری فاان الشیخ منی
وھل ھونائم بین ارخام
و ایمانی و ایقانی علی ان
ھوالان کا قد کان سام
ولما کان اطمینان قلبی
لم اختلت جداری بانھدام
وما وقع ارتیاب فی اعتقادی
ولا شک کسمشتقال انیام
لم الا عداء کانو شامتین
لم الحساد قامو الارتکام
لم اثقلنی تکالیف الزمانی
جزیما کنت اوجھنی سقام
وفی الاقرآن کنت بامتیاز
کانی کنت اعلیٰ من سنام
اما الان اھبطنی زمان
وقعت من اسنام علی الرعامی
لقد میه سا حضر عتقریب
واشکو ما قسیت الھدامی
تفضل بالتوجه ایھا الفضل
علی الراجی بحق الایبسام
فانک انت عین الفضل حقا
وفضلک فضل حق کالرحامی

ایـا عبـدالکـریـم اسـکـت و فـوض
زمـــام امـــور نـــحـــو اسلامـــی

حضرت فضل شاہ صاحب نے اس خط کا عربی شعروں میں ہی جواب دیا۔

ایا حبی محب الاولیاء
وقاک اللہ عن کل البلاء
فھمنا من کتابک کل حالک
لحل اللہ یحدث بالعطآ
کان الخط سمطات اللالیٔ
تضسی الظلمات من الضیاء
فرحت الی جناب القدس جدی
منجی الحائرین من الدعاء
دعوت اللہ محتصما بحبل
ینیل الیٰ امرام علی النجاء
فیاحبی اصبر قلق الأمانی
فاان الیلیل تنبح بالز کاء

الداعی الخیر
ابقر ابولبرکلات محمد فضل شاہ

حضرت سید فضل شاہ صاح علامہ محمد عالم قریشی کی وفات پر بہ نفس نفیس قلعہ دار میں تشریف لائے۔ حضرت علامہ کی خانقاہ پر فاتحہ پڑھی اور علامہ عبدالکریم سے تعزیت کی۔

Marfat.com

حضرت سید غلام حیدر شاہ صاحب کا حلقہ ارادات مند وسیع تھا۔ ان کی وفات پر رادت سعادت مندوں نے مراثی اور قطعات تواریخ لکھے اگر وہ جمع کیے جائیں تو ایک کتاب کی صورت بنتی ہے۔ ان مطومات میں قابل ذکر۔ خواجہ دل محمد پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور۔ لسان العصر سید اکبر حسین پنشنر سیشن جج الہ آباد اور ترجمان حقیقت ڈاکٹر سر محمد اقبال بیرسٹرایٹ لاء شامل ہیں۔

ترجمان حقیقت ڈاکٹر سر محمد اقبال

کہ برخاک مزار پیر حیدر شاہ رفت
تربتِ اوا جلوہ ہائے طور گفت

ہاتف از گردوں رسیدہ خاک او بوسہ داد
گفتمش سال وفات او بکو مغفور گفت

حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب

حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب پنجاب کے مشہور صوفی اور عالم تھے۔ تحریک پاکستان میں انہوں نے قائداعظم کے ساتھ دوش بدوش کام کیا۔ ان کے نزدیک صرف نماز پنج گانہ۔ ادا کرنا اور دیگر ارکان کی تکمیل کرنا مسلمان ہونے کی دلیل نہیں بلکہ سماجی۔ سیاسی۔ لحاظ سے اپنی آزادی برقرار رکھنا اور کھوئی ہوئی آزادی کی بازیافت عین دینی فریضہ ہے۔

کانگریس کے مقابلہ تقریری میں اس امر کا اعادہ کرتے رہے کہ مسلمان قوم ایک نہ ایک دن نہ صرف آزادی حاصل کرے گی بلکہ ایک آزا مضبوط اسلامی ریاست کی تشکیل کا باعث ہوگی۔ اس ریاست کا نام پاکستان ہوگا۔ کانگریس کی بسیار رخی پالیسی کو بےنقاب کرنا آپ کا ہی حصہ تھا۔

آپ قائداعظم کے ساتھ صرف سیاسی ہی نہیں بلکہ دینی محبت رکھتے تھے اور ان سے اتنا ہی پیار کرتے جتنا کہ ایک مخلص دوست دوسرے مخلص دوست سے ہونا چاہیے۔

آپ محمد عبدالکریم قریشی کے اورینٹل کالج لاہور میں کلاس فیلو تھے۔ مولوی صاحب سے برادرانہ تعلقات رکھتے تھے۔ مولوی صاحب بھی آپ اے اتنا ہی پیار رکھتے تھے۔ آپ مولوی صاحب کو سالانہ عرس پر نہ صرف مدعو کرتے بلکہ ریل کا ٹکٹ بھیج کر مدعو کرتے۔

آپ کا جاری کردہ مجلہ انوار الصوفیہ تصوف کا معیاری رسالہ تھا۔ مولوی عبدالکریم صاحب کے مضامین اور خط اسمیں شائع ہوتے رہتے تھے۔ یہ رسالہ اعزازی طور پر مولوی صاحب کو بھیجا جاتا تھا۔

مولوی محمد عبدالکریم کا خط حضرت جماعت علی شاہ صاحب کے نام

الا یاایها الشیخ المعلیٰ
قدیما عثث مالاقبت ضمیرا

لقد وصلت لی و فرحتنی
عطیک التی اعطمیت سمیرا

Marfat.com

جری و ھذا المثال علی نسانی
جزاک اللہ فی الدارین خیرا

وخیرک سائر شرقا و غربا
وجودک عامر الاوغیرا

وتعھدی الفلق بالفلق عظیم
کما اھدی لبھا کعب زھیرا

اشکرت الوری بالعمل حتیٰ
عمرت ساجدا واقفرت دیرا

مسیح القادیان اذا تحدی۔
بستانک صاد ملسوع القصیرا

ولا احداً دی فی الدھر یاذا
یستعین بہ مذھباک الاعیرا

اری الصلعا چولک کالطناد
ومن اعزل فلیسا لھو ویرا

ومن امسک یزیک اعتقادا
کفاہ لھو بداریں نصیرا

اسرا ذاورک ایھا الشیخ
کالی رات کعب او ذھیرا

مولوی عبدالکریم صاحب سے آپ کی رفاقت۔ محبت اور دوستی کی قدریں آخری دم تک قائم رہیں۔

حضرت شاہ صاحب جب بھی جہلم تشریف لاتے تو مولوی صاحب کے ہاں ٹھہرتے۔

آپ ولی اللہ اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔اس کا ادراک مولوی صاحب کو بھی تھا۔

مولوی عبدالکریم کا حلقہ دوستی بڑا وسیع تھا۔ اس میں ہر قسم کے لوگ شامل تھے۔ آپ اہل حدیث سے اتنا ہی پیار کرتے تھے جیسا کہ اہل سنت والجماعت سے۔

آپ کا ایک دوست جس کا تعلق اہلِ حدیث سے تھا ولی اللہ کے مقام سے بے خبر تھا اور کرامت کا منکر تھا۔ آپ اکثر مولوی صاحب سے تقاضا کرتے تھے کہ جب بھی آپ کا ولی اللہ دوست (شاہ صاحب) آئیں تو ہماری بھی ملاقات کرائیں۔

اس میں طنز بھی ہوتا اور تمسخر بھی

ایک دن شاہ صاحب تشریف لائے تو مولوی عبدالکریم کا یہ دوست ان کے پاس بیٹھا تھا۔ شاہ صاحب سے السلیک کے بعد مولوی صاحب نے شاہ صاحب سے عرض کیا کہ آپ میرے اس دوست پر ذرا نظر عنائت کردیں۔ شاہ صاحب نے بات سنی ان سنی کردی۔ آپ کی نظر نہ صرف پر اثر تھی بلکہ تیر بہ حدف ہوتی۔

مولوی محمد عبدالکریم نے کچھ عرصہ بعد شاہ صاحب کے ساتھ دریائے جہلم میں کشتی کی سیر کرنے کا پروگرام بنایا۔ سب احباب شاہ صاحب اور مولوی صاحب کی معیت میں دریا کی طرف روانہ

Marfat.com

ہوئے۔ کشتی کنارے پر آئی۔ تو اہل حدیث صاحب نے کشتی پر سوار ہونے کے لئے تقدم سے کام لیا۔ شاہ صاحب نے نظر بھر کر اس کی طرف دیکھا تو یہ صاحب بے ہوش ہو کر دریا میں گر گئے۔ ان کو فوراً ہی دریا سے باہر نکالا اور ہر قسم کا علاج کیا مگر یہ ہوش میں نہ آسکے۔

آخر کار لواحقین حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کے لئے درخواست کی۔ مولوی عبدالکریم کی شخصیت کا لحاظ تھا کہ شاہ صاحب ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ روحانیت کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گیا ہے اس کو براہمن کے گھر کا پانی پلایا جائے تو ہوش میں آجائے گا۔

شاہ صاحب نے مولانا روم کی مثنوی میں سے اس کفش دوش کا قصہ بیان کیا جو کہ چمڑے کی بد بو کا عادی تھا ایک دن اس کا عطار کے بازار میں سے گزر ہوا تو بے ہوش ہو گیا۔ اس کو ہوش میں لانے کیلئے عطار جتنا کا مہنگا عطر اور خوشبو اس کو سونگھائے اس کی بے ہوشی اتنی ہی گہری ہو جاتی۔ حتیٰ کہ کفش دوز کا ساتھی آ گیا۔ اور اس نے کہا کہ اس کو گندا جوتا سنگھاؤ یہ ہوش میں آجائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور کفش دوز ہوش میں آ گیا۔

مولوی ثناء اللہ امرت سری

انیسویں صدی کے وسط تک انگریز سارے ہندوستان پر قابض ہو چکے تھے۔ اپنے قبضہ کو مستحکم کرنے کے لئے سب سے پہلے انہوں نے طریقہ تعلیم کو تبدیل کیا۔ اور ایک ایسا نظام تعلیم دیا جس کا فارح التحصیل نہ ہندو رہتا اور نہ مسلمان مسلمان رہتا۔ عیسائیت میں ویسے ہی مذہب کو ثانوی حیثیت حاصل ہے۔ مذہبی آزادی کی آڑ میں انہوں نے مختلف مذاہب کے علمبرداروں کو کھلی چھٹی دے رکھی تھی کہ وہ دوسرے مذہب کے ساتھ بحث مباحثہ کا فروغ دیں اس وقت ہند میں طبی سہولتوں کا فقدان تھا۔ انگریز نے یہ سہولت مہیا کرنے کا بندوبست کیا۔ انگریز ڈاکٹر، ڈاکٹر ہونے کے علاوہ پادری بھی تھے۔ وہ عیسائیت کا پرچار کرنے لگے۔

پادریوں کے تابڑ توڑ حملوں کا نشانہ اسلام ہی تھا۔ پھر بھی ہند 1000 سال مسلمان بادشاہوں کے زیر نگین رہا۔ اور پھر بھی اس نے اپنے ہم مذہبوں میں بھی تفریق روا رکھی تھی۔ براہمن، شودر کے درمیان خلیج موجود تھی۔ مسلمان ہندو کے درمیان خلیج کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ انگریز ہندوستان کی آبادی کو عیسائیت کی ترغیب دے رہا تھا اور ہندو تنظیمیں ''شدھی'' کی تحریک چلا رہی تھی۔ ان سب کا نشانہ اسلام تھا۔

Marfat.com

اس ماحول میں اسلام کے دفاع میں ایک ایسی شخصیت ابھری۔ جو تبحر عالم ہونے کے علاوہ حاضر جواب۔ دلیل سے بات کرنے میں یکتا۔ دوسرے مذاہب کا بھی ادراک سے مالا مال تھی۔ امرت سر کے شہر کا باسی مولوی ثناء اللہ صاحب۔ اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ اسلامی عقائد کا دفاع ان کی زندگی کا مقصد رہا۔ وہ اپنے دور میں چومکھی لڑائی لڑتے رہے۔ کبھی شردانند سے مناظرہ اور کبھی کسی عیسائی پادری کے اعتراضات کا جواب دینے میں معروف ہوتے۔

امرت سر کے ایک بابو جو کہ بی اے پاس تھے۔ انہوں نے قرآنِ حکیم پر اعتراضات کئے اور مسلمان سے عیسائی ہوگئے۔ مولانا نے ترک اسلام بہ ترک اسلام جیسی مدلل کتاب لکھی۔ مولانا کو خصوصی شہرت مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ مناظروں سے ملی اور مولانا نے احمدیت کی مخالفت ساری عمر جاری رکھی۔

مولانا عبدالکریم اپنے دوست ڈاکٹر میر ہدایت اللہ کے لڑکے کی شادی پر اُمرت سر گئے۔ فرصت ملی تو آپ مولوی ثناء اللہ کے ہاں چلے گئے مولوی صاحب مداحوں میں گھرے بیٹھے تھے۔ مولوی عبدالکریم سے تعارف کرانے کا کہا تو مولوی صاحب نے اپنا تعارف کرایا۔ مولوی ثناء اللہ اپنی جگہ سے اٹھے اور مولوی عبدالکریم سے بغل گیر ہو گئے۔ اور یہ رشتہ مولوی ثناء اللہ کی زندگی تک برقرار رہا۔ مولوی ثناء اللہ اکثر مولوی عبدالکریم کے پاس آتے اور ٹھہرتے۔

ڈاکٹر میر ہدایت اللہ

ڈاکٹر میر ہدایت اللہ امرت سر کے ایک متمول گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کی جس کا موقع خصوصاً مسلمان لڑکوں کو خال خال ملتا تھا۔ ڈاکٹری کی تعلیم دینے والے فرنگی اور وہ اپنے شاگردوں کو مغربی بود و باش کے سانچے میں ڈھال دیتے تھے۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد بھی محکمہ صحت پر انگریزوں کی اجارہ داری رہی۔ اور وہ اپنے ساتھی کے ماتحت ڈاکٹر کو انگریزی طرز کی زندگی اختیار کرنے کی سختی سے تلقین کرتے تھے۔

اس ماحول میں پل کر جوان ہونے والی شخصیت کے اندر ایک صوفی پرورش پا رہا تھا۔ آپ امرت سر (میڈیکل) سکول کے پرنسپل بھی رہے اور جہلم میں سول سرجن کے عہدہ پر بھی تعینات رہے۔

سید جماعت علی شاہ کی نظر عنائت سے آپ کے اندر کا صوفی جواں اور تواں ہو چکا تھا۔ آپ کے تصوف پر گہری نگاہ رکھتے تھے اور تصوف پر آپ کے مضامین انوار الصوفیہ میں باقاعدگی سے شائع ہوتے۔

Marfat.com

مولوی عبدالکریم صاحب سے آپ کی دوستی سید جماعت علی شاہ صاحب کی وجہ سے تھی جو کہ مولوی صاحب کے ہم جماعت ہونے کے علاوہ بے تکلف دوست بھی تھے۔ اور جہلم مین اکثر مولوی صاحب کے ہاں ٹھہرتے۔

ڈاکٹر صاحب کی بھی مولوی صاحب سے دوستی بھی تھی اور بے تکلفی بھی۔

مولوی صاحب اکثر ڈاکٹر صاحب کے ہاں ٹھہر جاتے اور رات گزار کر صبح اپنے سکول (گورنمنٹ ہائی سکول جہلم) کو چلے جاتے۔

ایک رات مولوی صاحب ڈاکٹر صاحب کے ہاں ٹھہرتے تھے اور کسی مسئلے پر گفتگو جاری تھی کہ ڈاکٹر صاحب کے پاس ڈپٹی کمشنر جہلم کا قاصد آیا اور حکم ملا کہ ایک ایسی عورت جو ایک ناپسندیدہ طبقے سے تعلق رکھتی تھی اور ڈپٹی کمشنر سے بھی اس کے مراسم تھے کو فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے مولوی صاحب سے شرعی مسئلہ پوچھا کہ اس عورت کی کمائی سے فیس مشورہ لینا جائز ہے۔ مولوی صاحب نے جواب دیا آپ کا مشورہ قیمتی ہے تو آپ اپنے مشورہ کی قیمت وصول کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب گئے۔ مشورہ دیا۔ فیس مشورہ لائے مگر گھر میں نہ لائے مکان کی ڈیوڑھی کے کسی طاق پر رکھ دی اور صبح نوکر کو حکم دیا کہ وہاں سے پیسے اٹھا لے اور فلاں فلاں غریب کے دے آ۔

یہ ڈاکٹر صاحب کے صوفیانہ مسلک کی ایک جھلک ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے چار صاحبزادے تھے۔ ان کی دینی تربیت مولوی عبدالکریم کے ذمہ تھی۔ چنانچہ سب سے قرآن حکیم کی تعلیم کے علاوہ شعائر اسلام مولوی صاحب سے سیکھے۔

ڈاکٹر صاحب کے بڑے صاحب زادے حسن محمود انڈین سول سروس میں تھے۔ دوسرے سلیم محمود ریلوے کے چیف میڈیکل آفیسر تھے۔ تیسرے صاحبزادے فوج کے میڈیکل کے شعبہ کے سربراہ تھے۔ میجر جنرل نعیم محمود۔ سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ میر رفعت محمود بھی آرمی میڈیکل کور میں کرنل تھے۔

غلام قادر حیدر

گجرات سے دولتانگر کی طرف جانے والی سڑک پر ایک غیر معروف گاؤں سابز ر واقعہ ہے۔ اس گاؤں کے باسی نظم گوئی میں یکتا تھے۔ حیدر کا خاندان سبز ر سے نکل کر جلال پور جٹاں میں مقیم ہو گیا۔ آپ اردو۔ فارسی اور پنجابی کے قادالکلام شاعر تھے۔ پروفیسر محمود شیرانی نے آپ کا ذکر پنجاب میں اردو

Marfat.com

میں کیا ہے۔

آپ نے مظہر جان جاناں کی مشہور غزل کے جواب میں غزل لکھی۔

مظہر جان جاناں

دل بہ چاہ زقن افتاد مدد دے
یوسف گم شدہ ارواح عزیزاں مدد دے

غلام قادر

دل گرفتار بزلفت شدہ جاناں مدد ے
نیم لبسل شدہ ام خنجر مژگاں مدد دے
آتش شوق زکانوں دلم شد یثرماں
دود آہ سحری شعلہ جولاں مدد دے
آبروے ورع و شوق بشکی پیوست
ابر رحمت مدد دے دیدہ گریاں مدد دے
عقدۂ تغم امل قطرہ شبنم نہ کشود
ماد درخاک نہاں رشحہ تیساں مدد دے
رخت ماماند دریں بادیہ و قافلہ شد
صبح خیزاں مدد دے ہمتِ یاراں مدد دے
شوقِ صد زد از منزل دل خیمہ بروں
راہ گدائے شد بجنابت شہے جیلاں مدد دے

قلعہ دار سے خصوصی تعلق تھا۔ ایک دفعہ آپ کے پاس ایک صاحب آ گئے۔ آپ روغن بادام کشید کر رہے تھے۔

برجستہ جواب دیا

روغن بکشیم زصبح تا شام گریاں گریاں زمغز بادام

غلام محمد تسکین سابور رسے کھبی آ گئے۔ حیدر کی طرح فارسی۔ اردو۔ پنجابی میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ برجستہ گوئی کے ماہر تھے۔ ایک دفعہ گوہر نامی مراثی نے گزارش کی کہ شہزادہ ہمدم تحصیل گجرات کی طرف ایک سفارشی رقعہ لکھ دیں۔ ہمدم سے تسکین کا کوئی تعارف نہ تھا۔ آپ نے قلم اور کاغذ لے کر یہ شعر لکھا

Marfat.com

فرو رفت گوہر بہ دریائے غم | صدف وار مالدد و دستش بہم
زلطف تو اے مرد میدان کار | چہ باشد کہ گوہر شود بہ کنار

یہ خاندان خوش نویسی میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔آپ کا کلام بابو محمد یعقوب جو کہ آپ کے عزیزوں میں ہے جہلم میں سکونت رکھتے ہیں کے پاس ہے۔

محمد دین تسکین

غلام محمد کے چھوٹے بھائی تھے۔خطاطی اور شعر گوئی میں اپنا جواب آپ تھے۔آپ نے ایک قصیدہ بہ صنعت توشیع بر مدح سر فضل حسین وزیر تعلیم لکھا۔جو فنِ قصیدہ گوئی کا نادر نمونہ ہے۔

محمد حسین مسکین

خوس لباس۔خوش گفتار۔لطیف ونظیف ذوق کی مالک شخصیت عربی۔فارسی کی قادر الکلام شاعر تھی۔صرف۔نحو۔عروض پر گہری نگاہ تھی۔خیالات میں ندرت تھی۔اور اظہار میں ماحول پر چھا جانے کا ملکہ حاصل کیا تھا۔گجرات کے شمال میں واقعہ قصبہ سابور کے رہنے والے تھے۔محمد یار قریشی قلعہ داری کے پوتے کی شادی آپ کے خاندان میں ہوئی تھی۔آپ کے قلعہ دار سے رشتہ داری کے علاوہ علمی مراسم بھی تھے۔آپ کی شخصیت کا خاکہ مولوی محمد عالم پنجابی نظم میں بیان کرتے ہیں۔

مکرم مولوی صاحب حسن نام | جو سی صالح عجب باعزو اکرام
عجب او خوش نویس آیا جہاں میں | مثال اس دی نہیں ملدی جہاں میں
ہزار افسوس دنیا سے گیا چل | نہ پیچھے چھڈ گیا اپنا کوئی پھل
گزاری آپ نے ہے عمر صد سال | لباس فاخرہ آہا بہر حال
چٹی پوشاک نت ہوندی دیوالے | مگر اک نیل گوں صافہ وچالے
سیاہ انبوہ داڑھی بہت کالی | کدی وسے کولوں ہوندی نہ خالی
انہاں اک معجزات ہے سی بنائی | جو عربی سے دری کر کے دکھائی
عجیب نظم با ترتیب موزوں | جو پڑھنے سے ہوئے انسان مفتوں
نہ ہوئی ختم اوہ ایہ ختم ہوئے | رہے بکھرے پڑھے موتی پروئے
اگر مینوں ملن اجزا اوہدے کل | کراں پوری میں اس نوں بلا تامل
انہاں دے نام تے مطبوع کراواں جہاں وچ اوس نوں شائع کراواں

Marfat.com

اہناں دے رہے اوہ پچھے نشانی | ملے اس طور ابدی زندگانی
کرے منظور جے مائی میری گل | اھدا اچھا پے لگوانا ہے نہ مشکل
تے جے ایہہ گل مائی نوں نہ بھائی | اہناندی ہوسی ضائع کمائی

آپ نے جامع المعجزات مصنفہ شیخ محمد الواعظ الزھادی کا فارسی نظم میں ترجمہ کیا۔ جو آٹھ نو سو اشعار پر مشتمل ہے۔ کلام کی ندات ملا جامی کی تصنیف یوسف زلیخا کے معیار پر پوری اترتی ہے۔

حمد باری کے اشعار جامع المعجزات سے

الٰہی از نسیم صبح جاوید | بخنداں غنچہ گلزار امید
طراوت بخش از فیض بہارش | کہ باشد سینہ بخت آں سبزہ زارش
دراں گل کلفتم را تازہ تر کن | دماغم راز بوئے اش بہرہ ور کن
بہار افروز گرداں لالہ زارش | خطِ ریحاں بکن خطِ غبارش
بہار بے خزانم تازہ تر دار | چراغ بے دخانم راہ نگاہ دار
صبا برکش نقاب ناروان را | شگفتہ باز گل برگ سمن را
سوئے ملک بہار آرا قدم زن | رساں ایں قصہ بے برگئ من
تو برگ نو بہار آور بہ باغم | زبوئے گل معطر کن دماغم

قاضی عطا محمد گجراتی

گجرات کے قاضی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ علم وفضل کے لحاظ سے اس خاندان کو نمایاں حیثیت رہی ہے۔ فن تاریخ گوئی میں قاضی صاحب کا کوئی جواب نہ تھا۔ آپ کا مجموعہ تاریخ گوئی مخزن التواریخ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ آپ مولوی شیخ عبداللہ عمر چک کے ہونہار شاگردوں میں سے تھے۔ محکمہ مال میں چکی کی مشقت کرتے تھے۔ نائب تحصیل دار کے عہد سے ریٹائر ہوئے۔ آپ کے صاحب زادے قاضی عنائت اللہ زمیندار کالج میں وائس پرنسپل رہے۔

قلعہ دار نہ صرف خصوصی تعلقات ہے بلکہ رشتہ داری تھی آپ کی بھتیجی مولوی محمد عبدالکریم کے صاحبزادے سے بیاہی ہوئی تھی۔

فارسی کے نغز گو شاعر تھے۔

Marfat.com

نعت سرور کائنات

احمد مرسل کہ گردوں خاک اوست — ہر دو عالم بستہ افتراک اوست

سرور سالار جیش المرسلین — سید عالم امام المتقین

شمہ ایوان بزم کن فکاں — دیواں ملک دو جہاں

آنکہ دانش روح جسم دو جہاں — آنکہ دانش نور چشم کن فکاں

آنکہ دانش رحمۃ العالمین — آنکہ فخر اولین و آخرین

مولوی اصغر علی روحی

ضلع گجرات کے غیر معروف گاؤں کھٹالہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد مولوی شمس الدین علامہ سید احمد قلعہ داری کے شاگرد تھے۔ روحی صاحب تحصیل علم کے بعد اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر رہے۔ عربی فارسی پر کامل عبور تھا۔ آپ کا دیوان قصائد پر مشتمل ہے جو کہ انوری کے دیوان کی طرح مشکل اور دقیق ہے۔ علمائے قلعہ دار سے خصوصی تعلق تھا اور اکثر علمی نقاط پر ہفتوں بلکہ مہینوں تک بحث مباحثہ چلتا۔

حضور نبی کریم کے نعتیہ قصیدے کے چند اشعار

یہ قصیدہ 20 اشعاروں پر مشتمل ہے۔

آنکہ چوں توقیع جاہ او معبر ساختہ — در عطا و منع احساس مخیر ساختہ

مژدہ اتمام نعمت تا دھد با عالمے — امی از آں آل ہاشم را پیغمبر ساختہ

سطوتِ اُو بہ میدان جہاد آورداو — کسیہ کوہ پیکرش اللہ اکبر ساختہ

روحی لب تشنہ دریا بسا اے ابرِ کرم — اے از فیض لبت تسنیم و کوثر ساختہ

نعت او وصف قرآن ہر دو در معنی یکے است — از پئے جمال یک تحصیل دیگر ساختہ

عمر چک کے علماء

ضلع گجرات کی تحصیل کھاریاں کی ایک غیر معروف بستی جسے ایک بزرگ شیخ عمر نے آباد کیا۔ یہ گوجر آوانہ گوت کے لوگ تھے۔ ذہانت۔ فطانت کے علاوہ علم و ادب کی دولت سے مالا مال تھے۔ اس قصبہ کا ہر فرد عالم تھا۔ اس زمانہ میں پنجابی زبان ان کی مادری زبان تھی۔ فارسی سرکاری زبان تھی اور عربی مذہبی زبان۔ یہ لوگ ان تینوں زبانوں پر یکساں عبور رکھتے تھے۔ الفاظ کے لشکر ان کے سامنے باادب

Marfat.com

کھڑے ہوتے اور آپ ان الفاظ کو جس طرح چاہتے مرتب کر لیتے اور اظہار خیال میں شکوہ پیدا کر لیتے۔اس خاندن کی علمی حیثیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس خاندان کا ہر فرد شاعر تھا اور شاعری میں کمال فن کا درجہ رکھتا تھا۔شاعری ان کے خیالات کا ذریعہ اظہار تھا۔ان کی نظمیں ان کی صلاحیتوں کی غماز تھیں۔فن تاریخ گوئی میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ان کے کلام میں تاریخ ہائے تولد۔وفات۔تصانیف۔تعمیرات۔تہنت نامے اور منظوم خط و کتابت۔جو کہ عربی۔فارسی۔پنجابی تینوں زبانوں میں ملتی ہے۔ان کے کمال فن کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس خاندان کے ایک فرد نے ایک قصیدہ لکھا جو کہ بے نقط الفاظ پر مشتمل تھا۔اور متعدد اشعار پر مشتمل تھا۔دوسرے نے اسی صنف میں طبع آزمائی کی اور ایسے الفاظ چنے جو کہ سب نقطہ دار تھے ان میں بے نقط کوئی لفظ نہ تھا۔اور یہ قصیدہ بھی متعدد شعروں پر مشتمل تھا۔دوسرے صاحب قصیدہ لکھا جس کے ہر مصرعے سے تاریخ برآمد ہوتی ہے۔

ایک خط میں کہی تاریخ 35 فقرات پر مشتمل نثر میں 8 مصرعہ نظم پر مشتمل اس شاہکار کے ہر فقرہ اور ہر مصرعہ میں 1279ء سنہ وفات حاصل ہوتا ہے۔

ایک صاحب کی طبع آزمائی کا نتیجہ پھر قصیدہ تھا۔قصیدہ کے ہر مصرعہ سے علیحدہ علیحدہ تاریخ ہجری نکلتی اگر کسی دو مصرعہ کے حروف منقوط کو ملایا جائے تو بھی تاریخ نکلتی ہے۔

یہ علمی اور کمال فن کی باتیں آج کے دور میں کچھ اہمیت نہیں رکھتیں اور یوں بھی فن تاریخ گوئی عنقا ہوتا جارہا ہے۔اس کو سمجھنے والے اور داد دینے والے کم یاب ہو چکے ہیں۔الفاظ و حروف کے کھلاڑی ان سنگاخ زمینوں پر طبع آزمائی کرتے رہے جہاں شاعر خون تھوک دیتا ہے۔

قلعہ دار اور چک عمر

قلعہ دار اور چک عمر کے علماء علم کے بحر بیکراں کے شناور تھے اور اس سمندر کی اتھاہ گہرائیوں سے علم و حکمت کے موتی تلاش کرتے جو فہم و ادراک کو جلا بخشتے۔ان کے تعلقات کی بنیاد علم تھا اور علم کی قدردانی۔ان میں جزو مشترک تھا۔چک عمر کے ایک عالم مولوی سلام اللہ شائق کا فرمان ریکارڈ پر ہے وہ اکثر محبت سے فرمایا کرتے تھے کہ ہم تین بھائی ہیں۔علامہ عبدالکریم۔علامہ محمد عالم قریشی قلعہ دار میں اور میں عمر چک میں ہوں۔مجھے ان کے بھائی ہونے کا فخر ہے۔ان کے درمیان منظوم خط و کتابت جاری رہتی۔نظم کی زبان عربی یا فارسی ہوتی۔اظہار محبت اور عقیدت کے جذبات ان میں عیاں ہوتے۔

مولوی شیخ عبداللہ عمر چک کے خاندان کے ایک سربراہ تھے اور موقر عالم دین اور عربی فارسی

Marfat.com

کے جید عالم تھے۔طبع موزوں کے مالک تھے اور نظم کے اسرار و رموز میں طاق تھے۔ان کی تاریخ وفات لکھ دیں شیخ عبداللہ علم تاریخ گوئی میں نمایاں حیثیت کے مالک تھے۔

شیخ عبداللہ بن صدرالدین

آپ ۱۸۳۴ء میں اپنے ننھال دینہ ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے نانا سے حاصل کی۔پھر اپنے والد اور بڑے بھائی سے علم حاصل کیا جو اپنے وقت کے جید عالم تھے۔اور اپنی درس گاہ قائم کر رکھی تھی۔فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے قرآن مجید حفظ کیا۔

آپ کا گھرانہ صوفیانہ مسلک کا حامل تھا۔دینداری اس کا طرہ امتیاز رہا۔آپ کے اجداد کی دینی درسگاہ میں منقولات کی تعلیم کا فروغ رہا۔حضرت شیخ کو معقولات کا شوق تھا۔اس کے لئے آپ موضع مکیال ہری پورہ ہزارہ تشریف لے گئے۔تعلیم سے فارغ ہو کر آپ نے بزرگوں کی قائم کردہ درس گاہ کا اہتمام سنبھال لیا۔

اس درس گاہ کا ایک شعبہ دارالفتا تھا۔دور دراز سے استفتاء آتے اور شیخ ان کا جواب دیتے۔ بعض دینی تفریحات سراج الاخبار جہلم میں بھی شائع ہوتیں۔قدیم درس گاہوں کے کتب خانوں میں شیخ کے فتوے ملتے ہیں۔

۱۸۹۹ء میں آپ تحصیل کھاریاں کے قاضی مقرر ہوئے۔آپ کے بعد یہ عہدہ آپ کے برادرزادہ مولوی سلام اللہ کے پاس رہا۔

شیخ اپنے زمانے کے بڑے زمیندار ہے۔سینکڑوں بیگھ زمین کے مالک تھے۔معاشی زندگی میں کسی کے دست نگر نہ رہے۔اس کے باوجود آپ کی طبیعت میں عجز اور انکساری پائی جاتی تھی۔آپ عالم باعمل تھے۔آپ کی پاکیزہ نفس زندگی کا ہر کوئی معترف تھا۔

بزرگوں کے مزارات پر حاضری دینے کا شوق دامن گیر رہتا۔۱۸۶۸ء میں آپ نے ملتان کا سفر کیا۔آپ تصوف کے چاروں مسلک کے صوفیا کے عقیدت مند تھے۔سید غلام حیدر شاہ جلال پوری سے دوستی عقیدت کی حد تک تھی۔

انگریزی عہدِ حکومت نے فرقہ واریت کو فروغ ملا۔اہل سنت والجماعت۔اہل حدیث۔ شیعہ حضرات۔احمدی المعروف مرزئی متحارب فرقے تھے۔یہ فرقے آپس میں گجرات اور جہلم کے علاقہ میں معرکہ آرا رہتے تھے

حضرت شیخ کا فرقہ سنت والجماعت تھا۔اور معرکہ آرائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔

Marfat.com

جہلم میں مولوی شہاب الدین۔ مولوی برہان الدین فرقہ اہل حدیث کے اجل عالم تھے۔ ان کے مقابل میں مولوی کرم الدین دبیر ساکن بھین مولوی فقیر محمد جہلمی۔ محمد حسن فیضی۔ فیض الحسن۔ غلام جیلانی ابوالدرجات اور غلام محی الدین دیالوی مقابل کی چوٹ تھے۔

سراج الاخبار مولوی فقیر محمد جہلمی کا اخبار تھا۔ محرکوں کی روداد اس میں چھپتی تھیں۔

حضرت شیخ عبداللہ قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ کی شاعری کا موضوع ''ماومجنون'' نہ تھا۔ بلکہ دین اور دینی تعلیمات کے علاوہ دینی شخصیات کے تہنیت نامے۔ تاریخ بنا مساجد۔ منظوم خط و کتابت عربی اور فارسی زبان میں تاریخ ہائے وفات کے غرض کہ شاعری ذریعہ تھا۔ جذبات کے اظہار تھا اور خیالات کے بیان کرنے کا۔

آپ نے شاعری کی روح غزل گوئی میں خواجہ ناصر علی سربندی اور شیخ سعدی شیرازی کی زمین میں غزل لکھیں۔

جلوہ سیمیں بدنم آرزواست ... بوسہ شیریں دہنم آرزواست
بازجنوں سوئے بہ پایاں کشید ... زلف شکن شکستم آرزواست
افعی گیسوئے سیاہم گزند ... مہرہ خال زقنم آرزواست
لالہ زادے دل ذو نیم ربود ... سائیہ شاخ سمنم آرزواست
باز بہ نقاشی تصویر او ... طرہ طور عدنم آرزوست
سخت قضیہ چوں بہ شیخ افتاد ... شاہ نجف بوحسنم آرزوست

فن تاریخ گوئی:

فن تاریخ گوئی میں آج تک ان کا کوئی ہمسر پیدا نہیں ہوا ہے۔ فن تاریخ گوئی مسلمانوں کا ایک پسندیدہ موضوع تھا۔ علم اعداد کے باب میں حروف ابجد کے اعداد کے لحاظ سے تاریخیں بیان کی جاتی تھیں جن میں کئی قسم کے محاسن اور فنون ہوتے تھے۔ تواریخ وفات۔ ولادت۔ تعمیرات۔ تصانیف۔ اہم مواقع کی تاریخ میں ماہرین فن اپنے کمالات دکھاتے۔ آج یہ فن دم توڑ چکا ہے۔

اس کے ماہرین۔ تاریخ نکالنے والے۔ تاریخ پڑھنے والے دونوں عنقا ہو چکے ہیں۔

تاریخ مسجد مولوی نورالدین ہر مصرعہ سے تاریخ برآمد ہوتی ہے۔

جناب نور وعلم و دین و مذہب ... عجب مسجد بنا کراست معمور
بگوائے شیخ عام ہجری او ... کہ صحن از نقش وے نور علی نور

Marfat.com

مولوی نورالدین 1353ء میں وفات پائی۔

جناب شیخ نے تاریخ بے نظیر نکالی

من بنا مکاں انیسا من دخلہ کان آمنا

جونشر و روضہ مولائے قبلہ بنا شد گنج مسجد بیت معمور

بگواز شیخ سال ہجری ان مبارک شد نور اعلیٰ نور

۲۱ مارچ ۱۸۹۴ء میں لاہور کے اخبار میں اشتہار شائع ہوا کہ جناب مخدوم بہاول بخش سجادہ نشین حضرت بہاالحق زکریا ملتانی کا روضہ تعمیر ہو رہا ہے۔ اس کے لئے قطعات تاریخ بنانا درکار ہیں جس مورخ کا قطعہ بہترین ہوگا اس کو بیس روپیہ انعام دیا جائے گا۔ شیخ عبداللہ نے عربی فارسی۔ اردو میں قطعات لکھ کر ارسال کیے۔ اور اول انعام کے حق دار ٹھہرے عربی کا قطعہ۔

قد کان مخدومنا مستقیما	تقیها بزهد بعلم فهیما
بهاولدین ضیاء لدینا	انیساً جلیساً رئیساً کریما
شریفاً به نسباً لطیفاً بحسباً	عطوفا روفا الوفا فاخیما
امن کان خصماً لمخدوم خلق	سید عو لبور و نصلی جحیما
ففی جمعه عند صبح ترحل	لمان لشعبان خُلداً نعیما
فتاریخ فوت الامیر الکبیر	فقلنا وقد فازا فوز عظیما

۱۲۷۶ء

سردار چند سنگھ خالصہ عہد کا ظالم سردار تھا۔ ۱۲۴۷ء میں فوت ہوا شیخ سے قطعہ تاریخ لکھا۔

مژدہ ال چند سنگھ لائق نار

رفتہ در ہاویہ آن سگ مردار

سال تاریخ کافر مزید بدکار

خردم گفت خوک بود دوبار

۶۳۸ × ۲ = ۱۲۷۶

مولوی عبدالعزیز برنالی والے معترض ہوئے کہ کافر کی تاریخ اسلامی کیلنڈر ہجری کے اعتبار سے کیوں کہی گئی۔ شیخ برجستہ بولے اچھا بھائی ''خوک سہ بار کے لیجئے'' 4x338 = ۱۹۱۶ بکرمی سال بن جاتا ہے۔

آپ فرقہ وہابیہ اور فرقہ احمدیہ سے سخت نفرت کرتے تھے۔ قصیدہ دررد وہابیہ لکھا جو کہ 60

Marfat.com

فارسی شعروں پر مشتمل ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو منظوم عربی خط لکھا اور ساتھ ہی منظوم فارسی ترجمہ بھی۔ یہ خط عربی فارسی ۱۰۰ اشعر پر مشتمل ہے۔

ایا ریح الصبا قولی به لطف — رئیسا قادیانیا سلام
بگو باد صبا از مهربانی — سلامم بر رئیس قادیانی
و بعد فمیرزا صاحب تمهل — ولا تعجل لا خذالا نتقام
وزاں پس میرزا صاحب بیارام — مکن تندی ز تندی کم شود کام
لان الصبر مفتاح المراد — و فی التعجیل تاخیر المرام
بلا شک صبر مفتاح مرام است — ززودی سر به سرتا خیر کام است
لعل الله لصلح بعد ذالک — اموراً امن امور الا ابتسام
خدا آرد مگر بخت زمانه — که ساز داز تبسم شادیانه
فلا تفخر بتعد او الریافی — والفراط النوارد والزهام
مکن فخر از شمار دولت خویش — هم ازا نبوی مهمان ودرویس
لان الفخر من علم وتقویٰ — ولیس الفخر من مال اللیام
که فخر از علم یا پرهیز گاری است — یتیمان راز مال خود چه یاری است
وقال نبینا فخری بفقراً — بل القارون فی الاموال حام
بنی فردود فخزمن بفقر است — بل ا لقارون از خزانه هاچه فخر است
ولیس المال فینا کالنصّرے — یزید الکل منا بالسهام
نزدما چو انگریزاں چه مال است — به چندیں حصه ازمادر کمال است
وان الفادری لقال هجرا — وزورا والفترا الامام
بلا شک پادری گفت هست بے هود — ز کذب الفترا اور اچه شد سود
ملامتنا علی فتح المسیح — والیس علی المسیح من الملام
ملاعت هاکه بر فتح مسیح است — مسیحا را ملامت کی صحیح است
والعنت ربنا اعداد رمل — علی من سب مولانا التهام
وابزد باد لعنت وافر و عام — بر آنکس کو نبی را دا د دشنام
رسول الله نور فی الظلام — وینکره المخالف من تسام
به تاریکی رسول الله چونور است — مخالف دیده دانسته کور است

Marfat.com

رسول نعتیه وردالرخام — نبی اسمه محی العظام
به نعتش سنگ ریزه بنده گرود — به نامش استخوانی زنده گردو
تشعشع نوره من قبل آدم — فنوح ثم حام ثم سام
نه تنها پیش آدم نور اوبود — که هل از نوح. حام. وسام اوفزود
یرید الکافرون لیطفوه — ویابی اللله الا بالتمام
اگرچه کافراں خواهندے نور — ولیکن حق نمائد تام و مشهور
علیه الصلٰوة ربی ماتخنت — علی السرو الحمامة بالحمام
درود رحمت حق بر پیغمبر — غنا برسرو دار تاکبوتر
ولیکن لا تکن مثل الخصوم — فان خصم یهوی فی اجترام
مباش اما تو مانند مخالف — که خصم از جرم عصیان نیست خالف
لانک عالم فطن ذکی — وسب الخصم من داب العلوام
تو هستی فاصل و دانا عاقل — مخالف را دهد دشنام جاهل
و قلت یسوع کذاب غبی — و مهتال عجیب من انام
یسوع خصم راگفتی تو کذاب — غبی وحیله گرہد کار وسباب
الم تعلم بان یسوع عیسیٰ — بنی مرسل ذوالاحترام
نمی دانی یسوع خود نام عیسیٰ است — نبی مرسل واز قدر والا است
وسب الانبیاء یکون کفرا — فکیف الااحتبرا من الحهمام
زوست انبیاء کفر است انجام — دلیری از بزرگان چوں بدشنام
وانی اختلاف فی المسمیٰ — والکان التخالف فی الاسامی
نگرد و مختلف هر گز مسمیٰ — اگر چه مختلف باشد اسماء
ولیس یسوح عیسیٰ لوزعتم — فامی الخیرفی سب الخصام
برعم یسوع را نیست عسیٰ — چه باشد سود در دشنام اعدا
فانک ان شمت یسوع خصم — فیشتم الرسول من الخنصام
یسوع خصم را دادی تو دشنام — به پیغمبر رسد و دشنام انجام
نهی الرحمن عن سب الخصوم — فسبو الله عدوا کالهوام
خدا از سب مشرک منع فرمود — که تا عائد نه گردد هز بودود

Marfat.com

ولا تستعب للہاء و حق
نبی ناھی است از بدنام کردن
واللساب اسباب و عندی
یقیں شد همه اسباب دشنام
والی کان الهام صحیح
کجا باشد درست ایں گونه الهام
و کیف نسلم و الھدیٰ حقا
چینن مهدی کجا باشد مسلم
وانک راس اسباب الزرایا
تو اسباب عدوات کر دی آغاز
کلامک ادهان فوق نار
کلام تست بر آتش چوں روغن
خصومک فادریا اروہا
جدند ایں آریاں و پادریاں
کانک موقنط قوما و قودا
گروه خفته کردی تو بیدار
ولیس الفر الل سلام منکم
همیس حاصل شود تو بهر اسلام
وشوکا کانت او درد المرایا
اگر خاراست یا گل است یاسست
الم تنظر اله قوم نصاری
نه بینی پادریاں چند هستاً
بشهر کلهم سب النبی
که دشنام بنی مشور سازند
لذی الاسلام سمع السب جرح
بنے اسلامیاں دشنام حضرت

حدیث عن رسول مستقام
پدرا لائق دشنام کردن
کانک اول بالالترام
تو اول نمبری از اهل اسلام
به بطعن و استنساب و اشتام
که در وے هست طعن لعن و دشنام
یسب لامته سب الدوام
که امت رادهد دشنام هر دم
ولیست رمیته من غیر رام
کجانا وک رسد به ناوکِ انداز
و شعلتها تفوق علی الکُرام
شعله خلق راوا کرده دامن
لکانو قبل بهشک فی المنام
همه در غفلت از دشنام وهذیاں
لسب الانبیاء من استلام
که گوبندا انبیاء رانا سنراوار
سوئے سب ایصیام علی الکرام
که گویند انبیاء را جمله دشنام
فکل الصبا من فیک نام
همه باد صبا آور ده به تست
و افراط المطابع والزحام
زا اسباب دول هم چهاپه مستند
با اخبار الیٰ اقصیٰ المقام
چو در اخبار رها مسطور سازند
کطعن الرمع اوضرب الحسام
چو زخم تبره و جرح صفیحت

Marfat.com

ولما کان فی الانجام طعن — لجمع من مشتائخنا انفحام
غم آرد نسخه انجام آتهم — زطعن هر بزرگ قوم اکرم
فرحنا عند رؤتینا الضمیه — فما یری المسیح من اتهام
غم ما گفت از شادی ذمیمه — میسحا نیست فانی از یمود
لقامت حجته منا علیکم — طبین و انعطاف و اعنصمامی
نمود محبت خود بر شماعام — به نرمی و مارا لے بدشمام
ولیس الشیخ سبا با ولکن — امین ناصح لانضمام
نه خواهد شیخ سب شتم یکچند — امین و ناصح است بهر پیوند
ولم نشتم لذی الداسلام قطعاً — وان رام المغالف بالسهام
زما دشنام بر مومن نه اصلا — مخالف گرزند صد تبرا برما
ولم نلهن علی اهل الخیام — لسب من سلمیٰ او خدام
چساں بر جمله لعنت باید انجام — چه شد گریک دوزن دادند دشنام
وانا لانرید بکم جدالا — جدال المسلمین من الحرام
نه مارا با شما از جدل کام است — جدال مومناں فعل حرام است
لعل الله وفقنی لیجث — فاحضر عندکم قبل الحمام
خدا توفیق بخشد جستجورا — که پیش از مرگ بینم روی اورا
فانظر حالکم ظحهر و بطناً — امین مزن غیت من حهام
به بینم حال او پیدا وپنهاں — با برش گرد باشد باکه باراں
واین کلام ناصدقاً و عدلاً — مساو للمکلف فی الکلام
کجا باشد کلام راست گویاں — برابر فرقه تکلیف جویاں

ولکن النصیحة فرض عین
کتبنا ها لنبل نبل الایامی

تصمت شدبه هریک میرزائی — مگر پیوند گرد دابن جدائی
قبل ازظهر یوم العربا ها — کتب النظم فی شهر الصیام
به روزے چار شنبه وقت پیشی — نوشتم من به رمضاں نظم شیریں
ختمت لتطعتی کیلا تملوا — و فضت ختامها بالاختتامی
چوختم قطعه از بیم ملال است — شکستن مهر ختمش از کمال است

Marfat.com

شیخ کی تصنیفات

سفر نامہ پنجاب:

آپ کا تعلق فرقہ نعمانیہ سے تھا۔ پیروں فقیروں کے دلدادہ تھے۔ آپ نے پنجاب کے اولیائے کرام کی قبور کی زیارت کے لئے یکم ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ اپنے دو ساتھیوں نیاز محمد اور قاضی شاہ کے ہمراہ سفر نامہ شروع کیا عمر چک سے لاہور پیدل۔ لاہور سے ملتان بذریعہ ریل واپسی کا سفر بھی ملتان سے لاہور بہ ذریعہ ریل۔ لاہور سے براستہ نارووال۔ جموں کشمیر سے گجرات اور کھاریاں اس سفر نامہ میں دو ماہ کا عرصہ لگا اس کی تفصیل فارسی زبان میں بیان کی۔

دیوان شیخ نشان۔ شیخ۔ آپ کی منظومات کا مجموعہ آپ کو اپنی زندگی میں ایک صدمہ سے دوچار ہونا پڑا۔ آپ کا بیٹا تھا۔ بقا محمد عین جوانی میں فوت ہو گیا۔ شیخ کا دل اچاٹ ہو گیا۔ منظومات کو جمع کرنا چھوڑ دیا۔ کہا کرتے تھے۔

پسر را عبس نام کردم بقا
چو ہستم ہمہ چیز وقف فنا

تاریخ الدیوان عربی:

عربی زبان میں امام العارفین حضرت عبداللہ شاہ بشروری کے احوال عربی زبان میں لکھے ۱۳۱۲ھ میں تاریخ الدیوان فارسی محولہ بالا کتاب کا فارسی ترجمہ۔

رسالہ در جواب اعتراضات مولوی امام الدین مفیض ساکن گولے کی مولوی امام الدین آپ کے استاد کے بیٹے تھے۔ مولوی صاحب نے شیخ کے عربی اشعار پر تنقید کی۔ شیخ کا عالمانہ جواب

پردیسی جنڈری: پنجابی زبان میں مختصر

رسالہ نعمت نامہ؛ دنیا کی بے ثباتی کی حقیقت

پنجابی ترجمہ مقامات حریری:

تخمیس قصیدہ بردہ: تخمیس قصیدہ بانت سعاد حاشیہ خیالی

مولوی محمد بقا فرزند مولوی شیخ عبداللہ

مولوی محمد بقا فرزند مولوی شیخ عبداللہ مولوی شیخ عبداللہ کے ہونہار صاحب زادے محمد بقا کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ پھر والد نے انکو مزید تعلیم کے لیے اپنے قابل فخر شاگرد مولوی عبدالمالک ساکن

Marfat.com

کھوڑی کے ہاں بھیج دیا۔آپ نے اپنے شاگرد کے نام منظوم خط لکھا۔

سپردم محمد بقا ہرا خدارا
ودزاں پس سفارش نمائم شمارارا
بہ گلشن سپردم برگ و گیاہ را
بہ خورشید روشن سپر دم سہارا

آپ نے موضع کھوڑی میں فارسی ادبیات کی تعلیم حاصل کی۔ بقا جب شباب کو پہنچے تو والد بزرگوار نے ۱۸۹۰ء میں پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج میں مولوی فاضل کی کلاس میں داخل کرادیا۔ وہاں شیخ عبداللہ کے دوست مولوی عبداللہ ٹونکی اور قاضی ظفرالدین احمد جیسے جید عالم درس دیتے تھے۔ علامہ محمد عبدالکریم قریشی قلعہ داری بھی اسی جماعت کے طالب علم تھے۔ محمد بقا اور علامہ عبدالکریم میں پرانے تعلقات کی بنا پر دوستی اور گہری یگانگت پیدا ہوگئی۔ علامہ محمد عبدالکریم محمد بقا کی قابلیت اور حسن اخلاق کی تعریف کیا کرتے تھے۔ جب بقا لاہور چلے گئے ان کے چچازاد بھائی نے ان کی جدائی میں نڈھال ہوگئے۔ ان کے منظوم فارسی۔عربی کے خط انکی محبت کی داستان سناتے ہیں۔

ایا ریح الصباریح الحنان — سلامی بلغنی قبل البیان
قل بعد اسلام ورحمة الله — به هجرك صار احسمی مثل خان
مضی الشهر قدفارقت بینی — واخوانی هم اقصیٰ الامانی
ولوانی سكنت علی حبال — ولكن عندكم سكن الحنان
وكل الشوق نحوك یا ابن عمی — وحبك زائد فی كل آن
ولیلیٰ طالیٰ حتیٰ زاد شهراً — ویومی صار ایوم الامتحان
ونرجو جامع المتفرقیا — رحیما قادر رب الزمان
بان یمنن علی بوصل حبی — وفوزی بالسلامت والامان
مضی نصف و نصف سفرِباق — وسوف قبل اكتوبر ترآنی
مقیت انصب هذا عنه حضری — وتعب دون تبدیل المكانی
سوما هجری الذی قد فهمت انی — بفضل الله رب الامتنان
اعش بعش منقش بعد كبیعی — ویعلم طبیب حامی من یرانی
وهذاامن جبال الارض احسن — الیه تعود حسنات الزمانی
یطر علیه محروق الجناح — و تصیع العلیل من الدیان

Marfat.com

ثیاب سندش خضر علیه	عطا ومن الکریم المستعان
وتجری تحت الانہار ابدا	تری کلالمنطلق العنان
فمن یبغی زیارت باب مومن	اعدت عند رب کارھان
فقل آمشن الیٰ شملہ بفوز	فنبیم منہ تفصیل البیان
تری ماقد سمعت من الفراق	الیس بوجوہ الارض نانی
پیامے بگوئم ترا اے صبا	رساں‌زود سوئے محمد بقاء
بگو بانیاز اورا اول سلام	کہ گفت است شائق بنوایں کلام
شنو اے عزیز وفادار من	کہ آمد بہ سوئے تو سردار من
کہ ھمراہ وے کالاو جنك است	کہ درجیف کورٹ در اجنك است
چو آئند بازیں بگوئم عرض	کتب آں کہ گفتی رساں است غرض
یکے کاف الف ہر دوسین	زظائر زباں غرض است ایں
از اں بعد دیگر عرض گوئمت	بتا کید اورا فرض گوئم است
بخدمت محمد منیر و نصیر	دیگر آنکہ اوست مشفق امیر
سلام رساں باھزاراں نیاز	نویسم چہ اکنوں کہ آمد نماز
نگا دار ہردم زرنج اے خدا	محمد بقا و محمد رضا
طفیل نبی سید دوسرا	کہ درصف او آمد والضحیٰ

محمد بقا تعلیم سے فارغ ہوئے۔ تو وہ اپنے دور کے بے مثل ادیب اور عالم بن کرا بھرے۔ ۲۰ سال کی عمر میں فصحائے عرب کے معیار قصائید اور شعر کہہ لیتے۔ اپنے والد سے عربی میں خط و کتاب کرتے۔ ان کا ایک خط ۵ جنوری ۱۸۹۴ء کا تحریر کردہ جس کی عبارت ادبائے عربی میں ابو القاسم الحریری کی یاد دلاتی ہے۔

وصل المکتوب وصل المطلوب واللہ المفرح القلوب و لو کان ذالك الکوٹ لکن علیٰ مارضیتم ارضی واحسن و اخری و من الحمیع اعلیٰ کملا نعیفی ذھبت یوم اسبت و اسعاب ازنت کان ذالك الیوم اشد برداوانعام صاذرہ سوادا مع ذا الکھہ او افر بیب عمر الدین درائیور فلفتنی امرا اتہ فاستقنی قصبہ بان کانت لقازراعات کلھا قد ضاعت لتر حیلیتہ و عدم المراجعت ذھب الی لالہ موسیٰ منذ شہر ما حامنذ خط و خبر تفاعت لی امنت کتب الیٰ حاکتی دھاماں احمعہ ھذا البیان فکتسبت یوم ماقالت می

Marfat.com

الی السید الحیدر علی فعلت غائباً۔

لاہور کے مشہور شیعہ عالم دین آپ کے علم و فضل کے معترف تھے۔ ملا مازی نے کتاب غائیہ المقصود لکھی تو محمدؐ بقاء نے عربی نظم میں اس کی تفریظ لکھی۔

قدیک النفس یا مولیٰ النامی ۔۔۔ وجدنا نور علمک فی الظلام
یرید الجاھلون یمنوعوہ ۔۔۔ وطر الحق من رب الخام
تحارب کل ر جال لعین ۔۔۔ وتھلکم بالطراف السھام
تمتع من علوم الدین اعلم ۔۔۔ بان اللہ لا لصیدق حامی
فمن یسقی زلا لال من کلامک ۔۔۔ فھاھو مستریح من آرامی
ومن بعد الطریق الی دیارک ۔۔۔ سیامن شکوک زوالحصام
و یفرح من بعور بظل لطفک ۔۔۔ وبیکی من لیصد بالبسام
خلیفہ ربنا فی الارض لاھور ۔۔۔ توطہ تقدیر الانعام
وفاق الناس عملالم علماً ۔۔۔ ویحھدم یھم الی سبق السلام
ذکی فاصل باہی وامی ۔۔۔ علی الحائری خیر لا انامی
رائیت غائبہ المقصود شوق ۔۔۔ وجدت کلام ھو خیر الکلام
زلال کلام یروی ویسقی ۔۔۔ و ینجی الھالکین من السقامی
ولم آرنی دیار الھند اھدا ۔۔۔ یساوی الیٰ ایوم القیامی
تذکرہ ما عھدت شوقم ما تعال ۔۔۔ الینا یاابن السادات النظام
وقلت صار خلق الی فشاور ۔۔۔ ازا مطر اسمامن الغمام
ونا دالعبد نرجومن جنابک ۔۔۔ وابقا العھود من الکرام
سلام الحی و اخوانی علیکم ۔۔۔ و ظلالی ومن ھذا الغلام

۱۸۹۵ء میں مولوی محمد بقا تعلیم سے فارغ ہوئے تو انگریز وائسرے کو عربی سیکھنے کا شوق ہوا تو نگاہ انتخاب محمد بقا پر پڑی تو آپ کو شملہ لے گئے۔ آپ شملہ سے واپس ہوئے تو صحت خراب ہوگئی جنہ ۱۹۱۰ء میں آپ وفات پا گئے۔

مولوی ظہور الدین اکمل نے اپنے خیالات کا اظہار سراج الاخبار جہلم میں ان الفاظ میں کیا۔

یہ نوجوان بہ عمر بیس سال حسن خلق و خلق حضرت مولانا شیخ عبداللہ صاحب رئیس چک عمر قاضی تحصیل کھاریاں کا بیٹا تھا۔ اس چھوٹی عمر میں تاریخ التحصیل ہو چکا تھا۔ ہائے غضب کرے ۱۷ ستمبر تیغ

Marfat.com

اجل سے شہید ہوا۔ انا للہ وانا علیہ رجعون۔ مولوی صاحب کا اس پیرانہ سالی میں یہ لخت جگر تھا ہائے ستم کہ اسائے پیرایہ شکست اب صاحب موصوف کے پاس بجز حسرت والم کچھ نہیں رہا۔ بیٹا بھی کوئی معمولی بیٹا نہ تھا۔ بلکہ اپنے والد ماجد کا بہت ہی اعلیٰ جانشین تھا۔ مرحوم کی عربی علم وادب میں لیاقت۔ زبان بیان کی فصاحت فکر کی بلاغت مولوی فاضل سے بڑھ کر تھی۔ عربی زبان میں بڑے بڑے لمبے فصیح و بلیغ قصائد کہہ لینا۔ چھ چھ سات سات ورق ایک ہی قافیہ کی پابندی سے نثر لکھ لینا۔ اس کے لئے کوئی بات نہ تھی ابھی میں نے دیکھا بھی نہ تھا۔ مگر ذوق ملاقات سے تسکینِ خاطر حزیں تھی خاص کر اس کے لئے وہ دائم المریض تھے اور عربی زبان کے شائق سب اخیر جو قصیدہ میری طرف مجھے داغ مفارقت دے کر بقیہ ملاقات کے اس نے لکھا اس کے چار شعر یہ ہیں۔

ولکن عیشی ابتلاء علی ابتلا
با اقسام اسقام اشین النواهیا
تعوقنی مما ارید و تمتع
مصاذب شتی لا تزال ضواریا
تصیدب الرزایاء کالسهام بمهجتی
وانصار هاحتی اری الموت شافیا
یهون علی مثلی و اذ اسودیومه
بقا العوالیٰ والحسام الیمعانیا

غمگین محمد ظہور الدین اکمل

سلام اللہ شائق خلف مولوی امان اللہ مرحوم

آپ مولوی امان اللہ کے صاحب زادے ۱۸۸۰ء میں پیدا ہوئے۔ والدین کا سایہ بچپن سے ہی اٹھ گیا تھا۔ آپ کی سرپرستی آپ کے تایا مولوی شیخ عبداللہ نے سنبھالی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم شیخ عبداللہ سے حاصل کی۔ ذرا ہوش سنبھالی تو حضرت شیخ نے آپ کو اپنے نامور شاگرد مولوی نیاز احمد قصبہ کریالی میں اعلیٰ تعلیم کے لیے بھیج دیا۔

سلام اللہ کریالی سے گھر آئے تو علم وادب کی تشنگی ابھی باقی تھی آپ کے تایا زاد مولوی محمد بقا ان دنوں یونیورسٹی اورینٹل کالج میں مولوی فاضل کی کلاس میں پڑھتے تھے۔ آپ لاہور چلے گئے۔ لاہور جاتے وقت آپ نے مولوی شیخ عبداللہ کو نہ بتایا شیخ کو پریشانی ہوئی۔ محمد بقا کو اطلاع کرائی۔ محمد بقا نے

Marfat.com

جستجو کی تو معلوم ہوا کہ سلام اللہ مدرسہ رحمیہ لاہور میں داخل ہو چکا ہے۔ شیخ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے منظوم خط لکھا۔

سلام اللہ نور دیدہ ما　　　　به لاهور آمده پوشیده جا
نوازدست خط خطے که یابد　　　　فرح آید دیده غم دیده ما

سلام اللہ کو شرمساری ہوئی۔ شیخ سے معافی طلب گار ہوئے۔ اور لاہور سے تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے گاؤں عمر چک آ گئے شیخ کے دونوں بیٹے یکے بعد دیگرے ایک سال کے وقفہ سے فوت ہوئے۔ شیخ کے پاس صرف سلام اللہ ہی رہ گئے۔ شیخ کی محبت کا اظہار سلام اللہ کے لئے اور سلام اللہ نے بھی کمال سعادت مندی کا مظاہرہ کیا جس کی شان نہیں ملتی۔

مولوی شیخ عبداللہ تحصیل کھاریاں کے قاضی تھے۔ ۱۹۱۲ء میں شیخ عبداللہ کی وفات کے بعد سلام اللہ تحصیل کھاریاں کے قاضی ہو گئے۔ اور یہ منصب ان کے پاس ۱۹۲۲ء تک رہا۔

عمر چک مولوی سلام اللہ کے جد امجد کے زمانے سے ہی دار الفتاءٰ چلا آ رہا تھا۔ عمر چکیوں کے فتاویٰ معتبر گنے جاتے تھے۔ مولوی سلام اللہ کے پاس دار الفقا کا چارج بھی تھا اور سلام اللہ کے فتویٰ ثقہ گنے جاتے تھے۔

درس تدریس بھی عمر چک کی عظمت کا نشان تھا۔ مولوی شیخ عبداللہ کے زمانے میں ان کے درس کا شہرہ بام پر تھا۔ مولوی شیخ عبداللہ کی وفات کے بعد مسند ارشاد سلام اللہ کے حصہ میں آئی۔ اآپ نے پرانی عظمت جاہ وقار میں سرمو فرق نہ آنے دیا۔

مولوی نیاز احمد آپ کے استاد تھے۔ مگر مسند ارشاد پر (عمر چک کے) سلام اللہ متمکن اونچ درجہ رکھتا تھا۔ مولوی نیاز احمد صاحب آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔

مولوی صاحب کا عربی خط سلام اللہ کینام

خطاب الاسلام کتاب الکرام　　　　الی شائق الصاق المستهام
قصیر العبارات الفاظه　　　　کثیر المعانی فصیح الکلام
بشیرٌ نذیرٌ مضامینه　　　　سقانا من الحب کاس المرام
ولکن من سمع نشر الویا　　　　لقد زلت اقدامنا من مقام
فیارب باعد و عن ملکنا　　　　بحق النبی علیه سلام
کتبتم ایضاً من احوالکم　　　　ولکن کتبتم کمال العوام
فلم تذکروه فیه من من شیخنا　　　　من الحفر والضرلا عن مقام

Marfat.com

فمازال من روحنا راعنا — بل از داد کدر لبور القام
فان تکتبو الان حالکم — فاحوا د ترقموا بالتمام
وان نقش من مالدارے عزیز — تیحوی علی ماله مراسلام

قلعہ دار سے محبت

علماء قلعدار سے آپ کے برادرانہ تعلقات تھے۔ بڑے فخر سے کہا کرتے تھے کہ ہم تین بھائی ہیں۔ محمد عبدالکریم قریشی محمد عالم قریشی قلعہ دار سے اور عمر چک میں۔ سلام اللہ آپ کے منظوم خط قلعہ دار میں آتے رہتے اور ان میں محبت اور عقیدت کے جذبات موجزن ہوتے۔

آپ کا خط قلعہ دار کے علما کے لئے

سلام اللہ ما سجع العنادل — علی تلک المنازل والنوافل
برادر محترم فرخندہ آثار — نکوصورت نکوسیرت نکوکار
محمد با سلام اللہ نامی — سلامت باشد از ہر رانج آزار
پس از تسلیم تحیہ ایں چنیں باد — مرا امروز آمد نامہ یار
چہ نامہ نامہ امبر شامہ — زخوشبواش صحت یابد بیمار
چہ نامہ ہدہد شاہ سلماں — خط بلقیس می دارد بہ منقار
چہ نامہ یوسفی پر آہن آمد — بہ لیلیٰ پیش مجنوں گفت آزار
چہ نامہ یا کہ سسی دیدہ پنوں — نشستہ بر سر قالیں بہ گلزار
محمد والسلام اللہ جبرئیل — پس از مل او آمد کرد اظہار
گرفتم بر سر چشم نہادم — بوسید ہم سیں بسیار بسیار
طبع از خواندن او شد گلستان — کہ سنت حرف دا کرد تکرار
بہ تحریرش دلم قرباں نمودم — بہر لفظش رواں روح امتیاز
بیوسدم یوسف آں صحیفہ — صحیفہ یا کتاب آمد ز دوار
کہ پیش او بنات النعش حیراں — بہر دیں رشک انر انژاد دل افگار
زیادہ آوروں تو از نہ دل — چہ می گویم میاں مشکوزم اے یار
جزاک اللہ فی الدرین خیرا — عفاک اللہ ز رنج چرخ دوار
مگر سالیکہ ثالث شد توشتی — ھمو ائش نکر دیدم خبر دار

Marfat.com

ملبس است لفظ شد بہ تاریخ — کہ ہالت آور بارفت اذکار
نے مدائم دریں جائے مکرم — ملبس نورمی باشد بہ آزار
دریں جائم کہ قہر حق تعالیٰ — عجب طوفاں نوح آمد و گربار
ہمہ دیہات را افتادہ شد سقف — چہ شادیواں قلعہ دار سندھار
بہ سبقت خانہ افتادہ دیہہ — نشتہ جملکی اہل جفادار
بہم حصہ بہ مسجد شاہی ما — ہمیں برداشت آں طوفاں قہار
مگر درماں مردوم ہم عمرون — غمے آمد زوال از فضل دادر
نہ چارہ از پئے مال مویشی — نہ چارہ برعمارت بہر معمار
بہ درگاہ جنابم قبلہ گاہم — تہمات سلام باد اظہار

اپنے تایا کے نقش قدم پر آنے نے ۱۰۰ سے زیادہ قطعات تاریخ لکھے۔

آپ کا قطعہ

یارب تو خیال کن کہ پریشان شوم
محتاج برادراں و خویشیاں نہ شوم
بے منت مخلوق مرا روزی دہ
تا بحر تو برد ایشاں نہ شوم

مولوی محمد عبدالکریم تاریخ فتح مکہ لکھی آپ نے قطعہ تاریخ بھیجا۔

جناب مولوی عبدالکریم — شد درعالماں رکن یمانی
کریم ابن الکریم آمد بلا شک — زآہائش شمر نامی توانی
بعلم و فضل یکتائے زمانہ — نہ دراد ھچ کس در علم ثانی
کنم از صدق دل یارب دعائے — کہ دار د تا قیامت زندگانی
بہ عام نام او مشہور باشد — بحق سورۃ سبع الثانی
زھے تصنیف فرمودہ کتاب — کتاب مائیہ شریں زبانی
کتابے لائق تو قیر عزت — ہود در حفظ رب آسمانی
رقم زد در بیاں فتح مکہ — مبارک قصہ پنجابی زبانی
پئے تاریخ فرمودہ اشارات — نوازش کرد با صد مہربانی

Marfat.com

بگفتم سال تسنیفش کتابش | کتاب دلکشا شمع معانی
مسیحی سرالد شد دیگر | کتاب خوب تر لاریب دانی

محمد سلام اللہ ۱۳ دسمبر ۱۹۴۶ء کو جمعرات کے دن اللہ کے ہاں چلے گئے۔

مولوی محمد عالم قریشی نے عربی۔ فارسی۔ پنجابی میں ان کے مرثیے لکھے۔

بکت عینی بکاء بالتوالی | علی نعی السلام اولیٰ المعالی
فهد النهی نعی اوسهام | علی اکبارنا مثل النبالی
تزلز نا وبلبلانا بهم | ومولانا باهوال الوبالی
فهدا النهی زال الصبرعنا | جز عنا بابکاه بصوت عالی
مصائب فرقه صبت علینا | فصارنا نهارنا مثل اللیالی
فیااسفی علیه فعد فعدنا | محبا. صادق خیر الخصالی
ترمل صاح الاوصاف عنا | الی در السلام من الزوالی
ترمل صاحب صبر ادیبا | فصید جیدا خیر المقالی
خضم هجرزی ارلتریحی | نطاسی و ذو خیر النعالی
وجیه یس لیق اعز | ابی باس عندا لقتالی
لبیب مصنع نذب خلیق | عفیف اروع کهف الرجالی
وحید الدهر فی تالیف نثر | فرید العصر فی نظم الالی
تخلص شائقافی کل نظم | سلام الله قاضی باسم عالی
رئیس القوم ذو عزوشرف | لعمری کانا مقصود المثالی
وکان هوالقضیٰ کرما وجودا | وذو خیر الکلام و ذوجمالی
وکم عین مقبلة النوامی | کعیل بالجنادل و الرعالی
من الخطرات راح الی امان | وفرالی ابقاء من الزوال
الیٰ صد الجنان وسارا سیرا | له روح فغی دون الرمالی
الا فاصبر فان الصبر خیر | ولا تجروع بحال اوبقال
مان الکل یغنی عنقریب | ویبق وجه ربک ذوالجلال
صلوة الله الف بعدالف | علیه مع التواتر والتوالی
اتی امر العینا من بینه | با ملاء لتاریخ الوصالی

Marfat.com

تفکر عالم فی عام وصل — بحزن القلب فی حال الملالی
الی فی حیته الفردوس حقا — بقلبت امحال نودی من اعالی
و نودی ثانیا من بعد ذالک — بعام وصاله مغفور حال
خمیسا کان من شهر الحرام — و سابع یوم یوم الرمالی
ثلثه عشره من شهر دسمبر — لهذا الیوم یوم الانتقالی
فرحمته ابنا مثل الفواری — بر مرقد فتمطر بالتوالی
ولمامات ملتا غاب عنا — وقاک الناس غاب من العیالی
نفودی شاهد غوث الزمان — بهام العوی حسن الوصالی وله ایضاً عنه
ذهب السلام الیٰ قامن الفنا — من هجره یاحسر تا یا حسرتا
قد کان صبراً فیاض بعلاقة — فی کل علم فاضلا متبحرا
ولقد تفکر عالم فی عامه — وغفر اهاللمیم نودی بالدعا
جعل الاله مقام فی جنة — من فعله فاغفر له یاربنا
بتشرم لم بنی بینه الکلیم — فاحفظ به فضل من مصائب کلها

زبان فارسی:

بنال اے بلبل شوریدہ احوال — کہ گل پژمردہ از بادخزانی
بزن اے قمری کوکو کہ سروت — زباعت شد بہ باغ جاودانی
فراقِ دوستاں انساں باشد — کہ اورتابیاں کردن توانی
بپرس از پیر کنعاں ذوق ہجراں — اگر تو لذت اورانہ دانی
دلم بریاں و چشمم ہست گریان — جو اسپندم کہ بر آتش فشانی
ز مولانا سلام اللہ شائق — چراغ بزم عالم خاندانی
نکو رونک خونیک کوشائل — چہ می گویم فرشتہ آسمانی
باخلاق حمیدہ برگزیدہ — چہ در پیری چہ در وقت جوانی
بعلم و ورع ہم در جود ایثار — دریں عالم نبودش ہیچ ثانی
بہ ہر کس الفت او دو مخلصانہ — بہ ہر کس ے نمود ے مہربانی
امین قوم قاضی علاقہ — بہ ملایاں نہ کردے سرگرانی
کس از دے یاد وہم اغیار نشنید — ندائے یا صدائے لن ترانی

Marfat.com

بہر یک علم کامل استادے — چہ صرف نحو منطق یا معانی
عقائد ہم فرائض ہندسہ ہم — غرض ہر علم راہ کردہ زبانی
ز فقہ وھم تفاشیر و احادیث — بپایاں کردے عجیب بادر فشانی
چوں حضرت شیخ عمر خود مورخ — کہ بروئے ختم شد تاریخ دانی
ہزار افسوس در ملک بقا رفت — بہ پس انداختہ دنیائے فانی
بما او محبت بودے بے حد — چہ می گویم برادر یار جانی
کہ ہم آباؤ اجداد از محبت — بسر کردند باھم زندگانی
اگر چہ در عمر چک بود لیکن — بیما چوں قر قدیں اندر نہانی
جگر لخت امان اللہ فاضل — برادر زادہ شیخ الزمانی
امان اللہ را گلشن شگفتہ — بنام شیخ بود ایں یک نشانی
دریغا پیش لد از ما بقا رفت — فرد گردید حضرت شیخ ثانی
کجا روز کے باھم گفتگو بود — کجا آں رو کجا آن خوش بیانی
کجاں مجلس تہذیب تادیب — کجا آں بزم باھم شادمانی
فلا تطلب من الدنیا وفاء — فان الکل مافی الارض فانی
ھی الدنیا تقول لمرفی ہا — خدارا حق ارمن بطن ازمائی
بیا عالم بہ چنداں ذار فانی — نہ دارو انتہا در نہانی
باصحی مطلب خود باش مشغول — گزار ایں فراقش خامہ رانی
ز صاحب ز دانش گشت ارشاد — بے تاریخ آں جنت مکانی
بزد عالم فغان باغائیت درد — بہ تارنجش شداں خلد آسانی
دگر اسعد بجنت گشت داخل — ز سال عیسوی دار نشانی
دریغا حرتا بزم احبا — بساس نوحہ ز دیار فغانی
بہ جنت شد خراما صدر یشر — مسیحی سال ہم از و لے بدانی
سلام اللہ قاضی کوکب دھر — شود سالش بہ ابجد گر نجوانی
بہ پنج شنبہ دسمبر سیزدہ بود — کہ آمد ایں فراق ناگہانی
خدا بر مرقدش باران رحمت — بیارہ تا کہ ہست ایں دار فانی
بود اولاد او بعدش خدایا — بہ اقبال بہ عز و حکمرانی

Marfat.com

کھوڑی تحصیل کھاریاں میں ایک غیر معروف قصبہ ہے۔ اس میں نواز گجر چوہان کا قبیلہ کا
ب خانوادہ یہاں آباد تھا۔ گوہر نامی گجر اس کا مورث اعلیٰ تھا۔ اس کا لڑکا محمد عالم علم کی تلاش میں دہلی
پنچا۔ علم حاصل کر کے واپس آیا تو یہاں پر ایک دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی۔

اس کی اولاد میں مولوی غلام جیلانی ابوالدرجات فن شاعری اور تاریخ گوئی میں آج تک
پنے ثانی سے محروم ہیں۔ ان کی شاعری کے دوسروں شہ پاروں کے علاوہ ان کا ایک قصیدہ فارسی زبان
ں بحر و قافیہ کی قیود کا لحاظ رکھتے ہوئے ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ کوئی لفظ بھی نقطہ کے بغیر نہیں۔
ں قصیدہ کے ۴۰ شعر ہیں۔

اس کے دوسرے بھائی کی کوشش اس سے فروں تر ہے۔

ان کے دو قصیدے ملتے ہیں یہ صنف شاہسپ قلی خاں میں لکھے ہوئے ہیں۔

پہلے قصیدہ میں ہر ایک مصرعہ سے علیحدہ علیحدہ تاریخ ھجری ملتی ہے ۱۳۱۰ء اگر دو مصرعہ
کے حروف منقوطہ کو جمع کیا جائے تو یہی تاریخ حال اگر دوسرے مصرعے کے غیر منقوطہ کو جمع کیا جائے
تو یہی تاریخ حاصل ہو۔ اگر ایک مصرعہ کے حرف منقوط کو کسی دوسرے مصرعے کے حروف منقوط سے
ملایا جائے تو یہی تاریخ اور اس کے برعکس کیا جائے تو یہی صورت۔

علم و فضل کی ان شخصیتوں سے علامہ عبدالکریم کے گہرے مراسم رہے ہیں۔ کند ھم جنس
با ہم جنس پرواران کے عربی فارسی شاعری میں کمال فن کے وہ نمونے ملتے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی
ہے۔

غلام جیلانی ابوالدرجات کا

مراسلات:

بحروف منقوطہ در مداح امیر الامرا وزیر الوزیرا جناب صاحبزادہ محمد عبدالعلیم خان صاحب
بہادر اسسٹنٹ اول صغیر مال و ممبر کونسل عالیہ واسسٹنٹ ریونیو آفس ولرالسلام ریاست ٹونک راجپوتانا۔

گفتہ طبع نقاد

قاضی الوقت سولانا مولوی غلام جیلانی ابوالدرجات خلف الرشد مولوی محمد عالم صاحب
مرحوم رئیس کھوڑی ضلع گجرات پنجاب ا

Marfat.com

قصیدہ

بجرو منقوطہ در مدح امیر الامراء وزیر الوزراء جناب حضرت صاحبزادہ عبد العلیم خان صاحب بہادر اسسٹنٹ الیکل سپرنٹ مال و ممبر کونسل مالیہ و اسسٹنٹ ایڈمنسٹریٹر دار الاسلام ریاست ٹونک راجپوتانہ

گفتہ طبع نقاد

قاضی الوقت جناب کمال الامر مولوی غلام جیلانی صاحب ابو الرجا خلف الرشید حضرت مولانا مولوی محمد عالم صاحب مرحوم رئیس کمہڑی ضلع گجرات پنجاب الملک صم بدیت سیالکوٹ

زیفنت تیشِ نیشِ نیق زینتم	۱	زنشتت ثلتِ تخنفی زیبِ تجنت
زتمنت بیتِ جنت بخشِ زیبے	۲	زتہ بیت بجنت بخشِ زینت
زخشتت بیتِ جتت بیتِ زینت	۳	زخیت لشِ جنت زیبِ جنت
زشبت زینتِ جنت بزیبے	۴	زتغیشت نبتن پیشینِ جفنت
زتیقت بیخ فتنت غیبِ غیبت	۵	بجنت بنیشت پشتی زجشنت
غشِ بینی زخشیش نیز فنشی	۶	تجنت بین آفتش بین زفنت
زتیقت جنبِ ذی ذنبت بیپچش	۷	زخشبت قبق ذقن ثمنہ تجیشت

Marfat.com

زنخنت بیت جنت بخشِ زیبے	۲	زتنہ بیت بجنت بخش زبنت
زخشت بیت جنت بیتِ زرنت	۳	زخیت لث بنت زیب جنت
زشبت زبنتِ جنت بز یبے	۴	زتفنیث نتن مشین جفنت
زبنت رنج فنت غب فیبت	۵	بخنتہ بنیثِ لپشتی زبشنت
بخشہا صینی زنشیش نیز منشی +	۶	جنت مین آفتن مین زفنت
زبخت جنب ذی ذنبت بیچمش	۷	زفشبت فحق ذتن لمذ غبیثت
زفشیت منشہا تمشِ تب تزیطے	۸	بخشنت تیغزن خشیت زفجنت
نج لفزت بزی بغفنت تینفیے	۹	ببنیش بزان نیشِ تننیت
نکیفی۔ زبنتی۔ بنیفی۔ بنبنی +	۱۰	نجیبی نے بنتیفت۔ بلفنت
نفیبی۔ جنتی۔ بیش جخشت	۱۱	نخفتن لپشتی تخمنت زغبنت
خشیت غش۔ غمبی جفتی بخفت	۱۲	زخنفت تب بتن۔ بنبش لغبنت
زنغفِ نیت تنفیج فیفنت	۱۳	تشقی خیز تثبیت بخیبت
تشغی بخشِ میتی شنیب۔ بتن +	۱۴	لغبیثِ فیضِ جشنت لیغظ جبنت
بفیفت تغذیت فیضی بخشی	۱۵	زبیبِ لغفر۔ خیزت نیز تینت
زنبتِ نیفس نغی تبغی۔ بخنی +	۱۶	زنخشت بیش بخشی پیش بینت
ببیتِ زبنت پیبی۔ لپشنی	۱۷	تشتین نے بجز نغش مبینت ◆
تجبض نیشن وحج شجین تشنج	۱۸	بجذب جنبشت تشجین خفت
رزبیت وینتے بنشین زبثت	۱۹	زشفقت خفے بخنیب تیفت
زتیغنت ذیب ذی آفتین بے ذنب	۲۰	زمین بخمنیت ذی نتن جیفت
فغیت خیز تینت غیظ لیزبے	۲۱	بغفت تپ بجنبش خیز فتنت
بنتیف میتی تنغیز تہمت	۲۲	تبت نغزبیت۔ ختنت بپمنت
زریتِ مغفت بخشت لغب بنقش فیق	۲۳	زغفیقت بذی تب تپش جنت

Marfat.com

زغلت تعف فتي ذي تحتشي	۲۴	زشعت تحتشي بشنتي نشنت
زتعت فحش زتين التعيب شتشي	۲۵	زشتن تحشت تحتشي بشلعت
زتلت تحت تشت تعيت تشيف	۲۶	زتشب تحفتت بهير خيبت
قلبي مين لعزني زنيت تحتشي	۲۷	زتيزني جنبيت ليتن زينت
زتعي لميت تعي بشت نفسي	۲۸	[illegible]
زتحشش زنتت زبيت لنعت	۲۹	تعيت تبين تحرني تعيت
زلفنيت تحبش نهش ذي تعش	۳۰	زتمنيت بحنت تحت جنت
فتحري تحرني تشقينه لعفنب	۳۱	بنوني خبث تحتي لغذ بعت
زبين بهتت تقتت نيز تحمتت	۳۲	زنشب تحبب بين بهتي فشيت
نيعتي تحب تعقت مين تعفت	۳۳	[illegible]
بحنت تيز بعت تنيز تيعت	۳۴	[illegible]
بيتي بهتت زتمي بي فتن لعنين	۳۵	زتبي جنبش بتر مين بلعيت
بجنيت بشت تحت بحت فشت	۳۶	نعشت فحي نتيت بيش قبست
[illegible]	۳۷	زتن تحجب تحي بيني تحشت
[illegible]	۳۸	[illegible]
[illegible]	۳۹	[illegible]

Marfat.com

مولوی فقیر محمد جہلمی کی کتاب سیف الصارم پر آپ کا ۳۲ شعر کا قصیدہ تقریظہ قابل قدر ہے۔ جس کے ہر مصرعے سے ۱۳۲۹ء برآمد ہوتی ہے اس کے تین اشعار۔

سیف صارم رکن ایمان و ہداست ۱۳۲۹ء

سیف صارم کعبہ زر عطا است ۱۳۲۹ء

سیف صارم مخزن حق ھمی ۱۳۲۹ء

سیف صارم گومگو نور و جلاست ۱۳۲۹ء

سیف صارم از نگاہ مدعا است ۱۳۲۹ء

مولوی عبدالمالک صادقی ابوالبرکات

مولوی محمد عالم ساکن کھوڑی کے فرزند ارجمند تھے۔ مولوی شیخ عبداللہ کے شاگرد تھے۔ عربی۔ فارسی پر کامل عبور تھا۔ نواب محمد صادق والی ریاست بہاول پور کی مدح میں ایک لاجواب قصیدہ تحریر کیا۔ قصیدہ مذکور 12 ربیع الاول 1310ھ کو صادق الاخبار میں شائع ہوا۔ یہ شاہکار ایک موجز نما چیز ہے۔

1- ہر مصرعہ سے علیحدہ تاریخ ۱۳۱۰ء برآمد ہوتی ہے۔
2- اگر دونوں مصرعوں کے حروف منقوط کو لیا جائے تا تاریخ نکلتی ہے۔
3- اگر دو مصرعوں کے حروت غیر منقوط کو لیا جائے تو تاریخ نکلتی ہے۔
4- اگر ایک مصرعہ کے حروف منظوطہ کو دوسرے مصرعہ کے حروف غیر منقوط سے ملایا جاتے تو ہی صورت ہے۔

۳۰ شعروں میں ۱۴۰۷ مادہ ہائے تاریخ حاصل ہوتے ہیں۔

قصیدہ:

مصلح جودو صداقت منبع سر نہاں
ہمدم و عدل و جلالت صادق صاحبقراں

تامع آثار جہل ناصب اعلام حکم
تیر امکان فکرت صاحب اوج بیاں

موجب احسان واعطا دارد رکشور کشا

Marfat.com

سرور اہل مناقب محو جود و امتناں
مصدر جود دوام آں داور والا خطاب

صاحب جائے معسکر خادم اور آسماں
خانہ لومنبع جو دوکرم عدل و علو

رائت عالی سعدہ او باوج قرقداں
شہسوار کشور جاں مبدا عدل و علا

اطہر امال مکنت قبلہ حرانس وجاں
موجب آمال والا دار گر لشکر شکن

مطلع نجم و صدور باعث امن و امان
مرحبا شان وشکوہ مالک صمصام وجود

خادم شاہ علا آمد مبراوج کہکشاں
حاکم جاہ سپیر سلطنت قانون دھر

موجب صدق و صداقت اسلم امریاں
منبع عقل و جلالت صادو ء والمراد

موجب دار عدالت رونق کون و مکاں
کوکب جاہ اہل اسکندر و کشور کشا

بادشاہ اکرم احمد شجاع گورگاں
بارک اللہ۔۔۔ نامور اہل ھدا

حامی آثار کفرو امجد عباسیاں
عادل ممدوع عالم خسرو والا خباب

خادم اسلام داور و جواد مہرباں
مہط انوار والا چشمہ شرع ولا

مہرو ماہ سلطان لقب صادق محمد جسم نشاں
داور جو دواہل کامل حسن ابر عطا

وارث کلک مکارم قبیلہ اہل جیاں
خرد والا علم ھم منبع جود دول

Marfat.com

اکرم والا شجاع وو بادہ کامراں
حامی و یار نجابت واقف رسم کمال
موجب اوعطا و رونق ہندوستان
کامل و مالک لوالشکر شکن صاحب جلال
قدوہ اسرار ارمعد جاں پناہ نکندداں
جبیہ اومطلع اسحار انوار خدا
ہم بہار گلستان ہم رونق اہل جہاں
نامہ اوسمط عدل و پرچم اعلام آں
حامر اقبال میموں چوں درفش کاویاں
مبدع اعطا و عدل و ناضع جوددالم
شمس اقبال جہاں آسورہ دل نور قرآں
باعث صدق و اماں اصلاح موجود اہل کرم
خواجہ و بحر عطا دا دار ملک دو جہاں
منبع جود و خرد علم سلک والا
قیصر ملک العلا گفتم دعائے او بجاں
تابود آفاق را آئیں صلح و رسم جاہ
شاہ مودو و مکرم باد حکمش درجہاں
چرخ گردوں باد محکوم لواء کام او
جوھر اول باھل عدل اورا مدح خواں
خصم او مطرو باد نونس او سعد جاہ
حاسدش مجروع بادا مارس او شادماں
شعر من مدح شد عادل حکم آمد عجیب
ورد حانم مدع ھر دم مثال بندگاں
ایں قصیدہ گفت مالک سر عالم لاجواب
آفریں صد مرحبا احسنت سد گوید جہاں
در جنالیش کام آور دہ ام اہل کلام

روشنی کا سفر

Marfat.com

آپ کے مولوی محمد عبدالکریم سے گہرے تعلقات تھے۔

قصیدہ نعتیہ در مدح حضور پر نور عالیجنات فلک رکاب ہز ہانس سرکار عالی وام برکاتم۔

الحمد اللہ علم آدم الاسماء کلہا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کلام مالک در مدح دور عصر۔ ملک دھر۔ خمسد اہل اسلام مال المالک والا علام مصدر عطا و کرم دور دمراحم محط رمال داماں۔ ماہر العلوم والاعمال دار راحمود لوا۔ کسر اعطا والاسم عطار و علم مدلوں اسم محمود محمد اہل ستبراد۔ مطلع میر اسعاد ام اللہ ملکہ مع حکمہ وکلموہ مع عدلہ مع کرملمعہ علمہ معہ علمہ مادام السحاب راحماً والسود اسعود طالعاً

الحمد علم کردہ سحر مہر کرم را کل کردہ ہم عالم امال امم را

درد ہر گل دوحہ آمال در آمد ہم عہد سرور آمدہ الحال حرم را

عالم ہمہ آسودہ و مسرور و مروح صد مرہم آرام رسد در دالم را

ہر سال سلم واہ عطاء ودراھم در سالگرہ آمدہ مودہ وسلم را

ہر سال گرہ مطلع اسعاد و مراحم ہر سو مدر آمدہ امطار و درم را

دردار کرم داد عطا واہ گدارا واہ کردہ صلا حاکرم سمع اصم را

صد مرگ وہراس لعدہ در عکسر جاوا ورہ کہ ہوگاہ علم کرد علم را

معمور سرا کردہ وسہ حاو لا کمل در مکہ دو صد مرہ دہد اہل حرم را

در عہد ملک صلح وولد کرگ وحمل را معمول ہمہ کرد ملک عدل وکرم را

در سدہ معمداع سرا اور دو دعارا کرد حسادر ہا کردہ رہ دار عدم را

درد کہ او لعس در الکما م گدارا در کار عطا کردہ ہمہ داکم دورم را

دردگی اور دو ملک آمدہ محکوم حل کردہ دراحکام ہمہ کار اہم را

در حال در صدر روا کار ممدوح آمداد صحاح آمدہ مکسوراعم را

در عہد ملک آمدہ ہر کسر مکمل اور دا گر کلک عطا حاصل کم را

اور دو وصد سلک گہروحِ مکرم در سالگرہ داد ممدوح امم را

الحمد کہ آور دو مرادل عالم امطار عطا کردار م دہد وعلم را

وہ عمدہ درا علم اسرار حما لک وا کردہ عطا اود کرم معرا اہم را

کم کردہ ہوس حرص وہوا طمع گدارا صد دل وعطہ آنکہ دہد اہل عدم را

Marfat.com

همواررہ درا کرام الہ آمدہ داور　　مادام عدو آمدہ محکوک لحم را
درعہد جملک کارصل آمدہ معدوم　　آسماع سماع آمدہ ہر کسر اصم را
صمصام ملک صارم صدہا المدار　　درمعرکہ آوردھم اوردسدم را
درعلم وعمل حکم وعطا درع کرم ہا　　اعمال کمال آمدہ سالار امم را
ہر سالگرہ مصدرا کرام معالم　　صدرروح دہد روح دل مام وعم را
درسال گر موسم آمال گل آورد　　داعوارارم آمدہ الحال اگم را
صد صادگر آمدہ دراسم محمدؐ　　ہرگاہ کہ ممدوع رواکرد علم را
درملک ملک عادل علام ارسطو　　واکرددوصد مدرسہ علم وحکم را
گرسہم رہاک وملک درجد صحرا　　لک گرگ اسد دام دہد مرگ وعدم را
وہ عدل کرم دادگر داور مادر　　آوردرا آرگہ عدل وامم را
درسلسلہ عدل ملک آمدہ ہردم　　محکوم وہوادار اسد آہو وزم را
درطارم اوکرد محل صرح ممدو　　آوردہ درواھر علمدار علم را
درسلک صلاح آمدنہ ہر کار ممالک　　درہر ہمہ کار عسل آمدہ سم را
درعلم وعمل داد وعطا ہمدم کسرا　　آرام دہد روح دل والدوعم لا
درکار کہ عدل وسگ درگہ اورا　　درکاس سرا ورہ اسد لحم وسم را
ہر درو ملال آمدہ محدودم سراسر　　آوردوا سر درماوا ودرم را
مملوک درآمدہ صد سام دلاور　　ہم علم دہد دریں ارسطو حکم را
درمدح ملک سلمک گوہر آمدہ اکمل　　مملکو ملک مالک صد علم وحکم را
اوعدل وہراصلح وہراصر دو عالم　　در محکمہ حکم رواکرد مہم را
ہر مال رواماسد اوراہ دوعارا　　درمعرکہ سرداو ممدوطوع سلم را
درگاکہ علم وصد مسئلہ حل کرد　　ادراک کمال آمدہ علام وحکم را
درکام حدو آمدہ سم صیام داور　　صدمر ہم مرگ آمدہ آلودہ دم را
دراک امور آمدہ مسالا عساکر　　درد ہم مائک آمدہ کم ورک وہم را
آورددعا گور ملک سلک رررا　　ہرولولہ مدح سماکرد ہرم را

دعا

مادام ہلال آمدہ مسعود عالم　　مادام کہ دارد وسحر ہور علم را

Marfat.com

مادام آمدہ دار درالم ہا — مادام کس آمدہ مدار طرم را
مادام وردواس سا عمر حد درا — مادام رسد حاسد او حرد حدم را
مادام کہ کہسار دہد لالہ وگل ہا — مادام کہ اصلاح دہد سکہ درہم را
دار والہ کا مگر د سالم واکرام — محمود لوا داور کاوس علم را
مادام کہ امطار رسد موسم گل را — مادام کہ اودار دہد عدر کم را
آہال الاعام کہ دہد سرور مارا — مروس ہم اکارہم اولا ولدم را
مالک دعا گو ملک آمدہ ہر دم — آورد دوسحر سلک گہر ومدح حکم را

آپ مندرجہ ذیل کتابوں کے مصنف تھے۔

تاریخ شاہان گجر
الطباق الشردہ شرح قصیدہ بردہ
حسن الیودہ
شرح قصیدہ بردہ بانت سعاد
شرح قصیدہ غوثیہ
شرح کبریت احمر
تفسیر سورہ المزمل
رسالہ النکاح
شرح محمدی شائع کردہ پنجاب یونیورسٹی

اس کے علاوہ متعدد تصانیف جو غیر مطبوعہ تھیں تلف ہو گئیں۔

کنجاہ کے سلیمانی

شیخ محمد عبداللہ سلیمانی

کنجاہ کی سرزمین علم وحکمت کے باعث اکناف عالم میں معروف ہے۔ اس سرزمین میں گزشتہ صدی میں مولوی محمد عبداللہ سلیمانی ایک ایسے نامور عالم گزرے ہیں۔ جن کے متعلق پروفیسر شریف کنجاہی نے کہا ہے کہ ایسی قد آور شخصیت کنجاہ کو نہ پہلے کبھی نصیب ہوئی اور نہ شائد آئندہ کبھی پیدا ہو سکے گی۔

مولوی محمد عبداللہ کنجاہی اس علاقہ میں وہ واحد عالم دین تھے جنہوں نے دین ودنیا کو برابر کی

Marfat.com

حیثیت دی اور مسلمانوں کے فلاح و بہبود کے لئے ہر دو صورتوں میں برابر کی مساعی سرانجام دیں۔ درس و تدریس بعد وعظ و تبلیغ ان کا بنیادی موضوع تھا۔ آپ مدرسہ عالیہ دیو بند کے فارغ التحصیل عالم تھے۔ اور دینی علوم پر آپ کو کما حقہ دسترس حاصل تھی۔ عربی زبان میں شعر کہہ لیتے تھے۔ مولوی نور الحسن کیلیانوالہ کی مدح میں عربی قصیدہ اور محمد حیات قریشی خلف مولوی عبدالکریم قریشی قلعہ داری کے نام منظوم ہی کا خط لکھا ہے۔

عزیزی نور قلبی نور بصری — عزیزی نور جسمی نور صدری
علیه الشکر قد و صلت کتابک — مبشره و نافتح خطابک
وقد بلغت کتابک عند فجرٍ — کزهوا کور دا کبدر
سلامی ثم دعائی فی سحور — لحفظک من حسود من شرور
لانجاح الامور ویسر عسر — لیخر بر کته فکر و ذکر
بفضل الله یعفی وقت سقم — سمضیه بعافیه و کرم
فقر مُلتجی منک دعا — دواما او صباحا اومساد
من الامراض ولا وجاع جما — شفاء کاملا فضلا سریعا
وجا مشلک بلغنی سلام — لاستاذ الاساتذه کراما
اساتذه الکرام هم تحیات — لطلاب و داعوات کثیرات
مزید الله ادا رتکم بسلم — بنغمات و نفحات و علیم

صوفیائے کرام سے آپ کو بے حد عقیدت تھی۔ مدرسہ دیو بند سے فارغ التحصیل ہونے کے باوصف آپ نے صوفیانہ مسلک اختیار کیا اور معاصر صوفیائے کرام سے آپ کے روابط تھے۔ بالخصوص جناب سید فضل شاہ صاحب جلالپوری سے آپ کو بے حد عقیدت تھی اور جناب سید فضل شاہ صاحب بھی آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ جناب سید فضل شاہ صاحب اس خط میں پہلے صوفی ہیں جنہوں نے ایک مستقل اسلامی تحریک و تنظیم قائم کی اور اس حزب اللہ رکھا۔ حزب اللہ نے اپنے دور اقتدار میں بیشتر اسلامی اقدار کا احیاء کیا۔ مولوی عبداللہ سلیمانی ہر سال کنجاہ میں حزب اللہ کا عظیم الشان اجتماع کراتے جس میں علاقہ کے صوفیا اور علما شامل ہوتے اور مسلمانوں کے فلاح و بہبود کے لیے منصوبے بنتے۔ حضرت سلیمانی کی وفات کے بعد کنجاہ تو درکنار اس علاقہ میں حزب اللہ کا کوئی سالانہ اجتماع نہیں ہوا۔

کنجاہ میں ہندو صاحب اثر اور انگریز کے ناز پروردہ تھے۔ کنجاہ میں ایک سرکاری مڈل سکول

Marfat.com

تھا۔ ہندوؤں کے ایما پر ۱۹۲۱ء میں گورنمنٹ نے بند کر دیا۔ ہندو کابرین نے سری کرشن ہائی سکول کے نام سے اپنا تعلیمی ادارہ قائم کر لیا۔ مسلمانوں کے لئے تعلیمی سہولت ناپید ہو گئی۔

حضرت سلیمانی نے ایک اسلامیہ ہائی سکول کی بنیاد رکھی۔ یہ سکول کنجاہ کے دیوانوں کی چار دیواری میں کھولا گیا۔ حضرت سلیمانی کو جن جان گسل مراحل سے گزرنا پڑا وہ ان کی ذات ہی جانتی ہے۔ حضرت کی انتھک محنت اور کوشش سے یہ ادارہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرنے لگا۔ اور آج یہ ضلع کے معیاری اداروں میں سے ایک ہے۔ یہ حضرت سلیمانی کا فیض ہے کہ اس علاقہ کے مسلمان لڑکے تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوئے ورنہ دوسری صورت میں مسلمان لڑکے تعلیم سے محروم رہ جاتے۔

مولانا تحریک آزادی کے سرگرم رکن تھے۔ پنجاب میں سول نافرمانی کا سلسلہ شروع ہوا تو اس علاقہ میں چوہدری محمد احسن نے منگوال سے اور اس کے بعد مولانا شیخ عبداللہ کنجاہ سے گرفتاری دی۔ مولانا کے عقیدت مندوں کا جلوس روز گجرات سے چلتا اور سنٹرل جیل کے سامنے جا کر مظاہرے کئے جاتے اور نعرے لگائے جاتے۔

"لے کے رہیں گے پاکستان"

پاکستان معرض وجود میں آیا تو آپ نے تعمیر پاکستان میں بے مثل کردار ادا کیا۔ اسلامیہ ہائی کنجاہ کی چار دیواری ہندو تارکن وطن کے لئے جائے پناہ بنی اور ان کے نان ونفقہ کا بندوبست مولانا نے کیا۔ اس طرح مسلمان تارکن وطن جو پاکستان آئے تو یہی چار دیواری ان کے لئے جی جائے پناہ بنی۔

مولانا محمد عبداللہ سلیمانی بلاشبہ اس علاقہ کی عظیم شخصیت تھیں۔ ۱۹۶۴ء میں ان پر فالج کا حملہ ہوا اور وہ اللہ کے ہاں چلے گئے۔

مولانا عبداللہ سلیمانی کے قلعہ دار کے ساتھ خصوصی تعلقات تھے۔ اور یہ تعلقات ایک ربع صدی تک استوار رہے۔

محمد احسان الحق سلیمانی

مولوی محمد عبداللہ سلیمانی کے فرزند اکبر ۱۰ جنوری ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد کے قائم کردہ سکول سے حاصل کی پھر زمیندار کالج سے بی اے کیا۔ ۱۹۴۵ء سنٹرل ٹریننگ کالج سے بی ٹی کیا اور اسلامیہ ہائی سکول کنجاہ میں ہیڈ ماسٹر تعینات ہو گئے۔ آپ ایک بہترین معلم ہونے کے لئے بہترین منتظم تھے۔

Marfat.com

آپ کی انتھک کوششوں سے سکول کو چار چاند لگا دیے۔ کنجاہ میں بجلی نہ تھی۔ احسان سلیمانی رات کو اپنا ڈیرہ بورڈنگ ہوس میں جما لیتے اور دسویں جماعت کے لڑکوں کو رات بھر لالٹین کی روشنی میں تعلیم دیتے۔ اس زمانے میں ٹیوشن کا کائی رواج نہ تھا۔

تحریک پاکستان میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تحریک پاکستان کے سلسلہ میں حضرت سلیمانی کی گرفتاری کے بعد مدرسے کی قیادت آپ نے سنبھالی۔ آپ کی قیادت میں جلوس گجرات جاتے اور مظاہرہ کرتے علاقے کی انتظامیہ مسلمانوں کی اس جدوجہد کے سامنے بے بس ہو کر رہ گئی۔ انگریزی ڈی۔ آئی۔ جی۔ مسٹر سکاؤٹ ان جلوسوں میں زخمی ہوا۔

۱۹۵۰ء میں آپ نے ایم اے عربی کیا۔ ۱۹۵۴ء میں پبلک سروس کمیشن میں آپ سلیکٹ ہوئے اور گورنمنٹ ہائی سکول جہلم کے ہیڈ ماسٹر بن چکے تھے۔ ۱۹۵۶ء سے ۱۹۱۶ء تک آپ جہلم میں بطور ہیڈ ماسٹر کام کرتے رہے۔ پھر آپ کو یونیسکو کی فیلوشپ مل گئی۔

یونیورسٹیوں میں جانے کا موقع ملا ان میں بھارت کی جامع ملیہ نیو دہلی۔

امریکہ میں یونیورسٹی کولمبیا۔ یونیورسٹی آف سیرا کیوس۔ یونیورسٹی آف اوٹا بلو۔ یونیورسٹی آف انڈیا۔

برطانیہ میں یونیورسٹی آف لندن

فرانس میں یونیسکو سیکریٹریٹ پیرس

بیروت میں لیٹرسی سنٹر

برما میں برما ٹرانسلیشن سوسائٹی

فلپائن میں یونیورسٹی سے کورس کیا

بنکاک میں یونیسکو کی ورکشاپ میں شرکت کی۔

۱۹۶۱ء میں ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز بنے۔ ۱۹۶۲ء میں ڈپٹی انسپکٹر آف سکوز راولپنڈی آ گئے۔ اس کے بعد اسسٹنٹ ڈائریکٹر آف ایجوکیشن پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ راولپنڈی ریجن بنے۔

۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۲ء تک ڈپٹی سکریٹری محکمہ تعلیم رہے۔

آپ کا اصلی وطبعی ذوق علم وحکمت اور تحقیق وتجسس کا تھا۔ ترویج علوم دین وجذبہ فلاح و بہبود ملک وملت انہیں ورثہ میں ملا تھا۔ علم حکمت کی زیادہ ترغبت علوم وادبیات عربی کی طرف تھی۔

ڈاکٹر احمد حسین قریشی کی رفاقت میں آپ کا بڑا عرصہ گزرا۔ ۱۹۵۰ء میں آپ ایم اے عربی کا امتحان دینے کی تیاری کر رہے تھے پروفیسر نکلسن کی کتاب تاریخ ادبیات عربی نصاب میں شامل

Marfat.com

تھی۔ سلیمانی صاحب اس کا مطالعہ کرتے اور ساتھ ساتھ اس سے ارشادات علیحدہ جمع کرتے اور پھر ان ارشادات پر غور و غوض ہوتا تو غیر نصابی حوالوں سے اس کی توثیق و تردید کرتے جیسے کہ ایک دانشور تحقیق کا طریقہ کار ہوتا ہے۔ اس طرح متعدد حوالوں سے نکلسن کی کتاب سے لئے گئے اشارات نے ایک نئی کتاب کی شکل اختیار کر لی تمدن عرب اس کتاب کا نام رکھا۔

پروفیسر احمد حسین نے قطعہ تاریخ لکھا۔

تاریخ دولت کدہ عرب ۱۹۵۲ء

زہے احسان حق صاحب گرامی	گہرہائے تو ارخ عرب سُفت
مستل فرہاد جوئے شیر تحقیق	بہ صد تحقیق ہر عقدہ عیاں جُست
کتابش شاہد حسن و جمالش	غبار از چہرہ مضمون چگوں رفت
بہ بزم نکتہ سنجاں سال احمد	مہ و تاریخ و تہذیب عرب گفت

۱۹۵۲ء

تمدن عرب کی تالیف کے بعد آپ نے مسلمان یورپ میں کے نام سے کتاب لکھی۔ پھر قرآن مجید اور ہماری زندگی کے نام سے تیسری کتاب لکھی۔ پھر سیرت ابن ہشام پر تعلیقات لکھے۔

گھر کی تعلیم و تربیت کا اثر تھا اور اس پر تاریخ اسلام کے مطالعہ سے عشق رسول کا جذبہ آپ کے رگ و پے میں اس طرح رچ گیا کہ حضور سرور کائنات کی سیرت خوانی اور سیرت نگاری آپ کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بن گئی۔

آپ کو مستشرقین کی کتابیں پڑھنے کا موقع ملا۔ اس کے رد عمل سے جذبہ عشق رسول نے ایک اور کروٹ لی انہوں نے مستشرقین کے مخاصمانہ اعتراضات کا مدلل جواب دینے کا ارادہ کیا۔

حضور کی ذات گرامی پر اعتراضات کرنے والے بدبختوں میں شامل

مارگولیس پروفیسر عربی آکسفورڈ یونیورسٹی سپرنگر۔ سر ولیم میور۔ ولیم ڈراپر امریکہ، ہنری سٹب۔ الیگزنڈر رائس۔ ہمرے پرائی ڈکس۔ پروفیسر منٹگمری واٹ۔ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے لئے آپ نے یورپ۔ امریکہ۔ بلاد اسلامیہ کا سفر کیا۔ عظیم لائبریریوں میں وقت گزرا۔ ان کے مسودات ان کے اعتراضات کا جواب دلیل طریق سے ان کے اپنی کتابوں کے حوالوں میں دیا یہ وہ کارنامہ ہے جس کی ابتدا۔ سر سید احمد خان۔ علامہ شبلی نعمانی۔ اور مولانا چراغ علی نے کی تھی پھر مولوی رحمت علی کیرانوی۔ مولوی ال حسن اکبر آبادی مولوی قاسم نانوتوی۔ مولوی عنائت اللہ چڑیا کوئی۔ کرامت اللہ۔ اور سید امیر علی جیسے دانشور یہ کام کرتے رہے۔ محمد احسن الحق سلیمانی نے یہ کام پائیہ تکمیل تک پہنچایا۔

Marfat.com

احسان الحق سلیمانی ایک بلند پایہ محقق تھے اور فن تحقیق کے اسرار ورموز سے واقف تھے۔

آپ نے سیرت پر ایک کتاب لکھی۔ جو ان مستشریقین کے اعتراضات کا کافی وشافی جواب رکھتی تھی۔ یہ کتاب ابھی زیور طباعت کے مراحل طے کر رہی تھی کہ حضرت احسان اپنے محبوب رحمت العالمین اور اپنے وآپ خالق السموت والارض کی بارگاہ میں شفاعت کی دستاویز لے کر حاضر ہو گئے۔

مفتی عبدالخالق شادیوال

مفتی عبدالخالق علامہ محمد عالم قریشی کے شاگرد رشید تھے۔ عربی۔ فارسی۔ ادب انہوں نے محمد عالم قریشی سے سبقاً سبقاً پڑھا۔ دینی علوم میں مہارت حاصل کی یہ بھی علامہ محمد عالم قریشی کے دامن سے حاصل شدہ فیض تھا۔

آپ عربی علوم کے امتحان پنجاب یونیورسٹی سے پاس کر کے شادیوال اسلامیہ ہائی سکول میں عربی کے معلم ہو گئے۔ چوہدری بوٹا خان کی مسجد میں خطبہ دیتے تھے اور دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی۔

آپ کو علامہ محمد عالم قریشی سے عشق کی حد تک عقیدت تھی۔ قلعہ دار کا ادب اس لحاظ سے کرتے کہ شادیوال میں وہ اپنی چارپائی کی پیٹھ قلعہ دار کی طرف نہ کرتے اس سے سوئے ادب خیال کرتے۔ آپ کا تعلق شادیوال کے مشہور مفتی خاندان سے تھا۔

گجرات کا تھامس ھارڈی رشید ٹھیکدار

تھامس ھارڈی انگریزی ادب کا معتبر حوالہ ہے پیشے کے لحاظ سے معمار تھا۔ معمار عمارت کا ہو یا قوم کا۔ یہ لوگ زرخیز ذہین کے مالک ہوتے ہیں انکے دامن خیال میں اچھوتی سوچ جنم لیتی ہے۔ اور انوکھے خاکے ابھرتے ہیں۔ تاج محل کسی معمار کا خیال تھا اور پاکستان بھی کسی معمار قوم کی سوچ تھی۔

رشید ٹھیکدار بھی پیشے کے لحاظ سے معمار تھے۔ رشید ٹھیکدار معیاری ادب تخلیق کرنے پر قادر تھے۔ کالج کے زمانے میں ہی آپ کے قلم میں روانی اور جوانی آ چکی تھی۔ مزاحیہ مضامین لکھے۔ آپ کو افکار زمیندار کالج کے مجلہ شاہین صفحات پر پھیلتے تھے۔ شاہین میں شائع شدہ آپ کا مضمون ہستیاں آپ کی شوخی تحریر کا شاہکار ہے۔ تعلیم سے فارغ ہوئے تو آپ کی توجہ ٹھیکیداری کی طرف رہی۔ گو ٹھیکے داری اور ادب میں کوئی مماثلت نظر نہیں آتی۔ مگر رشید صاحب نے اپنے ذوق کی تسکین کے خاطر چکی کی مشقت سے چند لمحے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔ آپ کے ہاں شام کے

Marfat.com

وقت۔ادبی محفل سجتی جسکے روح رواں شریف کنجاہی۔پروفیسر فضل حسین تھے۔منو بھائی بھی کبھی اس میں رونق افروز ہوتے۔اس محفل میں گجرات کے شعراء اور مصنفین بھی وہاں جمع ہوتے۔رشید صاحب اگر قلم کاری کا شغل جاری رکھتے تو مزاح کے میدان میں آپ نمایاں مقام رکھتے۔ عمر کے آخری حصہ میں آپ کی کتاب لوڈشیڈنگ شائع ہوئی۔آپ ڈاکٹر احمد حسین قریشی کے کلاس فیلو تھے۔کالج کے زمانے سے دوستی کا رشتہ استوار ہوا جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ گہرا ہوتا چلا گیا۔اور خلوص اور محبت کا یہ بندھن آخر عمر تک جاری رہا۔

Marfat.com

رشتہ داریاں

تعلقات کے پُلوں کی اساس علم وعرفاں اور زُہد وتقویٰ پر قائم ہوئی۔

Marfat.com

حافظ خیر اللہ قریشی

جنوبی پنجاب میں اٹھارویں صدی کا آخری پر آشوب تھا۔ رحمت خداوندی سے لوگ محروم ہو چکے تھے۔ بارش نہ ہوئی۔ فصلیں نہ اگی اور اس علاقہ میں قحط نے ڈیرے ڈال دیئے۔

اسی زمانے میں سکھ حکمرانوں کی چیرہ دستیاں بھی زوروں پر تھیں۔ رنجیت سنگھ زیادہ سے زیادہ خراج وصول کرنے کی خاطر اس علاقہ پر پے در پہ حملے کر رہا تھا اور مسلمان حکمرانوں سے خراج وصول کرنے کی خاطر بہت سختیاں کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ سکھ پنتھ کے منشور جس کو یہ قوم مذہبی شعار قرار دیتی ہے پر عمل بڑی شدومد سے جاری تھا۔ پنتھ کے منشور میں ہر سکھ پر لازم ہے کہ وہ ڈاکا ڈالے اور ہر چیز اپنے قبضہ میں لے لے۔

جنوبی پنجاب کی تحصیل سرا سدھو کے قریب قریشی بستیاں ان حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ لوگ ان حالات کا مقابلہ کرنے کی سکت نہ رکھتے تھے اور نقل مکانی پر مجبور ہو گئے۔

حافظ خیر اللہ قریشی کا تعلق بھی ان ہی بستیوں سے تھا۔ وہ نقل مکانی کر کے گجرات کے قصبہ قلعدار میں پہنچ گئے۔ گجرات میں اس وقت صاحب سنگھ کی حکومت تھی۔ قحط کے اثرات یہاں پر قدرے کم تھے۔ حضرت حافظ خیر اللہ کب اور کس طرح قلعہ دار پہنچا اس کے متعلق کوئی روائت نہیں ملتی۔ اور ستم یہ کہ حافظ کے نبیرگان بھی ماضی کی دھند میں غائب ہو چکے ہیں۔ حافظ صاحب کی شناخت انکی غیر یب الوطنی چاٹ گئی۔

حافظ صاحب گجرات میں مسجد لوہاراں میں قائم شدہ درس (جو کہ مولوی محمد صالح کی نگرانی میں قائم تھا) میں آیا کرتے تھے۔ حافظ خان محمد اس درس میں شامل ہو چکے تھے۔ یہ بوئے پیراہن کا کمال تھا اور قریشی ذات کا جمال کہ حافظ خان محمد اور حافظ خیر اللہ میں دوستی کا رشتہ استوار ہو گیا۔ جب حافظ خان محمد جامع شاہی کے متولی بن کر قلعہ دار آئے تو یہ دوستی رشتہ داری میں بدل گئی۔ آپس میں ملاقات کے دوران ایک دوسرے کے حالات سن کر دونوں پر اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ حافظ خیر اللہ کا بھی تعلق سرا سدھو سے تھا۔ اور وہ حافظ خان محمد کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ بلکہ ایک طرح سے چچازاد تھے۔

حافظ خیر اللہ کا خاندان دو لڑکیوں اور ایک رشتہ دار جس کے رشتہ کا تعین نہ ہو سکا۔ ابراہیم قریشی پر مشتمل تھا۔ حافظ خیر اللہ نے اپنی ایک لڑکی کی شادی حافظ خان محمد سے کر دی اور دوسری کی شادی شیخ احمد نامی شخص سے۔

حافظ خان محمد کی اس بیوی کے بطن سے یار محمد قریشی پیدا ہوئے جن کی اولاد ہریہ والا اور

Marfat.com

گجرات میں مقیم ہے۔ شیخ احمد کی اولاد حافظ خیر اللہ کی دوسری لڑکی سے دولڑکے محمد حسن اور محمد محسن تھے۔
محمد محسن کی اولاد میں دولڑکے قمرالدین اور بدرالدین قریشی پیدا ہوئے جو کہ چوہال (قلعہ دار کے قریب بستی) سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی اولاد میں ڈاکٹر غلام غوث اور تین لڑکیاں جن میں سے ایک کی شادی مولوی نجف علی سے ہوئی اور دوسری کی شادی راجپوت کھوکھر خاندان میں میاں اللہ لوک سے ہوئی۔

ابراہیم قریشی کا ایک بیٹا محمد صالح اور اس کا ایک بیٹا محمد امین قریشی تھا۔ ان کا تعلق بھی چوہال سے تھا۔ ان کا ایک مکان حافظ خان محمد کے مشرق میں قلعہ دار میں تھا۔ مدتوں ان کے مکان کی زمین پڑی رہی مگر اب اس پر ناجائز قبضہ ہو چکا تھا۔

موضع ترکھ اور حافظ محمد رمضان قریشی

حافظ خان محمد کی دوسری شادی قلعہ دار کے قریب بستی ترکھ کے حافظ محمد رمضان قریشی کی بیٹی سے ہوئی۔

موضع ترکھ ایک غیر معروف بستی ہے۔ گجرات سے جنوب مغرب کی جانب کوئی پانچ میل کے فاصلے پر شادیوال پاور ہاؤس کے متصل ایک مختصر سا گاؤں ہے۔ محکمہ مال کے کاغذات میں اس کی تفصیل بدیں الفاظ تحریر ہے۔

عندالتحقیقات زبانی زمینداروں دیہہ ہذا سے معلوم ہوا ہے کہ مسمی امیر مورث اعلیٰ دیہہ قوم جٹ گوت نت نے دوآبہ پنجاب متصل دارالسلطنت لاہور سے آ کر بہ عہد ہمایوں بادشاہ نے یہ گاؤں آباد کیا۔ اور اس گاؤں کا نام امیر پور مشہور کیا اور عرصہ ایک سو برس کا گزرا تو یہ دیہہ باعث تنگی و حاکمان سکھ وقت ویران ہو کر عرصہ 10-8 سال تک غیر آباد رہا۔ بعد مسمیان گوربخش سنگھ سردار گوجر سنگھ نے ان کو یہ گاؤں ویران شدہ۔ سرکار سے بطور جاگیر مرحمت ہوا۔ ہم مالکان کو دیگر دیہات سے لاکر یہ گاؤں آباد کیا۔ اس روز آبادی سے یہ برابر آباد چلا آرہا ہے کبھی ویران نہیں ہوا۔

وجہ تسمیہ اس گاؤں کی یہ ہے کہ جو نالہ قدیم الایام سے متصل آبادی دیہہ ہذا کی جانب مشرق کے بارے جاری ہے۔ سنا ہے کہ ایک دفعہ یہ نامہ تیزی سے جاری تھا۔ ترکھ جاری تھا۔ یعنی ترکھ پنجابی زبان میں تیزی کو کہتے ہیں۔ اس وقت ایک فقیر صاحب یمن کو اس نالے سے پار اترتا تھا۔ وارد ہوا۔ اس نے نالہ دیکھ کر فرمایا کہ امیر پور میں یہ نالہ بڑا ترکھ ہے۔ اس روز سے عوام الناس میں اس گاؤں کا نام ترکھ مشہور ہوا اور آج تک مشہور چلا آتا ہے۔

ترکھ کے متعلق یہ تاریخ ممکن ہے درست ہی ہو۔ البتہ عہد ہمایوں میں اس کی آباد مخدوش نظر

Marfat.com

آتی ہے۔ گجرات خود شہنشاہ اکبر کے زمانے میں آباد ہوا۔ اس کے نواح میں دریاؤں کے کنارے دیہات آباد ہونے لگے۔ شواہد کے بغیر ہماری ذاتی رائے میں یہ گاؤں خالصہ عہد حکومت یا اس کے کچھ عرصہ بعد قبل آباد ہوا ہوگا۔ دریائے چناب کے کنارے متصل وزیر آباد دیہہ کی دوسری طرف ایک چھوٹا سا گاؤں نت قوم کا اس نام سے آباد تھا۔ دریا میں طغیانی کے باعث ویران ہوا۔ یہ لوگ عافیت کی تلاش میں یہاں آباد ہو گئے۔ اسی لئے یہ نت گوت کے زمینداروں کی ملکیت ہے۔

اس گاؤں میں نامور عالم دین اور ولی اللہ پیدا ہوئے اور اپنی تعلیمات سے رشد و ہدایت کی روشنی بکھیرتے رہے ہیں۔ علامہ عبدالکریم قریشی اپنی تصنیف میں اس کا ذکر کرتے ہیں۔

کے بندے نے ایہہ پیغام آندا — ترکھے وجہ ہے اک عالم اساں دا

میاں رمضان سدن اوسدا نام — قریشی قوم تے ہے نیک فرجام

او بندہ بہت ہی ہے نیک آثار — شرافت اوسدے گھر وچہ نمودار

اوہ ہے عابد تے زاہد بہت سارا — رکھے گھر دے وجہ شریفانہ گزارا

حافظ رمضان کے سوانح حیات اور علمی آثار حتیٰ کہ آثار کے متعلق دریافت تک سلسلہ زمانے نے نہایت بے دردی سے محو کر دیا ہے اس حد تک کہ لوگ اس نام سے بھی آشنا نہیں۔

حافظ رمضان کے نبیرگان میں سے عبدالعزیز قریشی کے پاس مناقب غوثیہ مصنف محمد سعید شبانی کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے جو حافظ محمد رمضان بن اللہ یار کے قلم کا تحریر کردہ ہے۔ تصوف کی ایک نا شناختہ کتاب کے چاروں ورق کتب خانہ قریشیہ میں محفوظ ہیں جن کے آخر میں تحریر ہے۔

بدست فقیر حقیر العباد راجی الی رحمتہ اللہ الحنان و لمنان محمد رمضان بجہتہ برخورداران بہاؤالدین۔ فضل الدین بوقت ضحیٰ روز پنجشنبہ بتاریخ نوزدہم شہر شوال ۱۱۸۸ھ مقدس ان دو کتابوں سے چند ایک امور راجع بحالات حافظ رمضان واضع ہوتے ہیں۔ کتابوں کے حسن خط اور پختگی تحریر سے واضع ہوتا ہے کہ حافظ محمد رضان نے اپنے وقت کے جید عالم دین تھے۔ اور تصوف کی کتابوں میں ان کا مذاق نمایاں ہے۔ سنہ ۱۱۸۸ھ آپ کا زمانہ حیات متعین ہوتا ہے۔

مجموعہ رسائل پنجابی کا ایک نسخہ کتب خانہ قریشیہ میں ہے۔ جس کا ترجمہ حافظ محمد رمضان نے لکھا۔

قد تمت تحفہ نصائح از دست فقیر پر تقصیر محمد رمضان بن حافظ اللہ یار مرحوم ساکن کوٹلہ قلعہ دار خاں متوطن ترکھ نت بجہاپاس خاطر فضل الدین۔

اس ترقیمہ سے پتہ چلتا ہے کہ حافظ محمد رمضان موضع قلعدار کے رہنے والے تھے۔ پھر ترکھ

Marfat.com

سے نت چلے گئے۔ ان کی شادی وزیر آباد کے اجل عالم دین میاں محمد عابد وزیر آبادی کی دختر نیک اختر اشرف خاتون سے ہوئی تھی۔

وزیر آباد سے تعلق

یہ رشتہ شائد موضع نت متصل وزیر آباد میں ہوا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حافظ رمضان کے زمانہ میں ہی یہ لوگ موضع نت سے ترکھ آ کر آباد ہو گئے۔ ورنہ وزیر آباد اور نت کے درمیان کوئی سلسلہ اتصال نظر نہیں آتا۔

میاں عابد جی نے اپنا ترکہ اولاد میں تقسیم کیا تو اشرف خاتون کو سات لڑی والا طلائی ہار ورثے میں دیا۔ ترکے کے وصیت نامے پر حافظ رمضان کے دستخط ہیں بقلم خود حافظ رمضان بن الہ یار قوم ہرو لفظ ہرو آپ انکسار کے ساتھ لکھا ورنہ آپ کا شجرہ نسب ہاشمی ہے جو بہ ذریعہ تحریر محفوظ کر لیا گیا ہے۔

برخوردار عبدالعزیز نسب نامہ ترتیب دے کر شائع کر دیا ہے۔ نسب نامہ کے آخر میں ایک پرانی تحریر درج کی ہے جس کا متن شامل ہذا کر دیا جاتا ہے۔

نقل مثل معافی

نقل دیرینہ ریکارڈ از مثل وسند معافی شاہی منصوبہ مشمولہ بہ کاغذات مال از نسل شاہاں مغلیہ بہ عہد ہمایوں بادشاہ الہ یار واحد یار پسران حکیم محمد امین از فاضلان دربار شاہی بہ پیشہ شعرائی و فن اطبائی بہ رسوم آبائی واجدائی تعلق می در شند بدیں صلہ یک صد بیگہ اراضی موسومہ بر معافی شاہی بطور ملکیت حاصل شدہ بود تا قیام شاہی نسل چغتائی سلامت ماندہ بود بعد ازاں بہ دور مہاراجہ رنجیت سنگھ۔ از مذہب و ملت خلاف اسلام بود معافی را ضبط کردہ بحوالہ گوچرن سنگھ کاردر خورد کرد و جزدے ازاں اراضی بہ پیش معافی دراں باقی ماندہ حستہ کہ ابتدائے دوران سلطنت انگلیشہ موجود است با آخر بردے مثل بندوبست سال ۱۸۶۸ء موضع ترکھ تحصیل و ضلع گجرات ایں اراضی بنام اولاد بہاالدین ولد محمد رمضان قریشی ہاشمی بہ موجب یعنی ۴۳۴۸ تا مورخہ ۱۸ نومبر ۱۸۵۹ء از پیشی گاہ سکریٹری ہند و چھٹی سیکریٹری پنجاب چٹھی نمبر ۱۱۰، ۲ مارچ ۱۸۵۹ء تا حیات معافی ہوئی۔ لہٰذا حکم ہوا بعد تو تید گی معافی داروں نصف ضبط و نصف با اولاد نرینہ علی الدوام معاف رہے۔

نقل شد از مثل وسند معافی شاہی

کہنہ و بوسیدہ

Marfat.com

حافظ خان محمد کے رشتہ دار

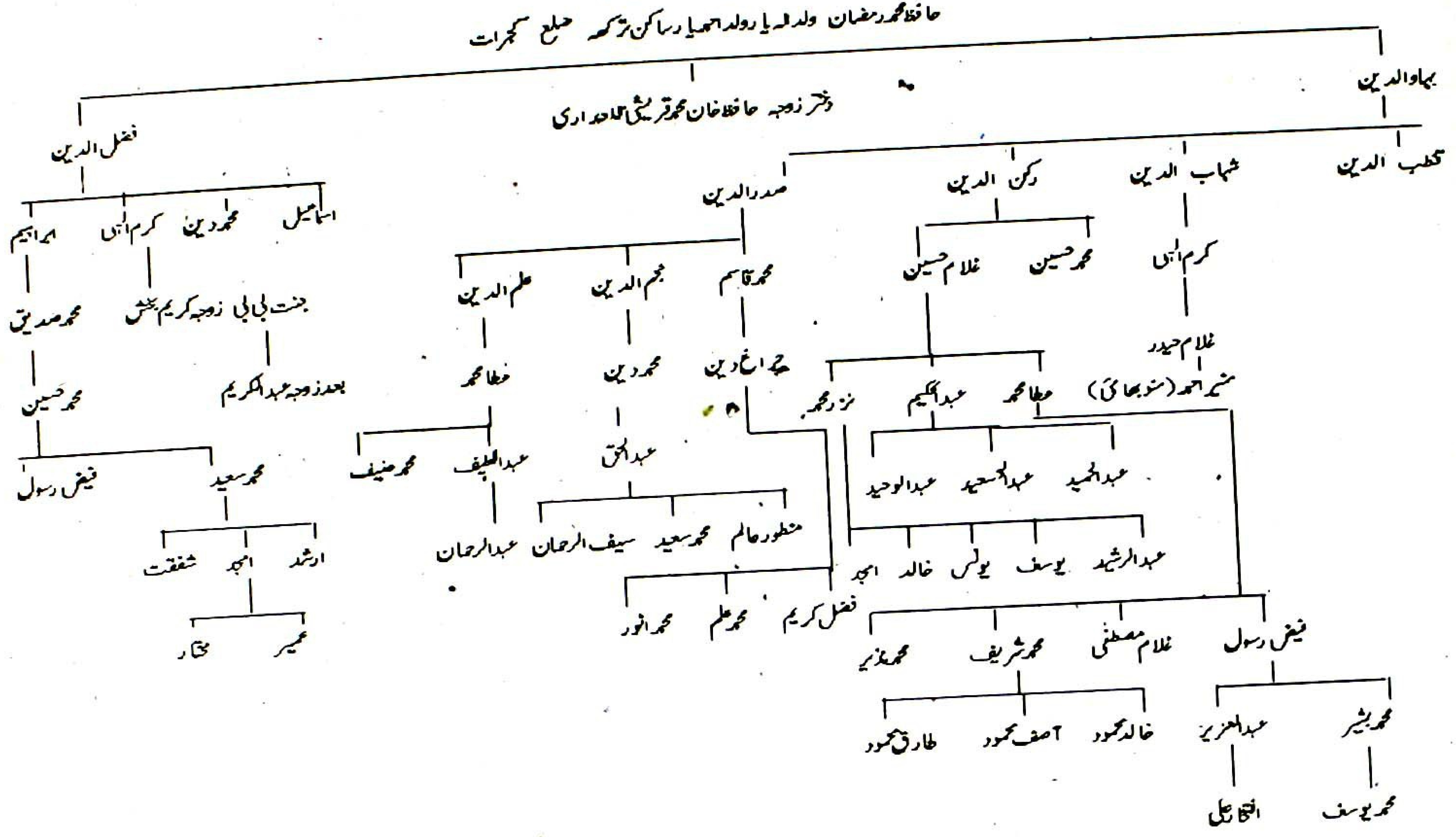

Marfat.com

راجپوت کھوکھر خاندان ساکن بدھیال گڑھ غبارہ

ضلع جہلم بعد دولانوالہ ضلع گجرات کے راجپوت

میاں کمال الدین اولیاء شہید

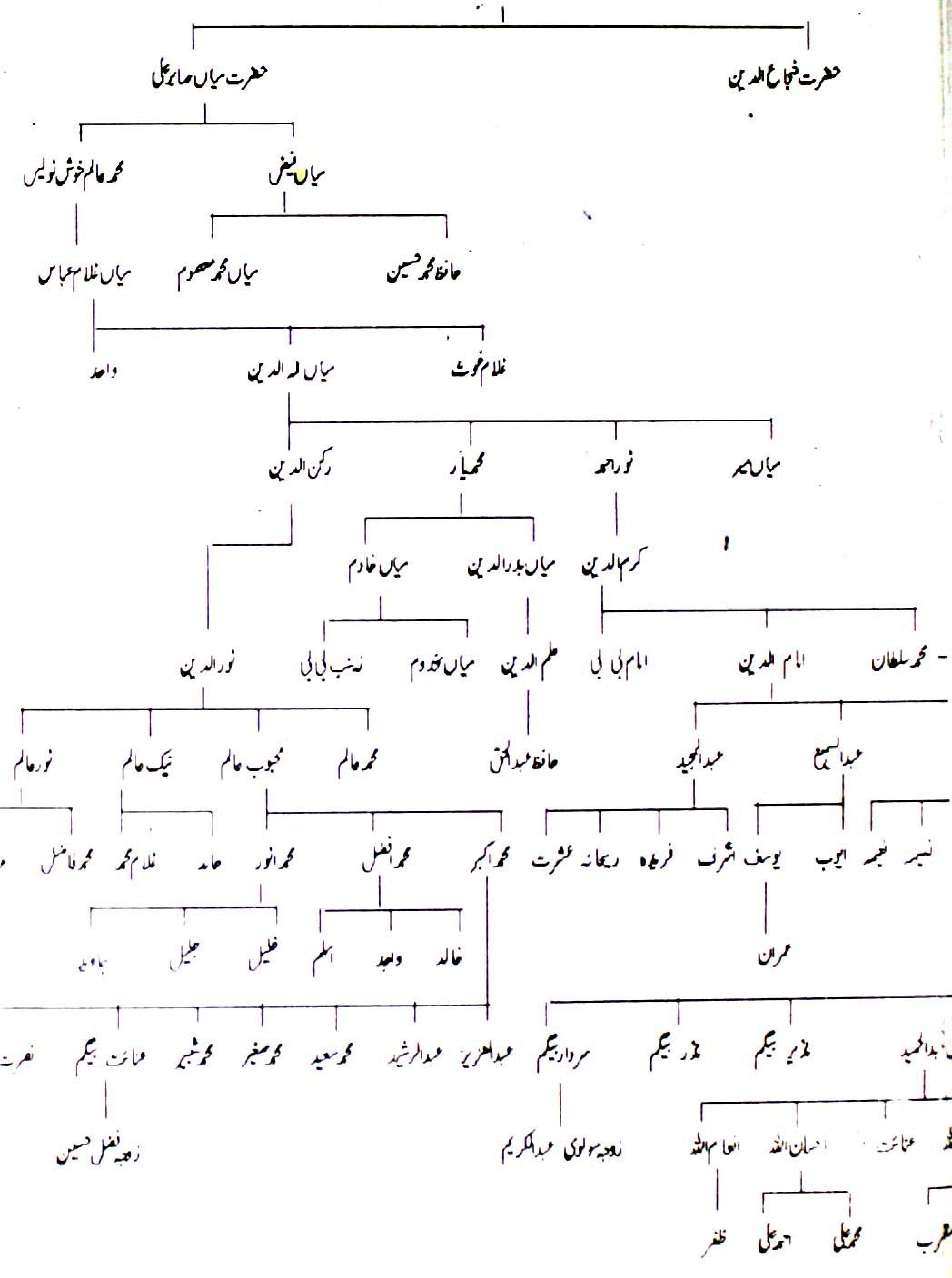

Marfat.com

مولوی فضل الدین

اس تحریر سے اس خانوادہ کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حافظ رمضان کے اولاد میں دو لڑکے اور ایک بیٹی تھی۔ حافظ بہاوالدین حافظ فضل الدین لڑکوں کے نام ہیں۔ لڑکی کی شادی موضع قلعہ دار کے ایک اجل عالم دین خطیب و متولی جامع شاہی قلعہ دار حافظ خان محمد سے ہوئی یہ شخصیت راقم الحروف کی پردادی تھی۔

بہاوالدین اور فضل الدین اپنے وقت کے جید عالمان دین تھے۔ ان دونوں کو علم و فضل ورثہ میں ملا تھا۔ ان دونوں بھائیوں کی اولاد اب بھی جنگل کی طرح آباد نظر آتی ہے۔ زندگی میں معاشی مجبوریاں علمی آثار محو کرتی رہیں اور زندگی کا قافلہ آگے بڑھتا رہا۔ مرور زمانہ کی چند یاداشتیں ہیں جنکو سپرد قرطاس کیا جاتا ہے۔

حافظ رمضان کی اولاد میں سب سے بڑے لڑکے بہاؤالدین کی اولادؒ میں قطب الدین فوت ہو گئے۔ صدرالدین کو حسین شاہ موضع کوٹ میر حسین لے گیا۔ وہاں ان کی اولاد خوب پھیلی پھولی۔ ان کے احوال و آثار دستیاب نہ ہو سکے۔

صدرالدین کے صاحبزادے محمد قاسم۔ امام الدین۔ علم الدین۔ محمد دین تک بیاہ شادیوں کے سلسلے میں تعلقات علمائے قلعہ دار سے استوار رہے۔

شہاب الدین ولد بہاوالدین کے صاحبزادے وزیرآباد چلے گئے۔ ان کے لڑکے کرم الٰہی اور ان کے صاحبزادے غلام حیدر کے قلم نوشتہ چند تحریریں نظر سے گزری ہیں جن سے آبائی ورثہ کی امانت کی نشان دہی ہوتی ہے۔ غلام حیدر صاحب کے صاحبزادے منیر احمد المعروف منو بھائی جدید ادبیات کی روح رواں ہیں۔ اخبار و رسائل اور ریڈیو ٹی وی پر ان کا تعارف ہوتا رہتا ہے۔ کرم الٰہی کے دوسرے صاحبزادے سید احمد موضع سدو کی متصل ترکھ میں منتقل ہو گئے۔ یہ لوگ حافظ بہاوالدین کے پوتے ہیں۔

چوتھے صاحبزادے مولوی رکن الدین موضع ترکھ میں آبائی ورثہ کے امین رہے ان کے صاحبزادے غلام حسین اور پوتے عطا محمد علم و حکمت کی دولت سے مالا مال تھے۔ ان دونوں صاحبان کی کے قلم کی تحریر کردہ اعلیٰ علمی کتابیں ان کے علم و فضل کی نشان دہی کرتی ہیں۔

Marfat.com

مولوی غلام حسین وعطا محمد

مولوی غلام حسین اوران کا صاحبزادہ عطا محمد اس خانوادہ کے اجل علماء کرام میں شمار ہوتے تھے افسوس ان کے علمی آثار دست بردز مانہ سے محفوظ نہ رہ سکے۔ مولوی غلام حسین کے قلم کی دو تین نوشتہ کتابیں ان کے حسن خط عالمانہ خواشی سے ان کے علمی شکوہ کی داستان مرتب ہوتی ہے۔ ان کے قلم کا نوشتہ شرح وقائیہ کا نسخہ کتب خانہ قرشیہ کی زینت ہے۔ مولوی عطا محمد کے قلم نوشتہ مجموعہ خطبات ممبریہ شرح وقائیہ اور دیگر متعدد کتابیں ان کے علمی وقار کی داستانیں بیان کرتی ہیں۔ مولوی کرم الٰہی کی نوشتہ صلوٰۃ مسعودی حسن حسین اور مجموعہ وظائف ان کی علمی داستانیں بتاتی ہیں۔

غلام حسین کے لڑکے عبدالحکیم کی اولاد حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے ان کے تیسرے لڑکے نذر محمد کی اولاد کاروبار اور صنعت کاری میں نام پیدا کر رہے ہیں۔ گجرات میں مقیم ہیں۔ مولوی عطا محمد کے پوتے عبدالعزیز علم وحکمت سے رغبت رکھتے ہیں۔ اسمٰعیل جو مولوی فضل الدین کے بڑے صاحبزادے ہیں پنجابی زبان کے پختہ کار شاعر تھے۔ ۱۳۰۷ھ آرائش محفل کا پنجابی نظم میں ترجمہ کیا۔

تیراں سوست بنی دا اندر ایہہ افسانہ — شعر پنجابی کام بنایا رکھ وجودنشانہ

عالم اروح پچھانوں طوطا مرشد ہادی — ماہ طلعت رواشریعت اول جوبے تابی

اسمٰعیل نے وارث کی طرح تصوف کا رنگ دیا ہے۔

میاں کرم الٰہی

اسماعیل موضع ترکھ سے راجے ضلع گجرات جا کر مقیم ہوگئے۔ اسماعیل۔ ابراہیم احمد دین کرم الٰہی علم وحکمت کے رغبت رکھتے تھے۔ میاں کرم الٰہی کی تحریر کردہ کتابیں کتب خانہ القرشیہ کی زینت ہیں۔ ابراہیم کے صاحبزادے محمد صدیق کے قلم کا تحریر کردہ مجموعہ وظائف اور ارشاد الجالین بھی ہمارے کتب خانہ میں شامل ہیں ان کے ذوق وشوق کی داستان بیان کرتے ہیں۔

میاں کرم الٰہی کی دختر نیک اختر جنت بی بی کی شادی ہمارے تایا مولوی رحیم بخش سے ہوئی۔ مولوی رحیم بخش ۱۳۰۴ھ میں فوت ہوگئے۔ پھر ان کی شادی مولوی محمد عبدالکریم سے ہوگئی۔ جنت بی بی سے مولوی عبدالکریم کے بیٹے کیپٹن محمد رمضان تبسم قریشی پیدا ہوئے۔ میاں کرم الٰہی اپنے وقت کے ماہر طبیب اور عالم دین تھے۔ ان کے قلم کی نوشتہ صلواۃ سعودی کے تین جلد مجموعہ وظائف حصن حصین کتب خانہ قریشیہ میں موجود ہیں۔ حافظ محمد رمضان کی دختر نیک اختر کا نام ان کے نبیرگان تو یاد نہیں رکھتے ان کی

Marfat.com

شادی قلعہ دار کے ایک عالم دین خطیب جامع شاہی حافظ خان محمد سے ہوئی۔ ان کی اولاد کے علمی فیضان نے ایک جہاں سیراب کیا۔

راجپوتوں سے رشتہ داریاں

حافظ خان محمد قلعہ دار میں زندگی کرنے کی ابتدا کی تو سب سے پہلے ناطہ حافظ خیر اللہ قریشی سے جوڑا۔ ان کی صاحب زادی سے شادی کی۔ بعد میں حافظ رمضان موضع ترکھ کی بیٹی سے دوسری شادی کی۔ حافظ صاحب کے رشتوں کی بنیاد نہ تو مالی منفعت تھی اور نہ ہی سیاسی اثر رسوخ حاصل کرنے کا مدعا۔ رشتوں استوار کرنے میں علم۔ تقویٰ۔ شرافت۔ نجابت جیسے عوامل کو ترجیح ملتی رہی۔

عرب میں رشد و ہدایت کی شمع روشن ہو چکی تھی۔ اس کی کرنیں چار دانگ عالم میں پھیل رہی تھیں۔ برصغیر میں یہ روشنی عرب تاجر لائے اور اس کے علاوہ حجاج بن یوسف کے سپہ سالار محمد بن قاسم کے توسط سے یہ علاقہ ہدایت کی روشنی سے منور ہوا۔ روشنی کی کرن کا جس کسی کو جتنا بھی حصہ ملا اس نے اسے اپنے دامن میں سمیٹ لیا اور خود روشنی کا مینار بن گیا۔ اور ماحول کو بے یقینی وہم کی دھند سے نکال کر یقین اور ایمان کی منزل کا پتہ دیا۔ بلکہ منزل پر پہنچنے کے راستے کا تعین بھی کر دیا۔

برصغیر کے شمالی حصہ پنجاب میں جابجا روشنی کے چراغ جل رہے تھے۔ روشن اور منور ماحول میں لوگ ایمان اور عمل صالحہ کی دولت سے مالا مال زندگی گزار رہے تھے۔

حافظ خان محمد نے اپنی اولاد کے لئے رشتے ان چراغوں کی روشنی میں تلاش کئے۔ جن کی روشنی صراط مستقیم کا پتہ دے رہی ہے۔ رشتہ استوار کرنے کی شرط کتاب اور سنت کے مطابق زندگی کا طرز عمل علم دین سے محبت اور ادراک تھی۔

آپ نے اپنے بڑے بیٹے محمد یار کی شادی گجرات کے دین دار گھرانے کے فرد قاضی فخر الدین کی بیٹی عائشہ بی بی سے کی۔ دوسرے بیٹے علامہ سید احمد کی شادی کا گھڑے کے علمی گھرانے مولوی غلام قادر کی بیٹی سے ہوئی۔ اس خاندان میں مولوی کلیم اللہ محمیانوی کی شہرت فرنگی محل تک پہنچی اور وہ ان کی علمی مرتبہ سے مرعوب تھے۔ فضل احمد کی شادی بیگوالہ ضلع سیالکوٹ کے عالم جان محمد کی بیٹی سے کی۔ اور مولوی قل احمد کی شادی کالوساہی ضلع گجرات کے عالم محمد بخش کی بیٹی سے کی۔

خان محمد کے پوتوں کی شادیوں کے سلسلے میں یہی معیار رشتہ داری ٹھہرا۔ سید احمد کے بیٹے نجم الدین کی شادی مولوی فضل احمد کی بیٹی سے طے پائی۔ اور مولوی فضل احمد کے بیٹوں کی شادی اپنے ننھال کے ہاں مولوی جان محمد کی بیٹیوں سے ہوئی۔

Marfat.com

مولوی رحیم بخش پسر مولوی فضل احمد کی شادی موضع ترکھ میں قریشی خاندان میں ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد ان کی بیوہ سے مولوی عبدالکریم نے قریشی خاندان سے تعلقات کی بقا کے لئے شادی کر لی۔ اس خاتون کے بطن سے تبسم قریشی پیدا ہوئے۔

مولوی عبدالکریم کی تیسری شادی گجرات کے کھوکھر راجپوت خاندان میں ہوئی۔ اس خاندان کا ایک فرد مولوی خادم حافظ خان محمد کا شاگرد تھا۔ اور حافظ صاحب اور ان کے نبیر گان کے علمی مقام سے واقف تھا۔ اس کی خواہش اور تحریک پر یہ رشتہ استوار ہو سکا۔ راجپوت۔ سورج بنسی اور چندر بنسی راجاؤں کی اولاد میں سے ہیں۔ راجپوت اور جٹ خاندانوں کا مورث اعلیٰ ایک ہی ہے۔ جو لوگ حکومت کے فرد بنے یا جن کا اثر رسوخ حکومتی کارپردازوں میں تھا۔ راجپوت کہلائے۔ اور جو یہ مقام حاصل نہ کر سکے جاٹ کہلائے۔

راجپوتوں کی تاریخ قدیم ترین تاریخوں میں سے ایک ہے۔ تاریخ دان اس کا سلسلہ راجہ پورس سے جوڑتے ہیں اور آج تک راجہ پورس کی 45 نسلیں گزر چکی ہیں۔ جس قوم کی جتنی تاریخ قدیم ہوتی ہے اتنے ہی حقائق ماضی کے اندھیرے میں گم ہو جاتے ہیں اور داستانیں جنم لیتی ہیں۔ راجپوتوں کی لاتعداد گوتیں ہیں۔ اور بے شمار داستانیں ان سے منسوب ہیں۔ جہلم کے علاقے میں مختلف گوتوں کے راجپوت آباد ہیں۔ ان میں نمایاں راجپوت کھوکھر پنڈ دادن خان کے علاقے میں آباد ہیں۔ جنجوعہ راجپوتوں کی گوت بھی اس علاقہ میں ملتی ہے۔

راج پوت زبان کے کھردرے۔ مزاج کے تند و تیز۔ احساس برتری میں مبتلا رہتے ہیں۔ اپنے خیال کو مستند اور رائے کو رائے صائب سمجھتے ہیں۔ دوسرے لوگوں سے حقارت سے پیش آتے ہیں۔ قومی شناخت کا ماضی کی اندھیروں میں گم ہونے کی وجہ برصغیر ہندو پاک کے علاقہ کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ فیاضیوں سے نوازا ہے۔ اس کے چار موسم اپنے میں ایک انوکھی دلکشی رکھتے ہیں۔ موسموں نے اس تغیر و تبدل نے اس کی زمین کو سونا اگلنے کی قوت بخشی۔ طرح طرح کی لہلہاتی فصلیں۔ بہتے دریا۔ پھوٹتے چشمے۔ شجر سائیہ دار۔ بلکہ ثمر آور۔ قدرت نے اس خطے کو ہر نعمت سے نوازا ہے۔ اس علاقے کی یہی خصوصیت بیرونی حملہ آوروں کو حملے کرنے کی ترغیب دیتی رہی۔ جب بھی وسط ایشیا میں بھوک نے ڈیرے ڈالے یہ لوگ اسی علاقے پر چڑھ دوڑے کچھ تو اس کا مال و متاع لوٹ چلے گئے اور کچھ یہاں پر مستقل ڈیرے ڈال لئے۔

اورنگ زیب عالمگیر کی وفات سے لے کر انگریزی حکومت کے استحکام تک کا زمانہ بڑا پُر آشوب رہا۔ بیرونی حملہ آوروں کی یلغار اور اندرونی خلفشار۔ تخت و تاج کے جھگڑے مال و متاع کا حرص

Marfat.com

ولا کچ اس ملک کی نعمتوں کو تاراج کرتے رہے۔

سکھوں کی یورش مرہٹوں کے حملے روہیلوں کی بغاوت مغل شہزادوں کی آپس میں لڑائی۔ نادرشاہ کا حملہ احمد شاہ ابدالی کی یلغار میں اس سرزمین کے باسی۔ جسم وجاں کی حفاظت میں ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں منتقل ہوتے رہے اور اس جدوجہد میں اپنی شناخت گم کر بیٹھے۔ جوروستم کی یہ اندھیری رات جب چھٹی تو قوم کی اصل شناخت گم ہو چکی تھی۔ باقی داستانیں رہ گئیں۔

انگریزی حکومت نے علاقوں کی شناخت۔ اور قبیلوں کی پہچان کرنے میں کچھ اقدام کیے مگر شناخت اب صرف فرضی داستانوں کی مرہون منت ہے۔

اس پرآشوب دور میں لوگوں نے ایک علاقے سے دوسرے علاقوں میں ہجرت کی۔ بہت سے خاندان اجڑے اور دوسری جگہ پر آباد ہوئے۔ ملتان کے قریشی خاندان کے لوگ خان محمد اور حافظ خیر اللہ گجرات آ گئے۔ جہلم سے کھوکھر اور جنجوعہ راجپوت گجرات اور وزیرآباد میں آئے۔

گجرات کے کھوکھر خاندان کا مورث اعلیٰ کا تعلق جہلم کے غیر معروف گاؤں بدھیال غبارہ تھا۔ میاں کمال الدین اولیاء شہید کے نام سے جانے جاتے تھے۔ ان کے صرف اتنے ہی سوانحی کوائف مہیا ہو سکے ہیں۔ ان کے زمانے کا تعین اس پرآسوب دور سے ہوتا ہے۔ جس میں ہر ایک کی شناخت گم ہو چکی تھی۔ کچھ کی صرف نقد جان بچ سکی۔ اور کچھ وہ جنگی خاک ہوا اڑا کر لے گئی۔ ہوا ان کی حیثیت سے آشنا نہ تھی۔ یہ شخصیت ولی اللہ معروف ہے۔ شہید کب اور کسطرح ہوئے۔ کچھ خبر نہیں ملتی ان کے معتقد بھی مٹ چکے ہیں البتہ ان کی اولاد ایک چھتنار درخت کے برگ وبار کی طرح پھولی اور پھیلی اور دور دراز علاقے میں ان کی اولاد کے آثار ملتے ہیں۔ بدھیال ضلع جہلم سے اٹھے اور گجرات کے معروف گاؤں دولانوالہ میں آ گئے ان کی ساتویں نسل کے لوگ گجرات میں دائرہ بلوچاں کی ایک چھوٹی سی مسجد کے متولی اور خطیب کی صورت میں دریافت ہوتے ہیں۔ مولوی کرم الدین۔

مولوی کرم الدین کے دو بیٹے تھے۔ حافظ سلطان اور ڈاکٹر امام الدین۔ حافظ سلطان حافظ قرآن تھے۔ دارا بلوچاں کی مسجد کے متولی زاہد شب زندہ دار۔ چکی کی مشقت ضلع کچہری کے رجسٹرڈ جلد کر کے روزی کماتے۔ سخی۔ خلیق۔ حلیم الطبع۔ صابر۔ شاکر ان کی شخصیت کا خاصہ ہے۔ آپ اپنے محلہ کے دوکاندار کے پاس کچھ رقم رکھ چھوڑتے آپ کے پاس کوئی سوالی فقیر آتا آپ اس کو اپنی چھڑی دیتے دوکاندار اس کو طے شدہ رقم بطور خیرات دیتا اور چھڑی حافظ صاحب کے پاس واپس آ جاتی۔

حافظ صاحب کی اولاد تین لڑکیوں اور ایک بیٹے پر مشتمل تھی۔ سردار بیگم محمد عبدالکریم کے نکاح میں آئیں۔ راقم الحروف کی والدہ ہیں۔ اس رشتہ کے استوار ہونے میں حافظ خان محمد کے شاگرد مولوی

Marfat.com

خادم تھے۔ جو کہ میری والدہ کے نانا تھے۔ رشتہ کی بنیاد۔ حافظ صاحب کی دینداری اور محمد عبدالکریم کے خاندان کے علمی فضیلت تھی۔

میاں عبدالحمید

حافظ صاحب کے اکلوتے صاحبزادے میاں عبدالحمید۔ ایک ایسی شخصیت تھے جس میں ذہانت اور محنت اکٹھی ملتی ہیں۔ اسے خوش بختی کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔

ذہانت اور محنت میاں عبدالحمید کے بخت سکندری کا باعث بنی۔ آپ نے سب انجینئر کی حیثیت سے پنجاب اریگیشن میں ملازمت شروع کی اور ۱۹۴۸ء میں ایکس ای این کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ رسول ہیڈ ورکس کی تعمیر اور تکمیل آپ کی محنت اور کوشش کا نتیجہ ہے۔ آپ اس پروجیکٹ کی خشت اول رکھنے والے بھی تھے۔ اور پایہ تکمیل کی منزل کی ذمہ دار بھی آپ ہی تھے۔ اس وقت کے چیف سیکریٹری نے ہیڈ ورکس کی رسم افتتاح میں آپ کو بہترین کنزکشن انجینئر کے نام سے نوازا اور آپ کی ریٹائرمنٹ کے بعد۔ کنٹریکٹ پر ایک اچھی تنخواہ پر ایک اونچی آسامی کی پیش کش کی۔ مگر آپ نے ریٹائر ہونا منظور کر لیا۔

گجرات میں آپ نے اپنا کاروبا۔ برف کے کارخانے سے شروع کیا۔ میاں آئس فیکٹری برسوں اہل گجرات کو برف مہیا کرتی رہی۔ اس کاروبار میں وسعت آئی تو اس کی شاخ وزیر آباد میں کھل گئی۔ سردیوں کے موسم میں یہ کارخانے چاول چھڑنے کے کارخانوں میں تبدیل ہو جاتے تھے۔ بھٹو صاحب کی تو میانے کی سکیم میں آئے تو میاں صاحب کی یہ پونجی چھن گئی۔

بھٹو صاحب کا جب فیصلہ بدلہ مگر کاروبار کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ چکا تھا۔

میاں صاحب کی ان تھک محنت کا ثمر گلبرک لاہور میں مین مارکیٹ میں ۸ دوکانیں ۱۶ فلیٹ کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس کے علاوہ گلبرک میں تین بیٹوں کے لئے الگ الگ کوٹھیاں تعمیر ہوئیں۔ چوتھے بیٹے کے لئے گجرات میں ۵ بیڈ کا مکان محلہ شاہ حسین میں بنایا گیا۔

میاں صاحب قرآن کا مطالعہ برابر کرتے رہے۔ نماز باجماعت زندگی کا معمول رہا۔ غریب پرور۔ ہمدرد تھے۔ شجر سایہ دار جس کے سائے میں زمانے کے ستائے نہ صرف ستاتے تھے بلکہ ان کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کا سہرا میاں صاحب کے سر پر تھا۔ میاں صاحب کے ۴ صاحبزادے ہیں۔

Marfat.com

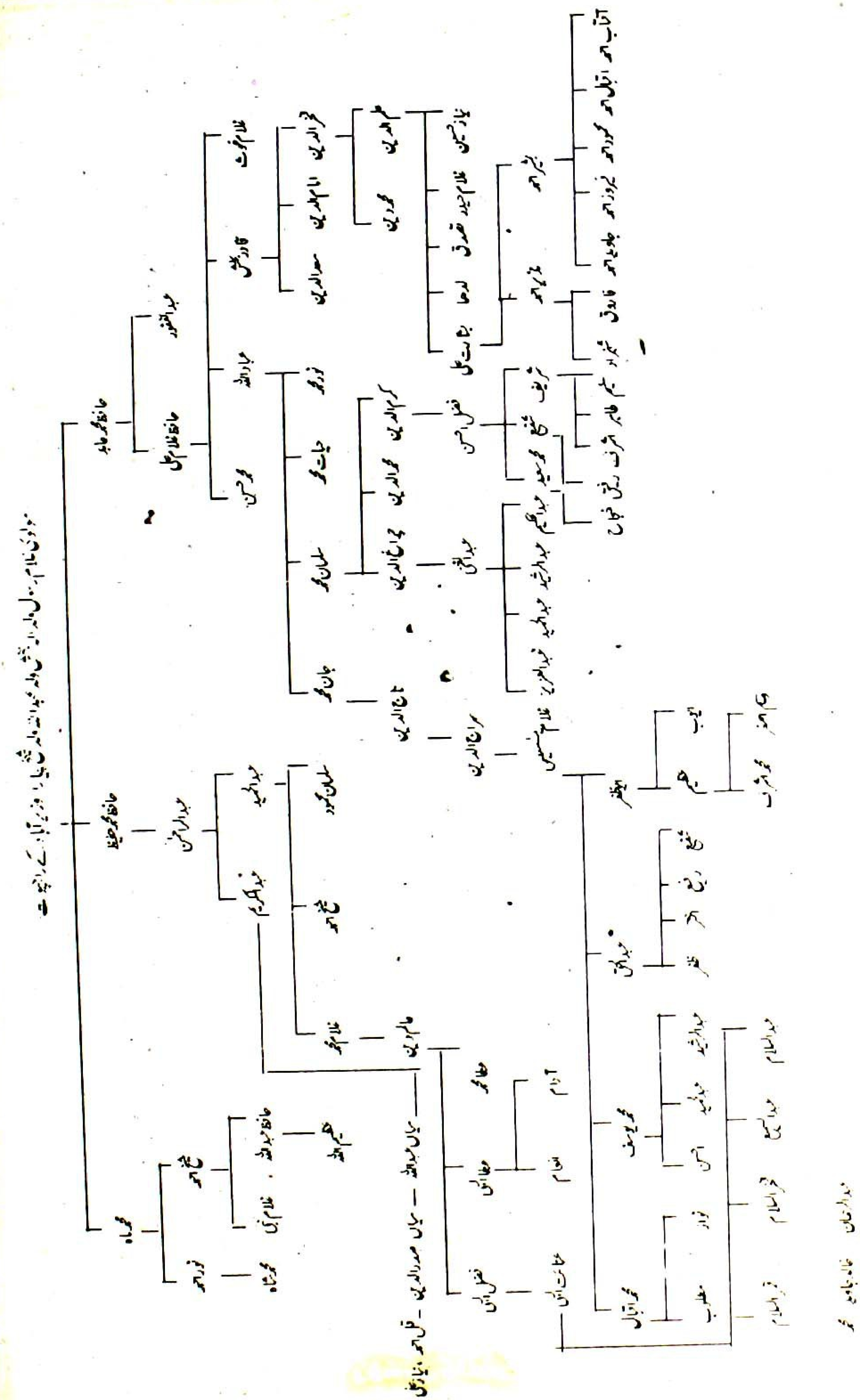

Marfat.com

میاں امان اللہ

میاں امان اللہ سب سے بڑے صاحبزادے۔ برسوں گجرات سرکلر روڈ پر میاں برادرز کے نام پر کیمسٹ کی دوکان چلاتے رہے۔ ان کے دو بیٹے ہیں۔

میاں عنائت اللہ:

میاں امان اللہ سے چھوٹے صاحبزادے ذہین فطین ایم بی بی ایس کر کے امریکہ چلے گئے۔ امریکہ کی ریاست میری لینڈ میں گیسٹر وانٹرلوجی میں تخصص حاصل کر کے پریکٹس کرتے ہیں امریکہ میں ہی شادی کر لی اور وہاں ہی مقیم ہیں۔

میاں احسان اللہ:

میاں صاحب کے تیسرے صاحبزادے۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایم ایس سی کیمیکل ٹیکنالوجی میں کیا اور پنجاب یونیورسٹی کے کیمسٹری کے شعبہ میں پڑھانے پر مامور ہو گئے۔ بطور ہیڈ آف دی پارٹ منٹ ریٹائر ہوئے۔ کینسر کے عارضہ میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے۔ ان کے دو صاحب زادے محمد علی اور احمد علی لاہور میں رہتے ہیں۔

میاں انعام اللہ

میاں انعام اللہ میاں صاحب کے سب سے چھوٹے لڑکے تھے۔ لاہور مین مارکیٹ میں اپنے فلیٹ میں رہائش پذیر تھے۔ گلے کے سرطان میں مبتلا ہوئے اور فوت ہو گئے۔ ان کے ایک صاحبزادے ظفر الحسن اور دو لڑکیاں ہیں۔

ڈاکٹر امام دین

میاں کرم الدین کے دوسرے لڑکے ڈاکٹر امام الدین گجرات محلہ دار بلو چاں میں رہائش پذیر تھے۔ سرکاری محکمہ صحت کے اہل کار تھے۔ ڈاکٹر کہلاتے تھے۔ معاشی لحاظ سے متمول شخصیت ترقی کرنے کے جذبہ سے معمور تھی۔ انہوں نے اپنے بیٹوں کے علاوہ اپنے بھائی کے بیٹے میاں عبدالحمید کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ یہ اس دور کی بات ہے جہاں اعلیٰ تعلیم تو کیا صرف تعلیم کسی کسی کو میسر تھی۔ میاں عبدالحمید نے انجینئرنگ سکول رسول سے ڈپلومہ حاصل کیا۔ ان کے بڑے لڑکے محمد شفیع نے امرت سر میڈیکل سکول میں تعلیم پائی۔ اس سے چھوٹے بیٹے ڈاکٹر عبدالسمیع نے ایم بی بی ایس لاہور میڈیکل کالج سے

Marfat.com

پاس کیا اور سب سے چھوٹے لڑکے نے جیالوجی میں ڈپلومہ روڑکی سکول آف انجینئرنگ سے حاصل کیا۔

ڈاکٹر امام الدین کے صاحبزادے آسمان شہرت پر درخشندہ ستارے بن کر چمکے۔ اور معاشرہ میں قابل ذکر حیثیت کے مالک بنے۔

ڈاکٹر میجر محمد شفیع

امرت سر میڈیکل سکول سے ڈپلومہ حاصل کیا۔ فوج میں اپنی خدمات پیش کیں جنگ عظیم دوم میں سمندر پار مختلف محاذوں پر خدمت سرانجام دیتے رہے۔ پاکستان بننے پر نوشہرہ سنٹرل میڈیکل ڈپو کے کمان افسر مقرر ہوئے۔ میجر کے عہدہ سے 1956ء میں ریٹائر ہوئے۔ ان کی شادی حافظ سلطان کی منجھلی بیٹی نذر بیگم سے ہوئی آپ کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔

ڈاکٹر محمد اقبال

آپ کے بڑے بیٹے ڈاکٹر محمد اقبال۔ لاہور میڈیکل کالج سے ایم بی ایس کر کے امریکہ سے پھیپھڑوں کی بیماریوں میں تخصص حاصل کیا۔ واپس آ کر لاہور میں پریکٹس شروع کر دی۔ ان کی شادی اپنے چچا کی بیٹی صفیہ بانو سے ہوئی۔ آپ کے تین صاحبزادے یاسر اقبال۔ عامر اقبال۔ دونوں ڈاکٹر ہیں اور تیسرے انجینئر ہیں۔

ڈاکٹر محمد رفیع

میجر شفیع کے دوسرے صاحب زادے ڈاکٹر محمد رفیع۔ ایم بی ایس۔ ایف آر سی ایس۔ پروفیسر آف سرجری کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ لاہور میں پریکٹس کرتے ہیں۔

میجر شفیع کے تیسرے صاحب زادے محمد سلیم امریکہ میں ہیں وہاں انجینئرنگ کے شعبہ سے متعلق ہیں۔

فرخندہ

ڈاکٹر محمد شفیع کی تین صاحبزادیاں ہیں۔ بڑی صاحب زادی فرخندہ حال ہی میں فوت ہوئی ہیں۔

Marfat.com

ڈاکٹر نسیمہ

دوسرے صاحبزادی نسیمہ ایم بی ایس کرنے کے بعد اپنے چچا کے ہسپتال میں بطور گائنا کالوجسٹ کام کرتی ہیں۔ اور اپنے چچا سمیع کے لڑکے یوسف سے ہی بیاہی گئی ہیں۔

ڈاکٹر نعیمہ

ڈاکٹر صاحب کی تیسری صاحبزادی نعیمہ شفیع کی شادی ڈاکٹر افضل ریاض سے ہوئی۔ آج کل امریکہ میں مقیم ہیں۔ ڈاکٹر نعیمہ ایم بی ایس۔ اور دماغ امراض کی ماہر ہیں۔

ڈاکٹر کرنل عبدالسمیع

ڈاکٹر امام الدین کے دوسرے صاحبزادے ڈاکٹر کرنل عبدالسمیع آسمان شہرت پر درخشندہ ستارے بن کر ابھرے۔ ایم بی ایس کے بعد ۱۹۲۶ء میں ایم ایس کا امتحان پاس کیا۔ پاکستان بننے پر لیڈی ولنگٹن ہسپتال میں تعینات ہوئے اور گائنا کالوجی میں تخصص حاصل کیا۔ آپ کی مہارت اور قابلیت کے دوست دشمن سارے قائل تھے۔ گلبرک میں سمیع کلینک بنایا۔ اور یہ پرائیویٹ شعبہ میں پہلا باقاعدہ ہسپتال تھا۔ جہاں معیاری سرجری سرانجام دی جاتی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کو ان کی خدمات کے سلسلے میں ستارہ امتیاز دیا گیا۔

ونگ کمانڈر محمد یوسف

ڈاکٹر سمیع کے دو لڑکے تھے۔ بڑے لڑکے یوسف جو ایئر فورس میں ونگ کمانڈر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ ان کی شادی اپنی تایازاد ڈاکٹر نسیمہ سے ہوئی۔ آپ کے دو لڑکے ہیں۔ عمران۔ ایف آر سی ایس گردے کے امراض کے ماہر ہیں اور دوسرے نیورو فزیشن ہیں۔ ان کی دو صاحبزادیاں گائنا کالوجسٹ ہیں۔

محمد ایوب

ڈاکٹر سمیع کے دوسرے صاحبزادے ایوب نے زراعت کے شعبہ میں امریکہ سے تعلیم حاصل کی۔ اپنے تایازاد کی لڑکی سے شادی کی۔ دل کے عارضہ میں مبتلا ہوئے اور فوت ہو گئے۔

روشنی کا سفر

Marfat.com

میاں عبدالمجید

ڈاکٹر امام الدین کے تیسرے صاحب زادے روڑکی انجینئرنگ سکول سے جیالوجی میں ڈپلومہ حاصل کیا۔ ملک کی مختلف آئل کمپنیوں میں بطور جیالوجسٹ کام کرتے رہے۔ آپ آئل اینڈ گیس کے بھی چیف جیالوجسٹ رہے۔

آپ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ ڈاکٹر اشرف مجید۔ ڈاکٹر عشرت مجید۔ ریحانہ مجید انگریزی کی لیکچرار ہیں۔ ان کی شادی ڈاکٹر سمیع کے لڑکے ایوب سے ہوئی۔ چوتھی صاحب زادی فریدہ ایم اے انگریزی زبان میں کیا تھا۔ شاید محکمہ تعلیم سے متعلق ہیں۔

میاں کمال الدین اولیا شہید کی چھٹی پشت میں میاں نورالدین کے لڑکے محبوب عالم کے دو بیٹے محمد انور اور محمد اکبر ہیں۔

محمد اکبر ریلوے میں ٹرین کلرک تھے۔ محمد انور کا تعلق محکمہ تعلیم سے ہے۔ محمد انور کی بیٹیاں علوم شرقیہ کے زیور سے آراستہ ہیں انہوں نے منشی فاضل۔ اور ادیب فاضل کر رکھا ہے۔ اور معلمہ ہیں۔ محمد اکبر کی شادی حافظ سلطان کی چھوٹی صاحبزادی نذیر بیگم سے ہوئی۔ یہ راقم الحروف کی خالہ ہیں۔ انکے ہاں چھ بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ میاں اکبر کے سب بیٹے بخت سکندر لے کر پیدا ہوئے۔ بڑے بیٹے عبدالعزیز کھوکھر نے لاہور مغل پورہ سے بی کلاس ٹیکنیکل ڈپلومہ حاصل کیا۔ بخت نے یاری کی آرڈیننس فیکٹری واہ میں تعینات ہوئے۔ ولایت میں تربیت حاصل کی اور فیکٹری میں سیکشن آفیسر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔

ان کے تین بیٹے ہیں۔ نعیم۔ پولٹری کے شعبہ سے تعلق ہے۔

دوسرے فارمیسی کے شعبہ میں تخصص رکھتے ہیں تیسرے رفیع رضا انجینئر ہیں اور فوج میں میجر کے عہدہ پر فائز ہیں۔

میاں اکبر کے دوسرے لڑکے عبدالرشید انجینئر ہیں۔ اور تیسرے بیٹے محمد سعید سپرنٹنڈنٹ انجینئر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ ان کے تین بیٹے ہیں۔ ایک واپڈا میں ایس ڈی او ہے۔ دوسرا امریکہ میں ڈاکٹر ہے۔ اور تیسرے نے انجینئرنگ میں ایم فل کیا ہے۔ بشیر کھوکھر۔ میاں اکبر کے چوتھے لڑکے۔ ایکس ای این کے عہدے سے ریٹائر ہوئے آپ کی ایک بیٹی ڈاکٹر ہے اور ایک بیٹا ایئر فورس میں ہے۔

صغیر کھوکھر میاں اکبر کے پانچویں لڑکے ڈاکٹر ہیں اور فوج سے لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے

Marfat.com

سے ریٹائر ہوئے۔آپ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے بیٹا ڈاکٹر ہے۔

شبیر کھوکھر اس خاندان کے چھوٹے بھائی ہیں۔تاریخ کے مضمون میں ایم اے کیا۔ڈنگہ ڈگری کالج کے پرنسپل ہیں۔

میاں اکبر کی بڑی صاحبزادی عنائت بیگم سے مولوی محمد عبدالکریم کے بیٹے فضل حسین کی شادی ہوئی۔چھوٹی صاحبزادی نصرت بیگم لاہور میں ہے ان کی شادی قریشی خاندان میں ہوئی ہے۔

میاں الہ دین حضرت میاں کمال الدین کی چھٹی پشت سے ہیں۔الہ دین کی تیسری پشت سے حافظ عبدالحق حافظ قرآن ہیں اور راقم الحروف کی والدہ کے پھوپھی کے بیٹے ہیں دولانوالہ میں رہتے ہیں۔

میاں الہ دین کی دوسری پشت میں میاں خادم حضرت خان محمد کے شاگرد تھے۔ان کے درس سے عالم دین بن کر نکلے۔شاعر تھے۔ان کے منظوم خط قرشیہ لائبریری میں ملتے ہیں۔راقم الحروف کی نانی کے والد تھے۔

مولوی عبدالکریم کی شادی اس راجپوت خاندان سے طے کرانے کا سہرا میاں خادم کے سر پر ہے۔

میاں اکبر۔انور۔کے تیسرے بھائی افضل کی اولاد میں خالد۔واجد۔اور اسلم دولانوالہ میں مقیم ہیں۔

گجرات کا کھوکھر خاندان راج بنستی ساکنان گجرات گوہر خاں راجپوت کھوکھر اس خاندان کا سربراہ تھا۔اس کی دسویں پشت میں قاضی نصیرالدین کی شادی قلعہ دار کے محمد یار قریشی کی صاحبزادی عابدہ بنت محمد یار سے ہوئی۔ان کی اولاد میں عبدالحکیم۔نور بیگم اور محمد امین تھے۔قاضی عبدالحکیم جس کا محکمہ مال سے تعلق تھا۔اور پٹواری کے عہدہ پر فائز تھا۔لالہ موسیٰ میں مقیم تھا۔پرانی طرز کے وضع دار لوگ تھے۔حفظ مراتب کا خاص خیال رکھتے۔قاضی عبدالحکیم کے چار بیٹے ہیں۔اور چار ہی بیٹیاں تھیں۔قاضی عبدالحمید قاضی عبدالحکیم کے بڑے بڑے تھے پولیس میں ملازم تھے۔منجھلے بیٹے قاضی فرید محکمہ جیل میں ملازم تھے۔تیسرے صاحب زادے عبدالمجید پولیس کے محکمہ میں اے ایس آئی تھے۔محمد زمان چوتھے صاحب زادے تھے۔پنجاب ٹرانسپورٹ میں ملازم تھے۔

قاضی عبدالحکیم کی بڑی صاحب زادی زبیدہ کی شادی قلعہ دار کے مولوی غلام نبی لڑکے محمد ہاشم سے ہوئی۔اور سب سے چھوٹی صاحبزادی ارشاد بیگم کی شادی مولوی محمد عبدالکریم کے لڑکے محمد حیات قریشی سے ہوئی۔

Marfat.com

گوہر خان راجپوت ککھوکھر چندربنسی گجرات

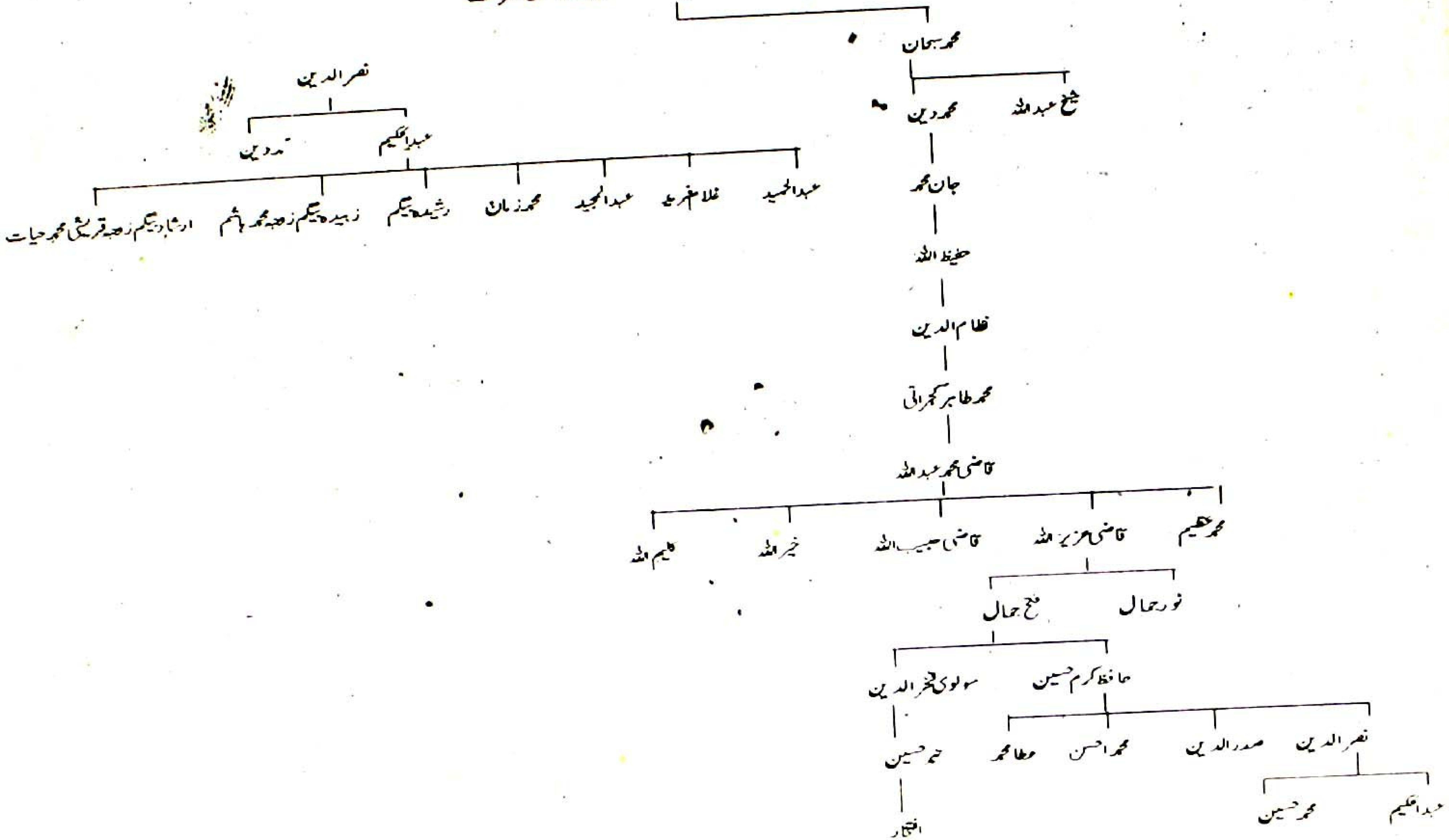

Marfat.com

گوجرانوالہ کے کھوکھر راجپوت

گوجرانوالہ کے کٹرہ حاکم رائے ہیں کھوکھر راجپوت خاندان کا فرزند قاضی فیض الحق مقیم تھا۔ نہر کے محکمہ ضلع دار تھا۔ ریٹائر ہو کر کٹڑے حاکم رائے میں رہائش پذیر تھا۔ شرافت اور نجابت کی دولت سے مالا مال تھا۔ یہی اس کی پہچان تھی۔ ان کی صاحبزادی اقبال اختر کی شادی ڈاکٹر احمد حسین ہوئی۔ قاضی صاحب کے صاحبزادے عباس ریلوے کے انجینئرنگ شعبہ سے ایگزیکٹو انجینئرنگ کے شعبہ عہدہ سے ریٹائر ہوئے اور لاہور میں مقیم ہوئے۔

سوک کلاں کے کھوکھر راجپوت

شہر گجرات کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ بنی نوح آدم کی۔ تاریخ کی قدامت میں ایک ہی نقص ہوتا ہے کہ حقائق قیاس کی وادیوں میں گم ہو جاتے ہیں اور ما فوق الفطرت کہانیاں جنم لیتی ہیں۔ یہ کہانی تواتر کے ساتھ سنی جارہی ہے کہ زمین کا خطہ جو سطح آب پر پہلے پہل نمودار ہوا وہ ہمالیہ کی چوٹیوں کے علاوہ وادی کشمیر اور اس کا دامن۔ دوآبہ چج جس میں گجرات واقعہ ہے۔ قدیم ترین علاقہ بنتا ہے۔ دوسرا مفروضہ پہلا انسان سطح مرتفع پر نمودار ہوا۔ اور یہ کہانی بھی عام ہے کہ اس شہر کے شمال مغرب میں بھڑیلہ شریف میں آدم علیہ اسلام کا بیٹا دفن ہے۔

موجودہ گجرات اکبر اعظم نے آباد کیا۔ مغل بادشاہ کشمیر جائے تو لاہور سے اس علاقے گزارتے جو ایک ٹیلہ تھا۔ جو ویران تھا۔ یہاں پر دو قوموں کے مویشی چراتے تھے۔ گجر اور جاٹ آپسمیں لڑتے رہتے اکبر نے اس ٹیلے پر شہر آباد کرنے کا حکم دیا ۹۹۷ھ میں گجرات آباد ہو گیا۔ گجرات بہ سعی اکبر آباد۔

مغل بادشاہ بھمبر کے راستے کشمیر میں داخل ہوتے گجرات کے شمال مشرق کے علاقے سے گزرتے۔ جہاں بادشاہ گزرتے وہاں زندگی بڑے آب و تاب سے گزرتے جلوہ گر ہوتی۔ بادشاہ کے لاؤ لشکر کی ضروریات پوری کرنے کی خاطر۔ منڈیاں آباد ہوئیں۔ بازار سجتے۔ کاروبار کا مواقع جنم لیتے اور آبادیاں ترتیب پاتیں۔ گجرات کی شمال مشرق کے علاقہ میں ایسے گاؤں آباد ہیں جن کے نام سوک احمد خاں اور سوک کلاں ہیں۔ یہ گاؤں دراصل بازار تھے جو کہ شہنشاہ کے لاؤ لشکر کی ضروریات پوری کرتے تھے۔ سوک کلاں میں ایک شخص صدر الدین آکر فروکش ہوا۔ اس شخص کے سوانحی حالات ماضی کی میراث بن گئے سوائے نام کے اور کوئی چیز نہیں ملتی اس کے متعلق۔ یہ نام بھی اس لئے باقی رہا کہ یہ ایک

Marfat.com

متمول شخصیت تھی۔ شائد تجارت کی غرض سے آیا ہوگا۔ یہیں کا ہو رہا۔ زمین خریدی اور یہی زرعی زمین اس کے تعارف کا باعث بنی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شخص رسول نگر ضلع گوجرانوالہ سے آیا تھا۔ کاروبار کے سلسلے میں بس گیا ہوگا۔ اس کی پانچویں نسل سے ایک پڑھی لکھی شخصیت کے خدوخال ملتے ہیں۔ محمد امین جس کے متعلق بھی مختلف روایات ملتی ہیں۔ ایک روائت کے مطابق یہ شخص طبی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ اور لدھیانے میڈیکل کالج کا طالب علم تھا۔ دوسری روائت میں یہ شخص کابل میں محکمہ تعلیم کا ڈائریکٹر تھا۔ Director تھا۔

سوک کلاس میں زرعی زمیں کے علاوہ گجرات سول لائنز میں ۴۲ مرلہ پر ایک کوٹھی جس کی ترتیب انگریزوں کے ذوق اشیاں بندی کی غماز ہے۔ ایک ہال کمرہ اس کے دونوں طرف ریٹائرنگ روم برآمدے آگے پیچھے۔

محمد امین کے زیر مطالعہ کتاب Merchant of Vennus راقم الحروف کی نظر سے گزری ہے جو ۱۸۹۲ء میں ان کے زیر مطالعہ رہی۔

مولوی محمد امین نے اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم دلائی۔ یہ اس دور کی بات ہے جب اعلیٰ تعلیم کسی کسی کا مقسوم ہوتی۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ عطاءاللہ۔ حمیداللہ۔ ذکاءاللہ۔ عبداللطیف۔ عبدالرشید۔

عطاءاللہ بی اے ایل ایل بی۔ وکیل تھے۔ علامہ مشرقی کے پروگرام سے متعلق تھے۔

ذکاءاللہ اور عبداللطیف کے صرف نام کی مہیا ہو سکے ہیں۔ عبدالرشید محکمہ صحت کے اہل کار تھے۔ ان کے تین بیٹے۔ چنگیز خان۔ امریکہ میں رہتے ہیں شاہ رخ گجرات میں دالا زمین میں مقیم ہیں۔ عامر رشید ڈاک ٹیلی فون کے محکمہ میں ملازم ہیں۔

حمیداللہ نے روڑکی سے انجینئرنگ کالج میں تعلیم پائی۔ ٹاؤن پلاننگ ڈپلومہ حاصل کیا۔ پھر ایران چلے گئے۔ ایران سے واپس لوٹے تو ہندوستان کی مسلم ریاست بھوپال میں ۷۰۰ مربع زمین جو جنگلات پر مشتمل تھی خریدی اور آبادی کا کام شروع کیا۔ اپنے بھائی عبداللطیف کو ساتھ بھوپال لے گئے۔

ہندوستان تقسیم ہونے کے منصوبے بن رہے تھے۔ مگر حمیداللہ صاحب نے اس پہلو پر کوئی توجہ نہ دی آپ گجرات آئے۔ اور عبداللطیف بھوپال میں تھے۔ ملک میں فسادات شروع ہوگئے۔ عبداللطیف گجرات نہ آسکے اور حمیداللہ بھوپال نہ جاسکے۔ زمین ہندوستان کی حکومت نے ضبط کر لی۔ حمیداللہ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔

بیٹے طارق حمید۔ خالد حمید۔ یاور حمید۔ خاور حمید۔ طارق حمید ایم اے شماریات نوکری کی ابتدا محکمہ زراعت سے کی پھر پی آئی اے میں ملازم ہوگئے۔ جنرل منیجر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ ان کا

Marfat.com

ایک بیٹا رضوان راشد اور بیٹی عالیہ طارق ہے۔

خالد حمید نے زمیندار کالج سے بی اے کیا۔ P.I.A میں ملازم تھے۔ ریٹائر ہو گئے ہیں ان کا ایک بیٹا ہشام خالد ہے۔ جو کہ انگلستان میں مقیم ہے۔

خاور حمید بی اے کرنے کے بعد جرمنی چلے گئے اور وہاں ہی رہ گئے۔ ان کی دو بیٹیاں ہیں ایک بیٹی جرمن کی یونیورسٹی میں صحافت کی پروفیسر ہے۔

یاور حمید گورنمنٹ انجینئرنگ کالج سے بی ایس سی کیا۔ کچھ عرصہ واپڈا میں انجینئر کے طور پر کام کیا پھر NESPAK میں آ گئے۔ National Draingage میں کام کرتے رہے۔

آپ اعلیٰ ذوق کے مالک ہیں۔ آپ کی ایک لائبریری جس میں ہر موضوع پر کتاب مل جائے گی اور آپ کتابیں صرف اکٹھی ہی نہیں کرتے بلکہ ہر کتاب پر ان کے زیر مطالعہ رہی ہے۔ سائنس۔ ادب۔ فلسفہ۔ تصوف ہر موضوع پر بات بڑے یقن سے کر سکتے ہیں۔

حمید اللہ صاحب کی بیٹی فوزیہ حمید سے راقم الحروف کرنل مظہر حسین کی شادی ہوئی۔ دوسری فرخندہ کی شادی ان کے خالہ زاد ارشد حسین سے ہوئی جو کہ واہ آرڈیننس فیکٹری میں ڈائریکٹر تھے۔

یاور حمید کے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ ان میں افشاں کرن کی شادی میرے بیٹے میجر اظہر وقاص سے ہوئی ہے۔

وزیر آباد کے راجپوت کے ساتھ رشتہ داریاں

سیالکوٹ کی جانب سے ایک نو بیاہی دولہن کی ڈولی وزیر آباد آ رہی تھی۔ وزیر آباد کے قریب ایک نالہ عبور کرنے کے لئے دولہن کو ڈولی سے نکل کر نالہ عبور کرنے کے لئے کہا گیا۔ دولہن نے انکار کر دیا۔ اور والد سے تقاضا یہ کیا کہ اس نالہ پر پل بنوا دے تا کہ میں ڈولی میں بیٹھ کر نالہ عبور کروں۔ والد نے تقاضا پورا کرنے کی خاطر برات کا کیمپ نالہ کے قریب لگا لیا۔ اپنی بیٹی کی تمنا کی خاطر پل بنوا دیا۔ لاڈلی بیٹی کی ڈولی پل سے گزر گئی یہی پل آج لاڈو کی پلی کے نام سے مشہور ہے۔

قلعہ دار کے قریشی خانوادے کی چھ لاڈلی بیٹیاں وزیر آباد بیاہی گئیں۔ ان کے گزرنے کے لئے جو پل تیار ہوا اس میں سریہ اور سیمنٹ کی بجائے۔ دینداری۔ علم دین سے محبت۔ زہد۔ پرہیز گاری۔ علم پروری کا مٹریل استعمال کیا گیا ہے۔

وزیر آباد دریائے چناب کے کنارے مغلیہ دور حکومت کی حسین و جمیل یادگار ہے۔ شاہ جہاں کے دور حکومت میں حکیم علم الدین خان المقلب نواب وزیر خان بانی مسجد وزیر خان لاہور نے ۱۰۴۵ء

Marfat.com

میں آباد کیا۔

تقسیم ملک سے پہلے اس شہر کی اہمیت اس کے محل وقوع کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ریلوے کے نظام سے یہ شہر جموں سیالکوٹ کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ دوسری جانب فیصل آباد ملتان سے منسلک تھا۔ جرنیلی سڑک پشاور۔ کراچی کے ساتھ ساتھ ریلوے لائنیں بھی براہ راست آمد و رفت تھیں۔

جنگ عظیم دوم میں چاقو۔ چھریاں۔ اور کٹلری کی صنعت نے اس شہر کو شہرت دوام بخشی۔

اس شہر کی مٹی مردم خیز ہے۔ اس شہرت کے سپوت منصۂ شہود پر بڑی آب و تاب سے چمکتے رہے اور اب بھی چمکتے ہیں۔ جسٹس انوار الحق سپریم کورٹ کے جج۔ شیخ عبدالرحمٰن ہائی کورٹ کے جج۔ حمید احمد خان وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی۔ اس سرزمین کے ناز پروردہ تھے۔ نقل مکانی کر کے لاہور جا بسے۔

آسمان صحافت کا درخشندہ ستارہ۔ جنگ آزادی کا نڈر سپاہی مولانا ظفر علی خان کا تعلق بھی اسی سرزمین سے تھا۔

اسلامی ناول نگار اور صاحب طرز ادیب نسیم حجازی نے وزیر آباد سے تعلیم حاصل کی ۱۹۳۰ء میں مشن ہائی سکول وزیر آباد کے طالب علم تھے۔ اس کے علاوہ سید برکت علی گوشہ نشیں و ادب کا ایک تبحر عالم تھا۔ ماضی کی دبیز تہوں میں گم ہو گیا۔ حال کے ہونہار صحافی عطا الحق قاسمی بھی وزیر آباد میں پل کر جواں ہوئے۔

وزیر آباد کے قدیم علمی ماحول ہمارے موضع سے باہر ہے مگر زمانہ قدیم کے شیخ سعد اللہ۔ مولوی گل محمد مفسر قرآن جن کی تفسیر کا معیار رازی اور بیضاوی کے اسلوب ملتا ہے۔ انہوں نے قرآن مجید کی ۲۳ مشکل آیات کی تفسیر عربی زبان میں لکھی۔ تصوف کے موضوع پر کئی کتابیں لکھیں۔ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹ کی کتاب خیالی پر حاشیہ لکھا۔

تاریخ میں ایک شاعر کا تذکرہ ملتا ہے کہ اس نے فارسی کا شعر لکھا۔

اگر آں ترک شیرازی بدست آور دل مارا
بہ خال ہندواش بخشم سمر قند و بخارا را

یہ شاعرانہ تعلّی تھی اور بادشاہ کے حضور میں ناراضگی کا باعث بنی۔ نواب وزیر خان کے نبیرہ ایزد بخش نے ان جذبات کو عملی صورت دی اور شہر وزیر آباد مع اراضی اور چاہ دیوان ٹھا کر داس کی دوستی کے نذر کر دیے۔ اور تحفہ میں وزیر آباد کی تملیک نامہ دوستی کا معیار دیوان ٹھا کر داس سے محبت کا غماز ہے۔

Marfat.com

سوک کلاں کے راجپوت

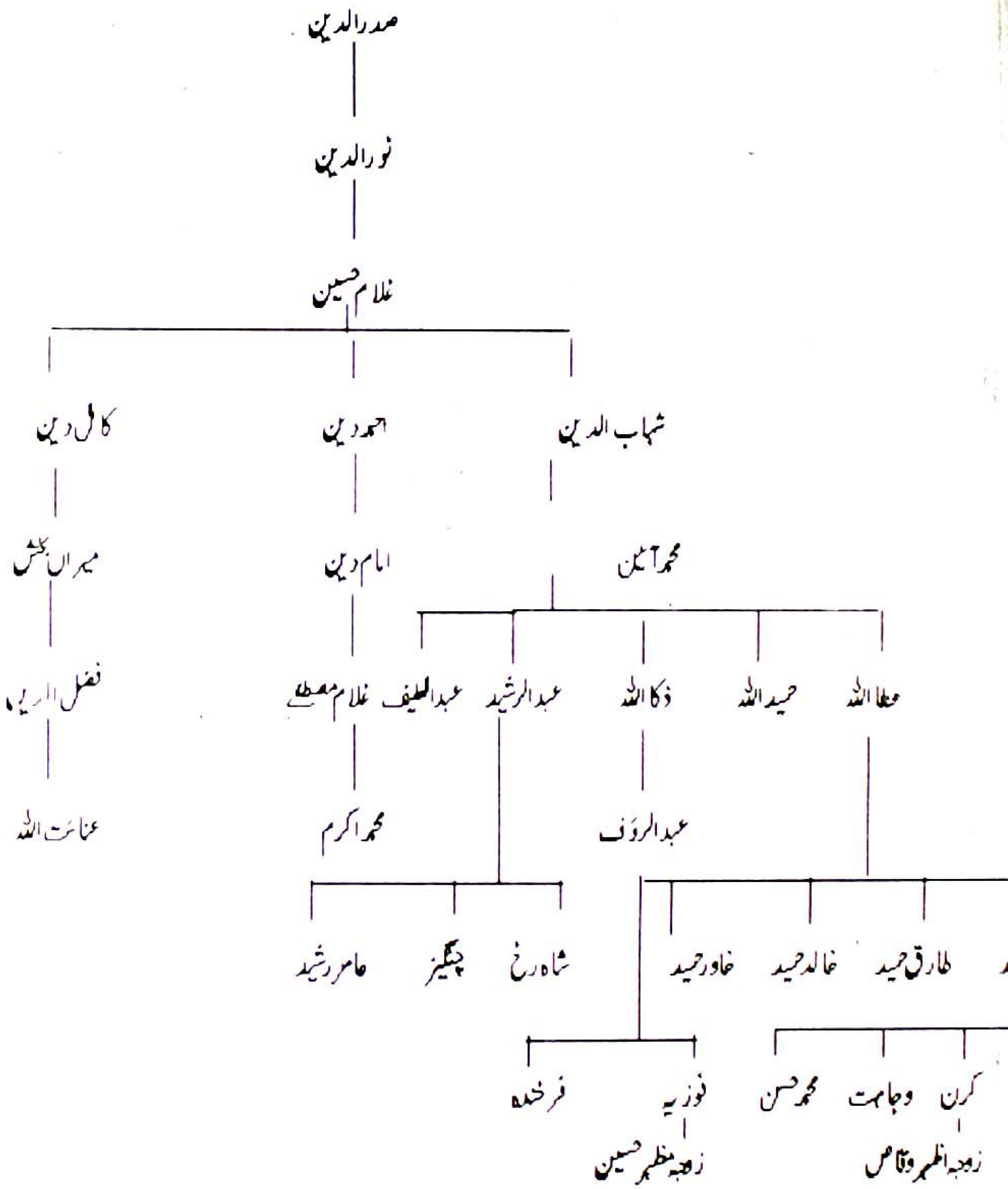

Marfat.com

خان محمد قریشی کی رشتہ داریاں

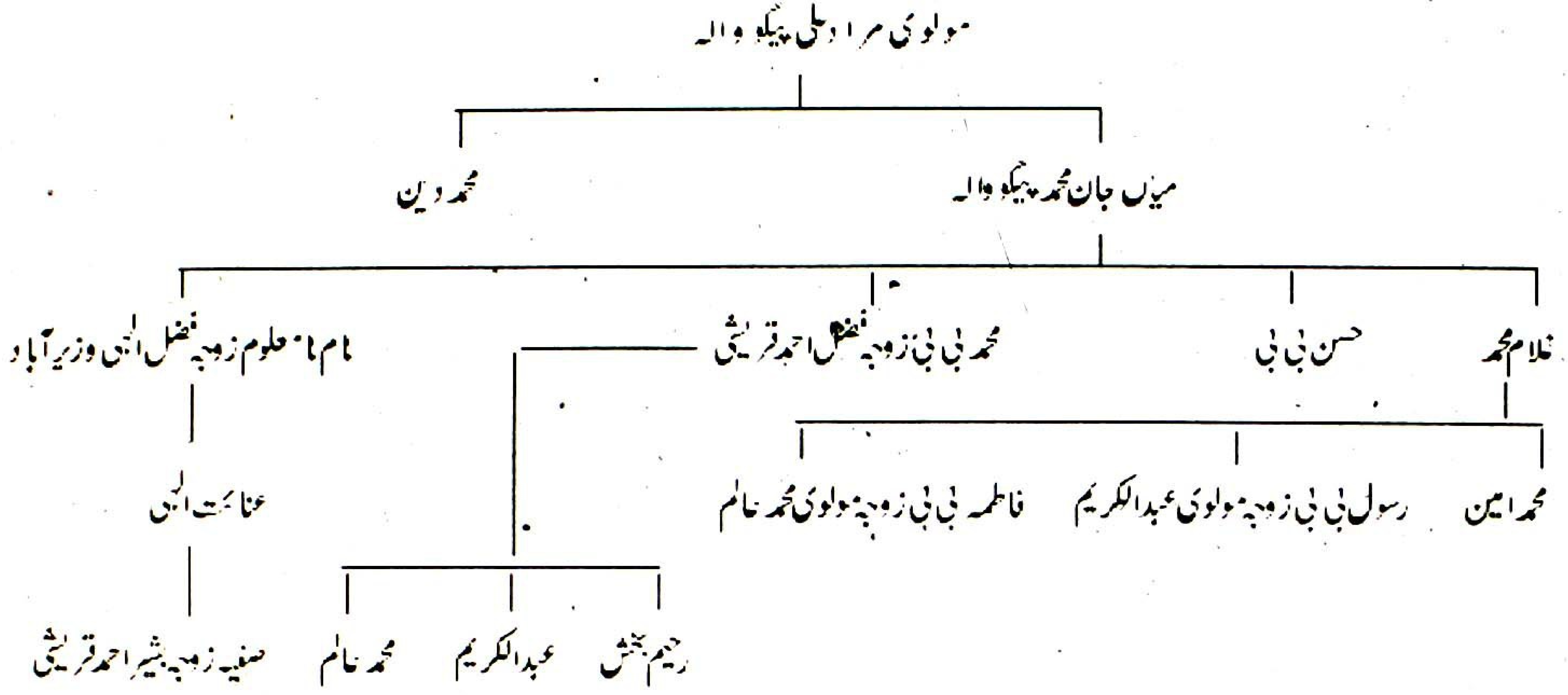

Marfat.com

Marfat.com

تملیک نامہ

دریں وقت اراضی تمام بیلہ تاحد چناب و چاہاں ہ شامل شہر وزیر آباد تملیک جدی مرحومی حضرت وزیر خاں است بہ رضا و رغبت خود بمشق مہربان لاکرٹھا کرداس دوگل براہ محبت بلگاوورثا بخشیدم و دادم کہ بمرضی خود درآبادی آں جاشاغل باشند و دیگری را سوائے ایشاں وراں تصرف و دخل نہ ماند اگر بعد ازیں کے نوشتہ یا بانوشت سابق یارو سوائے اقرار ہذا آنا مسموع و نامقبول است بنا بریں حمید سطور بطریق کاغذ تملیک بمر خود نوشتہ دادہ کرفی الحال سند باشد

تحریر ماہ بھادوں ۱۹۰۴ء سمت بمقام لاہور ستد بماقیہ حکیم کلیم اللہ گواشدہ سرفراز

اس رجسٹری پر دو گواہوں حکیم اللہ اور سرفراز جنجوعہ وزیر آبادی کے دستخط موجود ہیں۔

مغلیہ سلطنت کا چراغ گل ہو رہا تھا۔ ملک میں مرکزی حکومت بے بس ہو چکی تھی۔ اندرونی خلفشار زوروں پر تھی۔ سکھ مرہٹے۔ روہیلے مغلیہ سلطنت کے متبادل قوت بننے کی کوشش میں تھے۔ بیرونی حملہ آور بھی اس موقع سے فائدہ اٹھانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی نادر شاہ، احمد شاہ ابدالی۔ حملہ آور ہو رہے تھے اور ملک میں لوٹ کھسوٹ۔ بدامنی۔ فساد۔ قتل و غارت کا دورہ دورہ تھا۔ پنجاب اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ عوام اپنی جان کے امان کے لیے جائے امان ڈھونڈ رہی تھی۔ چنانچہ اس دور میں بڑے پیمانے پر آبادی ایک جگہ سے دوسری جگہ میں منتقل ہو رہی تھی۔

ضلع جہلم کے گاؤں گڑھ کھیالہ کا ایک ہندو راجپوت خاندان نقل مکانی کر کے وزیر آباد میں آبسا اور مشرف اسلام ہوا۔ یہ اس خاندان کی خلوص نیت کا نتیجہ تھا کہ اس کی نسل سے حافظ قرآن در حافظ قرآن اور عالم دین در عالم دین پیدا ہوئے اور یہ سلسلہ دو سو سال تک جاری رہا۔ شیخ پیارا کی اولاد کا سلسلہ عبدالبدوح سے شروع ہوتا ہے۔ اس شخصیت کے خدوخال ماضی کے اندھیروں میں گم ہو چکے ہیں۔ صرف نام باقی رہ گیا ہے۔ یہی حال اس کی بعد کی تین نسلوں کا ہے۔ عبدالبدوح کا بیٹا الٰہی بخش۔ الٰہی بخش کا بیٹا غلام رسول کے حالات کتابوں میں ملتے ہیں۔ سرسری طور پر۔ ان کے دستیاب شدہ حالات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ عابد تھے۔ شب زندہ دار حافظ قرآن کے علاوہ تصوف سے شغف رکھتے تھے۔ قرآنی سورتوں کے عامل تھے اور مختلف وظائف اور ادوار کے عامل تھے۔ مولوی غلام رسول شاعر تھا۔ فارسی زبان میں شعر کہتے تھے۔ حافظ غلام رسول کے بیٹے حافظ محمد عابد کے حالات زندگی کچھ ان کی تحریروں میں ملتے ہیں۔ حافظ محمد عابد کی اولاد کا سلسلہ اب بھی وزیر آباد میں موجود ہے لیکن ان کی اولاد کی نسبت وہ بوسیدہ دریدہ کرم خوردہ اوراق زیادہ بولتے ہیں۔

Marfat.com

مولوی محمد عابد مقتدر عالم دین تھے۔ان کی ساری زندگی درس وتدریس میں گزری واعظ تبلیغ ان کا پسندیدہ شغل تھا۔ان کے دوسو کے قریب فقہی فتوے ملتے ہیں جن پر علمائے عصر کی مواہیر ہیں۔اس کی فقہی مقام کا تعین کرتے ہیں ان فتوؤں پر دیگر علمائے عصر کی مواہیر کے مقابلے میں مولوی محمد عابد کی مہر نمایاں مقام رکھتی ہے۔اس دور میں کوئی فتویٰ توسیق نہیں حاصل کرتا تھا جب تک مولوی محمد عابد کی مہر اس پر ثبت نہ ہو۔مولوی محمد عابد کا زمانہ علم وحکمت کا زمانہ تھا۔یہ حقیقت ان فتووں سے ظاہر ہوتی ہے۔

مولوی محمد عابد کی مہر کے ساتھ جن علمائے عصر کی مواہیر ثبت ہیں ان کے نام صرف مواہیر میں ہی رہ گئے ہیں۔ان سرمایہ افتخار لوگ کے نام ونشان بتانے سے خاک گورستان بھی معذور ہے۔جس کے سپرد یہ لوگ کردیے گئے تھے۔یہ فتویٰ ان کے عالمانہ شکوہ کی شہادت دیتے ہیں۔

مولوی محمد عابد معقول اور منقول دونوں طرز کے علوم پر استادانہ دسترس رکھتے تھے۔درسی کتابوں پر حواشی لکھتے تھے یہی اس دور کا مذاق تھا۔یہی تحریریں ان کے کوائف اور حالات زندگی کی نشان دہی کرتی ہیں۔

ایساغوجی۔علم منطق کی کتاب ہے۔اس کے مصنف ایثر الدین الدیری ہیں یہ کتاب مدتوں مدارس نظامیہ میں متداول رہی۔متعدد عالموں نے حاشیے لکھے۔مولوی عابد نے اس کی شرح لکھی جو کہ ضائع ہوچکی ہے۔

مجموعہ ادوار ووظائف:

اس منطق کی کتاب کے بعد آپ ادوار وظائف کی طرف مائل ہوئے لکھتے ہیں۔

بعد تضیع اوقات کہ در شرح ایساغوجی مدتے صرف کردم بعدہ تصنیف ادوار وظائف چنگل مردم۔

ادوار وظائف کا نسخہ مرتب کیا گیا اس نام مطلوب المتاجین اور محبوب السائلیں رکھا گیا۔

اس کتاب میں معاصر صوفیائے کرام سے مل کر وظائف حاصل کرنے اور اجازت طلب کرنے کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔یہ کتاب مجموعہ وظائف بھی ہے۔اور اس دور کے صوفیائے کرام کا تذکرہ بھی۔اس کتاب میں ان صوفیائے کرام کے نام بھی اتے ہیں جو صرف اس کتاب کے باعث زندہ ہیں۔اس کتاب کے ساتھ ان بزرگوں کی یادیں بھی ابدی بند سو جائیں گی۔اس کتاب کا نسخہ ان کے عزیز عبدالعزیز کے پاس گوجرانوالہ ان کی اولاد میں ہے اور تباہی کے کنارے سسکیاں لے رہی ہے۔

یہ کتاب مولوی محمد عابد نے ۱۱۴۰ھ میں تصنیف کی اس کے تیرہ باب ہیں۔اور ہر باب میں

Marfat.com

متعدد فصلیں ہیں۔ باب اول در ایمان۔ باب دوم وسعت رزق۔ باب سوئم دافع ہم وغم۔ چہارم ادائے قرض۔ پنجم دافع خوف۔ ششم در آمین مقالہ۔ ہفتم فی العقیم۔ ہشتم۔ واقع دردزہ۔ نہم ادوار متفرقات۔ دہم اوجاع بدن۔ یازدہم فی السحر سیزدہم وقضائے جاجات۔ اس کتاب کی ترتیب میں مولوی محمد عابد نے دو سو کتاب کا مطالعہ کیا جنکی فہرست اس کتاب کے آخر میں درج ہے۔

ادمیہ۔ ادوار۔ عوامل بالا سناد بزرگاں ذاتی تجربات بزرگان اس کتاب کی زینت ہیں ادوار وظائف دوسو کتاب کے نچوڑ ہیں۔

اسناد حزب البحر اور دافع ملحدین بھی ان کتاب کی تصانیف میں شامل ہیں جو کہ تلف ہو چکی ہیں۔

ترجمہ قصیدہ غوثیہ:

آپ تصوف میں سلسلہ قادریہ سے منسلک تھے۔ اور قادریہ سلسلہ کے بزرگوں کی طرح پیران پیر سے بے بعد عقیدت رکھتے تھے۔ اس عقیدت کے احترام میں انہوں نے پیران پیر کے قصیدہ غوثیہ کا تحت اللفظ ترجمہ تصنیف کیا۔ اس پر ملا فضل اللہ سیالکوٹی نے اپنے قلم سے حواشی لکھے۔

حل المشکلات:

قصیدہ غوثیہ کی مبسوط شرح لکھی اس کا ابتدائیہ تو فارسی میں ہے باقی تمام شرح عربی زبان میں ہے۔

فتاوی مولوی محمد عابد:

آپ کا اصولی موضوع فقہ حنفیہ تھا۔ اپنے عصر کے عالموں میں کمال کا تفوق رکھتے تھے۔ عربی فارسی میں بے شمار مسائل حل کر کے ایک فتاویٰ بھی ترتیب دے رکھا تھا۔

نجات المساکین

فارسی زبان میں مختصر رسالہ جس میں کلمہ شریف کے ورد کے طریق اور آداب تحریر کئے ہیں۔

مرغوب القلوب

حرمت تمباکو کے متعلق بحث کی ہے اور تمباکو کی اصباعت ظاہر کی ہے۔ ابتدایہ فارسی میں اور متن عربی میں ہے۔

فرائض محمد عابد

Marfat.com

عبداللہ لاہوری اور حافظ برخودار کی تقلید میں پنجابی نظم میں کتاب تصنیف کی۔ کتاب ضائع ہوچکی ہے البتہ اس کے حوالے دوسری کتابوں میں ملتے ہیں۔

رسالہ عقیقہ

پنجابی نظم میں ایک رسالہ انواع عبداللہ لاہوری اور حافظ برخوردار کی تقلید میں لکھا۔ فقہ حدیث کی مستند کتابوں کے حوالے سے عقیقہ کے متعلق مسائل بیان کیے اس رسالہ میں مندرجہ ذیل کتب کے حوالے درج ہیں۔ صحیح بخاری۔ تحفۃ الحسینی۔ خلاصۃ الفقہا۔ ارشاد المعلمین۔ مصباح الفرائض۔ جامع المفرقات خزانہ۔ مرات الصفا۔ احیاء العلوم۔ مفاتیح الجنان۔ شرح ملا علی قاری۔ کنز العباد۔ فوائد فیروز شاہی۔ نافع المسلمین شرح حصن حصین۔ حجۃ السلام۔ اس کتاب کے مطالعہ سے محمد عابد مزید آبادی کی علمی عظمت نمایاں ہوتی ہے۔

فارسی زبان میں ایک علمی اور دینی مباحثہ کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ جو کہ موضع رسول نگر چوہدری غلام محمد غلام محمد سرور چٹھہ کے زیر اہتمام ہوا۔ مسئلہ زیر بحث تھا کہ قیامت کے دن بخش اللہ کے فضل و کرم سے ہوگی۔ یا عمل سے۔ یہ مباحثہ مولوی محمد عابد کی علمی تفوق کی دلیل ہے۔

مولوی عابد کی خطاطی:

اس دور کی بات ہے جب چھاپہ خانہ ایجاد نہیں ہوا تھا۔ علماء کتابیں اپنے قلم سے مہیا کر لیتے۔ مولوی عابد وزیر آبادی نے بھی کچھ کتابوں کو حیات جاویداں عطا کی اور ان کے اعلیٰ وارفع تجدیدی نسخے تیار کیے۔

ہدائیہ شریف پر اپنے قلم سے حواشی درج کیے۔

رسالہ مہتدی۔ سراجی۔ قصیدہ غوثیہ پر آپ سے حواشی درج ہیں۔

مناقب غوثیہ مصنف محمد صادق شیہانی کی تجدیدی نقل تیار کی۔

مولوی محمد عابد وزیر آبادی کے دو لڑکے تھے۔ بڑا عبد الغفور اس کے حالات ماضی کے اندھیروں میں گم ہوگئے۔ دوسرا غلام علی نے باپ کی عظمت کو برقرار رکھا۔ غلام علی کے تفصیلاً حالات تو نہ مل سکے البتہ چند پنجابی فقہی مسائل پر مولوی غلام علی قلم پر گرفت کی عظمت نمایاں ہوتی ہے۔

مولوی غلام علی خطاط بھی تھے اور مجلد بھی آپ نے بڑی نادر نایاب کتابوں کی تجدیدی نقل تیار کی اور ان کو نئی زندگی بخشی۔ جلد سازی کا فن کسی کسی کو حاصل تھا۔ وسائل مہیا نہ تھے اور جلد ساز خال خال تھے۔ مولوی غلام علی نہایت عمدہ جلد بناتے تھے۔

Marfat.com

اس دور کے فارسی شاعر میاں اللہ جوایا شوق صاحب دیوان شاعر تھے۔ طبیب بھی تھے اور اعلیٰ درجہ کے خطاط بھی آپ نے مثنوی مولانا روم کا اپنی قلم سے خوش خط نسخہ تیار کیا اس کی شرح اس مثنوی کے حاشیے پر درج کی۔ اس نسخہ کی ندرت کی دھوم علاقہ میں پھیلی آپ نے یہ مثنوی مولوی غلام علی کو جلد کرانے کے لئے دی۔

مولوی غلام علی نے جلد سازی کے دوران اس مثنوی کے چند اوراق کے حواشی کاٹ دیے۔ اللہ جوایا شوق غصہ سے آگ بگولا ہو گئے۔ مولوی غلام کی ہجو لکھی یہ ہجو مثنوی کی شہرت سے سبقت لے گئی۔

ہجو مولوی غلام علی از میاں اللہ جوایا شوق

اندریں وقت بہر جلد کتاب — کلام افتادبا یکے قصاب
گرچہ قصاب ذابح حیوان است — آں سیہ بخت قاتل قرآن اسمت
آنکساں کہ مجلدش خوانند — زاشتقاق وحروف نادانند
نحو ایں حرف گیر از من یار — مشتق است ایں مجلد از جلاد
تیغ در دست بر سر مصحف — آید آں ساں کہ پہلواں در صف
بسکہ از راست و چپ ہنوز قدیم — بیدو ژند آورندش از تقویم
بس مگر عزم بند دآن بے دیں — از پے جمع مایہ دفتیں
مصحف آور در آب بگوارد — پس مقوی ژند بر سازد
نہ بر دکشت صحف بستہ میاں — خانہ اداست سانح قرآن
جز برید وتراش نہ مطلوب — نہ بود کاروبار آں مغضوب
تا بریدے کہ تیغ کین چو کشید — بسلمہ از سر صحوف بریدے
تا تراشی کہ از وفور اخراش — تا بجد دل ورق نمودہ تراش
بکتب داد باشی چوں بہ سزا — کرد بس نظم ونثر بے سروپا
دیدہ ہر نسخہ کز شکنجہ اش تاب — نہ خواشیش ماند جانہ رکاب
رفتہ رفتہ چنیں گز افراید — متن نیز اا ز کتاب بر باید
ترسم از حاشیہ عبور کند — وز ورق متن نیز دور کند
من نہ تنہا ر جور آں بدکیش — جگرافگار گشتم و دل ریش

Marfat.com

بل نشستہ بروز بد حالاں	مثنوی زار مولوی نالاں
مشتہر در جہاں نہ بل رسوا	بہ غلام علی بود اما
نہ غلامی کہ از سر اخلاص	باشد اندر حضور حیدر خاص
بل غلامی کہ تیغ کین آمیخت	خون کرار بے دریغ بریخت
زاد فاسق بہ خانہ عابد	گرچہ او بود فاضل و زاہد
گرچہ نسل عربی آمد ایں ملعون	علماء زانبیائی رند فزاں
نہ زتاثیر گردش دوراں	نوح زاد نہ یافت و کنعاں
شمعہ زامتحان کشائی نظر	واں یزید از معاویہ بنگر
چوں کتب از شکنجہ اجزائش	با در ضغط کورا عضائش

اس ہجویہ مثنوی کے علاوہ نسخہ منیۃ المصلی مصنفہ سعد الدن کا شعری مجموعہ رسائل فقہ پنجابی چالیس عدد مکتوبہ غلام علی کے سوا اور کوئی آثار باقی ہیں۔

مجموعہ رسائل پنجابی کتب خانہ قلعہ لاہور میں موجود ہیں۔ جن میں جنگ نامہ پیر محمد کا بھی ڈاکٹر شہباز ملک پروفیسر پنجاب یونیورسٹی شعبہ پنجابی نے ڈاکٹر احمد حسین کی اطلاع پر حاصل کر کے شائع کیا۔

مولوی غلام علی کی اولاد:

آپ کے چار بیٹے تھے۔ جو علم و فضل کے باعث وزیر آباد کے چاروں طرف چھائے ہوئے تھے۔ ان چار بھائیوں کی ہر چار سمت درس گاہیں تھیں۔ وزیر آباد اپنی چار اطراف سے انہیں فیضان کے چشموں سے سیراب ہو رہا ہے۔

مولوی قادر بخش۔ مولوی غلام غوث۔ محمد حسن اور عباد اللہ ان چار بھائیوں کی اولاد کی دولت سے معرا ہے۔ وہ اپنے بزرگوں کے نام بتانے سے بھی عاجز ہیں۔ پرانی کتابیں اور اوراق قدیم کچھ راہنمائی کرتے ہیں۔

محمد عابد کے خانوادہ میں علم و حکمت چھ سات پشت تک چلی۔ اس زمانہ میں چھاپہ خانہ نہ تھا۔ لوگ علمی آثار قلم کے ذریعہ حاصل کرتے۔ خانوادہ عابد نے اپنے قلم سے کئی کتاب خانے اور لائبریریاں مہیا کیں جو ورثہ علم و حکمت کے ساتھ پھولتی پھیلتی رہیں۔ علم و دانش کی بساط لپٹی تو اس علمی ورثہ پر کئی طوفان آئے۔ علم و ادب سے بے گانگی کے بعد خانوادہ عابد کی عورتوں نے کئی سال ان قلمی جواہر ریزوں سے ایندھن کا کام لیا۔ کچھ کتابیں صاحب نظر لوٹ کر لے گئے۔ باقی ماندہ اوراق پر ایک طویل مدت تک چوہوں اور دیمک کی بسر اوقات رہی۔ ایک حصہ علامہ محمد عالم قلعہ داری کے کتب خانہ میں منتقل

Marfat.com

ہو گیا۔ جس پر اب صدی بعد پھر دیمک اور چوہوں کا حق شفعہ ہے۔ چند پرانے اوراق ایک صندوق سے دستیاب ہوئے جن کی بنیاد پر ان کے حالات کی عمارت استوار کی جا رہی ہے۔

مولوی قادر بخش وزیر آبادی

مولوی غلام کے فرزند اکبر تھے۔ ان کی تاریخ پیدائش کا تعین نہ ہو سکا۔ زمانہ حیات ۱۲۰۰ھ سے ۱۲۶۵ھ تک تعین ہوتا تھا۔

دینی تعلیم مولوی خیر محمد سے کی اور اپنے وقت کے جید عالم بنے۔ تصنیف و تالیف سے شغل رہا۔

آپ نے جامع فتاویٰ ترتیب دیا جس کی نقل وزیر آباد میں قاضی عابد کے پاس موجود ہے۔

یہ اس دور کی بات ہے جب علم فقہ کو پنجاب کے علما نے پنجابی نظم میں درس و تدریس کی خاطر اس طرح ڈھالا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علم فقہ پنجاب کی پیداوار ہے۔

مولوی قادر بخش نے مولوی عبداللہ لاہوری۔ حافظ برخوردار رانجھا حافظ برخوردار صاحب کے انواع میں کے جواب میں تقسیم ورثہ علم فرائض کو پنجابی میں ڈھالا۔ اس کا نام مسائل نادرات رکھا۔

قادر بخش شعر و سخن کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ نے فارسی اور پنجابی میں شعر لکھے۔ آپ کا کلام دستبرد زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکا۔ صرف ایک مناجات دریدہ اوراق سے دستیاب ہوئے ہیں۔

آپ نے یہ مناجات حضرت ابوبکر صدیق کی مناجات پر تضمین کی ہے۔

مناجات پر درگاہ قاضی الحاجات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

یارب از فضیلت بکن رحمے بحال ایں ذلیل
دستگیرم شو توئی مر پیشوایاں را کفیل
غرق گشتم در معاصی عفو فرما اے جلیل
خذ بلطفک یا الٰہی من لہ زاداً قلیل
مفلس بالصدق یاتی عند بابک یا جلیل
صرف کر دم درنواہی عمر خودرا اے کریم
وزپئے لذت دنیا وزپئے تحصیل سیم
جز توام ملجا و ماویٰ ای نہ نبا شد اے رحیم

Marfat.com

ذنبہ ذنب عظیم فاعفر الذنبک العظیم
روزگار سے خود چو طفلاں بگوارانیدم بلہو
صرف کردم عمر در بے ہودہ گفتن ہائے لغو
برگ ہم زلطف خویش ہر کش خط محو
منہو عصیان و نسیاں و سہواً بعد سہو
منک احسان و فضل بعد اعطاء الخریل

روسیاہے ہم از گناہ گار کہ کر دم بے عدد
ہم مگر لطف تو فرماید با ایں مسکیں مدد
سو ختم از آتش عسیاں اغشنایا احد
قال یا ربی زنوبی مثل رمل لا تعدد
فاعف عنی کل ذنب فاصفح الصفح

گشتم از اعمال خود را درتیہ گمراہی مقیم
عالم اسری و ہستی بر ضمائر ہم علیم
مفلس در بے چارہ و درماندہ ام از خوف و بیم
رب ہبلی کنز فضل انت وہاب کریم
واعطنی مافی الضمیری دلنی خیر الدلیل

ربنا باتو نمودم عہد ہا کردم خلاف
ایں دل بد عہد من گاہے فکر دہ اعتراف
یارب از بہر رسولت می تما جرم معاف
سبب لنا ملکا کبیراً نجنا نخاف
رب ازنت قاضی والمنادی جبرائیل

بادشاہا گرچہ از فرط گناہان و خطا
کردہ ام از جاہلی برنفس خود ظلم و جفا
حرمت تانکہ در ذات تو محمود اندوفنا
قل لفا بردی یا رب فی حقی کما
قلت و قلنار کونی انت می حق الخفیل

Marfat.com

من نمے دانم چہ خواہد کرد ای نفس و غل
تا کیم وارد مبین درحرص و غافل ازجل
سرنگونم ساختہ درچارہ خذلاں از جبل
کیف حالی یا الٰہی لیس لی خیر العمل

سوء اعمالی کثیر زاد طاعاتی قلیل

نقد عمرم شد زدست افسوس ازیں بے دولتی
سالہاشد راہ نمونم نفس کافر ملتی
گوشئہ چشمے بسوئم کن ورم علتی
عافنی من کل دا واقض عنی حاجتی

ان لی قلب سقیم انت من شلیف العلیل

یاالٰہی چوں بروں آئیم ازیں دارالغرور
از طفیل مصطفیٰ کن جائے من دار السرور
ایں من ظلمانیم را ساز غرق بحیر نور
انت شافی انت کافی فی ممات الامور

انت ربی انت حسبی انت لی نعم الوکیل

اندر آن ساعت کہ جسم راجدا سازی زروح
ست امیدم در رحمت فتوح
باش قادر بخش تائب از گناہاں جوں نصوح
این موسیٰ۔ ایں عیسیٰ۔ ایں یحییٰ۔ انیں نوح

انت یاضدیق عاصی تبا الی اموئی الجیل

قادر بخش نے عربی۔ فارسی اور پنجابی نظم میں متعدد کتابیں تصنیف کی جس کے اوراق ہوا لے اڑی۔ جو کچھ بچاوہ یوں ہے۔

قصہ قاصی چون ۱۲۳۰ھ کل ۱۴۱۹ اشعار ہیں۔

قصہ لیلیٰ مجنوں۔ ۱۲۳۲ھ میں مکمل ہوا۔ ۴۹۴ شعر ہیں۔

چندر بدن ۱۲۳۲ھ

ریزہ نامہ۔ کسب نامہ بافندگان ہے۔ سن تصنیف نامعلوم۔

Marfat.com

مسائل نادرات: علم ورثہ کی تقسیم کے متعلق کتاب ہے۔ قصیدہ غوثیہ کی پنجابی نظم میں شرح۔ مجموعہ فتاویٰ دستیاب نہیں ہیں۔

قصیدہ غوثیہ شیخ عبدالقادر کا مراقبہ میں کہا ہوا بے مثل قصیدہ ہے۔ جس کے تبرک وتیمن سے عامل بے شمار فتوحات حاصل کرتا ہیں۔ عربی زبان میں دسترس نہ رکھنے کے باعث اس قصیدہ کے ورد کے لئے اردو اور پنجابی میں بے شمار تراجم ہوئے۔ جو لوگ زبانی یاد کرتے تھے۔ ان میں حافظ برخوردار میاں احمد یار اور مولوی غلام رسول عادل گڑھی کے تراجم معروف ہوئے۔ مولوی قادر بخش کا ترجمہ بھی اسی قبیل میں سے ہے۔

چھاپہ خانوں کے فقدان۔ درس وتدریس۔ وعظ وتبلیغ کے راستہ میں رکاوٹ تھی۔ یہ لوگ اپنی قلم سے کتابوں کی تجدیدی نقل تیار کر لیتے اور یوں لائبریریاں جنم میں آئی۔ مولوی قادر بخش کی تحریر کردہ کتابیں جو مہیا ہو سکتی تھیں ان کی تفصیل یوں ہے۔

اصول شاشی۔ نظام الدین شاشی۔

مجموعہ صرف نحو۔ صرف بہائی۔ صرف میر۔ انجائی۔ مراح الاروح

دستورالقنات ۱۲۳۹ء میں تحریر

شواہد النبوت مصنف عبدالحق محدث دہلوی

رسالہ سبیعات ابونصر محمد عبدالرحمٰن الہمدانی

مولوی محمد حسن وزیر آبادی

مولوی قادر بخش کے حقیقی بھائی تھے۔ اپنے وقت کے عظیم عالم تھے۔ ان کی قلم کی تحریر کردہ کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

1- مصباح العاشقین
2- تفسیر سورۃ والضحیٰ
3- رسائل تصنیف مولوی محمد عابد وزیر آبادی۔

ارشاد المسالکین۔ مصنف عبدالرحمٰن بن شیخ قاسم الحافظ لاہور

دلیل الاحسان

قصہ چندر بدن

مہیار مصنفہ سیف اللہ

Marfat.com

سراج الہدایہ

مولوی صاحب کے علمی آثار گردش زمانہ کی نذر ہو گئے۔

مولوی غلام غوث:

ان کی کوئی تحریر یا تصنیف نہ مل سکی۔

مولوی عباداللہ:

قادر بخش اور محمد حسن کے چوتھے بھائی تھے۔ اور وزیر آباد میں علم و حکمت کے چوتھے برج تھے۔ حافظ محمد عابد کی اولاد کے علمی فیضان نے وزیر آباد کو چاروں طرف سے محیط کر رکھا تھا۔ میاں عباداللہ وزیر آباد کے جنوب کی جانب مسجد بازار والی میں درس دیتے تھے۔ وزیر آباد کے مفتی تھے۔ ان کا فتویٰ چلتا تھا۔

۱۸۳۲ء کو وزیر آباد کے ریزیڈنشل آفیسر ابوطویلہ جو کہ یہودی تھا کے حکم پر وزیر آباد کے بازار کو وسیع کا منصوبہ بنا۔ اس پر عمل درآمد شروع ہوا تو یہ مسجد راستے میں آ گئی۔ ابوطویلہ نے اس کو گرا دیا۔
مولوی عباداللہ نے رنجیت سنگھ حکمران پنجاب کے ہاں درخواست گزاری کہ فقیر درویش منش آدمی ہے۔ گزر اوقات مسجد سے ہوتی تھی۔ وہ گرا دی گئی ہے۔ مجھے بتایا جائے کہ میں زندگی کیسے بسر کروں۔ رنجیت سنگھ نے حکم دیا کہ مسجد شاہی خرچ پر کٹڑہ روم میں بنا دی جائے۔ مہاراجہ کے فرمان کا متن

شاہی فرمان

لالہ جسے سنگھ عدالتی و عاملان حال و استقبال بدانند کہ مسجد بازار والی بحکم سرکار والا مسمار کردندو امام مسجد مذکور میاں عباداللہ عرض بہ حضور بہادر گزارابندہ کہ سبب معاش و گزران ایں فقر بکدم وجہ خواہد شد حکم صاحب بہادر صادر شدہ کہ جائے برائے مسجد در رام کٹڑہ کہ پسند میاں مذکور باشد بہ دہاندو بنا سازندو مدخرچ تعمیر مسجد از سرکار دہانندہ خواہد شد وانچہ عہدہ مسجد مذکور بود تحویل میاں مذکور رسانند کسے وجہ فرق بنائے وغیرہ در عہدہ مذکور دست انداز نہ باشد حسب السطور بعمل آوندیہ تاکید تمام تحریر ہشتم ماہ بہادول ۱۸۸۹ء من مقام وزیر آباد اس فرمان پر وزیر آباد کے دو افسران کے نام درج ہیں۔ لالہ جے سنگھ عدالتی کاردار تھے۔ اور یہودی ایڈمنسٹیٹر ابوطویلہ جس کے حکم سے یہ مسجد مسمار کی گئی تھی۔
ملک کے مشہور محقق ڈاکٹر وحید قریشی نے اس پر مبسوط مقام رکھا۔

مولوی عباداللہ کی تحریریں۔

اسلام کٹڑوہ میں مسجد تیار ہو گئی میاں عباداللہ کے حوالے کر دی گئی۔ میاں صاحب نے درس و

Marfat.com

تدریس کا کام شروع کر دیا۔ ساتھ تصنیف و تالیف بھی شروع ہوگئی۔ میاں صاحب کی تصنیف و تالیف کا کیا معیار تھا وقت اس کا جواب نہیں دیتا۔ دیمک اور چوہوں سے جو اوراق بچ گئے ان میں میاں کی تجدیدی نقلیں مل سکیں۔

ان کے قلم کی یادگاری

اورادِ شیخ ایشوخ

تکمیل الایمان شیخ عبدالحق محمد شاہ دہلوی

انواع مولوی عبداللہ لاہوری

مناجات نامہ

میاں قادر بخش کی اولاد

میاں عابد کی چوتھی نسل کے قادر بخش کے تین بیٹے تھے۔ فخر الدین۔ امام الدین اور سعد الدین

فخرالدین کا خانوادہ سیالکوٹ منتقل ہوگیا۔ ان کی کوئی علمی یادگار نہ مل سکی۔

فخرالدین کے دو لڑکے تھے۔ علم الدین اور محمد دین علم دین کے قلم کی نوشتہ دو کتابیں قصہ نل دمن مصنفہ فیضی اور قرآن السعدین مصنف امیر خسرو۔ ان پر علم دین کے حواشی ملتے ہیں۔

علم الدین کے بیٹے بشارت علی کی شادی موضع قلعہ دار میں مولوی فضل احمد ولد حافظ خان محمد کی صاحبزادی فاطمہ بی بی سے ہوئی۔ بشارت علی کے صاحبزادے ڈاکٹر نذیر احمد نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی بلکہ سائنس کے میدان کے پہلے محققین جو کہ Hydrology میں پی ایچ ڈی کی اور ڈی ایس ای کی ڈگریوں کے سزاوار ٹھہرے۔

میاں عباداللہ کی اولاد

میاں عباداللہ کے فرزند محمد حیات۔ محمد سلطان۔ محمد جان۔ محمد نور اپنے بزرگوں کے علمی ورثہ کے جائز حقدار اور اس کے صدقِ دل سے امین رہے۔ دین اسلام کی مقدور بھر خدمت کی ہوگی۔ مگر بے رحم زمانے نے سارے نشان مٹا ڈالے۔

میاں محمد نور کی تحریر کردہ کتابوں کے نام

برہان العارفین مصنف الوالحسن الخرقانی

Marfat.com

دلیل الانسان مصنف محمد مستقیم ولد عنائت اللہ

ذخیرہ خوارزم شاہی

آج ان کتابوں کی کوئی اہمیت نہ رہی۔ مگر اس دور کی کوششیں آج کی ترقی کی امین ہیں۔

میاں سلطان کی تحریر کردہ کتابیں

دستور المسلمین۔ مصنف سعدالدین مدرس جون پور

نثر الجواہر علیم اللہ حسنی

مجموعہ ہفت رسائل قرائت

البیان الجزیل مصنف محمد عنائت اللہ

مقصود القاری مصنف قاری محمد جہانگیر

مجموعہ وظائف

قصیدہ قرائت ناشناختہ

زینت القاری

عمدۃ القرآن

معرفت الآخرت مصنف میاں محمد رمضان ساکن چک سکندر

جنگ نامہ امام علی الاحق

جنگ نامہ امام حسین مصنف حافظ برخوردار

قصہ سسی پنوں ہاشم شاہ

محمد رمضان ولد میاں عبداللہ ۱۹۳۴ء کو فوت ہوئے

میاں سلطان کی اولاد

سلطان کے تین صاحبزادے تھے کرم الدین محمد دین اور چراغ دین

محمد دین کی نگارشات

عین الزالی مصنف عبدالوہاب تحریر ۱۳۱۴ء

تفسیر سورۃ الرحمٰن فارسی

ستہ ضروریہ رسائل تصوف

مرقع کلیمی مصنف شاہ کلیم اللہ جہاں آباد

Marfat.com

فرہنگ سکندر نامہ

ترجمہ پنجابی قانون چہ چاکھی والی

ترجمہ پنجابی رسالہ قبریہ

چراغ الدین

پنجابی زبان کے شاعر تھے۔ان کی ایک سہ حرفی اور ایک مناجات پیران پیر کرامت نامہ از عنایت غوثیہ دستیاب ہوئی ہے۔جن سے ان کے علمی مذاق کا اندازہ ہوتا ہے۔

الف آماہی لیاں چاہ ہی۔ ماہی وانگ تڑفے میری جان سیہو

ماہی ماہی کوکاں ماہی وانگ شوکاں ماہی آں میرخ میری جاں سیو

گزری عمر ہے روندیاں دھونڈیاں اجے یار نہ کرے دھیان سیو

چراغ دیں پھوندا پھرے وچہ گلیاں گلیاں پاٹ پیتاں سرگرداں سیو

انکی کتاب ترغیب الصلوٰۃ شائع ہو چکی ہے۔

اولاد میاں چراغ الدین

میاں عبدالغنی آپ کے صاحبزادے عدالت عالیہ میں نقل نویس تھے۔علم کی دولت سے مالا مال تھے۔آپ دینی جوش وخروش میں سرسید احمد خان اور مرزا غلام احمد کو للکارتے رہے۔علی گڑھ اور قادیان بھی گئے۔

صحافت کا شوق اٹھا تو گوجرانوالہ سے دیہاتی گزٹ نکالا۔

آپ کی شادی بغداوالی ضلع گوجرانوالہ میں حاجی کرم الٰہی کی بیٹی سے ہوئی۔حاجی صاحب کی تین بیٹیاں تھیں۔ایک کی شادی مولوی احمد علی وکیل سے ہوئی دوسری کی شادی شمس العلماء مولوی سراج الدین سے ہوئی۔جن کے بیٹے شمس العلماء مولوی محمد حسین آنریری مجسٹریٹ مولوی نذیر حسین تھے۔

عبدالغنی کے تین لڑکے تھے۔رانا عبدالحمید شمیم۔رانا عبدالرشید۔رانا عبدالعزیز۔

رانا عبدالعزیز نے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا اور ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں ہیڈ کلرک بھرتی ہو گئے۔ابتدائی دور میں مولانا ظفر علی خان اور اختر علی خان آغا حشر سے صحبتیں رہیں۔پنجاب میں اٹھتی تحریکوں کے عینی شاہد تھے۔

میاں کرم الدین

Marfat.com

علوم دنیہ اور تصوف کی دولت سے مالا مال تھے۔ عالم فاضل شخصیت کے مالک تھے۔ بہت سی کتابوں کے تجدیدی نسخے تیار کیے۔ ان کے تیار کردہ نسخے ملتے ہیں۔

جواہر خمسہ۔ مصنفہ محمد غوث گوالیاری مثنوی شاہ چراغ لاہوری

ترجمہ قصیدہ بردہ سید مصنف وارث شاہ

ترجمہ قصیدہ غوثیہ الہٰ یار

آپ کی تمام عمر درود۔ وظائف۔ اور علمیات سے عبارت ہے۔ ان کی ریاضت کا کمال تھا کہ آپ کے مریدوں کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ تعویذات کا سلسلہ جاری تھا۔ ان کے تعویذات زود اثر ہے۔ لوگ ان کو ولی اللہ کا درجہ دیتے تھے۔ آپ کا ایک ہی بیٹا تھا۔

میاں فضل حسین:

باپ کے نقش قدم پر چلے۔ پیری اور مریدی کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ عامل تھے۔ شب زندہ دار تھے۔ علم کی دولت سے مالا مال تھے۔ سورہ یٰسین کا ورد فجر کی نماز سے پہلے ساری عمر معمول رہا۔

قلعہ دار میں آپ کی شادی مولوی رحیم بخش کی صاحبزادہ رقیہ بیگم سے ہوئی۔ آپ کے تین بیٹے تھے۔

میاں محمد شفیع۔ میاں محمد سعید۔ میاں محمد شریف۔

میاں محمد شفیع میاں فضل حسین کے بڑے بیٹے تھے۔ ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کا امتحان پاس کر کے فوج کی ملازمت کرلی۔ وہاں سے فارغ ہوئے تو میونسپل کمیٹی وزیر آباد میں بحیثیت کلرک کام کرتے رہے۔

ان کی شادی قلعہ دار میں مولوی عبدالکریم کی صاحبزادی اقبال بیگم سے ہوئی۔ میاں محمد شفیع کے دو لڑکے محمد رفیق اور پانچ بیٹیاں بشیر۔ منیر۔ مجیب۔ عطیہ۔ معظم تھیں۔ محمد اسلم آپ کا لڑکا بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا۔ محمد رفیق ۱۹۹۰ء میں فوت ہوئے۔

محمد رفیق کی ایک لڑکی اور دو لڑکے تھے۔

۱۹۰۸ء میں حافظ محمد سعید پیدا ہوئے۔ حافظ قرآن تھے۔ میاں فضل حسین کے منجھلے صاحبزادے تھے۔ ریلوے میں کلرک تھے۔ وفات پائی۔ ان کا بیٹا شجاع سعید حیدر آباد سندھ میں مقیم ہے۔

Marfat.com

میاں محمد شریف

۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کرنے کے بعد قاضی سکول وزیر آباد میں معلم ہو گئے۔ اس کے بعد میونسپل کمیٹی وزیر آباد کے مختلف سکول میں بطور ہیڈ ماسٹر کام کرتے رہے۔ ان کی قلعہ دار میں شادی مولوی محمد عبدالکریم کی لڑکی منظور بیگم سے ہوئی۔

وزیر آباد محلہ دروازہ سوہدرہ کے اندر ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ اس میں حاجی خدا بخش المعروف گاما درویش تھا۔ وہاں وہ نماز پڑھایا کرتا تھا۔ ماسٹر محمد شریف کے بزرگوں کا شاگرد تھا۔ جب آپ شام اور عشاء کی نماز پڑھنے جاتے تو وہ درویش آپ کو کہتا گرم برخوردار جماعت کراؤ۔ چنانچہ آپ نماز پڑھادیا کرتے تھے۔ مولوی عبدالغفور ہزاروی گجرات سے وزیر آباد وارد ہوئے اور ریلوے سٹیشن کے قریب مسجد میں متولی بن گئے۔ سوہدرہ دروازہ سے ایک شخص اٹھا اور مولوی عبدالغفور ہزاوری سے کہا کہ ایک داڑھی منڈا آدمی جماعت کراتا ہے۔ آپ نے فتویٰ صادر کیا کہ جو اس کے پیچھے نماز پڑھے گا اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ میاں محمد شریف کو صورت حال سے آگاہ کیا گیا۔ میاں محمد شریف نے بریلی شریف خط لکھا اور فتویٰ طلب کیا۔ دو ماہ کے بعد بریلی سے بھی یہی جواب آیا کہ داڑھی منڈا آدمی فاسق فاجر ہے۔ آپ چند فقہ کی کتابوں کا حوالہ دے کر ایک رسالہ راز نہاں لکھا جس میں آپ نے یہ ثابت کیا کہ داڑھی نہ جزو ایمان نہ جزو اسلام اور نہ ہی شرائط امامت ہے۔ امام کے لئے لازم ہے۔ کہ قرآن درست پڑھے۔ داڑھی رکھنا فتویٰ نہیں تقویٰ ہے۔ جو شخص محبت کے عقیدہ سے رکھے اس کو ثواب ملے گا۔

میاں محمد شریف کے تین صاحبزادے اور ایک بیٹی ہے۔ آپ کی بیٹی نجم النسا کی شادی میاں عبدالحمید کے چھوٹے لڑکے میاں انعام اللہ مرحوم سے ہوئی۔ آج کل لاہور گلبرک میں مقیم ہیں۔

سلیم عابد:

میاں محمد شریف کے بڑے بیٹے ہیں۔ ہیلی کالج کامرس سے بی کام کیا۔ انکم ٹیکس پریکٹس کرتے ہیں۔ لاہور ٹاؤن شپ میں مقیم ہیں۔ ان کی دو بیٹیاں نزہت سلیم اور نگہت سلیم لاہور میں ہیں۔ آپ کا بیٹا خرم سلیم ایم کام ہے۔ سعودی بنک میں ملازم ہیں۔

محمد طاہر نوید:

۱۹۵۴ء میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کر کے ایک فرم میں ملازم ہو گئے۔ آپ کے تین بیٹے ہیں حسن نوید۔ محسن نوید اور لڑکی سعیدہ نوید ہے۔

Marfat.com

محمد اشرف تنویر

۱۹۵۸ء میں پیدا ہوئے۔ میٹرک مشن سکول وزیرآباد سے کیا۔ بی اے کرنے کے بعد PSO میں ملازم ہو گئے۔آپ کے دو بیٹے عدیل اشرف اور راحیل اشرف لاہور میں مقیم ہیں۔

مولوی جان محمد:

مولوی عباداللہ کے لڑکے مولوی جان محمد ان کے ہاں تاج دین پیدا ہوئے۔تاج الدین کے بیٹے سراج دین پیدا ہوئے۔

سراج الدین اس خانوادہ کی آخری علمی وادبی شخصیت تھے۔درس تدریس واعظ تبلیغ شغل تھا۔ان کی درس گاہ بڑے بڑے علماء دین فارغ التحصیل ہو کر نکلے۔قابل ذکر مولوی عنائت اللہ اثری۔ جنہوں نے گجرات میں ۵۰ سال تک مدرسہ وتدریس تصنیف وتالیف واعظ تبلیغ کی خدمات سرانجام دیں۔آپ نے حال ہی میں ۱۹۸۰ء میں وفات پائی فرقہ اہل حدیث کے سرکردہ امام تھے۔

مولوی سراج الدین کا بیٹا یٰسین اور اس کی اولاد ابولظفر۔محمد یوسف۔عبدالحق اور محمد اقبال تھے۔

دو لڑکیاں نجم النسا اور نذیر بیگم تھیں۔

مولوی سراج الدین نے بزرگوں کی روائت کو زندہ رکھتے ہیں متعدد مخطوطات یادگار کے طور پر چھوڑے

مجموعہ وظائف

پند نامہ عطار

حسنات العارفین داراشکوہ

رسالہ حق نما

مجمع البحرین مصنف دراشکوہ

مولوی سراج دین کی وفات کے بعد اس خانوادہ کی علم وحکمت کی پر عظمت روایت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔یٰسین کے بیٹے ابوظفر کی شادی موضع قلعہ دار میں مولوی رحیم بخش کی بیٹی مزمل سے ہوئی وہ فوت ہوئیں تو پھر علامہ محمد عالم قلعہ دار کی بیٹی حیات بیگم کی شادی ابوظفر سے ہوئی۔ابوظفر فوت ہوا تو حیات بیگم کی شادی ابوظفر کے چھوٹے بھائی یوسف سے ہو گئی۔

Marfat.com

محمد عظیم

ابوظفر کے اکلوتے صاحبزادے مولوی رحیم بخش کی دختر نیک اختر مزمل کے بطن سے پیدا ہوئے۔ والد والدہ کے سائے سے بچپن ہی میں محروم ہو گئے۔ ان کی پرورش ان کی نانی جنت بی بی اور ماموں تبسم قریشی نے کی۔ محمد عظیم جدوجہد کی علامت خوش اخلاق۔ خوش مزاج اور خوش نویس تھے۔ علمی ادبی مشغلہ اپنایا۔ علم وحکمت کا اعلیٰ مذاق ان کے مزاج میں تھا۔ کتابت کو پیشہ کے طور پر اپنایا۔

مولوی اماعلی ساکن کنجاہ

قریشی ہاشمی تھے۔ ان کا بیٹا عبدالحکیم پٹواری تھا۔ عبدالحکیم کے تین بیٹے تھے۔ محمد شریف۔ محمد لطیف اور محمد سرور۔ محمد سرور فوج میں صوبیدار تھا۔

محمد لطیف کی شادی مولوی محمد عالم قریشی کی بیٹی مریم سے ہوئی۔ مریم کا ایک بیٹا الطاف اور ایک بیٹی ارشاد تھی۔

محمد سرور سے مولوی محمد عالم کی دوسری بیٹی رابعہ بی بی سے ہوئی۔ رابعہ بی بی کے چھ بیٹے تھے۔ قدرت اللہ سب سے بڑا تھا۔ ایئرفورس میں ملازم تھا۔ ریٹائرڈ ہوا تو دماغی عارضہ میں مبتلا ہو گیا۔

یہ خاندان لاہور مغل پورے کے قریب تزاب احاطہ میں شفٹ ہو گیا اور وہاں پر قریشی سٹریٹ کی بنیاد رکھی۔

حافظ رمضان ساکن ڑوا

ضلع گجرات کے غیر معروف گاؤں کا امام مسجد حافظ رمضان مولوی فضل احمد قریشی ساکن قلعہ دار کے حلقہ درس میں درویش تھا۔ قلعہ دار سے اس گاؤں ڑوا میں مسجد کا امام بن گیا۔ ایک دن راستے میں اس کی ملاقات مجذوب سائیں جنگو شاہ سے ہوئی۔ اس نے ازراہ تفنن پوچھا سائیں کیا کر رہے ہو۔ مجذوب نے جواب دیا کہ گجرات کا بندوبست اراضی کر رہا ہوں میں نے تمہیں بھی ۱۲ بیگھہ زمین الاٹ کر دی۔

بات آئی گئی ہو گئی۔

کچھ عرصہ کے بعد اس گاؤں کا استعمال اراضی ہوا تو ۱۲ بیگھہ زمین فالتو نکلی لوگوں نے یہ زمین امام مسجد حافظ رمضان کو برائے خدمت مسجد دینے کی سفارش کی اور یوں حافظ صاحب زمیندار ہو گئے۔ گفتہ او گفتہ اللہ بود۔ مجذوب کی کرامت حافظ رمضان کے تین بیٹے تھے۔ ابراہیم۔ نذیر احمد۔ غلام

Marfat.com

جیلانی۔غلام جیلانی علامہ عبدالکریم قریشی قلعہ داری کا شاگرد تھا۔یہ جلال پور جٹاں میں سکول کا طالبعلم تھا۔علامہ اس سکول میں عربی کے ماسٹر تھے۔غلام جیلانی کی بیٹی زہرا بیگم کی شادی مولوی محمد عالم کے بیٹے محمد نقر سے ہوئی۔اس کی دوسری بیٹی کی شادی پی آئی اے کے مینجنگ ڈائریکٹر۔مفتی محمد سلیم سے ہوئی۔غلام جیلانی کے چار بیٹے تھے۔ریاض محکمہ نہر میں اورسیر تھا۔دوسرا پی آئی اے میں ملازم تھا۔اس کی شادی مولوی محمد امین کی بیٹی سے ہوئی۔تیسرا فوج میں میجر تھا۔چوتھے کے کوائف نہ مل سکے۔

مولوی غلام غوث نامی

آپ افضل عارف باللہ کی اولاد میں سے تھے۔گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔فارسی زبان میں صاحب دیوان شاعر تھے۔علامہ عبدالکریم قریشی کے دوست تھے۔

آپ کی اولاد صاحب فضیلت اور شہرت کے مالک لوگ تھے۔ڈاکٹر۔انجینئر۔صاحب علم و فن کے مالک تھے اور ملک میں نامور حیثیت کے مالک لوگ تھے۔

ڈاکٹر یوسف مشہور ماہر امراض دل تھے۔

محمد اکرم کی دو صاحب زادیاں تھیں۔ایک کی شادی گجرات کے جنجوعہ خاندان ڈاکٹر امام الدین کے پوتے ڈاکٹر پروفیسر محمد رفیع سے ہوئی جب کہ دوسری شادی عزیز الرحمان سے ہوئی۔

حسن بی بی کی اولاد میں سے محمد حسن۔شریف الحسن۔لطیف الحسن تھے۔محمد حسن کی بیٹی کی شادی مشہور مورخ اور نقاد ڈاکٹر وحید قریشی سے ہوئی۔جب کہ لطیف الحسن کی شادی علامہ محمد عالم قریشی کی بیٹی رحمت بی بی سے ہوئی۔

پیر افضل عارف

سوانحی حالات طاق نسیاں کی زینت بن گئے۔مولوی مراد علی کے سدھی تھے۔ان کے بڑے لڑکے مولوی جان محمد کے سسر تھے۔مولوی جان کا تعلق بیگووالہ ضلع سیالکوٹ سے تھا۔دین محمد سے تعلق تھا۔ہدایت اور اخلاق کی تعلیم دیتے تھے۔زیور علم سے آراستہ تھے۔ان کا ایک بیٹا اور تین بیٹیاں تھیں۔بیٹا غلام محمد فوت ہوگیا۔حالات اور تاریخ وفات ہوا کے دوش پر اُڑ گئی۔لڑکیاں حسن بی بی۔محمد بی بی اور تیسری کا نام بھی زمانہ بتانے سے قاصر ہے۔حسن بی بی کا بیاہ قلعہ دار کے کھوکھر راجپوت گھرانے میں ہوا۔غلام حیدر ان کے خاوند کا نام تھا۔ان کا بیٹا بابو غلام حسین محکمہ نہر میں اورسیر تھا۔یہ شخصیت خودستائی اور خودنمائی کی شکار تھی۔ان کی دو بیویاں تھیں۔ایک کا تعلق چک سادہ ضلع گجرات سے تھا۔اس بیوی سے ایک بیٹا تھا جس کا نام سکندر تھا۔دوسری بیوی خانم نامی خاتون اس زمانے میں اعلیٰ تعلیم یافتہ

Marfat.com

تھی۔ اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام عبدالرشید تھا۔ عبدالرشید بابو غلام حسین ہونہار بچہ تھا۔ سی۔ ایس۔ پی کا امتحان پاس کیا اور محکمہ پولیس میں واپس ہو گئے۔ ایوب خان کے دور میں ملازمت سے سبکدوش ہو گئے۔ عالم آدمی تھے۔ ان کی تین کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

مسائل موسیقی۔ انڈیالوجی۔ پنجاب کے سو سال۔

میاں جان محمد کی دوسری لڑکی قلعہ دار کے قریشی خاندان میں بیاہی گئی۔ دونوں گھروں میں قدر مشترک دینی لگاؤ اور علم دوستی تھی۔ حافظ خان محمد کے بیٹے مولوی فضل احمد سے ان کی شادی ہوئی۔ مولوی جان محمد کی تیسری لڑکی۔ جس کا نام زمانے کی گرد میں چھپ گیا ہے۔ وزیر آباد کے راجپوت گھرانے میں بیاہی گئی۔ خاوند کا نام فضل الٰہی تھا۔ جو کہ مولوی محمد عابد وزیر آبادی کے نبیرگان میں سے تھا۔ مولوی غلام محمد کا ایک بیٹا تھا جس کے کوائف دستیاب نہ ہیں۔ دو لڑکیاں تھیں رسول بی بی۔ فاطمہ بی بی۔ رسول بی بی کی شادی مولوی محمد عبدالکریم قریشی سے ہوئی۔ اور فاطمہ بی بی کی شادی مولوی محمد عالم قریشی سے ہوئی۔ رسول بی بی سے مولوی عبدالکریم کی صاحبزادی اقبال بیگم تھی۔ جس کی شادی بھی وزیر آباد میں مولوی محمد عابد کے خاندان میں ہوئی۔

فضل الٰہی کی اولاد میں عنائت الٰہی جن کے بیٹے۔ عبدالسمیع۔ عبدالسلام۔ وغیرہم ہیں لاہور میں مقیم ہیں۔ عنایت الٰہی کی بیٹی صفیہ کی شادی مولوی قل احمد کے پوتے بشیر احمد قریشی سے ہوئی جن کے بطن سے ان کے چھ بیٹے پیدا ہوئے۔

لائبریری

سب سے قدیم کتب خانہ عراق کے شہر نینوا (موجودہ موصل) میں دریافت ہوا۔ اس شہر کے کھنڈرات میں کچھ تحریریں ملیں جنہیں مٹی کی تختیوں پر لکھ کر پکا لیا گیا تھا۔

روم کی سلطنت کو استحکام شہنشاہ آکٹوپس کے عہد میں ملا۔ اس زمانے میں لوگوں کو کتابوں کا شوق پیدا ہوا۔ ہر گھر میں کتب خانہ ہوتا اور اس کا رخ مشرق کی طرف ہوتا تاکہ روشنی آسانی سے پہنچ سکے۔ کتابیں دھوپ اور سیم سے محفوظ رہ سکیں یہ ذاتی کتب خانے تھے۔

ان کتابوں کے لکھنے کے لئے جو کاغذ استعمال ہوتا تھا وہ ''نے کی چھال'' یا گوند نے سے تیار ہوتا۔ جس کو پیپرس کہتے ہیں۔ انگریزی لفظ پیپر کا ماخذ یہی ہے۔ چھال کا لاطینی نام لبرا تھا جس سے لائبریری کا لفظ وجود میں آیا۔ دنیا کے ہر ملک میں لائبریری موجود ہے۔ جو وہاں کے تہذیب و تمدن اور علمی معیار کی نشان دہی کرتی ہے۔

Marfat.com

٦٣

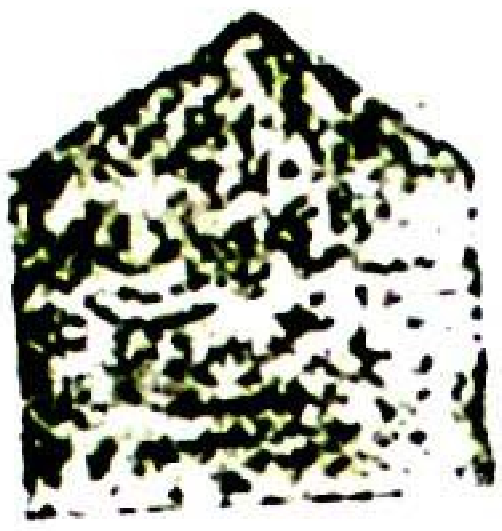

عکس فرمان مهاراجه رنجیت سنگه
بحق مولوی عبدالله وزیرآبادی

دارجی سنگه عدالتی و عاملان حال و استقبال بدانند

که مسجد بازار دالی بحکم سرکار والا مسمار گردیده و امام مسجد مذکور

میان عبدالله عرض بحضور صاحبان در گذرانیده که بسبب معاش

و گذران این فقیر یکدام وجه نخواهد شد حکم صاحب بهادر صادر شده

که جای برای مسجد در رام گڑه که پسند میان مذکور باشد بدانند و بکار سازند

و نیز خرچ تعمیر مسجد از سرکار والا دانیده خواهد شد و آنچه عهده مسجد

مذکور بود تحویل میان مذکور سازند که وجه خرچ نیاز و نذر

در عهده مذکور درست اندازند حسب المسطور بعمل آرند

تاکید تمام تحریر بست و ششم ماه بهادرون سمت ۱۸ ۸۹

بمقام وزیرآباد

Marfat.com

برطانیہ میں انڈیا آفس لائبریری کے علاوہ روم ۔ پیرس ۔ امریکہ ۔ ماسکو ۔ جرمنی ۔ سپین ۔ چین جیسے ملکوں میں یونیورسٹی کی سطح پر اور سرکاری سرپرستی میں لاتعداد لائبریریاں موجود ہیں ۔

وطن عزیز میں عجائب گھر لائبریری ۔ کراچی ۔ محکمہ آثار قدیمہ اور لائبریری لاہور پنجابی یونیورسٹی لائبریری لاہور ۔ پبلک لائبریری لاہور ۔ ملتان میں باغ لانگے خاں میں پبلک لائبریری قابلِ ذکر ہیں ۔

•

قطب خانہ القرشیہ: یہ کتب خانہ ڈاکٹر احمد حسین قریشی کو وراثت میں ملا ۔ کچھ انہوں نے اپنی کوشش سے اس میں اضافہ کیا ۔ اس کتب خانہ کی مخطوطات کی فہرست مقتدرہ اسلام آباد کے کتاب دار کے نام سے شائع کردی ہے ۔ مگر اس میں دلچسپی کے بے شمار سامان موجود ہیں جن کی تفصیل یہ مقالہ اپنے دامن میں جگہ نہیں رکھتا ۔ چند ایک ذکر سرسری طور پر کیا جاتا ہے قرآن شریف قلمی چھٹی صدی ہجری کا لکھا ہو ۔ نوشتہ صبیح الد[illegible] ادر یلی دیوان حافظ قلمی خواجہ صفیح حافظ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ۔ اصلی دیوان تو علامہ محمد عالم کے کتب [illegible] میں موجو[illegible] ۔ آخر[illegible] صفحہ کتب خانہ القرشیہ کی زینت ہے ۔ بحرالرائق قلمی ملا احمد جیون کے ہاتھ کی لکھی کتاب علامہ محمد عالم کے کتب خانہ میں موجود آخری صفحہ کتب خانہ قرشیہ رقعات ابوالفضل ۔ مرتب کے ہاتھ کا نوشتہ نسخہ تفسیر قرآن شریف نوشتہ حاجی بانو دختر عبدالرحیم خان خاناں ڈاک کے قدیم ترین ٹکٹ پوسٹ کارڈ ۔ لفافے رسم الخط کے نمونے شاہی فرمان ۔

اس کے علاوہ مشکوٰۃ شریف قلمی مطلا نسخہ

فارسی ترجمہ الفاروق مصنفہ شبلی نعمانی

یوسف ذلیخا جامی کا انگریزی ترجمہ نظم میں پروفیسر جے ۔ آر بری

قرآن مجید کا منظوم فارسی ترجمہ

تفسیر سواطع الہلام مصنفہ فیضی (دو سپارے قلمی) قرآن مجید کی بے نقط تفسیر

مصادر مراجع

قلعہ دار	سرکاری ریکارڈ ۱۸۵۷ء
چہار باغ پنجاب .	منشی گنیش داس وڈیرہ
آئینہ گجرات	شیخ کرامت اللہ
چشمہ رحمت	بسمل ہاشمی
تاریخ گجرات	مرزا اعظم بیگ اسسٹنٹ کمشنر
کوٹلہ قلعہ دار کی قدیم عمارات	سید حامد حسن سید

Marfat.com

سکھی عہد حکومت: تاریخ پنجاب سید اصغر علی شاہ جعفری۔ تاریخ خوارزمی سادات
مہاراجہ رنجیت سنگھ۔ پروفیسر سیتارام کوہلی۔ محمد عالم شاہ منگوال
سکھ راج۔ بلونت سنگھ
J.S Grewal Siks of the Punjab کیمرج یونیورسٹی
انگریزی عہد حکومت۔ تاریخ پنجاب۔ سید اصغر علی جعفری
پنجاب غلامی سے آزادی تک۔ آئین ٹالبوٹ
تاریخ گجرات مرزا اعظم بیگ اسسٹنٹ کمشنر
روشنی کا سفر تاریخ فقہ اسلامی
صفہ سے قلعہ دار تک حدائق الحنفیہ الفہرست
اردو ڈائجسٹ
ذاتی یادداشت خان محمد قریشی
خان محمد قریشی۔ سلف و خلف احمد حسین قریشی
تاریخ اسلاف
تاریخ علمائے چک عمر
محمد یار قریشی: سلف و خلف احمد حسین قریشی
سید احمد قریشی اورینٹل کالج میگزین
فضل احمد سلف و خلف احمد حسین قریشی
مولوی عبدالکریم اوورینٹل کالج میگزین
تاریخ جہلم
تاریخ علمائے چک عمر
محمد عالم قریشی سلف و خلف احمد حسین قریشی
اوورینٹل کالج میگزین
نجم الدین فائز شاہین زمیندار کالج گجرات
تبسم قریشی احوال آثار تبسم قریشی مظفر اقبال گوندل
احمد حسین قریشی۔ پروفیسر سجاد حسین شیرازی
ڈاکٹر خواجہ عبدالرشید

Marfat.com

مظہر حسین قریشی	مثنوی اشک و آہ
قلعدار کی رشتہ داریاں	مولوی عبدالکریم
Papers of Mulvi Abdul Karim	
	وزیر آباد کا علم پرور خاندان
فرمان رنجیت سنگھ	مملوکہ وزیر آباد جنجوعہ
	راجپوت خاندان
حبہ نامہ وزیر آباد	مملوکہ قریشہ لائبریری گجرات

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر

احمد حسین قریشی

(قلعہ داری)

ایم اے اُردو، فارسی

پی ایچ ڈی پنجابی، عربی

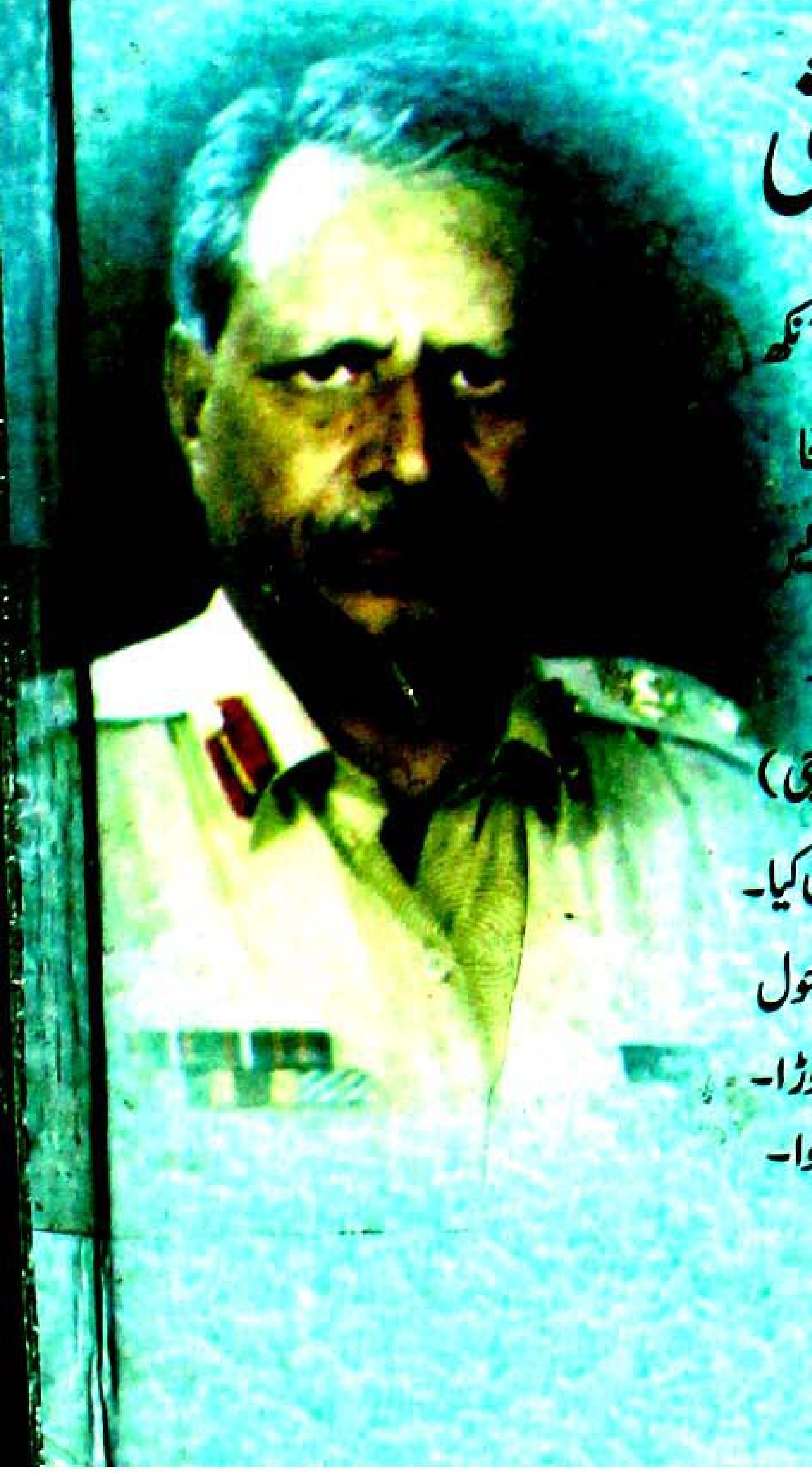

کرنل مظہر حسین قریشی

۱۹۳۶ میں قلعدار کے ایک علمی ادبی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ زمیندار کالج گجرات سے ایف ایس سی کا امتحا پاس کر کے نشتر میڈیکل کالج سے ایم۔ بی۔ ایس کیا اور اپنی خدمات پاکستان فوج کو پیش کر دیں۔ فوجی نوکری کے دوران ایم۔ سی۔ پی۔ ایس (کراچی) اور ایم فل پنجاب یونیورسٹی سے پتھالوجی کے مضمون میں کیا۔ گوان کی تحصیل علم سائنس میں ہوئی مگر علمی ادبی ماحول میں پل کر جوان ہونے کی وجہ سے ادب کا ساتھ نہ چھوڑا۔ ادبی ماحول کا اثر روشنی کے سفر کی صورت میں پذیر ہوا۔

Marfat.com